مضامینِ پیر جی

مرتب

پیر جی سید مشتاق علی شاہ

پیر جی سید عبدالمتین محلّہ گوبند گڑھ گلی نمبر ۸ مکان نمبر ۳۶/ سی، کالج روڈ
گوجرانوالہ، پنجاب، پاکستان، فون نمبر: 0333-8182910

نام کتاب	مضامین پیر جی
جمع وترتیب	پیر جی سید مشتاق علی شاہ
کمپوزنگ	ماہیر گرافکس 0333-8276791
ٹائٹل	حافظ محمد مجاہد
صفحات	144
تاریخ طبع اول	مئی 2018ء
قیمت	
پریس	



ملنے کے پتے

1......پیر جی عبدالمتین محلّہ گوبند گڑھ گلی نمبر ۸ مکان نمبر C/36 گوجرانوالہ

2......مکتبہ الفرقان اردو بازار گوجرانوالہ

3......مکتبہ امام اہل سنت مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ عقب شیرانوالہ باغ

4......مکتبہ اہل سنت والجماعت مرکز اہل سنت چک 87 جنوبی سرگودھا

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
عرض مرتب	
	141 تا 144

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم قارئین کرام! ہم نے اس کتاب سے پہلے بھی کئی کتابیں شائع کی ہیں۔ جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

① امام ابوحنیفہ پر اعتراضات کے جوابات ② فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات ③ حقائق الفقہ بجواب حقیقت الفقہ ④ آفتاب محمدی بجواب شمع محمدی ۲ حصے ⑤ فتاویٰ عالمگیری پر اعتراضات کے جوابات ⑥ بہشتی زیور پر اعتراضات کے جوابات ⑦ ہدایہ پر اعتراضات کا علمی جائزہ۔ رسائل پیر جی وغیرہ۔

یہ تمام کتابیں عوام اور خواص نے بہت پسند فرمائیں۔ یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ہمارے چھ مضامین پر مشتمل ہے یہ مضامین آج سے تقریباً بیس یا پچیس سال قبل کے لکھے ہوئے ہیں۔ مگر ان کی اشاعت کا وقت اب آیا ہے۔ شائع اس لیے نہیں ہوئے تھے کہ میرا خیال تھا کہ ان میں اضافہ کروں اور اچھی طرح سیٹ کروں۔ مگر موقعہ ہی نہ مل سکا۔ اب صحت بہت خراب رہنے لگی ہے اس لیے میں نے اسی طرح ان کو شائع کرنا مناسب سمجھا۔ امید ہے کہ اس حالت میں بھی ان سے لوگوں کو فائدہ ضرور ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کی صحیح معنی میں اتباع نصیب فرمائے آمین۔ اگر کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے تو ہمیں اطلاع فرمائیں۔ ان شاء اللہ درست کر دی جائے گی۔ ہم قرآن وسنت کے خلاف کوئی بات نہیں مانتے۔ والسلام

سید مشتاق علی

پیر جی پر دو حدیثیں گھڑنے کا الزام

اور اس کا جواب



مرتب

پیر جی سید مشتاق علی شاہ

پیر جی سید عبدالمتین محلہ گوبند گڑھ، گلی نمبر ۸ مکان نمبر ۳۶/ سی کالج روڈ

گوجرانوالہ، پنجاب، پاکستان

فون نمبر: 0333-8182910

پیر جی سید مشتاق علی پر دو حدیثیں گھڑنے کا الزام

اور اس کا جواب

پہلا الزام:

مولانا محمد داؤد ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

گوجرانوالہ میں ایک دیوبندی مناظر اعظم پیر مشتاق علی ہے۔ جو آئے دن اہلِ حدیث کے خلاف کوئی نہ کوئی کتابچہ تحریر کرتا رہتا ہے۔ یہ نالائق بھی وضع احادیث سے متہم ہے۔ راقم نے ضمیمہ (سبیل الرسول ص ۳۲۲، ۲۴۸) میں اس کی وضع کردہ دو (۲) روایات کی نشان دہی کر دی ہے۔ (حدیث اور اہل تقلید جلد اول ص ۳۱ سطر ۲۵۔۲۴۔۲۳)

جواب:

داؤد ارشد کو چاہیے تو یہ تھا کہ اعتراض جب اپنی اس کتاب میں کر رہے ہیں تو ثبوت بھی اسی کتاب میں نقل کرتے۔ تاکہ ناظرین کو تحقیق کرنے کے لیے الگ سے نئی کتاب نہ خریدنی پڑتی۔ لگتا ہے داؤد ارشد نے اپنی کتاب فروخت کرنے کے لیے ایسے کیا ہے' بہرحال ہم نے حکیم محمد صادق سیالکوٹی کی کتاب جس پر تحقیق وافادات داؤد ارشد کے ہیں۔ ناشر اس کا نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہو (پاکستان) ہے۔ بازار سے خریدی جب قابلِ اعتراض بات کو چیک کیا تو جھوٹ کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ غیر مقلد ایسا کیوں کرتے ہیں خاص کر داؤد ارشد تو اس مشن میں آگے آگے ہیں۔ دھوکہ دینا، قطعہ برید کرنا، جھوٹ بولنا، قلمی کتابوں میں تحریف کرنا ان کا شغل ہے۔ یہاں پر بھی انہوں نے یہی کام کیا ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ حکیم صادق سیالکوٹی غیر مقلد نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور فقہ حنفی کے خلاف ایک کتاب سبیل الرسول کے نام سے لکھی۔ اس میں فقہ حنفی کے اکیس (۲۱) مسائل کو حدیث کے خلاف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی جس میں سے ایک مسئلہ (مرد و عورت کی نماز کا امتیاز) تھا۔ مناظرِ اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مختصر جواب ''سبیل الرسول پر ایک نظر''

کے نام سے لکھا تھا۔ پیر جی صاحب نے اس کو مجموعہ رسائل جلد دوم میں شامل کر کے شائع کر دیا۔ داؤد ارشد نے یہ مضمون سبیل الرسول پر ایک نظر کے جواب میں لکھا ہے۔ حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس رسالہ سے جہاں اہلِ سنت کو بہت فائدہ ہوا۔ وہاں غیر مقلدین کو بھی اس کتاب یعنی سبیل الرسول کی اصلاح کا موقعہ مل گیا اور انہوں نے نئے سرے سے اس کو دوبارہ سیٹ کیا ہے اور ان کو اس کی تخریج و تحقیق کرنی پڑی۔ حکیم صاحب نے جو احادیث گھڑی تھیں ان پر پردہ ڈالنے کے لیے داؤد ارشد نے یہ کام کیا ہے۔

داؤد ارشد کی بوکھلاہٹ:

ص ۳۱۹ پر لکھتے ہیں: حضرت حکیم صاحب نے سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۲۱۲ پر دلائل وبراہین سے ثابت کیا تھا۔

جواب:

محترم سبیل الرسول پر ایک نظر تو مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تھی جسے پیر جی نے مرتب کر کے شائع کیا ہے آپ نے ایسے حکیم صاحب کی کتاب بنا دیا حکیم صاحب کی کتاب کا نام صرف سبیل الرسول ہے۔

ص ۳۱۹ سطر ۱۸ پر پیر جی کے متعلق لکھتے ہیں: پہلے تو ادھر اُدھر کی فضول بھرتی کی ہے۔ آخر میں دلائل نقل کرتے ہیں:

جواب:

محترم مولانا صاحب! مجموعہ رسائل جلد دوم ص ۸۹ سے لے کر ص ۱۰۲ تک کل ۱۴ صفحات میں حکیم صاحب کا جواب ہے۔ آپ کے ذمہ تھا کہ پیر جی کے جواب کا مکمل جواب دیتے یہ آپ نے نہیں کیا اور نہ ہی آپ مکمل مضمون کا جواب دے سکتے ہیں۔ آپ نے اپنی دوسری کتابوں میں بھی یہ ہی کیا ہے۔ جسے آپ نے فضول بھرتی کہا ہے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کا قرآن ہے۔ پیر جی نے ص ۸۹ سطر ۸ پر قرآن کی آیت فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ نقل کی ہے۔

آپ نے پیر جی کی پہلی دلیل ص ۸۹ ہی سے نقل کی ہے جو سطر نمبر ۱۹ سے شروع ہوتی ہے اور پیر جی نے حکیم صاحب کا جواب سطر ۳ سے شروع کیا ہے۔ سطر ۳ سے لے کر سطر ۱۸

تک جو عبارت ہے۔ اس کو آپ نے اِدھر اُدھر کی فضول بھرتی کہا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں، معافی مانگیں۔ آپ نے قرآن کی توہین کی ہے۔ ہم ناظرین سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ مجموعہ رسائل جلد دوم ص ۸۹ سطر نمبر ۳ تا سطر نمبر ۱۸ کو بار بار ملاحظہ فرمائیں۔ اور غور سے دیکھیں کہ اس میں وہ قرآن کی آیت لکھی ہے یا نہیں اور ان سطروں میں جو لکھا ہے وہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں۔ فیصلہ خود کریں۔

ہم نے یہاں پر صرف وضع حدیث کا جواب دینا ہے۔ مکمل مسئلہ پر بحث نہیں کرنی۔ اس لیے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ آپ کا الزام مجموعہ رسائل جلد دوم ص ۹۲ سطر ۱۰، ۱۱، ۱۲ کی عبارت پر ہے۔

عبارت نقل کرنے میں داؤد ارشد کی خیانت:

داؤد ارشد لکھتے ہیں:

اسی طرح ائمہ اربعہ کا اجماع اس پر ہے کہ عورت سینے پر ہاتھ باندھے اور اس اجماع کی بنیاد وہی قاعدہ ہے جو حدیث میں آ گیا "لانہ استر لھا" کہ اس میں ستر کا زیادہ اہتمام ہے۔ (سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۹۲)

ناظرین اب "سبیل الرسول پر ایک نظر" کی مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

اسی طرح ائمہ اربعہ کا اجماع اس پر ہے کہ عورت سینے پر ہاتھ باندھے۔ (فقہ علی مذاہب اربعہ، درمختار ج ۱ ص ۳۲۷، عالمگیری ج ۱ ص ۷۳) اور اس اجماع کی بنیاد وہی قاعدہ ہے جو حدیث میں آ گیا "لانہ استر لھا" (شرح نقایہ ج ۱ ص ۷۳) کہ اس میں ستر کا زیادہ اہتمام ہے۔

ناظرین آپ نے پیر جی کی مکمل عبارت ملاحظہ فرمالی۔ پیر جی نے فقہ کی چار مشہور کتابوں کے حوالہ سے یہ مسئلہ بیان کیا تھا۔ کتاب الفقہ علیٰ مذاہب اربعہ، درمختار، فتاویٰ عالمگیری، شرح نقایہ۔ مگر داؤد ارشد نے خیانت کرتے ہوئے فقہ کی کتابوں کے نام عبارت میں سے نکال دیے۔ اگر یہ حرکت نہ کرتے تو عوام کو دھوکہ کیسے دیتے۔ ہر شخص سمجھ جاتا کہ پیر جی نے تو فقہاء کی عبارت نقل کی ہے اور یہ عربی جملہ "لانہ استر لھا" حدیث نہیں ہے بلکہ

فقہاء کا قول ہے۔ اور فقہاء نے یہ قاعدہ احادیث سے ہی اخذ کیا ہے۔ خود داؤد ارشد ص۳۲۲، سطر۱۶ پر اس بات کا اقرار کر رہا ہے' لکھتا ہے: واضح رہے کہ فقہاء احناف نے مرد وعورت کے ہاتھ باندھنے کی جگہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ عورت سینہ پر باندھے "لانــه استــر لهــا" دیکھئے (البحر الرائق ج ا ص۳۰۳، فتاویٰ شامی ج ا ص ۴۸۷، حلبی کبیر ص ۳۰۱، نور الایضاح ص ۲۵۹، بنایۃ وطحاوی بحوالہ السعایہ ج ۲ ص ۱۵۶ وشرح نقایہ ج ا ص ۷۳، ونماز مسنون ص۳۲۰ وغیرہم) (ضمیمہ سبیل الرسول ص ۳۲۲)

ناظرین جو بات پیر جی نے لکھی تھی وہ ہی داؤد ارشد نے کہی ہے۔ پیر جی نے ص ۹۷ پر علامہ عبدالحئیؒ لکھنوی کے السعایہ کے حوالہ سے بھی یہ الفاظ نقل کیے ہیں پھر ص ۹۸،۹۷ پر امام نووی کے حوالہ سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں پھر ص ۹۸ پر المُغنی ابن قدامہ کے حوالہ سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہیں بھی ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کیا۔ اصل میں یہاں پر بات اصول اور بنیادی قاعدہ کی ہو رہی ہے۔ عربی الفاظ کی نہیں۔ پیر جی نے ص ۹۵ سطر ۱۵ پر لکھا ہے۔ دوسرا قاعدہ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا قاعدہ ارشاد فرمادیا کہ عورت کی نماز کے مسائل میں سب سے زیادہ اہمیت ستر کی ہے۔ اس لیے جس حالت میں ستر زیادہ ہوگی وہی نماز عورت کی خدا کو زیادہ محبوب ہوگی اور ذریعہ مغفرت بنے گی۔ اس حدیث کی روشنی میں علمائے اہل سنت کہتے ہیں اصل میں عورت کے ستر کا مسئلہ ہے نماز میں جتنا بھی عورت کا ستر ہوگا بہتر ہے۔ اس حدیث کو پیش نظر رکھ کر مرد عورت کا فرق واضح ہو گیا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ علماء نے عورت کے ستر کے مسئلہ کا ذکر حدیث سے لیا ہے اور اپنی کتب میں جب اس مسئلہ کو بیان کیا تو عربی الفاظ میں اس قاعدہ کو ذکر کردیا۔ یعنی یہ قاعدہ کہ اصل میں اس مسئلہ میں عورت کے سطر کا مسئلہ ہے۔

داؤد ارشد نے اردو عبارت سے صرف عوام کو دھوکہ دیا ہے اہلِ علم تو بات کو سمجھتے ہیں۔ پیر جی صاحب نے فقہاء کی عبارت کا خلاصہ اردو میں ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں: اور اس اجماع کی بنیاد وہی قاعدہ ہے جو حدیث میں آ گیا۔ اس عبارت سے صاف واضح ہے کہ

یہاں پر حدیث کے الفاظ نقل کرنا مقصد نہیں کیونکہ بات اجماع کی ہو رہی ہے حدیث ہوتے ہوئے اجماع کی ضرورت نہیں ہوتی۔ حدیث میں آ گیا کا مطلب یہ ہے کہ عورت کے ستر کا مسئلہ حدیث میں آ گیا نہ کہ یہ الفاظ حدیث میں آ گئے۔ یعنی حدیث میں جو الفاظ ہیں ان سے یہ قاعدہ نکلتا ہے۔ ''لانه استر لها'' اور یہ بات شرح نقایہ ج ۱ ص ۷۳ کے حوالہ سے ذکر کی ہے۔

داؤد ارشد نے بھی شرح نقایہ ج ۱ ص ۷۳ کے حوالے سے اس کو تسلیم کر لیا ہے۔ ہم ناظرین کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ پہلے پیر جی کا مضمون جو ص ۸۸ سے شروع ہو کر ص ۱۰۲ تک ہے پڑھیں پھر داؤد ارشد کا مضمون پڑھیں آپ پر حق واضح ہو جائے گا اور مرد و عورت کی نماز میں جو فرق ہے وہ بھی معلوم ہو جائے گا اصل میں جھوٹی حدیثیں گھڑنا غیر مقلدین کا کام ہے۔ اہل سنت کا نہیں۔ حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ نے سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۱، ۱۲، ۱۳ پر حکیم صادق سیالکوٹی کے چار جھوٹ لکھے تھے۔ ان کے متعلق داؤد ارشد نے کوئی کلام نہیں کیا۔

دوسرے الزام کا جواب:

مولانا داؤد ارشد صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

راقم نے ضمیمہ (سبیل الرسول ص ۳۲۲، ۲۴۸ میں اس کی وضع کردہ دو روایات کی نشان دہی کر دی ہے۔ (حدیث اور اہل تقلید جلد اول ص ۳۱)

جواب:

ہم نے ضمیمہ سبیل الرسول ص ۲۴۸ جب دیکھا تو وہاں پر کوئی بات نظر نہ آئی ہم نے خیال کیا کہ داؤد ارشد کو صفحہ نمبر لکھنے میں دھوکہ لگا ہوگا۔ ہم نے ص ۳۴۸ کو دیکھا تو وہاں پر یہ الزام مل گیا۔ اگر ہماری جگہ داؤد ارشد ہوتا تو اس بات کا پتنگڑ بنا دیتا کہ دیکھو یہ جھوٹ ہے۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ ص ۲۴۸ پر حوالہ نکال کر دکھاؤ وغیرہ وغیرہ۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ داؤد ارشد معصوم نہیں ہے غلطی ہو سکتی ہے کوئی بات نہیں۔ اب ہم اصل الزام کی طرف آتے ہیں۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے سبیل الرسول پر ایک نظر کے ص ۱۲۵ سطر نمبر ۳ پر لکھا ہے۔

(ب) تیمم دو ضرب سے کرنا۔ایک ضرب چہرے کے لیے دوسری دونوں ہاتھوں سے کندھوں اور بغلوں تک کے لیے۔

(ابوداؤد ج ا ص ۵۱، نسائی ج ا ص ۶۰، طحاوی ج ا ص ۶۶، مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۳)

اس عبارت پر اعتراض کرتے ہوئے داؤد ارشد نے لکھا ہے:

ثالثاً: آپ نے جو حدیث ''ب'' کے تحت بیان کی ہے یہ جناب کا کھلا افترا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان ہے ہم آپ کو چیلنج کرتے ہیں کہ مذکورہ الفاظ سے اگر آپ یہ حدیث ان کتب سے ثابت کر دیں تو آپ کو بطور انعام یہ کتب دی جائیں گی۔ان شاء اللہ مگر یاد رکھو پیر مشاق تو کجا پوری دنیا کے حنفی اگلے پچھلے اکھٹے ہو جائیں تب بھی اس کو ثابت نہیں کر سکتے۔(ضمیمہ سبیل الرسول ص ۳۴۸، ۳۴۹)

جواب:

حکیم صاحب نے سبیل الرسول ص ۲۵۲، ۲۵۳ پر (نوٹ: سبیل الرسول تین قسم کی ہے ایک ۳۰×۲۰/ ۱۶ سائز کی جو سب سے پہلے شائع ہوئی۔دوسری ۳۶×۲۳/ ۱۶ سائز کی۔تیسری ۲۶×۲۰/ ۸ سائز کی جو داؤد ارشد کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔اس لیے صفحات کا فرق ہے۔) تیمم کا مسئلہ ذکر کیا تھا۔اس کا جواب مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ نے سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۲۴ تا ۱۳۱ میں دیا۔یہ سارا مضمون حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کا ہے۔پیر جی نے تو صرف اس کو شائع کیا ہے۔بہرحال حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کا ہو یا پیر جی کا آپ کا الزام بالکل غلط ہے۔قارئین کرام اصل بات یہ تھی کہ تیمم کے مسئلہ میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے مختلف روایات مروی ہیں جن میں مرفوع بھی ہیں موقوف بھی، متصل بھی ہیں، مرسل بھی یعنی کئی قسم کی ہیں مگر ہیں سب کی سب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی ان روایات میں الفاظ کی کمی بیشی بھی ہے کسی میں ایک ضرب کا ذکر ہے اور کسی میں دو ضرب کا پھر کسی روایت میں کہنیوں تک کا ذکر ہے۔کسی میں کندھوں اور بغلوں تک کا ذکر ہے۔کسی میں نہیں ہے۔بہرحال حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے مختلف روایات مروی ہیں اس کا انکار کوئی غیر مقلد نہیں کر سکتا اور نہ داؤد ارشد کر سکا ہے۔

حکیم صادق سیالکوٹی نے صرف اپنے مطلب کی روایت لے کر یعنی ایک ضرب والی نقل کردی اور دوضرب کے مسئلے کو حدیث کے خلاف کہہ دیا اور حنفیوں کی دلیل دوضرب والی کا ذکر تک نہیں کیا۔ حکیم صاحب کی اس غلط حرکت کا پردہ چاک کرتے ہوئے حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے حکیم صاحب پر گرفت فرمائی ہے۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے تین طرق کا ذکر کیا اور (ا)(ب)(ج) کر کے ان کی نشان دہی فرمائی کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے تیمم کے متعلق یہ تین قسم کی احادیث مروی ہیں۔ حکیم صاحب نے صرف ایک قسم کی نقل کی اور دو کا ذکر تک نہیں کیا۔

پھر غیر مقلدین کے اصول کے مطابق ان سے مطالبہ کیا کہ آپ کہتے ہیں کہ ہم صرف قرآن وسنت کی بات مانتے ہیں اور کسی کی نہیں مانتے۔ مگر یہاں پر آپ نے اس بات پر عمل نہیں کیا۔ اس واسطے حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔

حکیم صاحب کا فرض تھا کہ وہ پہلے اس حدیث کے مکمل طرق نقل کرتے پھر ایک طرق کو قبول اور دو طریقوں کے رد کرنے کی وجہ کسی حدیث صحیح سے بیان کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ فلاں طرق قبول کر لینا کہ وہ صحیح ہے اور فلاں فلاں دو طرق حدیثوں کے رد کر دینا کہ ''ضعیف ہیں لیکن حکیم صاحب نے نقل میں خیانت سے کام لیا ایک طریق بتایا اور دو کو چھپایا۔ (سبیل الرسول پر ایک نظر ص ۱۲۵)

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی تین روایات کا ذکر فرمایا۔ داؤد ارشد نے کہا ہے کہ دوسری نمبر والی روایت جھوٹ ہے۔ حالانکہ خود داؤد ارشد نے ص ۳۴۹ سطر نمبر ۹ میں یہ بات تسلیم کی ہے۔ لکھتے ہیں نسائی اور طحاوی کا حوالہ بھی بغیة المعی ج ا ص ۱۵۵ سے دیکھ کر بیان کر دیا اور اصل کتب کی مراجعت کی توفیق نہ ملی۔

ناظرین کرام! داؤد ارشد کے اعتراض کا جواب تو اس عبارت سے خود بخود ہو گیا ہے۔ اگر بالفرض حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ یا پیر جی نے اصل کتابیں نہیں دیکھیں اور بغیة المعی پر اعتماد کرتے ہوئے یہ حوالہ نقل کر دیا تھا۔ تو وہ تو بری الذمہ ہو گئے۔ ان کی نیت پر حملہ کرنا اور

ان پر حدیث گھڑنے کا الزام لگانا کتنا بڑا جرم ہے کیا اس بات کی قرآن و حدیث میں اجازت ہے۔ کیا ایک عالمِ دین جو اپنے ساتھ ہمیشہ اہلِ حدیث کا لقب لگانے کو فخر سمجھتا ہے اس نے ایسا کر کے کتنی احادیث کی مخالفت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

باقی رہی یہ بات کہ بغیة المعی کے حوالے کیوں نقل کیا اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا آپ نے اس بحث میں صفحہ ۳۴۹ پر سطر نمبر ۶، ۷ پھر سطر نمبر ۱۱ میں اور اس پوری کتاب میں کئی جگہ علامہ زیلعی حنفی پر اعتماد کرتے ہوئے حوالے دیے ہیں اور اسی بحث میں آپ نے حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی الدرایہ کے حوالے دیئے ہیں کیونکہ جب کتب حدیث میں تینوں کتابیں ایک ہی فن کی ہیں اور تینوں کا موضوع بھی ایک ہی ہے اور ایک ہی کتاب کی تخریج پر مشتمل ہیں۔ وہ ہے فقہ حنفی کی مشہور زمانہ کتاب ہدایہ صاحب ہدایہ نے جو احادیث نقل فرمائیں ہیں ان کی تخریج پر یہ تینوں کتابیں ہیں۔ ناظرین کی معلومات میں اضافہ کے لیے ہم یہاں پر ان کے متعلق کچھ تفصیل کرتے ہیں۔

(۱)...... علامہ زیلعی حنفی کی نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ ۵ جلدوں میں حدیث کی مشہور کتاب ہے جس میں ہر قسم کی ہزاروں احادیث موجود ہیں۔ علامہ زیلعی کی وفات ۷۶۲ ہجری ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان کی وفات سے ۱۱ سال بعد پیدا ہوئے۔

(۲)...... حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی المتوفٰی ۸۵۲ ہجری نے بھی ہدایہ کی احادیث کی تخریج فرمائی ہے جو الدرایہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ۲ جلدوں میں ہے اور ہدایہ کے حاشیہ پر بھی موجود ہے۔

(۳)...... حافظِ حدیث علامہ زین الدین ابو العدل قاسم بن قطلوبغا مصری حنفی المتوفٰی ۸۷۹ھ آپ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی، علامہ بدر الدین عینی حنفی، حافظ ابن الہمام حنفی وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ آپ بہت بڑے محدث گزرے ہیں۔ تخریج حدیث پر آپ کا بہت کام ہے۔ آپ نے بھی ہدایہ کی احادیث کی تخریج فرمائی ہے۔۔ اس کا صحیح نام منیة الالمعی فی ما فات من تخریج احادیث الهدایه للزیلعی ہے۔ داؤد ارشد نے

بغیة الـمعی غلط لکھا ہے۔ ناظرین بات دور چلی گئی۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر بالفرض پیر جی نے منیة الالـمعی کے حوالہ سے ایک بات نقل فرمائی ہے اور وہ منیة الالـمعی میں موجود بھی ہے اور خود داؤد ارشد اس کو تسلیم بھی کر رہے ہیں۔ پھر حدیث گھڑنے کا الزام تو کسی طرح بھی درست نہیں ہے زیادہ سے زیادہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ منیة الالمعی کے مصنف کو حوالہ دینے میں غلطی لگ گئی تھی اور ایسی چیزیں مصنفین سی ہوتی رہتی ہیں جن کو اہل علم جانتے ہیں جن لوگوں نے منکرین حدیث کی کتابیں پڑھی ہیں۔ وہ اس بات سے بخوبی واقف ہیں داؤد ارشد اگر بیان الخطاء للبخاری امام ابی حاتم رازی کی پڑھ لیتے تو یہ بات نہ کرتے۔ میں نے یہ تمام باتیں تو صرف اس حوالہ سے کی ہیں کہ اگر پیر جی یا مولانا اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ منیة الالـمعی پر اعتماد کر کے کوئی حوالہ نقل کریں تو مجرم اور داؤد ارشد خود نصب الرایہ۔ الدرایہ جیسی کتب پر اعتماد کر کے حوالے نقل کرے تو صحیح...... یہ عجیب معیار ہے......

باقی یہ روایت سنن ابوداؤد کتاب الطہارت باب التیمم میں موجود ہے۔ ہم سنن ابوداؤد ج ا ص ۱۵۱ مترجم علامہ وحید الزماں غیر مقلد مطبوعہ اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور سے اس کا ترجمہ نقل کرتے ہیں ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

''عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ پاک مٹی سے نماز فجر کے لیے تیمم کیا، تو انہوں نے مٹی پر ہاتھ مار کر منہ پر ایک دفعہ پھیر لیا۔ پھر دوبارہ مٹی پر ہاتھ مار کر اپنے تمام ہاتھوں پر پھیر لیا، یعنی کندھوں تک اور نیچے سے بغلوں تک۔''

حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے جس بات کا حوالہ دیا ہے وہ اس میں موجود ہے۔ جس سے داؤد ارشد کے اعتراض کی حقیقت کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ اعتراض صرف تعصب کی بنا پر کیا گیا ہے اور کوئی وجہ نہیں۔ باقی رہا ابوداؤد کے علاوہ دوسری کتابوں کا مسئلہ ان میں یہ روایت نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی داؤد ارشد کی علم حدیث اور اصول حدیث سے بے خبری کی دلیل ہے یا پھر جان بوجھ کر عوام کو دھوکہ دینے کے لیے ایسا کیا ہے۔ اصول حدیث کا یہ ضابطہ ہے کہ تمام اشیاء میں اشتراک ضروری نہیں ہوتا اگر ایک چیز میں بھی

اشتراک واقع ہو جائے تو آپ اس کا حوالہ دے سکتے ہیں کہ یہ بات اس حدیث میں بھی ہے حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی اصول کے تحت دیگر کتب حدیث کے حوالے دیئے ہیں اور صاحب منية الالمعی نے بھی، صاحب منية الالمعی تو خود بہت بڑے محدث اور اصولی ہیں اس لیے انہوں نے نسائی اور طحاوی کا حوالہ دے دیا۔ حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ محدثین کے اصول سے اچھی طرح باخبر تھے۔ انہوں نے بھی ان دونوں کا حوالہ دے دیا۔ اور مسندِ احمد میں بھی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی روایت موجود ہے۔ اس لیے اس کا ذکر بھی کر دیا۔ ابوداؤد کی روایت تو گذر چکی اب نسائی کی ملاحظہ فرمائیں۔

نسائی **كتاب الطهارت باب الاختلاف فی كيفية التيمم** میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی روایت موجود ہے۔ جس کے الفاظ اس طرح ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیمم کیا تو چہروں بازوؤں کا کندھوں تک مسح کیا۔ اس میں چہرے اور کندھوں کا ذکر موجود ہے۔ اور ابوداؤد کی روایت جو اوپر گزری اس میں بھی چہرے اور کندھوں کا ذکر موجود ہے۔ دو چیزوں میں اشتراک پایا گیا۔ نسائی کے بعد طحاوی سے بھی ملاحظہ فرمائیں۔ طحاوی **كتاب الطهارت باب صفة التيمم كيف هی** میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

جب آیت تیمم نازل ہوئی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا پھر ہم نے ایک ضرب منہ کے لیے ماری ایک دونوں ہاتھوں یعنی مونڈھوں تک اور پھر نیچے۔

(طحاوی مترجم جلد اول ص ۱۵۹ ترجمہ مولانا عبدالستار ٹونکی)

دیکھئے طحاوی میں یہ حدیث موجود ہے اور اس میں دو ضربوں کا ذکر بھی ہے۔ اور مونڈھوں اور بغلوں کا بھی اب مسند احمد میں بھی ملاحظہ فرمالیں۔

مسند احمد مترجم جلد نمبر ۸ ص ۸۷ مسند الکوفیین جس میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی روایات بھی موجود ہیں۔ حدیث نمبر ۱۸۵۰۹ میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تیمم کے متعلق پوچھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک ضرب دونوں ہاتھوں کے لیے اور ایک ضرب

چہرے کے لیے لگائی جائے۔

اس حدیث کی تخریج کرنے والے نے لکھا ہے صححہ ابن حبان (۱۳۰۳) وصححہ ابن خزیمة (۲۹۷) وقال الترمذی حسن صحیح قال الالبانی صحیح ابو داؤد ۳۲۷، الترمذی ۱٤٤)

مسند احمد میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت بھی موجود ہے جس میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں۔ فَمَسَحُوْا بِهَا وُجُوْهَهُمْ و اَيْدِيَهُمْ اِلَى الْمَنَاكِبِ وَمِنْ بُطُوْنِ اَيْدِيْهِمْ اِلَى الْآبَاطِ اور اپنے چہروں اور کندھوں تک ہاتھوں پر انہیں پھیر لیا اسی طرح ہاتھوں کے باطنی حصے پر بغلوں تک اسے پھیر لیا۔ (مسند احمد مترجم ج۸ص۸۸)

ناظرین ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی روایت مسند احمد میں بھی ہے اور اس میں دو ضربوں کا ذکر ہے۔ حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اختلاف حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی روایت میں بتایا تھا وہ تو ثابت ہو گیا۔ اب رہی یہ بات کہ دو ضربوں والی میں کندھوں اور بغلوں کا ذکر ہونا چاہیے تھا۔ یہ آپ کی اصولِ حدیث سے بے خبری ہے اگر ہم اس طرح کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں آپ کی کتابوں میں بھی بہت سے مقامات پر ایسا ہوا ہے۔ حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا منشاء صرف یہ ثابت کرنا تھا کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مختلف الفاظوں کے ساتھ مختلف روایات مروی ہیں۔ انہوں نے ہر ایک طریق کی کوئی عربی عبارت نقل نہیں کی تھی کہ آپ کہیں کہ یہ ہی عربی عبارت دکھائیں۔ باقی ضد کا علاج کسی کے پاس نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہمیں قرآن و سنت پر صحیح طریقہ سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین (از سید مشتاق علی)

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور غیر مقلدین حضرات

جمع وترتیب

پیر جی سید مشتاق علی شاہ

ناشر

پیر جی سید عبدالمتین محلہ گوبند گڑھ، گلی نمبر ۸ مکان نمبر ۳۶/سی کالج روڈ

گوجرانوالہ، پنجاب، پاکستان

فون نمبر: 0333-8182910

نام کتاب	مسئلہ حیات النبی ﷺ اور غیر مقلدین حضرات
جمع وترتیب	پیر جی سید مشتاق علی شاہ
کمپوزنگ	ماہیر گرافکس 0333-8276791
ٹائٹل	حافظ مجاہد
صفحات	44
تعداد	100
تاریخ طبع اول	مئی 2018ء



ملنے کے پتے

1.....پیر جی عبدالمتین محلہ گوبند گڑھ گلی نمبر ۸ مکان نمبر C/36 گوجرانوالہ

2.....مکتبہ الفرقان اردو بازار گوجرانوالہ

3.....مکتبہ امام اہل سنت مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ عقب شیرانوالہ باغ

4.....مکتبہ اہل سنت والجماعت مرکز اہل سنت چک 87 جنوبی سرگودھا

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱...... شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۰ء کا فتویٰ:

اور حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ جو عند القبر درود بھیجتا ہے، میں سنتا ہوں، اور دور سے پہنچایا جاتا ہوں۔
(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۵۲، مطبوعہ اکادمی کشمیری بازار لاہور)

۲......فتاویٰ علمائے حدیث کا حوالہ:

فتاویٰ علمائے حدیث جلد پنجم ص ۲۲۴ ناشر مکتبہ سعیدیہ خانیوال (ملتان) میں ہے:

سوال: میری ایک حنفی دیوبندی سے بحث چل رہی ہے۔ اس نے تین حدیثیں پیش کر کے ثابت کیا ہے کہ تمام نبی اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ پھر اس نے دعویٰ کیا ہے کہ کوئی اہل حدیث عالم ان تینوں حدیثوں کو ان کے راویوں کو غلط ثابت نہیں کر سکتا۔ (عبدالغفور، گوجرانوالہ)

جواب: انبیاء علیہم السلام برزخ میں زندہ ہیں۔ یہ زندگی برزخی نہ کہ دنیوی، (حیات نبوی سے کیا مراد ہے اس کی تفصیل تسکین الصدور ص ۲۶۷ پر دیکھیں۔ مشتاق) انبیاء علیہم السلام برزخ میں زندہ ہیں۔ بلکہ سب لوگ زندہ ہیں۔ اسی لیے وہاں تعظیم وتہذیب کی صورت میں ہے۔ حدیث "الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون" حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری) اور علامہ ذہبی نے اس کو منکر قرار دیا ہے۔ (علامہ ذہبی کے اعتراض کا مفصل جواب تسکین الصدور ص ۲۲۵ طبع سوم میں دیکھئے۔ مشتاق) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نماز پڑھنے کی روایت کا تعلق بھی عالم برزخ سے ہے نہ کہ دنیا سے اور یہ حدیث مسلم میں ہے۔ اور قبر کے پاس درود پڑھنے سے آپ سنتے ہیں۔ اس حدیث کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں لکھا ہے۔ اس کی سند جید ہے۔ مگر اس میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن اعرج ہے جو مجہول الحال ہے۔ مگر درود قبر کے پاس سننے میں بحث نہیں ہے۔ (الاعتصام ج ۲۰ ص ۲۶)

۳...... فتاویٰ علمائے حدیث جلد پنجم ص ۳۰۵، ۳۰۶، ناشر مکتبہ سعیدیہ خانیوال (ملتان):

بایں ہمہ ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس جا کر صرف یہ کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے دونوں خلفاء رضی اللہ عنہما پر درود و سلام بھیجے۔

کیونکہ سنن اربعہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''جو شخص مجھ پر سلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتا ہے۔ اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔'' یہ ایک جید الاسناد حدیث ہے۔

سماعِ سلام وارسال درود:

نیز ابن ابی شیبہ اور دارقطنی کی روایت میں ہے کہ

''جو شخص میری قبر کے پاس آ کر سلام کرتا ہے، میں اس کو سنتا ہوں اور جو کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔''

اس کی اسناد کسی قدر کمزور ہے لیکن دوسرے شواہد سے اس کی تقویت ہوتی ہے کیونکہ اہلِ سنن نے مختلف اسنادوں سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیوں کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا جب کہ آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کا گوشت کھانا حرام کر دیا ہوا ہے۔'' نسائی وغیرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر کچھ فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو مجھ کو میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔''

۴...... فتاویٰ ستاریہ جلد اول ص ۱۵۴، ناشر مکتبہ ایوبیہ حدیث محل اے ایم نمبر ۱ کراچی نمبر ۱:

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

سوال (۲۴۷): لوگوں میں مشہور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وجود باوجود کے

ساتھ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ اگر روضہ کے قریب کوئی التجا یا درود پڑھا جائے تو حضور بنفس نفیس سنتے ہیں۔ کہاں تک صحیح ہے؟

جواب (۲۴۷): اہل قبور سے عام اس کے کہ انبیاء علیہم السلام ہوں اولیاء رحمہم اللہ بغرض جلب منفعت یا دفع حضرت التجا یا فریاد کرنا قطعاً حرام اور شرک ہے۔ ہر ایک کی فریاد اور التجا کا سننے والا وہی اکیلا وحدہٗ لاشریک لہ ہے۔ نبی علیہ السلام کی زندگی ایسی ہی جیسی کہ حدیث میں آئی ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ میں ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَأْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ." یہ معنی ہیں زندگی کے کہ انبیاء علیہم السلام کا جسم اللہ تعالیٰ نے مٹی پر حرام کر دیا ہے اور ان کو مٹی نہیں کھاتی اور روح ہر ایک کی زندہ ہے۔ فرق اتنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی روح اور جسم دونوں صحیح و سالم رہتے ہیں اور اوروں کی صرف روح اور بموجب اس حدیث رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ انبیاء علیہم السلام کے جسم میں روح آتی جاتی ہے۔ اور جس طرح کی زندگی اور حیات النبی مولود ہے اور بدعتی لوگ سمجھے ہوئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں اور ہماری کل مرادیں پوری کرتے ہیں اور مجلس مولود میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں۔ چنانچہ اسی خیال باطل کے مطابق وہ قیام تعظیمی بجالاتے ہیں جو قطعاً حرام اور شرک ہے۔ تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صریح بہتان اور جہنم میں جانے کا سامان ہے۔ کیونکہ قرآن و حدیث سے ہرگز ایسا ثابت نہیں۔ ہاں صرف اتنا کہنا کہ اگر آپ کی قبر پر جا کر درود و سلام پڑھا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں۔ بے شک ٹھیک ہے۔

۵..... فتاویٰ ستاریہ جلد چہارم ص ۹۱، ناشر مکتبہ ایوبیہ حدیث محل، اے ایم نمبر ا کراچی نمبر ا:

سوال (۵۵۹): ① کیا فرماتے ہیں کہ علمائے دین اس بارے میں کہ جس طرح عام مردوں کی لاش خراب ہو جاتی ہے کیا اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی لاش خراب ہو جاتی ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام حیات ہیں کہ نہیں؟

② جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور یہ درود فرشتے لے جا کر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے ہیں یا نہیں؟

③ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جا کر سلام کرتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کو جواب دیتے ہیں یا نہیں؟

جواب (۵۵۹): الجواب بعون الوہاب، صورت مسئولہ میں واضح باد کہ:

① انبیاء علیہم السلام کا جسم مرنے کے بعد خراب نہیں ہوتا۔ بلکہ بعینہٖ صحیح سالم رہتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے: "اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَأْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ" یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ اجسادِ انبیاء علیہم السلام کو کھائے (یعنی خراب کرے) انبیاء کو برزخی زندگی حاصل ہے۔

② ہاں فرشتے درود نبی علیہ السلام کو پہنچاتے ہیں۔

③ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جا کر سلام کہتا ہے اس کا سلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں۔ یہاں سے نہیں سنتے کیوں کہ فرشتے پہنچانے کے لیے اللہ نے مقرر فرمائے ہیں۔ فقط عبدالقہار غفرلہ

۶...... فتاویٰ ستاریہ جلد چہارم ص ۱۱۷، ناشر مکتبہ ایوبیہ حدیث محل، اے ایم نمبر ا کراچی نمبر ا:

سوال (۵۹۸): ① کیا شفاعت یا سفارش برحق ہے؟

② کیا نبی علیہ السلام اپنی قبر مبارک میں سن سکتے ہیں یا سنتے ہیں؟

③ کیا درود شریف فرشتے پہنچاتے ہیں یا کہ خود اللہ تعالیٰ؟

④ یا انبیاء علیہم السلام یا خود نبی علیہ السلام اپنی قبر مبارک میں کس حالت میں ہیں؟

(حافظ محمد خاں سرگودھا)

جواب (۵۹۸): الجواب بعون الوہاب، صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ:

① شفاعت برحق ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ حدیث میں ہے وَهِيَ نَائِلَةٌ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا یعنی اللہ تعالیٰ جس کے لیے اجازت فرمائے گا۔ اسی کے حق میں سفارش کی جائے گی اور قبول ہوگی اور نبی علیہ السلام نے

فرمایا میری شفاعت اس کے حق میں ہوگی جو مشرک نہ ہو۔ ہاں شفاعتِ کبریٰ عام ہے۔

② قبر والے کسی کی بھی آہ و پکار نہیں سنتے (یہاں انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کی بات ہے کیوں کہ آگے عبارت میں انبیاء علیہم السلام کے سننے کا خود اثبات کر رہے ہیں۔ عام مُردوں کے سننے کے متعلق غیر مقلدین کیا نظریہ رکھتے ہیں وہ ہم آئندہ کسی مضمون میں ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ (سید مشتاق علی) قرآن مجید میں ہے وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ہاں نبی علیہ السلام کی قبر پر جا کر درود و سلام پڑھا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔

③ فرشتے درود و سلام پہنچاتے ہیں۔ حدیث میں ہے: اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰئِكَةً سَيَّاحِيْنَ الخ

④ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبر میں ٹھیک اور صحیح حالت میں ہیں، ان کے جسموں کو زمین خراب نہیں کرتی۔ "اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَأْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ" فقط

(عبدالقہار غفرلہ ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ)

۷...... نواب صدیق حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۰۷ھ غیر مقلد، احوال برزخ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وجملہ اموات از مؤمنین وکفار از حصول علم وشعور وادراک وسماع وعرض اعمال ورد جواب رزائر برابر اند تخصیص بانبیاء وصلحاء نیست

اور تمام مردے عام اس سے کہ وہ مومن ہوں یا کافر علم، شعور، ادراک، سننے اعمال کے پیش ہونے اور زیارت کنندہ کے سلام کا جواب دینے میں برابر اور یکساں ہیں اس میں حضرات انبیاء علیہم السلام اور صلحاء کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

(دلیل الطالب ص ۸۸۶، بحوالہ تسکین الصدور ص ۲۰۹)

۸...... مولانا سید احمد حسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد (مصنف احسن التفاسیر) لکھتے ہیں:

ومذهب اهل السنة اثبات عذاب القبر خلافا للخوارج والمعتزلة

وبعض المرجئة فانهم نفوا ذٰلك واحاديث الباب ترد عليهم ثم المعذب عند اهل السنة الجسد بعينہٖ بعد اعادة الروح اليه وما قيل ان السوال فى القبر يقع علىٰ البدن فقط وقال بعضهم يقع على الروح فقط فيرد عليهم قوله صلى الله عليه وسلم تعاد روحه فى بعض الروايات اهـ

ترجمہ:

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ وہ عذابِ قبر کو تسلیم کرتے ہیں بخلاف خوارج، معتزلہ اور بعض مرجئہ کے کہ وہ اس کی نفی کرتے ہیں لیکن عذابِ قبر کے باب کی حدیثیں ان کے خلاف پڑتی ہیں پھر اہلِ سنت کے نزدیک عذابِ جسد عنصری کو ہوتا ہے۔ مگر اعادہ روح کے بعد باقی جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ قبر میں سوال صرف بدن سے ہوتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد جو بعض روایتوں میں آتا ہے کہ اس کی روح اس کی طرف لوٹائی جاتی ہے ان اقوال کو رد کرتا ہے۔

(تنقیح الرواة فی تخریج احادیث مشکوٰة جلد ۱ ص ۳۱، ۳۲، بحوالہ تسکین الصدور ص۱۷۳)

۹......نواب صدیق حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

احادیث متواتره اند برآنکہ عودی کند روح بسوئے بدن وقت سوال واین تعلق ہمیشہ می ماند اگرچہ جسد جاں دریده ومتفرق و منقسم گودد وسوال بدن بلا روح قول طائفہ است وجمہور انکارش کرده اند ودیگر در برابر ایشاں گویند کہ سوال روح را بلا بدن است واین غلط فاحش است ورنہ قبر را بداں اختصاص نہ باشد۔

(التنکیت فی شرح اثبات التثبیت ص۲۲، طبع ۱۲۹۲ھ بحوالہ تسکین الصدور ص۱۳۸)

۱۰......غیر مقلدین کے مجدد نواب سید صدیق حسن خان بن اولاد حسن خان قنوجی لکھتے ہیں:

اَلتَّوَسُّلُ اِلَى اللهِ بِاَهْلِ الْفَضْلِ وَالْعِلْمِ هُوَ فِى التَّحْقِيْقِ تَوَسُّلٌ بِاَعْمَالِهِمْ

الصَّالِحَةِ وَمَزَايَاهُمُ الْفَاضِلَةِ اِذْ لَا يَكُوْنَ الْفَاضِلُ اِلَّا بَاَعْمَالِهٖ فَاِذَا قَالَ الْقَائِلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِالْعَالِمِ الْفُلَانِیْ فَهُوَ بِاِعْتِبَارِ مَا قَامَ بِهٖ مِنَ الْعِلْمِ.

اہل علم وفضل کا توسل حقیقت میں ان کے اچھے اعمال اور اعلیٰ خصوصیات کا توسل ہے، کیوں کہ اچھے اعمال ہی کی وجہ سے ان کو فضیلت حاصل ہوئی ہے، جب کوئی شخص کہتا ہے۔ بارخدایا میں فلاں عالم کا وسیلہ لیتا ہوں تو یہ وسیلہ اس کی علمی خدمات کا وسیلہ ہے۔

(اَلتَّوَسُّلُ بِسَيِّدِ الرُّسُلِ ص ۱۲)

۱۱...... مشہور غیر مقلد عالم حضرت مولانا ابوالحسنات محمد بن عبداللہ بن نورالدین الفنجانی عون الودود شرح ابوداؤد ج ا ص ۱۰۵ میں لکھتے ہیں:

وانہ حیٌّ فی قبرہٖ ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء وقد ذھب جماعۃ من المحققین الٰی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیٌّ بعد وفاتہٖ وانہ یسر بطاعات امتہٖ والانبیاء لایبلون مع ان مطلق الادراک کالعلم والسماع ثابت لسائر الموتٰی وورد النص فی کتاب اللہ فی حق الشھداء وانھم احیاء یرزقون وان الحیٰوۃ فیھم متعلقۃ بالجسد فکیف بالانبیاء والمرسلین وعند مسلم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مراتُ بموسٰی لیلۃ اسریٰ عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہٖ.

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھا سکے اور محققین کی ایک جماعت کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفات کے زندہ ہیں اور اپنی امت کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام سڑتے گلتے نہیں باوجودیکہ مطلق ادراک۔ جیسے جاننا اور سننا تمام مُردوں کے لیے ثابت ہے اور شہیدوں کے بارے میں قرآن مجید میں موجود ہے کہ وہ زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے اور ان کی حیات جسمانی ہے پس کس طرح انبیاء اور رسولوں کے لیے حیات جسمانی ثابت نہ ہو جن کا مقام بہت بلند ہے (یعنی ان کے لیے تو یقیناً ثابت ہے) اور صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس معراج والی

رات میں سرخ ریت کے ٹیلے کے پاس سے گزرا تو وہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

۱۲...... مشہور غیر مقلد عالم حضرت مولانا حکیم محمد اشرف صاحب سندھو کا عقیدہ ان کی کتاب مقیاسِ حقیقت بجواب مقیاسِ حنفیت سے ہم پیش کرتے ہیں اس کتاب کا ص ۴۲۶ تا ۴۲۷ ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:

چنانچہ یہ حقیقت حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بیان سے واضح ہے:

"کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانی واضح لثوبی واقول انما ھو زوجی وابی فلما ادفن عمر معھم فواللہ مادخلتہ الا وانا شددہ علی ثیابی حیاء من عمر. (مشکوٰۃ دفن المیت)

ترجمہ: میں جب کبھی اپنے حجرہ کے اس حصہ میں داخل ہوتی جو پردہ کی آڑ سے قبر اطہر کے مخصوص کرنے کی غرض سے لگا رکھا تھا۔ تو یہ خیال کرتی ہوئی کہ میرے خاوند محترم اور شفیق ابا جان ہی تو ہیں، کپڑے وغیرہ کا عام حالات سے زیادہ احتیاط نہ کرتی۔ مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ دفن ہو گئے تو خدا کی قسم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رعب و دبدبہ اور حیا سے متاثر پورے احتیاط (شدت) سے کپڑا سنبھال (چادر اوڑھ) کر داخل ہوتی۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان اس امر کا ثبوت ہے کہ انہوں نے قبورِ مطہرہ اور اپنی اقامت گاہ کے درمیان پردہ کی حد فاصل لگا رکھی تھی۔

جب تک تو فاروقی مرقد نہ بنا، صدیقہ ویسے ہی بلا تکلف پردہ اٹھا کر قبر اطہر والے حصے میں داخل ہو جاتی۔ جیسا کہ بلا تکلف اپنے سکونتی حصہ میں ہوتیں۔ مگر جب فاروقی مرقد تعمیر ہو گیا تو اب قبورِ مطہرہ کے حصہ میں داخل ہونے کا قصد کرتیں تو پردہ کی آڑ اٹھانے سے بیشتر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رعب و دبدبہ سے متاثر پوری احتیاط سے کپڑا لپیٹ کر داخل ہوتی۔

عہد خیر القرون میں زیارت کا عام رواج ہی تھا:

صحابہ رضی اللہ عنہم چوں کہ براہِ راست جمال انور سے مستنیر تھے۔ اس لیے ان کو قبرِ اطہر کی زیارت کا کچھ زیادہ خیال نہ ہوا۔ چنانچہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان اور حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست کے واضح الفاظ اس کا ثبوت ہیں۔

رہا درود و سلام کا مسئلہ تو اس کے متعلق یہ مقدس ہستیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے خود اپنے کانوں بارہا سن چکی تھیں کہ شرقاً غرباً و شمالاً و جنوباً جس حصہ ارض (زمین) میں کوئی مسلمان (رہتی دنیا تک کا امتی) درود و سلام عرض کرتا ہے یا کرے گا، اللہ تعالیٰ اسی وقت اس کا درود و سلام ہم تک پہنچا دیتے ہیں اور ہم اس درود و سلام کا جواب اسی وقت لوٹا دیتے ہیں۔

نہ صرف یہی بلکہ اللہ تعالیٰ کو درود و سلام کی آواز اس درجہ محبوب ہے کہ اس کی تلاش و سماعت کے لیے فرشتوں کی مخصوص و لاتعداد جماعت مقرر و مامور فرما رکھی ہے جو روئے زمین پر ہر آن درود و سلام کی تلاش و جستجو میں رواں دواں چکر کاٹتے پھر رہے ہیں کہ جہاں کہیں کسی امتی کو درود و سلام کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے دیکھیں فوراً قبرِ اطہر پر عرض کر دیں۔

چنانچہ احادیث کے الفاظ یہ ہیں:

ما من احد يسلم على الا رد الله علیّ روحی حتى ارد عليه السلام.

(مشکوة باب صلوة النبی صلی الله علیه وسلم)

ترجمہ: جو مسلمان ہم پر درود و سلام عرض کرتا ہے عین اسی وقت اللہ تعالیٰ من و عن ہم تک پہنچا دیتے ہیں اور ہم درود و سلام عرض کرنے والے کو جواب بھی دے دیتے ہیں۔

ان لله ملائكة سياحين فى الارض يبلغونى من امتى السلام (حواله مذكور)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی مخصوص تعداد اس پر مامور فرما رکھی ہے کہ وہ دن رات درود و سلام پڑھنے والوں کی تلاش میں رواں دواں رہتی ہے۔ جہاں کوئی درود و سلام پڑھنے والا ان کو مل جاتا ہے اس کا درود و سلام فوراً ہم تک وہ پہنچا دیتے ہیں۔

۱۳......مولانا محمد اسماعیل سلفی اور ان کے شاگرد مولانا محمد سلیمان کیلانی صاحب کا عقیدہ ملاحظہ ہو:

مولانا ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

٨٦٨. وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَىَّ اِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَىَّ رُوْحِىْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ

وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ.

۸۶۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی مجھ پر سلام کہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس فرماتے ہیں، میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔(۱) (ابوداؤد، دعوات کبیر بیہقی)

(مشکوٰۃ شریف مترجم مولانا اسماعیل سلفی ج ۱ ص ۶۴۲)

(۱) روح کی واپسی کا مطلب کیا ہے؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برزخی زندگی بالکل اسی طرح ہے جیسے کوئی آدمی سویا ہوا ہو، سونے والا نہ تو کچھ بولتا ہے نہ سنتا ہے مگر جب بیدار ہو جاتا ہے تو سب کچھ کرتا ہے بالکل اسی طرح جب فرشتے درود کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح بیدار ہو جاتے ہیں جیسے سونے والا بیدار ہو جاتا ہے اور اسی انتباہ کو یہاں روح لوٹانے سے تعبیر کیا ہے ورنہ ایسا نہیں ہے کہ آپ کی روح مبارک کو جسم سے بار بار کھینچا اور بار بار لوٹایا جاتا ہے۔

مولانا اسماعیل سلفی ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

(۱) درود فرشتے پہنچا دیتے ہیں:

یہ حدیث ضعیف ہے اس حدیث کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے بھی اپنی مصنف میں روایت کیا ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کی تائید کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ سیر کرنے والے فرشتے ہیں وہ مجھ کو میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں اور یہ حدیث فصل دوم میں پہلے گزر چکی ہے اور اس باب میں حضرت حسن بن علی کی حدیث بھی ہے جو حسن سند سے بیان کی گئی ہے کہ تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود بھیجو تمہارا درود مجھ کو پہنچ جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ درود بہر صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر پڑھا جائے تو آپ خود اس کو سن لیتے ہیں اور اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے پہنچا دیتے ہیں اور سلام کا جواب بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں۔ امت کی کیا خوش قسمتی ہے کہ آج بھی آپ کے سلام سے مستفیض ہو رہے

ہیں۔اگر ساری عمر کے سلاموں کا جواب ایک دفعہ بھی مل جائے تو اس پر ساری دنیا قربان کی جا سکتی ہے۔ چہ جائیکہ آپ ہر سلام کا جواب علیحدہ علیحدہ فرمائیں۔فداہ ابی وامی وصلی اللہ علیہ وسلم۔(مشکوٰۃ شریف مترجم مولانا اسماعیل سلفی ج ا ص ۶۴۷)

مولانا اسماعیل سلفی ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جمعہ کے دن درود کثرت سے پڑھنا:

اس کو احمد بن خزیمہ اور ابن حبان نے بھی روایت کی ہے۔اس حدیث میں دلالت ہے کہ جمعہ کے روز درود شریف زیادہ پڑھنا چاہیے کیوں کہ درود ویسے بھی بڑی بابرکت چیز ہے اور جمعہ کے روز اس کا اجر اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔انبیاء علیہم السلام کی قبر میں زندگی ثابت ہے لیکن وہ زندگی دنیا کی طرح نہیں بلکہ برزخی زندگی ہر ایک کو حاصل ہے خواہ کافر ہو یا مسلمان لیکن اس برزخی زندگی میں آپس میں بے حد فرق ہے شہید کی زندگی اور دوسرے مسلمانوں کی زندگی سے اعلیٰ وارفع ہے اور شہید کو کچھ رعایتیں ایسی دی جاتی ہیں جو اوروں کو نہیں ملتیں اور نبیوں کی زندگی ان سے بھی بدرجہا اعلیٰ وارفع ہے اور ان کو بعض ایسی خصوصیتیں دی جاتی ہیں جو شہیدوں کو بھی نہیں ملتیں۔انبیاء علیہم السلام کے جسم قبر میں محفوظ رہتے ہیں اور روح بھی محفوظ رہتی ہے اور روح کا تعلق جسم سے کامل تر صورت میں ہوتا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف مترجم ج ا ص ۹۰۱، حاشیہ نمبر ۲)

۱۴......علامہ وحید الزماں غیر مقلد لکھتے ہیں:

فؔ یعنی بعد وفات کے تو وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں کلام اور سلام سنتے ہیں اعمال ان کی امت کے ان پر پیش کیے جاتے ہیں درود شریف سامنے لایا جاتا ہے وہ خوش ہوتے ہیں دعا کرتے ہیں اگر چہ باقی اہل قبور بھی بر بنائے مذہب صحیح اہل سنت و جماعت سنتے ہیں مگر یہ سننا ان کا صرف روحانی ہے۔(یہ علامہ کا اپنا خیال ہے۔ڈیروی) اور انبیاء علیہم السلام کی حیات روحانی اور جسمانی دونوں طرح ہے مگر اس میں اور دنیا کی حیات میں ایک فرق دقیق ہے جس کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا نہ اس کے بیان کی یہاں گنجائش ہے۔(سنن ابوداؤد شریف، مترجم و فوائد حضرت علامہ وحید الزمان ناشر اسلامی اکادمی ۱۷، اردو بازار لاہور ج ا ص ۳۹۹)

علامہ وحیدالزماں کا دوسرا حوالہ:

نیز لکھتے ہیں: ''اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی میری قبر کے پاس آکر درود پڑھتا ہے تو میں سن لیتا ہوں اور جو کوئی دور سے پڑھتا ہے تو فرشتے مجھ کو لاکر پہنچاتے ہیں۔(لغات الحدیث ج۲ص۴۰ (کتاب د)

علامہ وحیدالزماں کا تیسرا حوالہ:

نیز لکھتے ہیں: ''اہل حدیث کے پیشوا حافظ ابن قیم نے صراحۃً سماع موتی ثابت کیا ہے اور بے شمار حدیثوں سے جن کو امام سیوطی نے شرح الصدور میں ذکر کیا ہے مُردوں کا سماع ثابت ہوتا ہے اور سلف کا اس پر اجماع ہے صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا انکار منقول ہے اور ان کا قول شاذ ہے۔(لغات الحدیث ج۳ص۱۶۶(س)۔

علامہ وحیدالزماں کا چوتھا حوالہ:

نیز لکھتے ہیں: ''اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ دوسری حدیثوں سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں پھر روح پھیر دینے سے کیا مراد ہے اس اشکال کو اس طرح رفع کیا گیا کہ گو انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں مگر ان کی ارواح مقدسہ اپنے پروردگار کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہیں دنیا کی طرف ان کی توجہ نہیں ہے جب کوئی ان کو سلام کرتا ہے اس وقت ان کی روح ادھر متوجہ ہوتی ہے تو ردِ روح سے اس کا متوجہ کرنا مراد ہے۔'' (لغات الحدیث ج۲ص۶۳ (کتاب ر)

علامہ وحیدالزماں کا پانچواں حوالہ:

نیز لکھتے ہیں: ''معلوم ہوا کہ مُردے اپنی قبروں میں ہمارا سلام اور کلام سنتے ہیں لیکن وہ ہم کو اپنا جواب نہیں سنا سکتے۔اہل حدیث کا قاطبۃً (یعنی سب کا) یہی قول ہے صرف حنفیہ اور معتزلہ نے سماع موتی کا انکار کیا ہے ان کے انکار سے کیا ہوتا ہے اور تعجب ہے ان اہلحدیث پر جو لوگوں کو تو ابو حنیفہ کی تقلید سے منع کرتے ہیں اور خود جب چاہتے ہیں ابو حنیفہ کے مقلد بن جاتے ہیں سماع موتی کی نفی میں ان کے قول سے استدلال کرتے ہیں اور احادیث صحیحہ کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔(لغات الحدیث ج۳ص۱۵۰(س)

علامہ وحید الزماں کا چھٹا حوالہ:

نیز لکھتے ہیں: انك لا تسمع الموتی تو مُردوں کو (یعنی کافروں کو) اسلام نہیں قبول کرا سکتا اس آیت سے سماع موتیٰ کی نفی نہیں نکلتی جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خیال کیا کیوں کہ سماع سے یہاں سماع اجابت مراد ہے جیسے (قرآن مجید میں ہے) واسمع غیر مسمع میں اور متعدد احادیث میں سماع موتیٰ ثابت ہے جیسے اوپر (ج ۳ ص ۱۵۰ میں) گزر چکا اور اہلحدیث کے بڑے بڑے امام جیسے ابن تیمیہ اور ابن قیم ہیں اسی کے قائل ہیں صرف حنفیہ اور معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے مجمع البحار میں ہے انك لا تسمع الموتیٰ کا معنی یہ ہے کہ تو ان جاہلوں کو نہیں سمجھا سکتا جن کو اللہ تعالیٰ نے جاہل بنایا ہے تو یہ آیت اس حدیث کے خلاف نہ ہوگی۔ (لغات الحدیث ج ۳ ص ۱۶۳ مادہ سم)

۱۵......نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں:

وجملہ اموات از مؤمنین و کفار در حصول علم و شعور و ادراك و سماع وعرض اعمال و ردّ جواب بر زائر برابر اند تخصیص به انبیاء وصلحاء نیست (دلیل الطالب ص۸٤۰)

تمام مردے مومن ہوں یا کافر حصول علم، شعور، ادراک، سماع وعرض اعمال اور زیارت کرنے والے کے سلام کے جواب کو لوٹانے میں برابر و یکساں ہیں ان امور میں انبیاء علیہم السلام و صلحاء امت کی تخصیص نہیں۔

نواب صدیق حسن خان کا دوسرا حوالہ:

نیز نواب صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

در شرع شریف معرفت بغاسل خود و سماع کلام او ثابت است سیوطی در کتاب شرح الصدور باحوال الموتی فی القبور گفته باب معرفة المیت بمن یغسله ویجهزه لو سماعه، ما یقال فیه و مایقال له. الخ.

(دلیل الطالب ص۸۲۸)

شرح شریف میں مردہ کا اپنے غسل دینے والے کو پہچاننا اور اس کی کلام سننا ثابت ہے امام سیوطی نے اپنی کتاب شرح الصدور میں ایک باب قائم کیا ہے کہ مردہ کا اپنے غسل اور کفن دینے والے کو پہچاننا اور مردہ کا سننا اس بات کو جو اس کے بارے میں کہی جائے یا اس کے حق میں کہی جائے۔

نواب صدیق حسن خان کا تیسرا حوالہ:

نیز نواب صاحب نے حیات انبیاء وسماع انبیاء علیہم السلام کی احادیث کو صحیح وثابت تسلیم کیا ہے۔(دیکھئے نزل الابرار بالعلم الماثور من الادعیہ والاذکار ص۱۶۱ تا ۱۶۳)

فرشتہ درود بھیجنے والے کا نام اور اس کا والد کا نام بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کرتا ہے:

نواب صاحب فرماتے ہیں:

اقول مثال ذالك ان الملك يقول مثلاً ان صديق بن حسن يصلى عليك ويسلم وان ولده فلان و فلان يصلون و يسلمون عليك اللهم ارزقنا وتقبل منا وصل علينا. (نزل الابرار ص۱۶۲)

میں (نواب) کہتا ہوں اس کی مثال یوں ہے کہ فرشتہ یوں کہے کہ نواب صدیق بن حسن آپ پر صلوٰۃ وسلام عرض کر رہا ہے اور اس کا بیٹا فلاں وفلاں بھی آپ پر درود وسلام بھیج رہے ہیں اے اللہ ہمیں درود وسلام کہنا نصیب فرما اور ہم سے قبول فرما اور ہم پر رحمت نازل فرما۔

۱۶......مولانا عبدالستار دہلوی امام غرباء اہلِ حدیث کا حوالہ:

ایک حدیث جس میں آتا ہے ''جب کہ بندہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے پیٹھ پھیر کر جانے لگتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے'' کے متعلق فرماتے ہیں۔ ''اس وقت مردے کی سننے کی وجہ یہ ہے کہ جہاں لوگ اس کو دفن کر کے واپس ہوئے فوراً ہی دو فرشتے منکر ونکیر آجاتے ہیں ان کو جواب دینے کے لیے میت کی روح اس کے بدن میں لوٹا دی جاتی ہے وہ اس کو اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور سوال وجواب شروع کرتے ہیں

جیسا کہ سنن کی روایت میں اس کی تشریح موجود ہے۔

(نصرۃ الباری ترجمہ صحیح بخاری کتاب الجنائز پانچواں پارہ ص ۱۹۳) بحوالہ صحیفہ اہل حدیث پندرہ روزہ کراچی ۱۶، ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۸ ستمبر ۱۹۶۱ء)

مولانا عبدالستار دہلوی کا دوسرا حوالہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کہ میت کو (چار پائی پر) رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ اپنے کندھوں پر اسے اٹھا لیتے ہیں تو میت اگر نیک ہوتی ہے تو وہ کہتی ہے مجھے آگے لے چلو الخ کے متعلق مفتی عبدالستار صاحب لکھتے ہیں ''معلوم ہوا جب جنازہ اٹھا کر لے جاتے ہیں تو اس وقت بھی اس کی روح واپس آ جاتی ہے اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں (اور) نہ ہم اس کی آواز سنتے ہیں بس جس طرح اللہ کے رسول صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا آمنا وصدقنا ۱۲ منہ عفی عنہ (نصرہ الباری ص ۱۹۷ پارہ نمبر ۵)

مولانا عبدالستار دہلوی کا تیسرا حوالہ:

فتاویٰ ستاریہ ج ۱ ص ۱۵۴، ناشر مکتبہ ایوبیہ حدیث محل اے ایم جناح روڈ کراچی نمبر ۱، میں سوال ص ۲۴۷ کے جواب میں آخری ٹکڑا یوں ہے۔ صرف اتنا کہنا کہ اگر آپ کی قبر پر جا کر درود و سلام پڑھا جائے تو آپ سنتے ہیں بے شک ٹھیک ہے۔

مفتی عبدالقہار صاحب لکھتے ہیں (۲) ہاں فرشتے درود نبی علیہ السلام کو پہنچاتے ہیں۔ (۳) جو شخص آپ کی قبر پر جا کر سلام کہتا ہے اس کا سلام آپ خود سنتے ہیں یہاں سے نہیں سنتے کیوں کہ فرشتے پہنچانے کے لیے اللہ نے مقرر فرمائے ہیں۔ فقط عبدالقہار غفرلہ

(فتاویٰ ستاریہ ج ۴ ص ۹۱)

نیز لکھتے ہیں ''ہاں نبی علیہ السلام کی قبر پر جا کر درود و سلام پڑھا جائے تو آپ سنتے ہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ ج ۷ ص ۱۱۷، ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ)

مفتی عبدالستار صاحب اپنی کتاب حقیقۃ التوسل والوسیلہ و رسالہ تحقیق سماع موتیٰ میں لکھتے ہیں:

فصل چوتھی سماع موتیٰ کے بیان میں:

سماع موتیٰ یعنی مردے سنتے ہیں یا نہیں؟ اس کے متعلق دو مذہب ہیں (۱) یہ کہ سنتے

ہیں (۲) یہ کہ نہیں سنتے۔

نمبر اول میں پھر دو فریق ہیں۔ (۱) یہ کہ سنتے ہیں لیکن وہ کسی زندہ آدمی کی اعانت کسی طرح نہیں کر سکتے بلکہ خود زندوں کے محتاج ہیں کہ اگر زندہ آدمی ان کے لیے دعا مانگے، ان کی طرف سے صدقہ وخیرات کرے تو اس کا ثواب ان کو پہنچتا ہے یعنی مردوں کو زندوں سے نفع ملتا ہے نہ کہ زندوں کو مردوں سے۔ اس عقیدہ والوں کے ادلہ قرآن وحدیث میں بہت ہیں اور یہ مذاہب اہل حدیث یعنی فرقہ محمدی کا ہے جس کی تفصیل آئندہ آوے گی ان شاء اللہ

(۲) یہ کہ سنتے ہیں اور ان سے فیض حاصل ہوتا ہے اسی وجہ سے ان کی قبروں پر سجدہ کرتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں، پھول چڑھاتے ہیں، نذر و نیاز کرتے ہیں، منتیں مانگتے ہیں، طلب حاجات کرتے ہیں، ہاتھ جوڑے کھڑے رہتے ہیں، طواف کرتے ہیں۔ بڑی تعظیم وتکریم سے ان کا نام لیتے ہیں، مجاور بن کر بیٹھتے ہیں، چراغ بتی جلاتے ہیں، قبروں کو پختہ بناتے ہیں، اس کو اپنا قبلہ سمجھتے ہیں، ان کے نام کی تسبیح رولتے ہیں، ان کی قبروں کو پیٹھ نہیں دیتے، اسباب نہیں رکھنے دیتے، طرح طرح کی خوشبوؤں سے اس قبر کو مزین کرتے ہیں، دھونی مارتے ہیں، کئی کئی منزلوں سے پیدل سفر کر کے آتے ہیں، اس کی بھینٹ چڑھاتے ہیں، غلاف اڑھاتے ہیں، اس سے برکت حاصل کرتے ہیں، اُن قبر والوں کو اپنے لیے مشکل کشا سمجھتے ہیں، اللہ کی جناب میں شفیع اور ان کو حالت قبر میں دعا کرنے والے خیال کرتے ہیں، خدا سے بھی زیادہ رتبہ دیتے ہیں، قبروں کو عید گاہ میلے ٹھیلے بناتے ہیں حالانکہ یہ جملہ امور شرک وبدعت ہیں۔ اس قسم کے عقیدہ والوں کے پاس نہ تو کوئی آیۂ کریمہ ہے اور نہ کوئی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کوئی قول وفعل نہ ائمہ مجتہدین کا قول وفعل بلکہ نہ الاّ الّذی نہ الاّ الّذی یعنی نہ تو اہل حدیث ہیں اور نہ پکے حنفی ہیں بلکہ اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ یعنی اس قسم کے لوگ جانوروں کے مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔ اس لیے کہ جانور مرفوع القلم ہیں بے عقل ہیں، اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور یہ حضرت انسان باوجود اشرف المخلوقات ہونے کے اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہونے کے پھر اس کو اتنی بھی خبر نہیں کہ کیا کام جائز ہیں اور کیا کام حرام ہیں

اس لیے فرمایا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ یعنی پھر لوٹا دیا ہم نے اس انسان کو نیچے سے نیچے والے طبقہ جہنم کے میں کہ جہاں پر کوئی بد سے بد حیوان بھی نہیں جائے گا اس لیے کہ اعمال شرکیہ وکفریہ وبدعیہ کرتا ہے، اللہ ورسول کی شریعت اور احکام کو نہیں معلوم کرتا۔ اس کے متعلق بھی قدرے تفصیل دونمبر میں آئے گی ان شاء اللہ۔

(۳) اس اعتقاد کے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ مُردے نہیں سنتے اور صرف سوال و جواب کے وقت یا یہ کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہو یہ دونوں دونمبر کے معتقدین ایک ہی امام کے ماننے والے اور ایک ہی مذہب کے نام لیوا ہیں اور سماع موتی میں ہر فریق دوسرے کا مخالف اور سخت دشمن حتی کہ اسلام کے دائرہ سے ایک دوسرے کو نکالنے والا۔ جو علماء اس امر کے قائل ہیں کہ مردے مطلقاً نہیں سنتے ان کے پاس قرآن وحدیث سے کوئی دلیل اس امر کی نہیں ہے کہ مردے نہیں سنتے اور جہاں کہیں کلام اللہ یا حدیث رسول اللہ میں اس کا ذکر آیا ہے کہ مردے نہیں سنتے اس سے مراد سماع قبول یا سماع انتفاع ہے یعنی ایسا سننا کہ جس سے کچھ فائدہ حاصل ہو اس لیے کہ غرغرہ کے وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ لہٰذا غیر مسلم کو اسلام نفع نہیں دیتا اور مسلم میت بموجب حدیث اِنْقَطَعَ عَنْہُ عَمَلُہٗ کے کسی کے لیے باعث نجات نہیں ہو سکتی نہ دنیوی کام میں نہ اخروی میں۔ اصل غرض عدم سماع سے شارع کی یہی ہے کما ھو مصرح فی کتب التفسیر والحدیث چنانچہ اس بات کا فیصلہ خود علمائے حنفیہ سے اس نمبر کی تفصیل میں مذکور ہو گا ان شاء اللہ۔ البتہ اس قسم کے معتقدین اپنے مذہب کی کتابوں کے ضرور پابند ہیں، دگر ہیچ

تفصیل نمبر ۱:

یعنی یہ کہ مردے سنتے ہیں لیکن وہ کسی زندہ آدمی کی کسی قسم کی اعانت نہیں کر سکتے بلکہ خود زندوں کے محتاج ہیں کہ اگر زندہ آدمی ان کے لیے دعا مانگے، ان کی طرف سے صدقہ و خیرات کرے تو اس کا ثواب ان کو پہنچتا ہے یعنی مردوں کو زندوں سے نفع ملتا ہے۔

(۱) صحیح بخاری مطبوعہ محمدی کے ص ۱۸۳ میں ہے حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَخْبَرَہٗ قَالَ اطَّلَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَھْلِ الْقَلِیْبِ فَقَالَ ھَلْ وَجَدْتُّمْ مَا

وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا فَقِيْلَ لَهُ تَدْعُوْا اَمْوَاتًا قَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لَّا يُجِيْبُوْنَ یعنی کہا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جہاں کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اوپر (ان کفار کے جو بدر کی لڑائی میں مارے گئے تھے اور گڑھے میں ڈال دیئے گئے تھے) پس فرمایا (ان کفار کی طرف متوجہ ہوکر) کیا پایا تم نے جو وعدہ کیا تھا تم سے تمہارے رب نے سچا، پس کہا گیا آپ کے لیے کلام کرتے ہیں آپ مردوں سے۔ فرمایا: آپ نے نہیں ہو تم زیادہ سننے والے ان سے (فرق صرف اتنا ہے) کہ وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

فائدہ: یہ حدیث بڑی پختہ دلیل ہے اس امر پر کہ مردے سنتے ہیں خواہ نیک ہوں یا بد، لیکن سننا اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ جیسا دنیا میں سنتے تھے ویسا ہی سنتے ہوں بلکہ اپنے اپنے اعتبار سے سماعت ہے لیکن سماعت ضرور ہے جیسے ایک شخص سخت بیمار ہے کہ چارپائی سے اٹھ نہیں سکتا اس سے کوئی کہے کہ مجھ کو پانی پلادے تو وہ بیمار کلام تو سن لے گا مگر اس کو اٹھ کر پانی نہیں پلا سکتا اس لیے کہ خدا نے اس کو سننے کی تو توفیق دے رکھی ہے لیکن اٹھ کر پانی پانے کی طاقت نہیں دی۔ یا مرنے والا آدمی مرتے وقت دوسروں کی حرکات وسکنات، کلام وگفتگو کو سنتا اور معلوم کرتا ہے لیکن خود کچھ نہیں بول سکتا اور نہ کہہ سن سکتا ہے۔

قسطلانی شرح بخاری میں ہے: وَلٰكِنْ لَّا يُجِيْبُوْنَ اَىْ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلَى الْجَوَابِ هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى وُجُوْدِ حَيٰوةٍ فِى الْقَبْرِ صَلَحَ مَعَهَا التَّعْذِيْبُ لِاَنَّهُ بِمَا ثَبَتَ سِمَاعُ اَهْلِ الْقَلِيْبِ كَلَامَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَوْبِيْخَهُ لَهُمْ دَآلٌ عَلٰى اِدْرَاكِهِمْ بِحَاسَّةِ السَّمْعِ

یعنی اہل قبور جواب دینے پر قادر نہیں اور یہ اس امر پر دال ہے کہ قبر میں حیات ہوتی ہے۔ (مِنْ اَىِّ وَجْهٍ كَانَ) اور اہل قبر عذاب کی بھی صلاحیت رکھتا ہے اس لیے کہ جب اہل قلیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اور ڈانٹنا سنتے تھے تو یہ اس امر پر دال ہے کہ ان کے حواس میں سننے کا ادراک بھی تھا۔

اور حاشیہ بخاری مطبوعہ محمدی میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی شرح میں ہے:

قَالَ الْكِرْمَانِىُّ وَكَانَ حَدِيْثُ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ لَمْ يَثْبُتْ عِنْدَهَا

وَمَذْهَبُهَا يَعْلَمُوْنَ مَا سَمِعُوْا قَبْلَ الْمَوْتِ وَلَا يَسْمَعُوْنَ بَعْدَ الْمَوْتِ اِنْتَهٰى قَالَ الْعَيْنِيْ فِيْ عُمْدَةِ الْقَارِيْ وَابْنُ حَجَرٍ فِيْ فَتْحِ الْبَارِيْ هٰذَا مِنْ عَائِشَةَ رَدٌّ عَلٰى رِوَايَةِ ابْنِ عُمَرَ لٰكِنِ الْجَمْهُوْرِ خَالَفُوْهَا وَقَبِلُوْا رِوَايَةَ بْنِ عُمَرَ لِمُوَافَقَةِ مَنْ رَوَاهُ غَيْرُهُ وَقَالَ السُّهَيْلِيْ عَائِشَةُ لَمْ تَحْضُرْ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَيْرُهَا مِمَّنْ حَضَرَ اَحْفَظُ لِلَفْظِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَّا الْاٰيَةُ فَاِنَّهَا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِى الْعُمْىَ اَىْ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الَّذِىْ يُسْمِعُ وَيَهْدِىْ وَقَالَ ابْنُ التِّيْنِ لَا مُعَارَضَةَ بَيْنَ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ وَالْاٰيَةِ لِاَنَّ الْمَوْتٰى لَا يَسْمَعُوْنَ بِلَا شَكٍّ لٰكِنْ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ اِسْمَاعَ مَا لَيْسَ مِنْ شَانِهِ السِّمَاعَ لَمْ يَمْتَنِعْ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ الْاٰيَةَ وَقَوْلِهٖ قَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا الْاٰيَةَ

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس بات کی قائل ہیں کہ مردے نہیں سنتے اور وہ استدلال میں اس آیت کو پیش کرتی ہیں (اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى) وہ اس لیے انکار کرتی ہیں کہ حدیث مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ والی ان کے نزدیک ان ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور مذہب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ تھا کہ اہل قبور جانتے ہیں جو قبل موت سن لیا تھا اور مرنے کے بعد نہیں سنتے (کرمانی) اور عینی اور ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قول عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے خلاف ہے لیکن جمہور نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مخالفت کی ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو قبول کیا ہے اس لیے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے غیر سے اسی کے مانند مروی ہے اور سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس وقت حاضر نہیں تھیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مقولہ فرمایا تھا پس غیر ان عائشہ رضی اللہ عنہا کا جو حاضر تھا وہ زیادہ یادداشت رکھنے والا ہے واسطے روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور لیکن آیت (جو خلاف واقع ہوتی ہے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کا مطلب یہ ہے) مانند کہنے اللہ تعالیٰ کے کیا پس تو سنا سکے گا بہروں کو یا راہ دکھا سکے گا اندھوں کو یعنی اللہ ہی ایسا کرسکتا ہے (اسی طرح اہل قبور کو اللہ ہی سناتا ہے، آپ کے بس کا یہ کام نہیں ہے) اور کہا ابن تین نے نہیں معارضہ ہے درمیان آیت اور حدیث کے اس لیے مردہ میں خود بنفسہ طاقت سننے کی نہیں ہوتی لیکن جب

اللہ پاک کسی کے سنانے کا ارادہ کرتا ہے جس کی شان سے سننا نہیں پایا جاتا تو کوئی طاقت اس کو نہیں روک سکتی اور یہی بات صحیح ہے مانند کہنے اللہ تعالیٰ کے کہ ہم نے پیش کیا تھا اس امانت کو (یعنی قرآن کو) اوپر پہاڑوں کے الخ اور مانند کہنے اللہ تعالیٰ کے فرمایا واسطے اس کے اور زمین کے آجاؤ تم الخ۔

نکتہ یہ تینوں عالم مذہبی ہیں کہ جن کے مذہب میں سماع موتی ثابت نہیں لیکن یہ منصف علماء کا قاعدہ ہوتا ہے کہ وہ حدیث کے آگے اپنے تمام ہتھیار باطلہ ڈال دیتے ہیں اور حق امر کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ یہی حال متاخرین میں سے مولوی عبدالحیٔ صاحب لکھنوی کا تھا فعفا اللہ عنہم۔ اور یہی بات بعض متقدمین و متاخرین کتب حنفیہ میں پائی جاتی ہے کہ جو بات مذہب حنفیہ کی خلاف حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتی ہے اس کی کسی جگہ کھلے لفظوں میں تردید کر دیتے ہیں کہیں اشارہ کر جاتے ہیں، کہیں تحقیق سے کام لیتے ہیں کہیں بوجہ مرض تقلید اس کے خلاف بھی کر جاتے ہیں۔ چونکہ یہ مسئلہ خلاف مذہب حنفیہ ہے یعنی ان کے ہاں سماع موتی ثابت نہیں اس لیے وہ حضرات اس حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاویل بیجا کرتے ہیں اور اسی طرح ہر وہ حدیث کہ جس میں سماع موتی ثابت ہو کہیں ضعیف کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہیں معجزہ کی قید لگا دیتے ہیں، کہیں خصوصیت بتا دیتے ہیں کہیں صرف سوال و جواب کے وقت کی قید لگا دیتے ہیں۔ لیکن درحقیقت انصاف اور عدل کی بات یہی ہے کہ یہ سب امور ان کو اس وجہ سے کرنے پڑتے ہیں کہ ان کے مذہب میں سماع موتی جائز نہیں ہے۔

احادیث کو دیکھیں تو اپنے مطلب میں صاف پاویں کہ سماع موتی ثابت ہے۔ ایک موٹی سی بات ہے کہ اس حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما میں جو علماء حنفیہ خاصہ کی قید لگاتے ہیں کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا اس کی دلیل ہم شرعاً پوچھتے ہیں کیا ہے؟ ہم یقیناً کہتے ہیں کہ اس کی دلیل علماء حنفیہ شرع محمدی سے کچھ نہیں دے سکتے اور جو قول عائشہ رضی اللہ عنہا یا آیت وغیرہ سے استدلال کر کے کہتے ہیں اس کا وہ مطلب نہیں جیسا کہ تفصیل نمبر ۲ میں معلوم ہوگا ان شاء اللہ یہ ایک روایت صحیح بخاری کی اس امر میں نقل کی گئی ہے باقی صحیح مسلم و ترمذی وغیرہما کی

روایتیں اہل قبور پر سلام کرنے کی آ چکی ہیں و نیز ان اہل قبور کے جواب دینے کی۔ اور خفق نعال کی جو روایات طرق کثیرہ صریحہ صحیحہ سے کتب حدیث میں مروی ہیں۔ ان احادیث کی مخصص کوئی آیت یا حدیث نہیں ہے جیسا کہ حنفیہ کرتے ہیں کہ صرف سوال و جواب کے وقت جوتی کی آہٹ معلوم کرتے ہیں پھر نہیں۔ پھر نہیں کے لیے دلیل شرعی چاہیے اور کوئی آیت یا حدیث سوائے رائے یا قیاس کے اس امر میں نہیں ہے اور وہ کسی محقق کے نزدیک مسلم نہیں اور جو علماء حنفیہ ان سلام والی روایتوں کا جواب دیتے ہیں کہ اس سلام کا جواب فرشتے دیتے ہیں، یہ بے ثبوت بات ہے۔ سلام تو کیا جائے اہل قبور کا نام لے کر اور جواب دیں فرشتے، آخر اس کے لیے کون سی دلیل شرعی ہے سوائے قیاس و رائے کے جو کسی مسلم کے نزدیک صریح صحیح احادیث کے مقابلہ میں مقبول نہیں ہو سکتے۔

غرض یہ مسئلہ اپنے بارے میں صاف ہو کر مردے و اہل قبور جتنا خدا چاہتا ہے سنتے ہیں۔ اور جو اس کے متعلق نہ سننے کے قائل ہیں وہ تاویلات بیجا کر کے اصل مطلب بگاڑتے ہیں اور اس کے سمجھنے کے لیے اتنا غور اور درکار ہے کہ ہر مسلم کے نزدیک ان کا ثواب و عذاب مسلّم ہے۔ جب ثواب و عذاب مسلّم ہے تو صرف یہ نزاع رہا کہ آیا روح جسم میں رہتی ہے یا علیحدہ، سو اس میں تفریق ہے۔ بعض کہتے ہیں صرف سوال و جواب کے وقت لوٹائی جاتی ہے پھر مار دیئے جاتے ہیں یعنی روح کا تعلق بالجسم ایسا نہیں رہتا سو یہ کچھ مضر نہیں روح خواہ علیین میں رہے یا سجین میں جب ثواب و عذاب ہوگا اور بدن کو وہ تکلیف محسوس ہوگی تو لازمی امر ہے کہ روح و بدن ہر دو کو اس کا احساس ہوگا اور یہی بات از روئے عقل بھی ہونی چاہیے کہ ثواب روح و بدن دونوں کو ہو اسی طرح عذاب بھی اس لیے کہ دنیا میں کاسب ہر دو تھے اور جملہ جَزَاءً بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بھی اسی کا مؤید ہے۔

پس جب کہ مسلّم طور پر ثواب و عذاب کے مستحق وہ ہیں اور قیامت تک ثواب و عذاب کے تعلقات کا حس ان کو معلوم ہوتا ہے تو پھر کون سی چیز ان کو اس امر سے مانع ہے کہ وہ سلام کا جواب نہ دے سکیں یا سماع موتی ثابت نہ ہو باوجودیکہ مسلمہ طور پر منکر و نکیر کے سوال کے وقت مانعین اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ بس فیصلہ ہوا بعد تسلیم کون سی حدیث صحیح ایسی آئی ہے کہ

جس میں اس بات کا ذکر ہو کہ وہ پھر نہیں سنتا صرف سوال و جواب کے وقت ہی سنتا۔ حالانکہ احادیث صریحہ صحیحہ اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ سنتا ہے اور اسی واسطے سلام کرنا آیا۔ اور اس کے جواب دینے کی بھی حدیث آ چکی ہے اور جو علماء بجائے اہل قبور کے فرشتوں کے جواب دینے کو تسلیم کرتے ہیں وہ بے دلیل بات ہے شریعت کا مسئلہ نہیں، اپنی طرف کا من گھڑت جواب ہے۔

۱۷...... مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی کا عقیدہ، جمال مصطفیٰ ص ۲۰۷ میں لکھتے ہیں:

فرشتے درود پہنچاتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنِيْ مِنْ اُمَّتِيَ السَّلَامَ

''تحقیق اللہ کے کتنے فرشتے ہیں پھرنے والے زمین میں پہنچاتے ہیں مجھ کو میری امت کی طرف سے سلام۔'' (مشکوٰۃ شریف)

معلوم ہوا کہ جو تبع سنت شمع رسالت کا پروانہ بڑی محبت اور خلوص سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرتا ہے، فرشتے اس کو لے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا دیتے ہیں۔ اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ فرشتے اس کا نام بھی لیتے ہیں مثال کے طور پر فرشتے حاضر ہو کر یوں عرض کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ عاجز مسکین محمد صادق ابن شمس الدین سیالکوٹ سے یقرئك السلام خدمت اقدس میں سلام عرض کرتا ہے السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى

۱۸......مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی لکھتے ہیں:

اسی طرح قرآن مجید میں ہے انك لا تسمع الموتی (تم مردوں کو نہیں سناتے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت سے سماع موتی کی نفی کی ہے مگر جس وقت یا جس لفظ کو اللہ تعالیٰ چاہے پہنچا دے اب تخصیص میں مورد پر اقتصار چاہیے حدیث بخاری میں ہے کہ دفن کے بعد آدمی لوٹتے ہیں تو قبر والا جوتوں کی آواز سنتا ہے یہ وقتی خصوصیت ہے اسی طرح

بعض روایتوں میں ہے سلام کو صاحب قبر سنتا ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مروی ہے اگر آپ کی قبر کے پاس درود پڑھا جائے تو آپ سنتے ہیں۔

(الاصلاح حصہ اول ص ۹۱ بار اول مطبوعہ حجازی پریس لاہور، ۱۰ محرم ۱۳۶۰ھ)

نیز لکھتے ہیں: جواب انبیاء علیہم السلام عالم برزخ میں زندہ ہیں یہ زندگی برزخی ہے نہ کہ دنیوی انبیاء علیہم السلام برزخ میں زندہ بلکہ سب لوگ زندہ ہیں اسی لیے تنعیم وتعذیب کی صورت ہے۔ حدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری) اور علامہ ذہبی نے اس کو منکر قرار دیا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نماز پڑھنے کی روایت کا تعلق بھی عالم برزخ سے ہے نہ کہ دنیا سے اور حدیث مسلم میں ہے اور قبر کے پاس درود پڑھنے سے آپ سنتے ہیں اس حدیث کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے اس کی سند جید ہے مگر اس میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن اعرج ہے جو مجہول الحال ہے مگر درود قبر کے پاس سننے میں بحث نہیں۔

(مولانا حافظ گوندلوی الاعتصام جلد نمبر ۳ شمارہ نمبر ۸ بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث ج ۹ ص ۱۲۵ تا ۱۲۶)

۱۹......مولانا حکیم ایچ صمصام صاحب اپنے ایک نعتیہ کلام جس کا عنوان ہے ''سرشار ہو چلیے'' میں فرماتے ہیں:

کہاں جد السلام علیکم میں نزدیک روضے دے
سنے خود اپنی کنیں سید الابرار ہو چلیے

(گلدستہ صمصام ص ۱۰، ۱۱، ناشر ملک سنز تاجران کتب کارخانہ بازار فیصل آباد)

یہی صمصام صاحب ص ۱۱ پر ایک نظم جس کا عنوان ہے ''ٹھنڈاں پادتیاں'' میں لکھتے ہیں:

کہیا جد السلام علیک ایہا النبی میں نے
آوازاں میریاں رب نے نبی دے کنیں پادتیاں

(گلدستہ صمصام ص ۱۰، ۱۱، ناشر ملک سنز تاجران کتب کارخانہ بازار فیصل آباد)

۲۰......مولانا محمد اعظم صاحب لکھتے ہیں:

''قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مدفن رحمۃ للعالمین۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز

دوگانہ تحیۃ المسجد پڑھ کر پھر قبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہائی ادب اور محبت اور عقیدت سے درود وسلام پڑھے۔حدیث شریف میں ہے مَا مِنْ اَحَدٍ یسلم علی الا رد اللہ روحی حتی ارد علیہ السلام جب کوئی شخص مجھ پر سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب اسے لوٹا دیتا ہوں۔

(حج مسنون ص۵۳، ۵۴، ناشر مدرسہ تعلیم القرآن جامع مسجد رحمانیہ اہل حدیث نزد کیمپ نمبر۲ فاروق گنج گوجرانوالہ)

۲۱......مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی المتوفی ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء نے حسن البیان ص۲۷، ۲۷ میں سماع موتی کے مسئلہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سماع موتی والی کو ترجیح دی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کی تردید کی ہے۔

۲۲......مولانا احمد حسن دہلوی کا حوالہ:

مولانا احمد حسن دہلوی تنقیح الرواۃ اور احسن التفاسیر میں بھی سماع موتی کے نظریہ کو ترجیح دیتے ہیں۔

۲۳......مولانا محمد یوسف صاحب سنت پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک نوجوان عابد زاہد مسجد میں رہتا تھا کسی عورت کی نیت بد اس کی طرف ہوئی اور چند روز کی ان تھک کوشش سے اس کو اپنے جال میں پھنسا ہی لیا جب اس کوٹھڑی میں لے جانے کا ارادہ کرتی ہے اس نوجوان کو آیت اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ یاد آتی ہے اور بے ہوش ہو کر گر جاتا ہے بہت دیر کے بعد جب ہوش آتا ہے تو پھر یہی آیت پڑھ کر اس پر اس قدر خوف طاری ہوتا ہے کہ اس دفعہ بے ہوشی کے عالم میں روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے۔رات کا وقت تھا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو اطلاع نہ ہوئی۔لوگوں نے رات ہی میں سپرد خاک کر دیا۔صبح جب سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو اس کے باپ سے تعزیت و تسکین کر کے مجمع کثیر کے ساتھ اس نوجوان کی قبر پر نماز جنازہ پڑھ کر اس نوجوان کو خطاب کر کے آواز دی اور کہا وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ فوراً قبر کے اندر سے آواز آئی مجھے میرے مالک نے وہ دو جنتیں دو دو دفعہ عطا فرما دی ہیں۔(خطبات محمدی بحوالہ ابن کثیر وابن

عساکر)فضائل الشیخین باحادیث رسول الثقلین ج۲ ص۷۴ (فضائل فاروق)
پتہ عاصم اکیڈمی جامع مسجد صدیق اہلحدیث میاں سانسی روڈ محلہ اسلام آباد گوجرانوالہ)
تفسیر ابن کثیر عربی ج۲ ص۲۷۹ میں یہ واقعہ حافظ ابن کثیر نے حافظ ابن عساکر کی تاریخ کے حوالہ سے اسی آیت مذکورہ کے تحت نقل کیا ہے۔ یہ آیت سورۃ اعراف آیت نمبر ۲۰۱ پارہ نمبر ۹ میں آتی ہے۔

۲۳......مولانا محمد یوسف صاحب سنت پوری دوسرا حوالہ:

نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں:

صاحب شمس التواریخ لکھتے ہیں کہ حضرت شیرِ خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیماری پرسی کو گئے تو صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے علی! تم ہی مجھے غسل دینا اور تم ہی کفن پہنانا اس سے فارغ ہو کر میرا جنازہ روضہ اطہر کے پاس دروازہ پر لے جانا اگر دروازہ خود بخود کھل جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن کرنا ورنہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس ہدایت کے مطابق ہم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جنازہ روضہ مطہرہ اقدسہ کے دروازہ پر رکھ دیا اور عرض کی یارسول اللہ! آپ کا یارِ غار ابوبکر آپ کے جوار میں دفن ہونے کا امیدوار ہے اسی وقت دروازہ خود بخود کھل گیا اور یہ آواز آئی ادخلوہ وادفنوہ کرامۃ اس کو داخل کرو اور عزت سے دفن کرو۔
(فضائل الشیخین ج۱ ص۱۱۲ فضائل صدیق)

نوٹ: یہ واقعہ فتاویٰ عزیزی میں اس طرح آتا ہے۔

پس شنیدم گوینده را که میگوید داخل کنید محبوب را بسوئے محبوب (واقعہ دفن صدیق اکبر در روضہ مطہرہ) فتاویٰ عزیزی ج۲ ص۶۹)

''پس بولنے والے کو میں نے سنا کہ کہہ رہا تھا داخل کرو محبوب کو اپنے محبوب کی طرف۔''

اور امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح نقل کیا ہے:

تفسیر کبیر سورۃ کہف میں ہے اَدْخِلُوا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ (دوست کو دوست کی

طرف داخل کرو۔) (ماخوذ ضرب المھند ص ۱۳۷ تا ۱۶۹ ترمیم و اضافے کے ساتھ)

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

۲۴......قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

وقد ذهب جماعة من المحققين الى ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حى بعد وفاته وانه يسر بطاعات امته وان الانبياء لايبلون مع ان مطلق الادراك كالعلم والسماع ثابت لسائر الموتٰى. الى ان قال وورد النص فى كتاب الله فى حق الشهداء انهم احياء يرزقون وان الحيٰوة فيهم متعلقة بالجسد فكيف بالانبياء والمرسلين وقد ثبت فى الحديث ان الانبياء احياء فى قبورهم رواه المنذرى وصححه البيهقى وفى صحيح مسلم عن النبى صلى الله عليه وسلم قال مررت بموسٰى ليلة اسرٰى بى عند الكثيب الاحمر وهو قائم يصلى فى قبره انتهٰى.

(نيل الاوطار جلد۲ ص۲٦٤ طبع مصر)

بے شک محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کے طاعات سے خوش ہوتے ہیں اور یہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے حالانکہ مطلق ادراک جیسے علم اور سماع وغیرہ تو یہ سب مردوں کے لیے ثابت ہے (پھر آگے کہا) اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں شہداء کے بارے میں نص وارد ہوئی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کو رزق ملتا ہے اور ان کی حیات جسم سے متعلق ہے تو حضرات انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کی حیات جسم سے کیوں متعلق نہ ہوگی اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں امام منذری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے اس کی تصحیح کی ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات سرخ رنگ کے ٹیلے کے پاس موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

قاضی شوکانی کی اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ وہ شہدا کی حیات جسمانی کو تسلیم

کرتے ہیں اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاءؑ کی زندگی بطریق اولیٰ جسمانی ہے کیوں کہ ان کے اجسام طیبہ اپنی حالت پر رہتے ہیں ان میں کسی قسم کا کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوتا اور یہ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاءؑ کی وفات تو ہوتی ہے لیکن وہ اس کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

انه صلی الله علیه وآله وسلم حیّ فی قبرہٖ بعد موتہٖ کما فی حدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم وقد صححه البیهقی والف فی ذٰلك جزءً ا قال الاستاذ ابو منصور البغدادی قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا صلی الله علیه وآله وسلم حیّ بعد وفاتہٖ انتھٰی ویؤید ذٰلك ما ثبت ان الشهدآء احیاء یرزقون فی قبورھم والنبی صلی الله علیه وآله وسلم منهم اھ

(نیل الاوطار ج۵ ص۱۰۱ طبع مصر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ انبیاءؑ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور بیہقی نے اس کی تصحیح کی ہے اور اس مسئلہ میں انہوں نے ایک رسالہ بھی لکھا ہے استاذ ابو منصور البغدادی فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب میں محقق متکلمین کا ارشاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہیں ان کا بیان ختم ہوا اور اس کی تائید یہ بات بھی کرتی ہے کہ شہداء زندہ ہیں اور قبروں میں ان کو رزق دیا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شہید ہیں۔

پہلے صحیح روایت کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید تھے اور حافظ ابن حجرؒ سے نظر اور دلالۃ النص کی دلیل سے بھی یہ ثابت ہو چکا ہے، اور قرآن کریم کی نص سے شہداء کی زندگی ثابت ہے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات بھی ثابت ہے کہ آپ قبر مبارک میں زندہ ہیں۔

۲۵......عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ فرماتے ہیں کہ:

والذی نعتقد ان رتبة نبینا صلی الله علیه وسلم اعلٰی مراتب المخلوقین علی الاطلاق وانه حی فی قبرہٖ حیٰوۃ مستقرۃ ابلغ من حیات

الشهداء المنصوص عليها في التنزيل اذ هو افضل منهم بلا ريب وانه يسمع من يسلم عليه (بحواله اتحاف النبلاء ص ۴۱۵ طبع کانپور)

جس چیز کا ہم اعتقاد کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ مطلقاً ساری مخلوق سے بڑھ کر ہے اور آپ اپنی قبر مبارک میں حیات دائمی سے متصف ہیں جو شہداء کی حیات سے اعلیٰ وارفع ہے جس کا ثبوت قرآن کریم سے ہے کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ شہداء سے افضل ہیں اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر (عندالقبر) سلام کہتا ہے، آپ اس کو سنتے ہیں۔

اس سے بھی آفتاب نیمروز کی طرح یہ بات ثابت ہوگئی کہ اپنے وقت میں علماء نجد کے وکیل اعظم اپنی جماعت کا یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں دوامی طور پر زندہ ہیں اور آپ کی یہ حیات شہداء کی منصوص حیات سے اعلیٰ و ارفع ہے نواب صدیق حسن خان صاحب کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے کہ وہ جملہ اموات کے لیے ادراک وشعور اور سماع وغیرہ ثابت کرتے ہیں اور فرماتے ہین کہ یہ اوصاف سب کے لیے ثابت ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور صلحاء کی اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے۔

۲۶...... غیر مقلدین حضرات کے شیخ الکل مولانا سید میاں نذیر حسین صاحب دہلوی (المتوفی ۱۳۲۰ھ) لکھتے ہیں کہ:

اور حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی عندالقبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہے۔ (فتاوئ نذیریہ جلد۲ ص ۵۵ ضمیمہ) اہل علم جانتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب کی وجہ سے ہندوستان میں غیر مقلدین حضرات کو اپنے مقام پر کتنی تقویت اور تائید حاصل ہوئی بلکہ انہی کی بدولت ان میں اہل علم، صاحب قلم مدرس اور مصنف قسم کے علماء پیدا ہوئے ہیں اور جن کی کتاب معیار الحق غیر مقلدین حضرات کے ہاں بڑی مقبول اور مستند سمجھی جاتی ہے۔ حضرت میاں صاحب نے اس عبارت میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی اپنی اپنی قبر میں حیات کے علاوہ یہ بات بھی واضح کردی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عندالقبر سلام

ِنے والوں کا سلام بنفس نفیس سنتے ہیں اور دور سے درود شریف آپ کو پہنچایا جاتا ہے۔

۲۷......مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی لکھتے ہیں کہ:

ان الانبیاء فی قبورهم احیاء (عون المعبود جلد۱ ص ۴۰۶)

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۲۸......غیر مقلد عالم مولانا فضل الرحمٰن صاحب ہری پوری لکھتے ہیں کہ:

کل پیغمبروں کے جسم صحیح وسالم ہیں اور قبر شریف میں زندہ ہیں اور جو کوئی قبر کے پاس درود بھیجے یا سلام کرے تو آپ خود سن لیتے ہیں اگر دور سے درود بھیجے تو فرشتے آپ تک پہنچاتے ہیں اہل حدیث کا یہی اعتقاد ہے۔ (رسالہ درود شریف ص ۱۶)

۲۹......محدث مولوی رحیم بخش صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ:

محققین کی جماعت کا یہی مذہب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مرقد میں زندہ ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ امت کی اطاعت کی خبر پا کر خوش ہوتے ہیں۔ (اسلام کی چودھویں کتاب ص ۴۵)

۳۰......مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف لکھتے ہیں کہ:

انهم احیاء فی قبورهم یصلون وقد قال النبی صلی الله علیه وسلم من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علیَّ نائیا بلغته

(التعلیقات السلفیه علی سنن النسائی ج۱ ص ۲۳۷)

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے تو میں خود اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا ہے تو وہ مجھے (بذریعہ ملائکہ) پہنچایا جاتا ہے۔

۳۱ .....علماء نجد جو لوگوں میں وہابی کے نام سے مشہور ہیں اپنا عقیدہ یوں بیان کرتے ہیں کہ:

امام الکلام علیٰ حیوٰۃ النبی صلی الله علیه وسلم فاعتقادنا فی ذٰلك

اعتقاد سلف الامة ائمتنا وهم الاسوة وهى انه صلى الله عليه وسلم قبض ودفن و زالت عند الحيوٰة الدنيا الٰى قوله واما حيوٰة البرزخ فهو حى الحيٰوة البرزخية وكذا الشهداء فلو كان حيا حيوٰة دنيوية لرفعو اليه الامر فيما جرى بينهم اھ (الدرر السنية فى الاجوبة النجدية جلد۱ ص۲٦۰ طبع مصر)

بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کے بارے میں ہمارا وہی اعتقاد ہے جو سلف امت اور ہمارے ائمہ کا اعتقاد ہے اور وہی اس میں ہمارے مقتدا ہیں وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی ہے اور آپ کو دفن کیا گیا اور آپ کی دنیوی زندگی ختم ہو گئی ہے (پھر آگے کہا) اور بہر حال برزخی زندگی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ثابت ہے، اور آپ حیات برزخیہ کے ساتھ زندہ ہیں اور ایسے ہی شہدا بھی زندہ ہیں، اگر آپ کی زندگی دنیا کی زندگی ہوتی تو اختلافی امور میں سلف آپ کی طرف مراجعہ کرتے۔

یعنی دنیوی تکلیفی اور حسی زندگی آپ کی ختم ہو چکی ہے لیکن برزخی زندگی آپ کی ثابت ہے نیز علماء نجد نے کہا ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ رتبہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام مخلوق کے مراتب سے اعلیٰ ہے وہ اپنی قبر میں حیاتِ برزخیہ سے زندہ ہیں جو کہ حیاتِ شہدا سے افضل واکمل ہے اور سلام کہنے والے کا آپ سلام سنتے ہیں۔

(الهدية السنية و التحفة الوهابية النجدية ص ٤٧ طبع مصر)

محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نجدی اور ان کے پیروکار مسلکاً حنبلی ہیں جو مقلدین ہی کا ایک فرقہ ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کو اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہوئے ان کی کتابوں کی خوب نشر واشاعت کرتے ہیں محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ باوجود مقلد اور حنبلی ہونے کے سطحی ذہن کے آدمی تھے اور توحید و سنت کے خوب داعی تھے ان سے وقتی مصلحت کے پیش نظر کچھ عوامی غلطیاں سرزد ہو چکی تھیں جن کی وجہ سے وہ عوام میں خاصے بدنام ہو گئے اور علامہ شامی اور حضرت مد جیسے بزرگ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے لیکن ان کے بارے میں صحیح نظر

ہی ہے جو علامہ آلوسی اور حضرت گنگوہی کا ہے وللتفصیل مقام آخر انگریز نے اپنی سیاسی بقاء کے لیے ان کو بہت بدنام کیا اور ہندوستان کے اہل بدعت نے ان کے بدنام کرنے میں خوب خوب حصہ لیا اور جنگ آزادی میں شریک مجاہدین اسلام کو وہابیت کے بے خطا ہتھیار سے ان ظالموں نے گھائل کیا۔

۳۲...... مولانا محمد اسماعیل صاحب سلفی لکھتے ہیں اہل سنت کے دونوں مکاتب فکر اصحاب الرائے واہل حدیث کا اس امر پر اتفاق ہے کہ شہداء اور انبیاء زندہ ہیں برزخ میں وہ عبادات تسبیح وتہلیل فرماتے ہیں الی قولہ انبیاء کی زندگی کے متعلق سنت میں شواہد ملتے ہیں۔ صحیح احادیث میں انبیاء علیہم السلام کے متعلق عبادات وغیرہ کا ذکر آتا ہے۔ (حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۴۷)

۳۳...... علامہ ابن عابدین الشامی کے تلمیذ اور علماء نجد کے مسلک کے روح رواں الشیخ محمد بن السید درویش رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۷۶ھ) لکھتے ہیں:

فائدہ: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخی ہے (حسی ہونے میں) حیات دنیوی کے مشابہ نہیں ہے اور نہ وہ نیند کے مشابہ ہے اور نہ وہ باقی مخلوق کی حیات کی طرح ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے اجسام مبارکہ کو بوسیدہ ہونے اور فنا ہونے سے محفوظ رکھتا ہے اور ان پر ان کے ارواح کی روشنی بعض اوقات محفوظ طریقہ سے لوٹاتا ہے۔ کسی مقصد کے لیے اور بہت سی احادیث وارد ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں مثلاً ایک یہ ہے کہ امت کی طرف سے صلوٰۃ و سلام آپ پر پیش کیا جاتا ہے اور مثلاً بعض احادیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک لوٹاتا ہے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کہنے والے کے سلام کا جواب دیں اور مثلاً بعض میں آتا ہے جس نے دور سے سلام کہا اس کو فرشتے پہنچاتے ہیں اور جس نے قریب سے سلام کہا تو اس کو آپ خود سنتے ہیں اور مثلاً بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے صلوٰۃ وسلام عرض کیا جائے گا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (مرنے کے بعد) بوسیدہ ہو جائیں گے (معاذ اللہ) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھائے تو یہ سب احادیث آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کی اور دیگر تمام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات پر دلالت کرتی ہیں لیکن اسی طرح جس طرح بیان ہوا نہ جیسا کہ ہماری (حسی اور تکلیفی) زندگی ہے کیوں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر اموات کی طرح تھے کہ روح مبارک جسم اطہر میں نہ تھی اور جسم سے خارج ہوگئی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہماری (محسوس اور تکلیفی) زندگی کی طرح ہوتی تو جب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خلافت کے مسئلہ پر اختلاف کیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے اس سلسلہ میں خطاب فرماتے الخ

(اسنی المطالب ص ۲۹۸ فی احادیث مختصر المراتب طبع مصر)

تسکین الصدور میں ہی بقدر ضرورت اس کی بحث موجود ہے کہ جو حضرات اس حیات کو جسمانی اور دنیوی کہتے ہیں ان کی مراد یہ ہے کہ روح مبارک کا اسی جسم اطہر سے تعلق ہوتا ہے جو دنیا میں تھا اور جو حضرات اس کو برزخی کہتے ہیں ان کی مراد یہ ہے کہ وہ حیات اہل دنیا کے لیے محسوس نہیں ہے اور اسی کو علماء عقائد نوع من الحیاۃ سے تعبیر کرتے ہیں لیکن اس پر دونوں فریق متفق ہیں کہ دور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پیش کیا جاتا ہے اور نزدیک سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اس میں حیات جسمانی یا حیات برزخی سے تعبیر کرنے والوں میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ رہا موصوف کا یہ کہنا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہماری زندگی کی طرح ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خلافت کے مسئلہ کا اختلاف رفع فرما دیتے اور ان سے خطاب فرماتے تو اس میں کلام ہے۔

نمبر ۱...... اولاً: اس لیے کہ مسئلہ خلافت میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ ہوا تھا وہ اختلاف سقیفہ بنو ساعدہ میں ہوا تھا۔

نمبر ۲...... ثانیاً: جمہور علماء کی تحقیق کے رو سے روح کا اعادہ قبر میں ہوتا ہے پہلے نہیں ہوتا اور بات بھی حیات فی القبر کی ہو رہی ہے۔

نمبر ۳...... ثالثاً: امت کے جملہ اختلافات و نزاعات کا فیصلہ آپ اپنی تکلیفی زندگی میں کرتے رہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو ان اختلافات کا رفع کرنا زندہ

اور مکلّف امت کے کندھے پر ڈال دیا گیا آپ پر ان کا رفع کرنا باقی نہ رہا۔

موصوف باوجود نجدی ذہن رکھنے کے یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ:

ثم ان کثیرًا من الصالحین یقول انه یری النبی صلی الله علیه وآله وسلم یقظةً ولا ینکر هذا منهم وانما هی رؤیة روحانیة لا جسمانیة ولذالك یراه البعض دون البعض فی المکان الواحد ولو کان بجسمه لراه کل احد لان رؤیة الجسم لا تتوقف علی صلاح وتقوی بل راه الکفار فی حیاته صلی الله تعالٰی علیه وسلم وشرار الخلق وخیارهم الخ (ص۲۹۹)

پھر بہت سے نیک لوگ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیداری میں دیکھا ہے اور ان سے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ یہ روحانی رؤیت ہے جسمانی نہیں اور یہی وجہ ہے کہ ایک ہی جگہ میں بعض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے ہیں اور بعض نہیں دیکھتے اگر یہ رؤیت جسمانی ہوتی تو ہر ایک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا کیوں کہ جسم کو دیکھنا صلاح اور تقویٰ پر موقوف نہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کافر بد اور نیک سبھی دیکھتے تھے۔

موصوف کا یہ کہنا کہ یہ رؤیت روحانی ہے جسمانی نہیں اس میں بھی کلام ہے کیوں کہ یہ رؤیت روحانی بھی نہیں ہوتی صرف مثالی ہوتی ہے (اور یہیں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاظر وناظر سمجھنے والے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرادیں مانگنے والے مغالطہ میں پڑے ہیں جس کا حقیقت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے جس بزرگ کی مثال ہوتی ہے اس کو علم تک نہیں ہوتا کہ ہماری مثال کہاں گئی؟ کیا کر آئی؟ اور کیا کہہ آئی؟ اس کی بقدر ضرورت بحوالہ بحث ہم نے بحمد اللہ تعالیٰ تفریح الخواطر میں کر دی ہے۔)

چنانچہ علامہ احمد بن محمد القسطلانی رحمہ اللہ (التوفی ۹۲۳ھ) لکھتے ہیں کہ:

فما راٰه من الشکل لیس هو روح المصطفٰی ولا شخصه بل هو مثال لهٗ علی التحقیق (المواهب اللدنیه مع الشرح للزرقانی جلد۵ ص۲۹۳)

دیکھنے والا جو شکل مبارک دیکھتا ہے تو وہ نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح

مبارک ہوتی ہے اور نہ جسم اطہر بلکہ تحقیق کے رو سے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال ہوتی ہے۔

اور خود موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی ایک واضح عبارت اس پر دلالت کرتی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

ومن ذلك ما وقع لسيدنا الرفاعي رضي الله عنه حين زار النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وانشد عند الحجرة الشريفة البيتين المشهورين وهما

في حالة البعد روحي كنت ارسلها
تقبل الارض عني وهي نائبتي
وهٰذه دولة الاشباح قد حضرت
فامدد يمينك كي تحظى بها شفتي

فمثلت له اليد الشريفته و قبلها والخبر المذكور مشهور من قبل الامام المذكور اهـ (اسنیٰ المطالب ص۲۹۹، ۳۰۰)

اور اسی سلسلہ کی ایک کڑی وہ ہے جو ہمارے سردار سید (احمد) الرفائی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے واقع ہوئی جب کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور حجرہ شریف کے پاس یہ دو مشہور شعر پڑھے۔

دوری کی حالت میں مَیں اپنی روح کو بھیجا کرتا تھا زمین مجھ سے قبول کرتی اور وہ میری نائب تھی اور یہ (امثال و) اشباح کی دولت ہے جو بلاشبہ حاضر ہے پس اپنا دایا ہاتھ بڑھائیں تا کہ میرے ہونٹ لطف اندوز ہوں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ مبارک مثالی طور پر ان کے سامنے ظاہر ہوا اور انہوں نے اس کو بوسہ دیا اور یہ خبر امام سید احمد رفائی کی طرف سے مشہور ہے۔

پہلے تو معجزہ اور کرامت خرقِ عادت فعل کا نام ہے اور پھر ہو بھی مثالی طور پر تو اس کے ماننے میں ہرگز کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے ہاں اگر کوئی شخص مشہور امور کو بھی تسلیم نہ کرے اور صرف اپنی عقل پر اعتماد کرتا رہے تو اس کا معاملہ ہی الگ ہے۔

۳۴..... مشہور غیر مقلد عالم محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی (التوفی ۱۱۸۲ھ) اپنے مناسک الحج میں لکھتے ہیں:

وسلم عليه والوزيرين عندهٗ

وزره كما زرنا لنحصد عقباهٗ

وبلّغه عنا لا عدمت سلامنا

فانت رسول للرسول بعثناه

من كان مِنّا مبلغًا لسلامنا

فانا بمبلاغ السلام سبقناه

(مناسك الحج والعمرة ص ۸۷ طبع مصر)

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے دو وزیروں (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کو سلام کہہ...... اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کر جیسا کہ ہم نے کی تا کہ ہم عقبیٰ کی کھیتی کو کاٹ سکیں۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارا سلام پہنچا دے تجھے اللہ تعالیٰ سلامت رکھے......

سو تو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہمارا قاصد ہے جس کو ہم نے بھیجا ہے۔

اور جو شخص ہمارا اسلام پہنچائے گا...... پس بے شک ہم سلام پہنچانے میں اس پر سبقت لے گئے ہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ، مورخ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ اور امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

واللفظ للاول

وعن سليمان بن سحيم رأيت النبى صلى الله عليه تعالىٰ عليه وسلم فى النوم فقلت يا رسول الله هٰؤلاء الذين يأتوك فيسلمون عليك اتفقه سلامهم قال نعم وارد (الشفا ج۲ ص٦٤، وشفا السقام ص۳۸ و كتاب الروح ص۱۳ ووفاء الوفاء ج۲ ص٤٠٥ والقول البديع ص۱۲۰)

سلیمان بن سحیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا۔ یا رسول اللہ یہ لوگ جو آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے ہیں اور آپ کو سلام کہتے ہیں کیا آپ ان کے سلام کو سمجھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں اور میں ان کو جواب بھی دیتا ہوں۔

مؤلف شفاء الصدور ص ۸۶ میں اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ خواب ہے اور خواب شرعاً حجت نہیں پھر اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن ابی الرجال ہے تقریب ص ۲۲۸ میں ہے۔ صدوق ربما اخطأ ولینۂ ابو حاتم (محصلہ) الجواب بلاشبہ نرے خواب پر دین کے بارے اعتماد نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ خواب ان صحیح احادیث کے عین مطابق ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں اور عبدالرحمٰن بن ابی الرجال کو امام احمد، ابن معین، مفضل غلابی اور دارقطنی رحمہم اللہ ثقہ کہتے ہیں اور ابوداؤد ان کو لیس بہ بأس کہتے ہیں اور ابوزرعہ ان کو اشبہ (یعنی ثقہ راویوں کے مشابہ) کہتے ہیں اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کی طرح ہیں اور ابن حبان ان کو کتاب الثقات میں لکھتے ہیں اور کہتے ہیں ربما اخطأ (تہذیب التہذیب ج۹ ص۱۶۹) جمہور کی توثیق کے بعد صرف ربما اخطأ کے جملہ سے ان کو ضعیف قرار دینا کوئی معنی نہیں رکھتا ویسے کون راوی ایسا ہے جس سے کبھی بھی خطا اور وہم نہ ہوا ہو الا من شاء اللہ تعالٰی والعصمۃ بیدہ

اس سے معلوم ہوا کہ علماء نجد کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک کا جسدِ اطہر سے ایسا تعلق اور اتصال ہے جس کے سبب عند القبر سلام کہنے والے کا سلام آپ خود سن لیتے ہیں، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء نجد بھی آپ کی حیات برزخی کے قائل ہیں اور دور دراز سے قاصد کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما تک سلام پہنچانے کے بھی قائل ہیں۔

۳۵...... مولانا عبدالغفور صاحب غزنوی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کہ تو معلوم ہوا کہ کل پیغمبروں کے جسم زمین کے اندر صحیح وسالم ہیں اور روح تو سب کی سلامت رہتی ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع جسم صحیح وسالم ہیں اور قبر شریف میں زندہ ہیں اور جو کوئی قبر کے پاس درود یا سلام بھیجے تو آپ خود سن لیتے ہیں اگر دور سے

درود بھیجے تو فرشتے آپ تک پہنچا دیتے ہیں، اہلحدیث کا یہی اعتقاد ہے اگر چہ یہ زندگی دنیا کی سی نہیں جس میں کھانے پینے کا احتیاج ہو اور شوکانی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کو نیل الاوطار میں بہت عمدہ لکھا ہے۔اھ (ترجمہ مشکوٰۃ جلد اص ۴۰۱ باب الجمعہ)

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ علماء کرام جہاں دنیا کی زندگی کی نفی کرتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ دنیوی کھانے اور پینے کی حاجت نہیں ہوتی نہ یہ کہ روح کا جسم سے تعلق اور اتصال اور اس کی وجہ سے ادراک وشعور اور قوت سماع نہیں ہوتی کیوں کہ یہ امور تو بہر حال ثابت ہیں اور ان کا انکار نرا مکابرہ اور سینہ زوری ہے۔

الغرض ذمہ دار غیر مقلدین حضرات بھی جملہ مقلدین حضرات کے ساتھ اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبور اور برزخ میں زندہ ہیں اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور امام بیہقی وغیرہ نے اس مسئلہ پر صرف باب ہی قائم نہیں کیا بلکہ مستقل رسالہ اور کتاب لکھ کر اس کو اجاگر کیا ہے اور اسی طرح دیگر کتب حدیث، شروح حدیث اور کتب فقہ وسیر وغیرہ میں اس مسئلہ پر خاصا مواد اور دلائل موجود ہیں جن سے انصاف ودیانت کی دنیا میں علمی طور پر اغماض اور اعراض نہیں کیا جا سکتا۔

(بحوالہ تسکین الصدور ص ۲۶۲ تا ۲۷۱)

مسئلہ سماع موتٰی کے بارے میں آیاتِ مبارکہ

یہ آیات اس لیے درج کی جا رہی ہیں کہ بعض لوگ سماع موتی کے مسئلے میں بعض آیات سے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔

آیت نمبر۱:

صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ○

بہرے گونگے اندھے ہیں سو وہ نہیں لوٹیں گے۔ (پارہ نمبر۱ سورۃ البقرہ، آیت نمبر۱۸)

آیت نمبر۲:

وَجَعَلْنَا لَھُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْئِدَۃً فَمَا اَغْنٰی عَنْھُمْ سَمْعُھُمْ وَلَا اَبْصَارُھُمْ وَلَا اَفْئِدَتُھُمْ مِّنْ شَیْءٍ اِذْ کَانُوْا یَجْحَدُوْنَ بِاٰیَاتِ اللّٰہِ وَحَاقَ بِھِمْ مَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ ○

اور ہم نے انہیں کان اور آنکھیں اور دل دیئے تھے پھر نہ تو ان کے کان ہی کام آئے اور نہ ان کی آنکھیں ہی کام آئیں اور نہ ان کے دل ہی کچھ کام آئے کیونکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار ہی کرتے رہے اور جس عذاب کا وہ ٹھٹھا اڑایا کرتے تھے ان پر آن پڑا۔

(پارہ نمبر۲۶، سورۃ الاحقاف آیت نمبر۲۶)

آیت نمبر۳:

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَھَنَّمَ کَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَھُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَھُوْنَ بِھَا وَلَھُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِھَا وَلَھُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِھَا اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْغَافِلُوْنَ ○

اور ہم نے دوزخ کے لیے بہت سے جن اور آدمی پیدا کیے ہیں ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی گمراہی میں زیادہ ہیں یہی لوگ غافل ہیں۔

(پارہ نمبر۹ سورۃ الاعراف آیت نمبر۱۷۹)

آیت نمبر۴:

اَوَلَمْ یَهْدِ لِلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ○

کیا ان لوگوں پر جو زمین کے وارث ہوئے ہیں وہاں کے لوگوں کے ہلاک ہونے کے بعد یہ ظاہر نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہیں تو انہیں ان کے گناہوں کے سبب سے پکڑ لیں اور ہم نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے پس وہ نہیں سنتے۔ (پارہ نمبر۹ سورۃ الاعراف آیت نمبر۱۰۰)

آیت نمبر۵:

كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ○ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ○

کہ جس کی آیتیں عربی زبان میں علم والوں کے لیے واضح ہیں خوشخبری دینے والی ڈرانے والی ہے پھر ان میں سے اکثر نے تو منہ ہی پھیر لیا پھر وہ سنتے بھی نہیں۔

(پارہ نمبر۲۴، سورۃ حم السجدہ، آیت نمبر۳،۴)

آیت نمبر۶:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ○

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور وہ سنتے نہیں۔

(پارہ نمبر۹، سورۃ الانفال آیت نمبر۲۱)

آیت نمبر۷:

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِیْۤ اُذُنَیْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ○

اور جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو تکبر کرتا ہوا منہ موڑ لیتا ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں گویا اس کے دونوں کان بہرے ہیں سو اسے دردناک عذاب کی خوشخبری دے۔

(پارہ نمبر۲۱، سورۃ لقمان، آیت نمبر۷)

آیت نمبر ۸:

يَسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ○

جو آیات الٰہی سنتا ہے جو اس پر پڑھی جاتی ہیں پھر ناحق تکبر کی وجہ سے اصرار کرتا ہے گویا کہ اس نے سنا ہی نہیں پس اسے دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو۔

(پارہ نمبر ۲۵، سورۃ الجاثیہ آیت نمبر ۸)

آیت نمبر ۹:

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا○

یا تو خیال کرتا ہے کہ اکثر ان میں سے سنتے یا سمجھتے ہیں یہ تو محض چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ (پارہ نمبر ۱۹، سورۃ الفرقان آیت نمبر ۴۴)

آیت نمبر ۱۰:

وَمَا اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ○

اور نہ تو اندھوں کو ان کی گمراہی دور کر کے ہدایت کر سکتا ہے تو ان ہی کو سنا سکتا ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائیں سو وہی مان بھی لیتے ہیں۔

(پارہ نمبر ۲۰، سورۃ النمل، آیت نمبر ۸۱، پارہ نمبر ۲۱، سورۃ الروم، آیت نمبر ۵۳)

آیت نمبر ۱۱:

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ

اور کہیں گے کہ اگر ہم نے سنا یا سمجھا ہوتا تو ہم دوزخیوں میں نہ ہوتے۔

(پارہ نمبر ۲۹، سورۃ الملک، آیت نمبر ۱۰)

وجہ تالیف انتصار الحق

مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی ﷫ نے جب حنفی مسلک چھوڑا اور کھل کر اپنے اصلی روپ میں آئے تو نواب قطب الدین محدث دہلوی حنفی ﷫ نے مسئلہ تقلید اور دوسرے مسائل پر ایک کتاب تنویر الحق لکھی۔

نواب محمد قطب الدین ﷫ لکھتے ہیں:

لا مذہبوں نے نہ مانا اور لا مذہبی میں زیادہ مصر ہوئے اور نشست و برخاست سید صاحب (کے) پاس زیادہ رکھنے لگے اور سید صاحب کو ایسا ورغلایا اور اپنے ساتھ سانٹھا کہ سید بھی ان کی ممنونی و مشکوری میں لٹو بن کران کی حمایت کرنے لگے اور کہنے لگے کہ میں تو بیس بائیس برس سے ایسا ہی تھا، پر کسی کو معلوم نہ تھا اور میں کیا کروں مجھ کو تو یونہی سوجھتی ہے۔ تب فقیر نے مسنون استخارہ کے بعد دو رسالے ایک تنویر الحق اور دوسرا توفیر الحق لکھا۔

(مقدمہ تحفۃ العرب والعجم ص ۶، ۷)

تنویر الحق:

اس وقت تنویر الحق کا جو نسخہ ہمارے سامنے ہے اس کے ۲۶×۲۰/۸ سائز کے ۱۱۲ صفحات ہیں اس کے صفحہ اول پر یہ تاریخ درج ہے۔ بتاریخ ہفتم ماہ ربیع الثانی ۱۲۸۳ ہجری، یوم یک شنبہ اور آخری صفحہ پر بھی یہ ہی سن درج ہے۔ تنویر الحق کے دو باب ہیں پہلے باب میں مسئلہ تقلید بیان کیا ہے اور دوسرے باب میں چودہ مسئلے بیان کیے ہیں۔ پہلا مسئلہ بحث قلتین، دوسرا مسئلہ نماز فجر روشنی میں ادا کرنا، تیسرا مسئلہ نماز ظہر کا وقت، چوتھا مسئلہ آخری وقت ظہر، پانچواں مسئلہ جمع بین الصلاتین، چھٹا مسئلہ رفع یدین، ساتواں مسئلہ بسم اللہ ہر سورہ کا جز ہے یا نہیں۔ آٹھواں مسئلہ بسم اللہ مخفی پڑھنا، نواں مسئلہ قرأۃ خلف الامام، دسواں مسئلہ جہری نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا، گیارہواں مسئلہ سری نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا، بارہواں مسئلہ آمین آہستہ کہنا، تیرہواں مسئلہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا، چودھواں مسئلہ تین رکعات وتر۔ یہ نسخہ مطبع محمدی کا مطبوعہ ہے۔

ضروری وضاحت:

غیر مقلدین کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ تنویر الحق شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الحق الصریح اور تنویر العینین کے رد میں لکھی گئی تھی۔

جواب:

یہ بات بالکل غلط ہے۔ جن حضرات نے شاہ اسماعیل شہید کی یہ دونوں کتابیں پڑھیں ہیں اور پھر تنویر الحق بھی پڑھی ہو وہ تو یہ بات بالکل نہیں کہہ سکتا یہ صرف ایک دھوکہ ہے جو عوام کو دیا جاتا ہے تا کہ عوام یہ خیال کریں کہ نواب قطب الدین شاہ صاحب کے مخالف تھے۔ تنویر الحق میں کہیں بھی شاہ صاحب کا رد موجود نہیں بلکہ شاہ صاحب کا ذکر بڑے ادب و احترام سے کیا ہے اور اپنی تائید میں ان کی کتابوں کے اقتباسات نقل کیے ہیں۔ نواب صاحب تنویر الحق کے صفحہ ۱۱۱ پر لکھتے ہیں: چنانچہ مولوی محمد اسماعیل صاحب۔

دوسری بات یہ کہی جاتی ہے کہ یہ کتاب اصل میں مولوی محمد شاہ پنجابی کی ہے اور نواب قطب الدین کے نام سے شائع کر دی ہے۔

جواب:

خود نواب قطب الدین صاحب مصنف تنویر الحق کے حوالہ سے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ میں نے دو رسالے لکھے۔ جب آدمی خود اقرار کرے کہ یہ تحریر میں نے لکھی ہے۔ پھر بھی یہ کہنا کہ ان کے نہیں خالص جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔

معیار الحق:

تنویر الحق کی اشاعت کے تقریباً کچھ عرصہ بعد مولانا مولوی نذیر حسین صاحب نے معیار الحق تصنیف کی۔ معیار الحق کیا ہے اس کا اندازہ تو انتصار الحق کے مطالعہ سے ہی ہو گا مگر ہم یہاں پر معیار الحق کے بارے میں چند باتیں ذکر کرتے ہیں جن سے مولانا نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علم کی قلعی کھلتی ہے۔

(۱)......میاں نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے تنویر الحق کا جواب لکھنا شروع کیا لیکن اپنے میں اتنی استعداد کہاں تھی۔ اس لیے محمد حسین نومسلم کو ساتھ ملایا۔ دیکھیے مدار الحق ص ۵۸ اور محمد

حسین بٹالوی تو اس کو اپنی کتاب ہی کہتا تھا۔ دیکھیے اشاعۃ السنہ ص ۳۳۶، ۳۳۷ ج ۲۲)

(۲)...... میاں صاحب کی علمی استعداد کا یہ حال ہے کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف القول السدید کو منسوب کر دیا۔ ص ۵۳

(۳)...... ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت قرار دے دیا۔

(۴، ۵، ۶، ۷)...... امام ابن خلکان، ابن حجر عسقلانی، امام نووی، علامہ ابن طاہر رحمہم اللہ کی عبارات میں ایسی قطع و برید کی کہ گویا یہ حضرات امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو تابعی نہیں مانتے حالانکہ یہ سب امام صاحب کی تابعیت کے قائل ہیں۔

(۸)...... میاں صاحب لکھتے ہیں کہ قتادہ نے سائل سے کہا کہ محمد بن اسماعیل (بخاری) کو امام احمد سمجھ لے۔ معیار الحق ص ۲۶ جب کہ امام بخاری حضرت قتادہ کی وفات کے ۷۶ سال بعد پیدا ہوئے اور امام احمد قتادہ کی وفات سے ۴۲ سال بعد پیدا ہوئے۔

(۹، ۱۰، ۱۱)...... اسماء الرجال کے بارہ میں استعداد کا یہ حال تھا کہ ایک حدیث جس کا راوی سلیمان بن مہران الاعمش صحاح ستہ کا اجماعی شیخ تھا اس کو ضعیف ثابت کرنے کے لیے اس راوی کو سلیمان بن ارقم قرار دے دیا۔ (ص ۲۲۵) اور خالد بن حارث کو خالد بن مخلد قرار دے دیا اور ایک حدیث کا انکار کرنے کے لیے اسامہ بن زید اللیثی کو اسامہ بن زید العدوی قرار دے دیا۔ (ص ۲۳۴) اور ص ۲۱۹ پر حدیث کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ سار میلین او ثلاثہ اور ترجمہ کیا ہے دو تین کوس مسافت چلیں۔ حالانکہ ایک کوس تین میل کا ہوتا ہے۔ افسوس اس کم استعداد پر بھی ان کو شیخ الکل کہا جاتا ہے۔

معیار الحق شائع ہونے کے بعد اس کے تین جواب سامنے آئے۔

(۱)...... انتصار الحق مصنف مولانا ارشاد حسین رامپوری

(۲)...... مدار الحق مصنف مولانا محمد شاہ پنجابی

یہ دونوں کتابیں لاہور سے شائع ہو چکی ہیں۔

(۳)...... تنقید السدید فی بیان التقلید مصنف مولانا سدید الدین دہلوی بن مولانا رشید الدین دہلوی۔ یہ کتاب مدرسہ نصرۃ العلوم کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ احقر نے

مکمل پڑھی ہے۔

غیر مقلدین کی طرف سے ہماری معلومات کے مطابق تنقید السدید اور مدار الحق کا تو کوئی جواب منظر عام پر نہیں آیا۔ البتہ انتصار الحق کے چھوٹے چھوٹے تین جواب شائع ہوئے تھے ہم ہر شخص کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ انتصار الحق کا مطالعہ بھی کریں اور اس کے تینوں جواب بھی پڑھیں۔ ان شاء اللہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔ مگر انصاف شرط ہے۔

(از سید مشتاق علی)



سیفِ محمدی
پر
ایک نظر

اس رسالہ میں مشہور غیر مقلد عالم دین حضرت مولانا محمد بن ابراہیم میمن جوناگڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے ان پچاس اعتراضات کے جوابات دیے گئے ہیں جو انہوں نے فقہ حنفی کی کتاب درِ مختار پر کیے تھے۔

جمع وترتیب

پیر جی سید مشتاق علی شاہ

ناشر

پیر جی سید عبدالمتین محلہ گوبندگڑھ، گلی نمبر ۸ مکان نمبر ۳۶/۱ سی کالج روڈ

گوجرانوالہ، پنجاب، پاکستان

فون نمبر: 0333-8182910

نام کتاب	....	سیف محمدی پر ایک نظر
جمع وترتیب		پیر جی سید مشتاق علی شاہ
کمپوزنگ		ماہیر گرافکس 0333-8276791
ٹائٹل		حافظ مجاہد
صفحات		48
تاریخ طبع اول		مئی 2018ء



ملنے کے پتے

1......پیر جی عبدالمتین محلہ گوبند گڑھ گلی نمبر ۸ مکان نمبر C/36 گوجرانوالہ

2......مکتبہ الفرقان اردو بازار گوجرانوالہ

3......مکتبہ امام اہل سنت مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ عقب شیرانوالہ باغ

4......مکتبہ اہل سنت والجماعت مرکز اہل سنت چک 87 جنوبی سرگودھا

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعتراض نمبرا:

ولا عند وطی بھیمۃ ''یعنی جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے سے نہ تو غسل آتا ہے، نہ وضوٹوٹتا ہے جب تک انزال نہ ہو۔'' (درمختار مطبوعہ دارالکتب مصر جلداول ص۱۲۲)
(سیفِ محمدی ص ۱۷ مطبوعہ مکتبہ محمدیہ اردو بازار لاہور)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ معترض نے اس مسئلہ کو اگر کسی آیت یا حدیث کے خلاف سمجھا ہے تو وہ آیت یا حدیث لکھے۔ جب حضور ﷺ نے چوپایہ کے ساتھ شہوت رانی کرنے والے بلا انزال غسل کا حکم نہیں دیا تو فقہاء پر طنز کرنے سے شرم کرنا چاہیے۔ فقہاء نے کیا برا کیا کہ بوجہ فقدان دلیل وجوب غسل کا حکم نہیں دیا۔

امام بخاری ؒ کے نزدیک تو عورت کے ساتھ جماع کرنے والے پر بھی بلا انزال غسل لازم نہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی صحیح میں اندریں صورت غسل کو ''احوط'' فرمایا ہے تو وطی بہیمہ سے بلا انزال کس دلیل سے غسل لازم سمجھا جاتا ہے؟

مسلم شریف میں حدیث ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ پانی' پانی سے ہے۔ یعنی غسل منی کے نکلنے سے لازم ہوتا ہے۔ اس حدیث کو نسخ نہ کہا جائے کیوں کہ اس کے نسخ پر اجماع نہیں۔ امام بخاری اس کو نسخ نہیں مانتے۔ اس حدیث کے ہوتے ہوئے غیر مقلدین کس منہ سے اس مسئلہ پر اعتراض کرتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انزال منی موجب غسل ہے۔ جیسا کہ حدیث مسلمؒ سے ظاہر ہے لیکن خروجِ منی کبھی تو حقیقتاً ہوتا ہے اور کبھی حکماً۔ حقیقتاً تو ظاہر ہے حکماً اس وقت پایا جاتا ہے جب کہ سبب کامل ہو اور سبب کامل غیوبت حشفہ ہے ایسے محل میں جو عادۃً مشتہی ہو جب کہ خروج بہائم ایسا نہیں۔ اس صورت میں سببیت ناقص ہوئی۔ خروجِ منی نہ حقیقتاً پایا گیا اور نہ حکماً۔ تو غسل لازم ہونے کی کوئی وجہ نہ ہوئی۔ کیوں کہ مرغوب بالطبع کے جماع سے یا انزال سے لذت کاملہ ہوتی ہے۔ جب محل ہی مرغوب طبع نہ ہوا تو بدونِ انزال کمال لذت

نہیں۔اس لیے غسل بھی لازم نہیں۔

ناظرین انصاف کریں کہ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں حضرات فقہاء نے ان مسائل کو واضح کر دیا اگر کسی سے ایسا فعل صادر ہو تو غسل کا مسئلہ کیا ہوگا؟ چاہیے تو یہ تھا کہ ہم فقہاء کے شکر گزار ہوتے کہ انہوں نے متوقع حالات کو سمجھ کر مسائل واضح کر دیے۔ہم ان پر الٹا طعن کریں تو کیا یہ ناشکری نہیں؟

ایک شبہ:

کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ فقہاء کے نزدیک چوپایہ سے بدفعلی کرنا جائز ہے اور اس کی سزا کوئی نہیں۔معاذ اللہ، فقہاء رحمہم اللہ نے اس کی سزا کتاب الحدود میں بیان فرمائی ہے۔من شاء فلینظر

اعتراض نمبر۲:

درمختار مطبوعہ دار الکتب مصر جلد اول میں ہے او میتہ یعنی اسی طرح مردہ عورت کے ساتھ بدفعلی کرنے سے بھی نہ وضو ٹوٹتا ہے نہ غسل لازم ہوتا ہے، جب تک انزال نہ ہو۔

(سیف محمدی ص۲۱)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ کے برخلاف اگر کسی کے پاس کوئی آیت یا حدیث ہو تو پیش کرے۔

یہاں بھی خروجِ منی نہ حقیقتاً پایا گیا نہ حکماً کہ محل مشتہی نہیں۔اس لیے بدون انزال غسل واجب نہیں۔

اعتراض نمبر۳:

درمختار مصری جلد اول ص۱۲۲ میں ہے او صغیرۃ غیر مشتھاۃ ''یعنی اسی طرح نابالغ غیر خواہش مند لڑکی کے ساتھ زنا کرنے سے وضو جائے نہ غسل آئے جب تک انزال نہ ہو۔

(سیف محمدی ص۲۲)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ ایڈیٹر محمدی کا یہ بہتان ہے جو اس نے یہاں لفظ زنا زیادہ کر دیا۔

درِمختار کے الفاظ یہ ہیں:او صغیرة غیر مشتهاة کیا صغیرہ غیر مشتہات اجنبی عورت ہی ہوسکتی ہے؟ اپنی بیوی نہیں ہوسکتی؟ کس قدر بے باکی ہے کہ عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کے لیے اپنی طرف سے لفظ زنا داخل کر دیا۔

اس مسئلہ میں حضرات فقہاء ﷭ نے تصریح فرمائی ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اگر ایلاج ممکن ہو تو غسل واجب ہے۔

چنانچہ شامی جلد اول ص ۱۲۲ میں علامہ شامی فرماتے ہیں:

والصحیح انه اذا امکن الایلاج فی محل الجماع من الصغیرة ولم یفضها فهی ممن تجامع فیجب الغسل.

بحر الرائق جلد ا ص ۶۰ میں ہے:

وقد حکی عن السراج الوهاج خلافا لو وطی الصغیرة التی لا تشتهی فمنهم من قال یجب مطلقًا ومن عم من قال لا یجب مطلقًا والصحیح انه اذا امکن الایلاج فی محل الجماع من الصغیرة ولم یفضها فهی ممن تجامع فیجب الغسل.

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے:

ویلزم بوطی صغیرة لا تشتهی ولم یفضها لانها صارت ممن تجامع فی الصحیح.

علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۵۷ میں لکھتے ہیں:

هذا هو الصحیح

یعنی صغیرة غیر مشتہاۃ کے ساتھ وطی کرنے سے جب کہ درمیان کا پردہ پھٹ کر دونوں راہیں ایک نہ ہوں اور محل جمع میں ایلاج ممکن ہو تو غسل واجب ہو جاتا ہے اور یہی صحیح ہے۔

پس معترض کی آنکھوں پر اگر تعصب کی عینک نہ ہوتی تو اسے فقہاء کی یہ تصریحات نظر آجاتیں۔ پھر ایسا نہ لکھتا۔

اعتراض نمبر۴:

درمختار مصری جلد اول ص ۱۲۳ میں ہے **رطوبتہ الفرج طاھرۃ عندہ** یعنی امام صاحب کے نزدیک عورت کی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے۔(سیفِ محمدی ص ۲۵)

جواب:

میں کہتا ہوں کاش آپ نے اس کے نجس ہونے پر کوئی آیت یا حدیث لکھی ہوتی۔اگر کوئی نہیں تو شوکانی کا یہ قول آپ کو یاد ہونا چاہیے۔**والاصل الطھارۃ** کہ اصل طہارت ہے یعنی جب تک کسی چیز کی نجاست پر کوئی دلیل نہ ہو وہ چیز پاک ہوتی ہے۔اس پر نجاست کا حکم لگانا درست نہیں۔

مولوی وحید الزمان نے نزل الابرار من فقہ النبی المختار لکھ کر وہابیوں پر احسان کیا ہے وہ اس کتاب کی پہلی جلد ص ۴۹ میں رطوبت فرج کو پاک لکھتا ہے۔اگر وحید الزمان پر کچھ اعتراض ہو تو سنیے!

علامہ نووی شرح صحیح مسلم ج ا ص ۱۴۰ میں لکھتے ہیں:

قد استدل جماعة من العلماء بهذا الحديث على طهارة رطوبة فرج المرأة وفيها خلاف مشهور عندنا و عند غيرنا والاظهر طهارتها.

فرمائیے! اب تو آپ کے گھر کا مسئلہ نکل آیا۔علامہ نووی رطوبت فرج کی طہارت کو اظہر فرماتے ہیں۔

اسی شرح مسلم ص ۱۵۵ میں نووی لکھتے ہیں:

هذا هو الاصح عند اكثر اصحابنا

ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری اخبار اہل حدیث ۱۶ رجولائی ۱۹۰۹ء میں لکھتے ہیں:

رطوبت مثل مذی ہے اور مذی سے بموجب حدیث شریف وضو ٹوٹ جاتا ہے۔البتہ اس کی ناپاکی کا ثبوت نہیں۔دھو ڈالے تو افضل ہے۔

فرمائیے! یہ گواہی تو آپ کے اپنے گھر سے ہے۔تو کیا اب بھی آپ اس مسئلہ کو حیا

سوز اور شرمناک لکھیں گے؟ فقہاء پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لیجیے!

اعتراض نمبر ۵:

درمختار مصری جلد اول ص ۱۲۳ میں ہے لو اتی عذراء ولم یزل عذرتها یعنی اگر کسی باکرہ عورت کے پاس جائے اور اس کا بکر زائل نہ ہو تو اس پر بھی غسل نہیں۔

(سیفِ محمدی ص ۲۷)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ درِمختار میں اس کی وجہ بھی مذکور ہے۔

فانها تمنع التقاء الختانین

کہ بکارت مرد اور عورت کے ختنہ گاہوں کے ملنے سے مانع ہے۔ فرج میں دخول حشفہ ممکن نہیں۔ تو بکارت کا باقی رہنا عدم ایلاج کی دلیل ہے۔ ایسی حالت میں جب کہ انزال نہ ہو۔ غسل واجب ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

من ادعٰی خلافه فعلیه البیان.

اعتراض نمبر ۶:

درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۰ میں ہے **ولو دبغ طهر** یعنی انسان کی کھال کو بھی اگر دباغت دی جائے تو پاک ہو جاتی ہے۔ (سیفِ محمدی ص ۲۸)

جواب:

افسوس کہ معترض کو اگلی عبارت نظر نہ آ سکی جو یہ ہے:

وان حرم استعماله

صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ انسان کا چمڑہ رنگنے سے گو پاک ہو جاتا ہے لیکن اس کا استعمال حرام ہے۔

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض تو انسان کے چمڑے کو قابلِ دباغت ہی نہیں سمجھتے اور بعض قابل دباغت تو سمجھتے ہیں لیکن دباغت دینا یا اس سے نفع اٹھانا بالاتفاق منع مانتے ہیں۔

شیخ عبدالحیٔ عمدۃ الرعایۃ میں فرماتے ہیں کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر دباغت دی جائے تو پاک ہو جاتا ہے لیکن انسان کا چڑہ اتارنا یا اس کو دباغت دینا حرام ہے۔ بحرالرائق میں ابن حزم کے حوالہ سے اس پر اجماع مسلمین لکھا ہے۔

رہی یہ بات کہ اگر دباغت دی جائے تو پاک ہو جاتا ہے یا نہیں؟ حضرات فقہاء فرماتے ہیں کہ پاک ہو جاتا ہے۔ بخاری شریف میں تو مسلمان زندہ اور مردہ کو پاک لکھا ہے۔ رہا کافر۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کافروں کی نجاست کو نجاست اعتقادی لکھا ہے۔ نواب صدیق حسن بھی الروضۃ الندیہ میں اسی طرح لکھتا ہے۔

وہابیوں کا سرغنہ وحید الزمان نزل الابرار میں لکھتا ہے:

واستثنٰی بعض اصحابنا جلد الخنزیر والأدمی والصحیح عدم الاستثناء

ہمارے بعض اصحاب (غیر مقلدوں) نے خنزیر اور آدمی کا چڑا (حدیث **ایما اھاب دبغ فقد طھر**) سے مستثنیٰ کیا ہے لیکن عدم استثناء صحیح ہے۔ پھر آگے لکھتا ہے:

وجلد الأدمی طاھر الا انه لا یجوز استعماله لکونه محترمًا

آدمی کی جلد پاک ہے لیکن اس کے محترم ہونے کے باعث اس کا استعمال جائز نہیں۔

اب ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ یہ مسئلہ بھی آپ کے گھر سے ہی نکل آیا۔ اب وحید الزمان کے بارے میں کیا خیال شریف ہے؟ ممکن ہے آپ یہ کہہ دیں کہ ہم وحید الزمان کے مقلد نہیں۔ آپ لوگوں کی یہ عادت بھی کیا خوب ہے۔ چلئے! آپ اس مسئلہ کے خلاف قرآن کی کوئی آیت یا حدیث ہی پیش کر دیں جس میں انسان کی کھال کو دباغت کے باوجود نجس لکھا ہو۔

اعتراض نمبر ۷:

وافاد لامه طھارۃ جلد کلب

یعنی کتے کی کھال بھی دباغت کے بعد پاک ہے۔ (درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۰)

(سیفِ محمدی ص ۴۰)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے:

ایما اھاب دبغ فقد طھر (رواہ الترمذی)

جس چمڑے کو دباغت دی جائے وہ پاک ہو جاتا ہے۔

صحیح مسلم میں ہے:

اذا دبغ الاھاب فقد طھر

جب چمڑے کو دباغت دی جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔

مردار کے چمڑے کے بارے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

ھلا اخذتم اھابھا قد بفتموہ

تو حدیث ایما اھاب ...... اپنے عموم میں کتے کی کھال کو بھی شامل ہے۔ وہابیوں کا بڑا عالم شمس الحق عظیم آبادی، عون المعبود شرح سنن ابی داؤد کی جلد چہارم ص ۱۱۳ میں لکھتا ہے:

والحدیث دلیل لمن قال ان الدباغ مطھر جلد میتة کل حیوان کما لیفیدہ لفظ عموم کلمة ایما و کذالك لفظ الاھاب لیشتمل بعمومه جلد الماکول اللحم و غیرہ

یہ حدیث اس شخص کے لیے دلیل ہے جو یہ کہتا ہے کہ دباغت ہر حیوان مردہ کے چمڑے کو پاک کرنے والی ہے جیسے ایما کا عموم اس کا فائدہ دیتا ہے اور اسی طرح لفظ اہاب اپنے عموم کے لحاظ سے حلال اور حرام کے چمڑے کو شامل ہے۔

پس معترض کا یہ اعتراض فقہاء پر نہیں بلکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر آتا ہے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں کسی چمڑے کو مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ ہاں اگر کسی روایت صحیحہ میں کتے کی کھال کا استثناء آیا ہو تو اسے بیان کیا جائے۔

حدیث نھی عن جلود سباع میں احتمال ہے کہ نہی قبل از دباغت پر محمول ہو چنانچہ وہابیوں کا بزرگ عون المعبود جلد ۴ ص ۱۱۷ میں بحوالہ شوکانی لکھتا ہے:

شوکانی صاحب وہی ہیں جن سے نواب صدیق حسن مدد مانگتے ہوئے کہتا ہے:

زمرہ رائے در افتاد بارباب سنن شیخ سنت مددے قاضی شوکاں مددے

قال الشوکانی ما حصلہ ان الاستدلال بحدیث النھی عن جلود السباع وما فی معنا علی ان الدباغ لا یطھر جلود السباع بناء علی انہ مخصص للاحادیث القاضیۃ بان الدباغ مطھیر علی العموم غیر ظاھر لان غایتہ مافیہ مجرد النھی من الانتفاع ولا مازمتہ بین ذالک وبین النجاسۃ کما لاملازمۃ بین النھی عن الذھب والحریر ونجاستھما.

شوکانی نے کہا حدیث **نھی عن جلود السباع** سے یہ استدلال کی دباغت جلود سباع کو پاک نہیں کرتی اور یہ حدیث ان احادیث کی مخصص ہے جس میں دباغت کو علی العموم مطہر فرمایا ہے۔ٹھیک نہیں کیوں کہ حدیث نہی عن **جلود السباع** میں زیادہ سے زیادہ نہی عن الانتفاع ہے جب کہ نہی عن الانتفاع اور نجاست میں کوئی لزوم نہیں (یعنی جس چیز سے انتفاع کی نہی ہو لازم نہیں کہ وہ نجس ہو) جس طرح (مرد کے لیے) سونے اور چاندی کے استعمال کی نہی ہے۔لیکن نجاست نہیں۔

پس اس حدیث سے جلود سباع کا دباغت کے بعد بھی نجس ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

اعتراض نمبر۸:

درمختار میں ہے وفیل یعنی اسی طرح ہاتھی کا چمڑا بھی پاک ہے۔

(درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۰)(سیفِ محمدی ص ۴۵)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ حدیث **ایما اھاب دبغ فقد طھر** کا عموم اس کو بھی شامل ہے۔اگر کسی وہابی کے پاس کوئی ایسی حدیث ہو جو ہاتھی کے چمڑے کا دباغت کے باوجود نجس ہونا ثابت کرے تو وہ حدیث پیش کی جائے۔

بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھی کے دانت کی کنگھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہاتھی نجس العین نہیں ورنہ حضور اس کے دانت کی کنگھی کبھی استعمال میں نہ لاتے۔ جب ثابت ہوا کہ ہاتھی نجس

العین نہیں تو اس کا چمڑہ دباغت کے بعد کیوں ناپاک ہوگا۔ من ادعی خلاف ذالك فعلیه البیان

اعتراض نمبر۹:

درمختار مصری میں ہے طھر بذکوۃ یعنی (کتا ہاتھی وغیرہ درندے اور حرام جانور) کی کھال ذبح کرنے سے بھی پاک ہو جاتی ہے۔ (درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۰)

(سیفِ محمدی ص ۴۸)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ کیا آپ کے پاس کوئی دلیل ہے کہ ذبح سے چمڑہ پاک نہیں ہوتا ورنہ اصل طہارت ہے۔ ذبح، ازالہ رطوبت نجسہ میں دباغت کا کام دیتا ہے۔ (اس مسئلہ کی تفصیل ہدایہ پر اعتراضات کے جوابات میں ملاحظہ فرمائیے)

اعتراض نمبر۱۰:

لیس الکلب بنجس العین عند الامام یعنی امام ابوحنیفہ کے نزدیک کتا نجس العین نہیں یعنی وہ خود سارا کا سارا ناپاک نہیں۔ (درمختار جلد اول ص ۱۵۲)

(سیفِ محمدی ص ۵۱)

جواب:

اس اعتراض کا مفصل جواب ہدایہ پر اعتراضات کے جوابات میں گزر چکا ہے۔ کتے کا گوشت اور خون بالاتفاق پلید ہے۔ فقہ کی کسی کتاب میں اس کے گوشت یا خون کو کسی نے پاک نہیں لکھا۔ البتہ آپ غیر مقلدین کے وحیدالزمان صاحب کتے کو پاک لکھتے ہیں۔ اسی طرح آپ کے نواب صدیق حسن بدور الاہلہ میں کتے کے گوشت، ہڈی، خون، بال اور پسینے کو پلید نہیں سمجھتے۔ عرف الجادی میں بھی کتے اور خنزیر کو نجس العین نہیں سمجھا گیا۔ امام بخاری اور امام مالک کتے کو پاک سمجھتے ہیں۔ کیا یہ دونوں اہل حدیث نہیں؟

فتح الباری جلد اول ص ۱۳۸ میں مالکیہ کا مذہب لکھا ہے:

لکون الکب طاھر عندھم کہ کتا مالکیہ کے نزدیک پاک ہے۔

امام شعرانی میزان میں فرماتے ہیں:

ومن ذالك قول الامام الشافعي واهدو ابى حنيفة بنجاسة الكلب مع قول الامام مالك بطهارته

فتح الباری ص ۱۴۰ میں ہے:

وانما ساق المصنف هذا الحديث هنا ليستدل به مذهبه فى طهارة سؤر الكلب.

یعنی بخاری اس حدیث کو اس لیے لائے ہیں تا کہ کتے کے جوٹھے کے پاک ہونے پر اپنے مذہب کے لیے استدلال کریں۔

کہیے جناب! امام مالک اور امام بخاری کے بارے میں کیا خیال ہے؟

اپنے وحید الزمان اور نواب صدیق حسن خان کے بارے میں کیا رائے ہے؟ لیکن افسوس کہ آپ کو تو صرف اور صرف امام اعظم سے ہی بغض اور عناد ہے۔

اعتراض نمبر ۱۱:

درمختار مصری میں ہے **يتخذه جلده مصلى** یعنی کتے کی کھال کی جانماز بنانی بھی جائز ہے۔ (درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۳) (سیفِ محمدی ص ۵۴)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ دباغت کے بعد جب کھال پاک ہو جاتی ہے تو اس سے جانماز یا ڈول بنانے میں کیا مضائقہ ہے؟

دیکھیے آپ کا بڑا فاضل وحید الزمان مترجم صحاح، نزل الابرار ص ۳۰ میں لکھتا ہے:

ويتخذ جلده مصلى ودلوا

(کتے کی کھال سے) جانماز اور ڈول بنایا جا سکتا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۲:

درمختار مصری میں ہے:

ودلوا یعنی کتے کی کھال کا ڈول بنانا بھی جائز ہے۔ (درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۳) (سیفِ محمدی ص ۵۴)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ دباغت کے بعد جب کھال پاک ہوجاتی ہے تو اس سے جانماز یا ڈول بنانے میں کیا مضائقہ ہے؟

دیکھیئے آپ کا بڑا افاضل وحید الزمان مترجم صحاح، نزل الابرار ص ۳۰ میں لکھتا ہے:

ویتخذ جلدہ مصلی و دلوا

(کتے کی کھال سے) جانماز اور ڈول بنایا جاسکتا ہے۔

اعتراض نمبر۱۳:

درمختار مصری میں ہے

ولو اخرج حیا ولم یصب فمه الماء لایفسد ماء البئر

یعنی اگر کنویں میں کتا گر پڑا اور زندہ نکال لیا گیا اور اس کا منہ پانی کو نہیں لگا تو کنویں کا پانی نہیں بگڑتا۔ (درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۳) (سیف محمدی ص ۵٦)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ یہ حکم مطلقاً نہیں، مشروط ہے کہ کتے کے بدن پر کوئی نجاست نہ ہو، چنانچہ فتاویٰ غیاثیہ ص ۷ میں لکھا ہے:

وعن ابی نصر الدلوسی رحمه الله اذا لم یصب فمه الماء ولم یکن علی دبره نجاسته لم ینجس.

ابونصر الدلوسی فرماتے ہیں کہ جب کتے کا منہ پانی تک نہ پہنچے اور اس کی دبر پر نجاست نہ ہو تو پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

خود صاحب درمختار اس کی تصریح کرتے ہیں:

لو اخرج حیا ولیس بنجس العین ولا به حدث ولا خبث لم ینزح شیء الا ان یدخل فمه الماء.

جو حیوان کہ نجس عین نہیں (جیسے صحیح مذہب میں کتا) جب کہ اس کے بدن پر حدث ہو نہ خبث، اگر اسے کنویں سے زندہ نکالا جائے تو پانی نہیں نکالا جائے گا۔ بشرطیکہ پانی اس کے

منہ تک نہ پہنچا ہو۔

پانی بطور وجوب نہیں نکالا جائے گا البتہ تسکین قلوب کے لیے بیس ڈول کا نکالنا علامہ شامی نے لکھا ہے۔ ہاں اگر کتے کا منہ پانی تک چلا جائے تو پانی ضرور نکالا جائے گا۔ کسی آیت یا حدیث میں اگر آیا ہو کہ ایسی صورت میں کنویں کا پانی ناپاک ہو جاتا ہے تو بے شک معترض کو اعتراض کا حق ہے۔ اگر کوئی ایسی آیت یا حدیث نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر معترض کو اس آگ سے ڈرنا چاہیے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

کیا اندھیر اور سمجھ کا پھیر ہے کہ غیر مقلدین خود تو پانی کو طاہر اور مطہر مانتے ہیں اور فقہ حنفیہ پر اعتراض بھی کرتے ہیں خود ان کے ہاں بھی جب تک رنگ، بو یا ذائقہ نہ بدلے پانی پاک ہوتا ہے چنانچہ شوکانی نے درر بہیہ میں، صدیق حسن نے روضہ ندیہ میں اور حافظ محمد لکھوی نے انواع محمدی میں اس کی تصریح کی ہے۔

وحید الزمان جس نے وہابیہ پر احسان کیا اور ان کے لیے بھی فقہ کی ایک کتاب لکھ دی وہ تو کتے کے منہ تک پانی پہنچ جانے کی صورت میں بھی پانی کو پلید نہیں سمجھتا چناں چہ وہ نزل الابرار ص ۳۰ میں لکھتا ہے:

ولو سقط في الماء ولم يتغير لا يفسد الماء وان اصاب فمه الماء

اگر کتا پانی میں گرا اور پانی متغیر نہیں ہوا تو پانی ناپاک نہیں ہوا اگر چہ پانی کتے کے منہ تک پہنچا ہو۔

ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ وہابیہ کے نزدیک کتا پاک ہے۔ بلکہ امام بخاری اور امام مالک کے نزدیک بھی پاک ہے۔ پھر حنفیہ پر اعتراض کیوں؟ حالانکہ حنفیہ تصریح کرتے ہیں کہ کتے کا لعاب پلید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حنفیہ نے اس مسئلہ میں بھی پانی کے منہ تک نہ پہنچنے کی قید لگائی۔ لیکن تمہارے ہاں تو اس کا لعاب بھی پلید نہیں اسی لیے تو وحید الزمان، **وان اصاب فمه الماء** لکھتا ہے۔ حدیث ولوغ کلب میں تسبیع یا تتریب کا جو حکم ہے قاضی شوکانی اس کو مقید ہی لکھتا ہے دیکھو سبل السلام و مسک الختام۔ صدیق حسن بھی سراج الوہاج شرح صحیح مسلم ص ۱۰۸ میں ایسا ہی لکھتا ہے صحیح بخاری میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر اور پانی

نہ ہوتو کتے کے جوٹھے پانی کے ساتھ وضو کرنا جائز ہے۔

اب آپ ہی گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں کہ کس منہ سے فقہ حنفیہ پر اعتراض کر رہے ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۴:

درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۳ میں ہے **ولا الثوب بانتفاضه** یعنی بھیگے ہوئے کتے نے اگر پھریری لی اور اس کی چھینٹیں کپڑوں پر آئیں تو کپڑا ناپاک نہیں ہوتا۔

(سیفِ محمدی ص ۵۸)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ آپ کے وحید الزمان نے بھی یہی لکھا ہے دیکھو نزل الابرار ج ۱ ص ۳۰ا:

وكذا الثوب لا ينجس بالتقاضه

اسی طرح کتے کی چھینٹوں سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا۔

وہابیہ سے میرا سوال ہے کہ اگر تمہارے کپڑوں پر بھیگے ہوئے کتے کے چھینٹے پڑیں گے تو کپڑے کو پاک سمجھو گے یا پلید؟ اگر پلید سمجھو گے تو دلیل پیش کرو، اور اگر پاک سمجھو گے تو پھر حنفیہ پر اعتراض کیوں کرتے ہو؟ جب تمہارے اکابر بھی وہی لکھ رہے ہیں جو فقہ حنفیہ میں ہے تو اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لی ہوتی۔

اعتراض نمبر ۱۵:

ولا بعضه مالم یر ریقه

یعنی کتے نے اگر کپڑے پر کاٹا جب تک اس کا تھوک نہ دیکھا جائے وہ بھی پاک ہے۔

(درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۳)(سیفِ محمدی ص ۶۰)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ یہ بھی آپ کے گھر کا مسئلہ ہے۔ آپ کا وحید الزمان تو کتے کے تھوک کے باوجود کپڑے کو پاک کہتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

وكذا الثوب لاينجس بانتفاضه ولا بعضه ولا العفو ولو اصابه ريقهٗ

یعنی کپڑا اور بدن کتے کی چھینٹیں پڑنے سے اور اس کے کاٹنے سے ناپاک نہیں ہوتا اگر چہ اس کی تھوک (بھی کپڑے یا بدن کو) لگ جائے اب فرمایئے! یا تو وحید الزمان صاحب پر بھی اعتراض کیجیے یا حنفیہ پر بے جا اعتراضات سے باز رہیے۔

اعتراض نمبر۱۶:

ولا صلٰوۃ حاملۃ ولو کبیرًا

یعنی اگر بڑے کتے کو بھی اٹھا کر لیے ہوئے نماز پڑھے تو بھی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

(درمختار مصری جلد اول ص۱۵۳)(سیفِ محمدی ص ۶۲)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ یہ مسئلہ بھی تمہارے ہی گھر کا ہے۔ چنانچہ وحید الزمان نزل الابرار میں لکھتے ہیں:

ولا تفسد صلوۃ حاملہ

یعنی کتے کو اٹھا کر نماز پڑھنے والے کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

فقہاء رحمہم اللہ نے جواز میں کتے کے منہ کو باندھنے کی قید لگائی ہے تا کہ اس کا لعاب نہ نکلے ورنہ نماز فاسد ہوگی۔

بخاری شریف میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان یصلی وھو حامل امامۃ بنت زینب بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نواسی امامہ بنت زینب کو اٹھا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح میں ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں:

علی صحۃ صلٰوۃ من حمل آدمیا وکذا من حمل حیوانا طاھرا

نووی شرح مسلم میں اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ففیہ دلیل لصحۃ صلٰوۃ من حمل آدمیا او حیوانا طاھرا من طیر وشاۃ وغیرھما

یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ آدمی کو، پاک حیوان کو اور پرندہ یا بکری وغیرہ کو اٹھا کر نماز پڑھنے والے کی نماز صحیح ہے۔

ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں کہ وہابیوں کے نزدیک کتا پاک ہے تو پاک حیوان کو اٹھا کر نماز پڑھنے سے نماز کیوں کر فاسد ہو سکتی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

جاننا چاہیے کہ جواز بمعنی صحت اور جواز بمعنی اباحت میں بڑا فرق ہے۔ فقہاء رحمہم اللہ نے ان مواقع پر جواز بمعنی صحت لکھا ہے یعنی نماز صحیح ہوگی اور فرض ادا ہو جائے گا۔ فقہاء کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ یہ فعل جائز یا مباح بلا کراہت ہے۔ اسی طرح حمل کلب میں جواز بمعنی صحت ہے کہ فرض سر سے اتر جائے گا نہ یہ کہ کتا گود میں اٹھا کر نماز پڑھنا جائز بلا کراہت ہے۔ جن جانوروں کا لعاب پاک ہے۔ فقہاء تو ان کو بھی اٹھا کر نماز پڑھنا برا لکھتے ہیں۔ یعنی جو پڑھے گا بُرا کرے گا۔ جب پاک بدن پاک دہن جانوروں کی نسبت یہ ارشاد ہے تو ناپاک دہن جانوروں کو اٹھا کر نماز پڑھنا کس قدر ناپسند رکھیں گے تو ان کے بارے میں یہ گمان کہ وہ کتے کو اٹھا کر نماز پڑھنے کو پسند کرتے ہیں، کس قدر بدگمانی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان بدگمانیوں سے محفوظ فرمائے۔

اعتراض نمبر ۱۷:

وطهاره شعره

یعنی کتے کے بال حنفی مذہب میں بالاتفاق پاک ہیں۔

(درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۳)(سیفِ محمدی ص ۶۵)

جواب:

میں کہتا ہوں تم ان کے پلید ہونے کی کوئی دلیل بیان کرو۔ حدیث کل اهاب دبغ اور هلا اخذتم اهابها سے بالوں کا پاک ہونا معلوم ہوتا ہے کیوں کہ اہاب الجمعہ بالوں کے چمڑے کا نام ہے۔ جب وہ پاک ہو گیا تو بال بھی پاک ہو گئے۔ ورنہ حضور علیہ السلام تصریح فرما دیتے کہ بال کاٹ ڈالو پھر کھال سے نفع اٹھاؤ۔ یا یہ فرماتے کہ چمڑا پاک ہو جاتا ہے لیکن بال پاک نہیں ہوتے۔

جوہرالنقی جلد ۱ ص ۱۲ میں ہے:

فھو اسم للجلد بشعرہ فدل علی طھارۃ شعرہ ایضًا لولا ذالک لقال احلقوا شعرہ ثم انتفعوا بہ

(اہاب) نام ہے کھال مع بال کا پس یہ بالوں کے پاک ہونے کی بھی دلیل ہے۔اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضور ﷺ فرما دیتے کہ بال اتار کر (کھال سے) نفع حاصل کرو۔

اعتراض نمبر۱۸:

درمختار مصری میں ہے

کما رخص الخمر للعطشان

یعنی پیاسے آدمی کو رخصت ہے کہ شراب پی لے۔(درمختار مصری جلد اول ص۱۵۴)

(سیفِ محمدی ص٦٦)

جواب:

میں کہتا ہوں درمختار میں تداوی بالحرم میں اختلاف بیان کیا اور لکھا ہے کہ حرام چیز کے ساتھ دوا کرنا ظاہر مذہب میں منع ہے پھر آگے لکھا ہے:

وقیل یرخص اذا علم فیہ شفاء ولم یعلم دواء اٰخر کما رخص الخمر للعطشان

یعنی بعض نے کہا ہے کہ حرام چیز سے دوائی کی رخصت ہے جب کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس میں شفاء ہے اور کوئی دوسری دوائی معلوم نہ ہو۔ جیسے نہایت پیاسے کو شراب پینے کی رخصت ہے۔

عطشان مبالغہ کا صیغہ ہے۔اس کے معنی نہایت پیاسا یعنی مضطر ہے معترض نے **عطشان** کا معنی صرف پیاسا کر کے عوام کو مغالطہ میں ڈالا ہے۔

اضطرار کی حالت میں بالاتفاق اکل میتۃً وشرب خمر کی رخصت ہے۔معترض کی کم علمی کہا جائے یا دانستہ فریب کہ مضطر کی رخصت کو عام رخصت سمجھ کر اعتراض کر دیا۔

اعتراض نمبر۱۹:

درمختار مصری میں ہے

ثم الاحسن زوجتہ

(یعنی امامت کی ابتدائی شروط میں اگر برابری ہو تو اسے امام بنایا جائے۔) جس کی جورو بہت زیادہ خوبصورت ہو۔ (درمختار مصری جلد اول ص۴۱۲) (سیفِ محمدی ص۴۷)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ درمختار کی اس عبارت میں حسن سیرت مراد ہے یعنی جس کی عورت بُری نہ ہو نیک ہو اس کے اوصاف اچھے ہوں کیوں کہ بُری بیوی سے مرد کو نفرت ہوتی ہے اور نیک سے محبت۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے:

اجلعوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم۔

اپنے امام برگزیدہ بنایا کرو کیوں کہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان تمہارے ایلچی ہیں۔

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

خیارکم خیارکم لنسائھم (مشکوٰۃ ص۲۷۴)

تم میں سے برگزیدہ وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھے ہیں اور ایک روایت میں ہے:

خیرکم خیرکم لاھلہٖ

تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہو۔

ظاہر ہے کہ جس شخص کی بیوی نیک سیرت ہوگی اس کا مرد بھی اس کے ساتھ اچھا ہوگا الا ماشاء اللہ اور جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرتا ہے حضور ﷺ نے اسے برگزیدہ فرمایا ہے۔ برگزیدہ کو امام بنانے کا حکم فرمایا تو معلوم ہوا کہ نیک اور خوش خصال بیوی کا شوہر امامت میں اولیت کا حق رکھتا ہے دیکھئے مسئلہ تو بالکل صاف ہے رہی یہ بات کہ کس شخص کی عورت اوصاف حمیدہ رکھتی ہے اس میں یہ ضروری نہیں کہ دریافت کرتے پھریں۔ یہ امر تو ہمسایہ اہل محلّہ اور عام لوگوں کو معلوم ہوتا ہے۔ کذا فی الشامی

اعتراض نمبر۲۰:

درمختار مصری میں ہے

ثم الاکبر راسًا والاصغر عضوًا

یعنی امامت کی ان تمام شرائط میں بھی برابری ہوتو امام اسے بنایا جائے جس کا سر بڑا ہو اور عضو یعنی ذکر چھوٹا ہو۔ (درمختار مصری جلد اول ص۴۱۲) (سیفِ محمدی ص ۷۷)

جواب:

میں کہتا ہوں افسوس کہ معترض نے دیانت اور تقویٰ سے کام نہیں لیا اصغر عضو کے جو معنی معترض نے کیے ہیں کسی مجہول الاسم سے پہلے بھی یہ معنی منقول ہیں۔ مگر علامہ شامی نے بحوالہ حاشیہ ابی مسعود ان معنوں کی تردید کر دی ہے۔ کیا دیانت اور تقویٰ اسی کا نام ہے کہ جن معنوں کو فقہاء نے غلط قرار دیا ہو اور تردید کر دی ہو، انہی کو محل اعتراض میں پیش کیا جائے؟ جس گروہ کے علماء کا یہ حال ہو تو ان کے جہلاء کا کیا کہنا؟

اس عبارت کے معنی علامہ شامی وطحطاوی نے جو لکھے ہیں وہ یہ ہیں کہ جس کا سر بڑا ہو اور دوسرے عضو چھوٹے ہوں کیوں کہ سر کا بڑا ہونا اور دوسرے اعضاء کا مناسب ہونا دانائی اور زیادتی عقل کی دلیل ہے۔ مگر سر کی کلائی بے موقع نہ ہو۔

کذا فی الطحطاوی. (غایة الاوطار ص۲۵۹)

یہ شبہ کہ لفظ عضو مفرد ہے اس لیے یہاں عضو مخصوص ہی مراد ہے صحیح نہیں کیوں کہ انسان کے بدن میں چند اور اعضاء بھی ہیں جو سب انسانوں میں ایک ایک ہیں مثلاً منہ، ناک اور ناف وغیرہ معلوم نہیں کہ معترض کو ترجمہ میں باقی ایسے اعضاء میں سے صرف یہی عضو کیوں پسند آیا؟

اس کے علاوہ اسی عبارت سے پہلے درمختار کی یہ عبارت ہے **ثم الانظف ثوبا** یہاں ثوب مفرد ہے تو کیا اس کا یہ معنی ہے کہ جس کا ایک کپڑا ستھرا ہو۔ جس طرح ثوب سے اس کے جسم کے تمام کپڑے مراد ہیں۔ ایک کپڑا مراد نہیں۔ اسی طرح عضو سے بھی اس کے سر کے سوا دیگر اعضا مراد ہیں۔

اعتراض نمبر ۲۱:

درمختار مصری جلد دوم ص ۱۰۸ میں ہے

او جامع فی ما دون الفرج ولم ینزل

یعنی اگر روزے دار روزے کی حالت میں شرمگاہ کے سوا اور کہیں مجامعت کرے اور انزال نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (سیفِ محمدی ص ۸۵)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ قُبل اور دُبر کے سوا کوئی شخص اگر ران یا ناف میں یا کسی اور جگہ شہوت رانی کرے تو صرف اس حرکت سے روزہ فاسد نہیں ہوتا جب تک انزال نہ ہو۔ انزال ہو جانے سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔

ایک شبہ:

اس سے کوئی ناسمجھ یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ روزہ کی حالت میں ایسا فعل کرنا فقہاء کے نزدیک جائز بلا کراہت ہے۔ ہرگز نہیں یہ مسئلہ صرف اس لیے ہے کہ اگر کوئی شخص غلطی سے ایسا کر بیٹھے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے۔ اور یہ مسئلہ بالکل صحیح ہے کسی حدیث کے خلاف نہیں اگر معترض کے پاس اس مسئلہ کے خلاف کوئی آیت یا حدیث ہو تو پیش کرے جس میں یہ ذکر ہو کہ اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں ایسا کرے تو بلا انزال روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

آپ کا وحید الزمان نزل الابرار جلد اص ۲۲۹ میں لکھتا ہے:

ولو جامع امراۃ فیما دون الفرج ولم ینزل لم یفسد

کوئی شخص بیوی کے ساتھ فرج کے سوائے کہیں اور جماع کرے تو انزال کے بغیر روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

لیجیے! یہ مسئلہ بھی آپ کے اپنے گھر کا ہی نکل آیا۔ بلکہ اس میں تو وحید الزمان صاحب نے نہ تو ایلاج کی قید لگائی اور نہ ہی دبر کی۔ تو بتایئے آپ کی نظر میں درمختار زیادہ محل نظر ہوگی یا نزل الابرار؟

اعتراض نمبر ۲۲:

درمختار مصری جلد دوم ص ۱۰۹ میں ہے

ولو خاف الزنا یرجی ان لا وبال علیه

اگر زنا کا خوف ہو اور مشت زنی کر کے اپنے ہاتھ سے منی نکال ڈالے تو امید ہے کہ

اسے کچھ وبال نہ ہوگا۔ (سیفِ محمدی ص ۸۷)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ اس عبارت سے اوپر کی عبارت بھی درج کی ہوتی تو معترض کی دیانت داری ظاہر ہو جاتی۔ صاحب درمختار فرماتے ہیں:

وان کره تحريما لحديث ناكح اليد ملعون.

اگر چہ یہ فعل مکروہ تحریمہ ہے کیوں کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہاتھ سے پانی نکالنے والا ملعون ہے۔

فقہاء ﷭ نے استمنا بالید کو مکروہ تحریمہ لکھا۔ مگر معترض کا ایمان اجازت نہیں دیتا کہ اس عبارت کو ظاہر کرے فقہاء نے جو یہ لکھا ہے کہ اگر وقوع زنا کا خوف ہو تو اللہ تعالیٰ کے عفوو کرم پر امید ہے کہ اسے مواخذہ نہ ہو یہ بھی بے دلیل نہیں۔ معترض نے کسی عالم سے ضرور سنا ہوگا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من ابتلى ببليتين فليختر اهونهما

جو شخص دو بلاؤں میں مبتلا ہو وہ دونوں میں سے آسان کو اختیار کرے۔

تو یہ امید اس حدیث سے ماخوذ ہے کہ خدا ایسے شخص پر عفوو کرم فرمائے ہاں! معترض کو شاید اپنے گھر کی خبر نہیں۔ نور الحسن کی عرف الجادی میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ وقوع زنا کا خوف ہو تو مشت زنی واجب ہے۔ بلکہ اس نے بعض صحابہ سے اس فعل کو لکھا ہے۔ (**والعهدة عليه**)

اعتراض نمبر ۲۳:

درمختار مصری جلد دوم ص ۱۰۹ میں ہے

وكذا الاستمناء بالكف

یعنی مشت زنی کرنے سے بھی ایسی حالت میں روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

(سیفِ محمدی ص ۸۹)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ مشت زنی سے اگر انزال ہو تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے چنانچہ درمختار میں

تصریح موجود ہے:

اوستمنٰی بکفہٖ او بمباشرۃ فاحشۃ ولو بین المرتین وانزل قید للکل حق لو لم ینزل لم یفطر کما مر

مشت زنی یا مباشرت فاحشہ سے اگر انزال ہو تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے اگر نہ ہو تو نہیں۔

لیکن معترض نے اعتراض میں انزال نہ ہونے کا ذکر نہیں کیا تا کہ ناظرین کو مغالطہ لگے کہ فقہ میں استمناء بالکف سے انزال کے باوجود بھی فسادِ روزہ کا حکم نہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ علامہ شامی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

ھذا اظلم ینزل اما اذا انزل فعلیہ القضاء کما سیصرح بہ وہ والمختار کما یاتی.

استمنا بالکف سے اگر انزال ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس پر قضاء لازم ہے اور یہی مختار ہے۔

رہی یہ ہے بات کہ استمناء بالکف سے بلا انزال روزہ فاسد نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ مشت زنی جماع نہیں۔ نہ صورتاً نہ معناً ایسی صورت میں روزہ فاسد ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ اگر معترض کے پاس کوئی دلیل ہو تو بیان کرے۔ فقہاء نے فسادِ روزہ کی دلیل نہ ہونے کے سبب حکم فساد نہیں دیا تو کیا برا کیا؟

ایک شبہ:

یہاں کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ فقہاء کے نزدیک حالتِ روزہ میں استمناء بالکف بلا انزال کی اجازت ہے۔ معاذ اللہ! ہرگز نہیں فقہاء نے تو صرف اس لیے بیان فرمایا کہ اگر کوئی نادان یہ حرکت کر بیٹھے تو اس کے لیے مسئلہ کی نوعیت کیا ہو گی۔

ان مسائل کو بے ہودہ قرار دینے والے کے لیے مقام غور ہے۔ معترض کو تو فقہاء کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ انہوں نے امت مسلمہ کو ایسے مسائل بھی سمجھا دیئے جن کے پیش آنے کے امکانات ہیں۔

اعتراض نمبر ۲۴:

درمختار مصری جلد دوم ص ۱۰۹ میں ہے

او ادخل ذکرہ فی بھیمۃً

یعنی اگر کوئی شخص چوپائے جانور (گائے بھینس بکری وغیرہ) کے ساتھ برا کام کرے تو بھی ایسی حالت میں روزہ نہیں جاتا۔ (سیفِ محمدی ص۹۲)

اعتراض نمبر۲۵:

درمختار مصری جلد دوم ص۱۰۶ میں ہے

او میتۃً

یعنی اگر میت (مرے ہوئے مردے) کے ساتھ بدفعلی کرے تو بھی ایسی حالت میں روزہ نہیں بگڑتا۔ (سیفِ محمدی ص۹۲)

جواب اعتراض نمبر۲۴، ۲۵:

میں کہتا ہوں درمختار میں **من غیر انزال** کی تصریح موجود ہے۔ لیکن معترض نے اس کا ترجمہ ہی نہیں کیا تا کہ ناظرین کو مغالطہ لگ جائے۔

وہابی دوستو! تمہارے اکابر کی دیانت اور تقویٰ کا یہ حال ہے تو تمہارے اصاغر کا حال کیا ہوگا؟

جاننا چاہیے کہ جماع بے شک مفسد صوم ہے۔ جماع چاہے صورتاً ہو چاہے معناً۔ صورتاً تو ظاہر ہے۔ البتہ معناً وہ انزال ہے جو شرمگاہ ہی میں نہ ہو یا شرمگاہ میں تو ہو لیکن وہ شرمگاہ عادتاً غیر مشتہی ہو یا وہ انزال جو عادتاً محل مشتہی کی مباشرت سے ہو لیکن وہ مباشرت شرم گاہ کے ساتھ نہ ہو۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

الاصل ان الجماع المفسد للصوم هو الجماع صورتًا وهو ظاهر او معنی فقط وهو الانزال من مباشرة بضرح لا فی فرج غیر مشتهی عادة او عن مباشرة بغیر فرجه فی محل مشتهی عادة.

تو ان صورتوں میں جماع اس وقت متحقق ہوگا جب کہ انزال ہو اگر انزال نہ ہوا تو اجماع ہی متحقق نہ ہوا۔ نہ صورتاً نہ معناً۔ اس لیے روزہ بھی فاسد نہ ہوگا۔ معترض کے پاس،

اگراس صورت میں کسی آیت یا حدیث میں روزے کے فساد کا حکم ہے تو بیان کرے۔

ایک شبہ:

یہاں تو صرف روزے کا حکم بیان کیا گیا ہے کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ ان افعال کی اجازت ہے۔ معاذ اللہ! فقہاء کرام رحمہم اللہ نے ان امور کی سزا کتاب التعزیر میں لکھی ہے کسی امر کا مفسد صوم نہ ہونا الگ بات ہے اور جائز و ناجائز ہونا الگ بات ہے۔

اعتراض نمبر ۲۶:

درمختار مصری ص ۳۰۷ میں ہے

قبل السکران بنته تحرم الام

یعنی نشہ کی حالت میں کسی نے اپنی بیٹی کا بوسہ لے لیا تو اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی۔

(سیفِ محمدی ص ۹۴)

جواب:

میں کہتا ہوں درمختار میں یہ مسئلہ بحوالہ قنیہ لکھا ہے۔ علامہ شامی نے قنیہ کی اصل عبارت لکھی ہے:

قبل المجنون ام امرأة بشهوة او السکران بنتهٔ تحرم

اس میں تصریح یہ ہے کہ بوسہ شہوت کے ساتھ لیا ہو۔ قارئین خود انصاف کریں کہ ایک شخص اگر شہوت کے ساتھ اپنی بیٹی کو چومے تو حرمت مصاہرہ کے سبب اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔ معترض نے یہاں بھی بددیانتی سے کام لیتے ہوئے شہوت کے لفظ کو گول کر دیا ہے۔ تا کہ عام قاری کو مغالطہ میں ڈالا جائے۔ باپ اپنی بیٹی کو چومتا ہے اور انتہائے شفقت ہے۔ لیکن شہوت کے ساتھ چومنا دوسری صورت ہے اگر معترض اس مسئلہ کو کسی آیت یا حدیث کے خلاف سمجھتا ہے تو وہ بیان کرے فقہاء رحمہم اللہ تو ایسے واہیات آدمی کو یہی حکم دیں گے کہ اس کی بیوی حرام ہوگئی۔

اعتراض نمبر ۲۷:

درمختار مصری جلد دوم ص ۳۰۸ میں ہے

فقال جامعتها تثبت الحرمته

یعنی اگر کسی نے (ہنسی مذاق میں جھوٹ) کہہ دیا کہ میں نے اپنی ساس سے مجامعت کی تو اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی۔ (سیفِ محمدی ص ۹۶)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ معترض کو خدا کا کچھ خوف نہیں کہ ترجمہ میں اپنی طرف سے لفظ زیادہ کر کے اعتراض کر دیتا ہے درمختار میں یہ بالکل مذکور نہیں ہے کہ کسی نے جھوٹ کہہ دیا اصل عبارت یوں ہے:

وفی الخلاصة قیل له ما فعلت بام امرتك فقال جامعتها ثبت الحرمة ولا یصدق انه کذب ولو هان لا.

یعنی کسی آدمی سے پوچھا گیا کہ تم نے اپنی ساس کے ساتھ کیا کیا؟ اس نے کہا کہ میں نے جماع کیا تو حرمت ثابت ہو جائے گی اور اس کے کاذب ہونے کی تصدیق نہ کی جائے گی اگرچہ ہنسی سے ہو۔

دیکھئے درمختار میں تو یہ تصریح ہے کہ اس کے اقرار کے بعد یہ نہ مانا جائے گا کہ اس نے جھوٹ کہا ہے کیوں کہ اس نے فعل کا اقرار کیا ہے اور اقرار میں اصرار شرط نہیں۔ اس لیے حرمت ثابت ہو جائے گی۔ لیکن معترض جرم کرتا ہے کہ اس نے جھوٹ کہہ دیا اور یہ بالکل غلط ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس نے جماع کا اقرار کیا لیکن جب معلوم ہوا کہ بیوی حرام ہوتی ہے۔ اب اس کا یہ کہنا کہ میں نے جھوٹ کہا ہے، نہیں مانا جائے گا۔ ہاں اگر معترض کے پاس کوئی ایسی حدیث صحیح مرفوع غیر معارض ہوتی کہ ساس کے ساتھ جماع کا اقرار کرنے سے بیوی حرام نہیں ہوتی تو اس کا اعتراض بجا ہوتا۔

اعتراض نمبر ۲۸:

درمختار جلد دوم ص ۳۱۹ میں ہے

ویحل له وطی امراء ادعت علمه

یعنی ایک عورت نے عدالت میں جھوٹا دعویٰ کیا کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوگیا ہے، وہ شخص انکار کرتا ہے عورت نے دو جھوٹے گواہ گزار دیے، قاضی نے فیصلہ کر دیا کہ نکاح ہوا ہے، حالانکہ حقیقتاً نکاح نہیں ہوا تو اب اس شخص کو اس عورت سے ملنا جلنا وطی کرنا وغیرہ سب حلال ہے۔ (سیفِ محمدی ص ۹۹)

اعتراض نمبر ۲۹:

درمختار جلد دوم ص ۳۱۹ میں ہے

و کذا تحل له لو ادعی هو نکاحها

یعنی اسی طرح ایک مرد نے ایک عورت پر جھوٹا دعویٰ کیا کہ یہ میری بیوی ہے اور دو جھوٹے گواہ پیش کر دیے اور قاضی نے فیصلہ کر دیا تو بھی یہ دونوں میاں بیوی بن کر رہیں اور اس شخص کو اس عورت سے صحبت کرنا حلال ہے۔ (سیفِ محمدی ص ۹۹)

اعتراض نمبر ۳۰:

درمختار مصری جلد دوم ص ۳۱۹ میں ہے

ولو قضی بطلاقها الشهادة الزور

یعنی اسی طرح اگر کسی عورت نے جھوٹا دعویٰ کیا کہ اس کے خاوند نے طلاق دے دی ہے اور جھوٹے گواہ بھی گزار دیے اور قاضی نے فیصلہ کر دیا تو باوجودیکہ وہ عورت خوب جانتی ہے کہ اس پر طلاق نہیں پڑی لیکن تاہم اسے جائز ہے کہ دوسرے سے نکاح کر لے اور اس سے صحبت کرے کرائے سب حلال طیب ہے۔ (سیفِ محمدی ص ۱۰۰)

اعتراض نمبر ۳۱:

درمختار مصری جلد دوم ص ۳۱۹ میں ہے

حل للشاهد زورًا تزوجها

یعنی اس جھوٹی طلاق کی جس جھوٹے گواہ نے گواہی دی، انسے بھی اس عورت سے نکاح کرنا حلال ہے۔ (سیفِ محمدی ص ۱۰۰)

جواب اعتراض نمبر ۲۸ تا ۳۱:

میں کہتا ہوں کہ مذکورہ چاروں مسائل معترض کے نزدیک اگر کسی صحیح حدیث کے خلاف ہیں تو بیان کرے ورنہ اپنا اعتراض واپس لے۔

ان چاروں مسائل کا تعلق قاضی کی قضا کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے کے ساتھ ہے۔ امام اعظم کے نزدیک قاضی کی قضا ظاہر و باطن میں نافذ ہو جاتی ہے۔ عورت نے عدالت میں دعویٰ کیا کہ میرا فلاں شخص کے ساتھ نکاح ہوا ہے۔ اس پر گواہ بھی پیش کر دیے اور شرط ہے کہ عورت کسی کی منکوحہ یا معتدہ نہ ہو۔ اسی طرح کسی مرد نے دعویٰ کیا اور گواہ گزار دیے قاضی نے مطابق حکم شرع شہادت لے کر نکاح کا فیصلہ کر دیا تو یہ فیصلہ جس طرح ظاہراً نافذ ہو جاتا ہے اسی طرح باطن میں بھی نافذ ہو جائے گا۔ یہی فیصلہ اس کا نکاح ہے قاضی کہ ولی ہے موجود ہے اور گواہی بھی موجود ہیں قاضی کا فیصلہ مرد وعورت دونوں نے منظور کیا ان کا یہ منظور کرنا ایجاب وقبول ہے۔ اس لیے نکاح ہو جائے گا اگر یہ فیصلہ باطن میں نافذ ہو تو بجائے اس کے کہ قضا قطع منازعت کے لیے ہوتی ہے منازعت کی تمہید کے لیے ہو جائے گی۔

اعتراض نمبر ۳۲:

درمختار مصری جلد دوم ص ۴۱۲ میں ہے

یباح اسقاط الولد قبل اربعة شهر

یعنی چار مہینے سے پہلے حمل کو گرا دینا مباح ہے۔ (سیفِ محمدی ص ۱۰۶)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض فقہاء کی اصطلاحات سے ناواقفی کی بنا پر ہے۔ فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ جس مسئلہ کے بیان میں لفظ "قالوا" بولا جائے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ مسئلہ ضعیف اور مختلف فیہ ہے۔

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

لفظ قالوا یستعمل فیما فیه اختلاف المشائخ کذا فی النهایة فی کتاب الغصب وفی العنایة والبنایة فی باب مایفسد الصلوٰة وذکر ابن الهمام فی

فتح القدير فی باب ما یوجب القضاء والکفارۃ من کتاب الصوم ان عادته ای صاحب الهدایة فی مثل افادة الضعف مع الخلاف انتھٰی وکذا ذکر سعد الدین التفتازانی ان فی لفظ قالوا اشارة الی ضعف ما قالوا.

لفظ قالوا وہاں بولتے ہیں جہاں مشائخ کا اختلاف ہو، نہایۃ کے کتاب الغصب اور العنایة والبنایه کے باب ما یفسد الصلوٰۃ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں کہ صاحب ہدایہ کی عادت اس لفظ کے مثل سے ضعف مع الخلاف کا افادہ ہے اسی طرح سعد الدین تفتازانی نے کہا کہ ہے لفظ قالوا میں ضعف کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔

مگر معترض کے ایمان اور دیانت نے لفظ قالوا سرے سے اڑا ہی دیا تاکہ عوام کو مغالطہ میں ڈالا جائے۔ فَاِلَی اللّٰہِ المشتکٰی

بحر الرائق میں ہے:

الظاهر ان هذه المسألة لم ینقل عن ابی حنیفة صریحا ولذا یعبرون عنها بصیغة قالوا

یہ مسئلہ صریحاً امام اعظم سے منقول نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ کو فقہاء صیغہ قالوا سے بیان فرماتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری جز ۲۱ ص ۱۳۴ میں عزل کی تحقیق کے بعد لکھتے ہیں:

وینتزع من حکم العزل حکم معالجة المرأة اسقاط النطفة قبل نفخ الروح. فمن قال بالمنع هناك ففی هذه النطفة قبل نفخ الروح فمن قال بالمنع هناك ففی هذه اولٰی ومن قال بالجواز یمکن ان یلتحق به هذا ویمکن ان یفرق بانه اشد.

نفخ روح سے پہلے حمل گرادینے کا حکم عزل کے حکم سے نکلتا ہے جو وہاں (عزل کے) منع کا قائل ہے وہ اس میں بطریق اولیٰ منع سمجھے گا۔ اور جو عزل کو جائز سمجھتا ہے تو ممکن ہے اسقاط کو عزل کے ساتھ ملحق کیا جائے اور ممکن ہے کہ اس میں فرق کیا جائے کہ اسقاط

عزل سے اشد ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جس نے اسقاط کو مباح کہا ہے اس نے عزل کے جواز سے اس کا جواز سمجھا ہے۔ اس کے علاوہ علامہ شامی نے ابن وہبان سے نقل فرمایا ہے:

اباحة الاسقاط محمولة علی حالة العذر او انهالا تاثم اثم القتل.

اسقاط کا مباح ہونا حالت عذر پر محمول ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عورت گنہگار تو ہے لیکن اس کو اتنا گناہ نہیں جتنا قتل کا گناہ ہوتا ہے۔ اب ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ آپ کو یہ مسئلہ گھناؤنا معلوم ہوا ہے تو آپ فتح الباری کو کیا کہیں گے۔ اس میں بھی یہ مسئلہ موجود ہے یہ بھی بتائیے کہ اس مسئلہ کے خلاف آپ کے پاس ایک بھی صحیح حدیث موجود ہے؟ لیکن یاد رہے کہ کسی فقیہ کی خوشہ چینی نہ ہوتا کہ نمک خوردن ونمک دان شکستن کے مصداق نہ ہو جاؤ۔ اور قیاس بھی نہ ہو کیوں کہ نہ تو آپ قیاس کے قائل ہیں اور نہ ہی اہل۔

اعتراض نمبر ۳۳:

درمختار مصری جلد دوم ص ۶۵۰ میں ہے

ومواضع تربصه عشرون

یعنی بیس صورتوں میں مرد کو بھی (عورت کی طرح) عدت گزارنی پڑے گی۔

(سیفِ محمدی ص ۱۰۹)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نمائد ہنرش در نظر

ذرا یہ تو فرمایا ہوتا کہ جن صورتوں میں فقہاء نے مرد کو ایک خاص مدت تک تزوج سے منع کیا ہے۔ کیا وہ منع کرنا قرآن یا حدیث کے خلاف ہے؟ اگر آپ کو مرد کے اس توقف کا نام عدت رکھنا برا معلوم ہوا ہے تو اس کی بھی شرعاً ممانعت بیان فرمائیے۔ حالانکہ صاحب در مختار نے تربص کہا ہے عدت نہیں کہا، فقیہ ابواللیث نے خزانۃ الفقہ میں ان بیس مواضع کا ذکر کیا ہے جہاں مرد کو ایک معینہ مدت تک تزوج سے انتظار شرعاً واجب ہے۔

چند مثالیں:

منجملہ ان کے اپنی منکوحہ کی بہن سے نکاح کرنا، تاوقتیکہ عورت اس کے نکاح یا عدت میں ہے مرد اپنی عورت کی بہن سے نکاح نہیں کرسکتا۔ اس صورت میں مرد کے معینہ مدت تک نکاح سے رکے رہنے پر اگرچہ عدت کا اطلاق درست ہے لیکن فقہاء کی اصطلاح میں اسے عدت نہیں کہتے۔ تربص کہتے ہیں۔ اسی لیے درمختار میں مواضع تربصہ لکھا ہے۔ کیا اپنی بیوی کی بہن سے نکاح کرنے کی صورت میں مرد عدت تک رکنے کا پابند نہیں؟ اگر پابند ہے تو پھر اعتراض کیسا؟ مرد کے اس انتظار کو تربص کہتے ہیں۔

اسی طرح اپنی منکوحہ کی پھوپھی، خالہ یا بھتیجی سے نکاح کرنا، اس میں بھی مرد کو اجازت نہیں کہ وہ نکاح کرے جب تک اس کی بیوی نکاح یا عدت میں ہو کیا تم کہہ سکتے ہو کہ اس صورت میں مرد کو تربص لازم نہیں؟ اگر لازم ہے تو اعتراض کیسا؟ یہی تربص صاحب درمختار نے لکھا ہے جس کے معنی معترض نے عورت کی طرح عدت کیے ہیں۔ نعوذ باللہ من سوءالفہم۔

اعتراض نمبر ۳۴:

درمختار مصری مطبوعہ دارالکتب جلد ۳ ص ۱۲۵ میں ہے

تزوج بحرمه

یعنی اگر کسی شخص نے اپنی (ماں بہن بیٹی وغیرہ) محرمات ابدیہ سے نکاح کرلیا اور پھر صحبت بھی کی تو حد نہیں ماری جائے گی اگر دونوں جانتے ہوں کہ یہ کام حرام ہے۔

(سیفِ محمدی ص ۱۱۲)

اعتراض نمبر ۳۵:

درمختار مصری جلد سوم ص ۱۶۹ میں ہے

او منکوحة الغیر

یعنی اسی طرح دوسرے کی نکاحنا بیوی سے نکاح کیا اور مجامعت کی تو بھی اس پر حد نہیں اگرچہ اس کی حرمت کا علم ہو۔ (سیفِ محمدی ص ۱۱۳)

اعتراض نمبر ۳۶:

درمختار مصری جلد سوم ص ۱۶۹ میں ہے

او معتدته

یعنی اسی طرح دوسرے کی عدت میں بیٹھی ہوئی عورت سے نکاح کر کے وطی کی تو بھی حد نہیں لگائی جائے گی اگرچہ عورت مرد دونوں جانتے ہوں کہ یہ نکاح اور وطی حرام ہے۔

(سیفِ محمدی ص ۱۱۳)

جواب اعتراض نمبر ۳۴ تا ۳۶:

میں کہتا ہوں کہ معترض نے اس مسئلہ میں بھی کوئی آیت یا حدیث نہیں لکھی۔ جس میں ان امور کے ارتکاب پر وہ حد ہو جس کی نفی فقہاء نے فرمائی ہے۔ معترض کی خیانت دیکھئے کہ درمختار میں اس عبارت کے بعد **ویعزر** لکھا ہے یعنی اس شخص کو سزا دی جائے۔ معترض نے **ویعزر** کی عبارت کو اڑا دیا تاکہ پڑھنے والے کو مغالطہ لگے کہ مندرجہ بالا امور میں فقہاء نے اس شخص کو کسی سزا کا حکم نہیں دیا۔ فقہاء نے تو فرمایا ہے کہ اس شخص کو سزا دی جائے۔ صاحب درمختار نے یہ بھی لکھا ہے کہ قتل سے بھی تعزیر ہوتی ہے۔ فقہاء کے نزدیک ایسے شخص کا تعزیراً قتل بھی جائز ہے۔

کسی گناہ کے ارتکاب پر حد نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ گناہ نہیں ہے کئی کبائر ایسے ہیں جس میں حد نہیں مثلاً شراب پینے سے حد ہے لیکن بول پینے میں حد نہیں۔ سود لینا دینا کبیرہ گناہ ہے لیکن اس پر حد نہیں۔ زنا کی تہمت لگانے میں حد ہے۔ لیکن کفر کی تہمت میں حد نہیں۔ اسی طرح محرمات ابدیہ، منکوحہ غیر اور معتدہ سے نکاح کر کے وطی کرنا کبیرہ ہے مگر اس پر حد نہیں۔

جاننا چاہیے کہ زانی کی حد شریعت میں رجم یا جلد ہے۔ لیکن ایسے زانی کے لیے جو محرمات سے نکاح کر کے زنا کرتا ہے نہ رجم منقول ہے نہ جلد۔ کسی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے لیے رجم یا جلد کا حکم نہیں فرمایا۔ فقہاء رحمہم اللہ کی لا یحل سے یہی مراد ہے کہ اس پر نہ رجم ہے نہ ہی جلد۔ البتہ اس کو سخت سے سخت تعزیر دی جائے جو

قتل سے بھی ہوسکتی ہے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ادرؤ الحدود بالشبهات ما استطعتم

جہاں تک ہوسکے شبہات کے باعث حدود کو ساقط کر دیا کرو۔

اس حدیث سے شبہات کے ساتھ حدود کا ساقط کرنا تو ثابت ہوا لیکن شبہات کا تعین قرآن و حدیث میں صراحۃً موجود نہیں۔ ہر مجتہد نے اپنے اجتہاد سے استنباط کیا ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے نفس عقد کو شبہ میں داخل سمجھا ہے گو اس عقد کی حرمت پر اتفاق اور وہ جانتا بھی ہو حدیث۔

ايما امرأة نكحت بغير اذن وليها فنكاحها باطل فان دخل بها فلها المهر بما استحل من فرجها.

امام اعظم کے قول کی تائید کرتی ہے کیوں کہ اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے اس عورت کا جس نے اپنے ولی کے اذن کے بغیر نکاح کر لیا ہو نکاح باطل فرمایا ہے مہر لازم۔ اس عورت کے ساتھ وطی کرنے میں حد لازم نہیں تو ظاہر ہے کہ نکاح کو ایسا دخل ہے جو حد ساقط کردے۔ معلوم ہوا کہ نفس عقد شبہ ہے اور شبہات سے حدود کا ساقط ہونا حدیث میں آیا ہے۔ اس لیے مذکورہ بالا صورتوں میں حد نہیں۔

جوہر النقی ج ۲ ص ۱۷۷ میں لکھا ہے:

وقد اخرج الطحاوی بسند صحيح عن ابن المسيب ان رجلا تزوج امرأة فی عدتها فرفع الی عمر فضربها دون الحد وجعل لها الصدق.

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص نے معتدہ کے ساتھ نکاح کیا تو یہ معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچا۔ آپ نے دونوں کو حد زنا سے کم مارا اور عورت کو مہر دلوایا۔

معلوم ہوا کہ عقد نکاح حد کے سقوط کے لیے شبہ ہوسکتا ہے اور یہی حضرت امام اعظم نے فرمایا تو معترض کا اعتراض نہ صرف حضرت امام اعظم پر ہے بلکہ صحابہ رسول پر ہے میں تو یہ بھی کہوں گا کہ اعتراض رسول کریم پر بھی ہے کیوں کہ قضا میں حضرت عمر کا فیصلہ وہی تھا جو رسول کریم کی پیروی سے ماخوذ تھا۔

اعتراض نمبر ۳۷:

درمختار مصری جلد۳ص ۱۷۰ میں ہے

ولا یحد بوطی بھیمة

یعنی چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرنے سے بھی حد نہیں ماری جائے گی۔

(سیفِ محمدی ص ۱۱۹)

جواب:

افسوس کہ معترض نے اگلی عبارت **بل یعذر** بلکہ سزا دی جائے کو کیوں ہضم کیا؟ صاحب درمختار نے تو صاف لکھا ہے کہ اس کو سزا دی جائے فقہاء ﷭ نے حد کی نفی اس لیے کی ہے کہ ایسے شخص کے لیے کسی حدیث میں حد زنا (رجم یا جلد) نہیں ہے۔

بلکہ ترمذی نے ص ۱۷۶ میں ابن عباس ﷜ کا قول نقل کیا ہے:

من اتی بھیمة فلا حد علیه

جو شخص چوپائے سے بدفعلی کرے اس پر حد نہیں۔

ترمذی کہتا ہے کہ اہل علم کا اسی پر عمل ہے اور یہی قول احمد و اسحاق کا ہے۔

ترمذی کے حاشیہ میں ہے کہ ائمہ اربعہ اسی طرف گئے ہیں کہ اس پر حد نہیں تعزیر ہے۔

ابوداؤد نے بھی ابن عباس کے قول کو روایت کیا ہے۔

اب فرمایئے! ابن عباس کو کیا کہیں گے؟ امام احمد و اسحاق کو کیا کہیں گے؟ یہ بھی تو وہی کہہ رہے ہیں جو امام اعظم نے فرمایا ہے۔ ہاں ترمذی اور ابوداؤد کے بارے میں کیا خیال ہے جنہوں نے یہی مسئلہ اپنی کتابوں میں لکھا؟ اگر یہ لوگ آپ کے دل میں کسی احترام کے مستحق ہیں تو خدارا سوچئے کہ امام اعظم نے کون سا جرم کیا ہے جو آپ ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑے ہیں؟

اعتراض نمبر ۳۸:

درمختار مصری جلد سوم ص ۱۷۰ میں ہے

او یوطی دبر

یعنی اغلام (لونڈے بازی) کرنے سے بھی حد نہیں۔ (سیفِ محمدی ص ۱۲۰)

جواب:

معترض نے یہاں بھی پوری عبارت نقل نہیں کی صاحب درمختار نے ایسے شخص کو آگ میں جلانا یا اس پر دیوار گرانا یا بلند مکان سے پتھروں کے ساتھ گرانا نقل کیا ہے اور بحوالہ فتح القدیر لکھا ہے کہ اس کو سزا دی جائے، قید کیا جائے یہاں تک کہ مر جائے یا توبہ کر لے اگر اس کو لواطت کی عادت ہو تو امام اس کو سیاسۃً قتل کرے اتنی عبارت کو معترض ہضم کر گیا۔

ہاں اگر معترض کے پاس کوئی دلیل قرآن وحدیث صحیح سے ہے جس میں وطی فی الدبر کے لیے وہ حد ہو جس کی فقہاء نے نفی کی ہے تو پیش کرے۔

اعتراض نمبر ۳۹:

درمختار مصری جلد سوم ص ۱۷۲ میں ہے

او زنی فی دار الحرب او البغی

یعنی حربی کافروں یا باغیوں کی سلطنت میں زنا کرنے سے بھی حد نہیں۔

(سیفِ محمدی ص ۱۲۳)

جواب:

معترض اگر فتح القدیر کا یہ مقام دیکھتا تو اسے یہ حدیث مل جاتی جس کو امام محمد نے سیر کبیر میں روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من زنٰی او سرق فی دار الحرب واصاب بها حدا ثم هرب فخرج الینا فانه لا یقام علیه الحد.

جو شخص دار الحرب میں زنا یا چوری کرے اور حد کو پہنچ جائے پھر وہاں سے بھاگ کر اسلامی حکومت میں آ جائے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی چونکہ معترض اعتراض کر چکا ہے اس لیے یہ امید نہیں کہ وہ اپنا اعتراض واپس لے بلکہ یقین ہے کہ اس حدیث پر کوئی نہ کوئی اعتراض ہی کرے گا۔

اعتراض نمبر ۴۰:

درمختار مصری جلد ۳ ص ۱۷۲ میں ہے

ولا حد بزنا غير مكلف بمكلفة مطلقا

یعنی نابالغ وغیرہ غیر مکلف مرد اگر بالغہ مکلفہ عورت سے زنا کرے تو دونوں پر حد نہیں۔ (سیف محمدی ص ۱۲۷)

جواب:

نابالغ غیر مکلف پر تو سقوط حد ظاہر ہے کہ وہ غیر مکلف ہے۔ لیکن عورت پر اس لیے حد نہیں کہ اصل زنا مرد کا فعل ہے۔ عورت فعل کا محل ہے اسی لیے مرد کو واطی زانی کہتے ہیں اور عورت کو موطوءہ مزنیہ۔ البتہ مجازاً عورت کو بھی زانیہ کہا جاتا ہے۔ زنا اس شخص کے فعل کو کہتے ہیں جو اس سے بچنے کا مخاطب ہو اور کر گزرنے سے عاصی اور وہ عاقل و بالغ مرد ہو گا نہ کہ بچہ یا دیوانہ کیوں کہ یہ دونوں احکام شرعیہ کے پابند نہیں۔ عورت اگرچہ فعل زنا کا محل ہے لیکن اس کو حد اسی صورت میں جب کہ وہ زنا کرنے پر ایسے مرد کو موقع دے جو زنا سے بچنے کا مخاطب ہو اور کر گزرنے سے گنہگار۔ چونکہ صورت مذکورہ میں عورت نے جس لڑکے کو زنا کا موقع دیا وہ نہ عاقل ہے نہ بالغ اس لیے عورت پر بھی حد نہیں۔

اعتراض نمبر ۴۱:

درمختار مصری جلد ۳ ص ۱۷۲ میں ہے

ولا حد بزنا بالمستاجر له

یعنی جس عورت کو زنا کاری کے لیے اجرت دی ہو اور اس سے زنا کرے تو اس پر حد نہیں۔ (سیفِ محمدی ص ۱۳۱)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ تعصب ایسی بری بلا ہے جو اچھے خاصے آدمی کو اندھا کر دیتا ہے۔ درمختار میں اسی عبارت کے آگے لکھا ہے

والحق وجوب الحد

حق یہ ہے کہ حد واجب ہے۔

انسوس کہ معترض کو حق بات نظر نہ آئی۔

اعتراض نمبر۴۲:

درمختار مصری جلد۳ص۱۷۲ میں ہے

وکذا لو قال اشتریتها

یعنی ایک آزاد عورت سے زنا کیا پھر کہہ دیا کہ میں نے تو اسے خرید اہے تو اس پر بھی حد نہیں۔ (سیفِ محمدی ص۱۳۲)

جواب:

میں کہتا ہوں جب اس نے کہا کہ میں نے اسے خرید اہے تو اس کے حلال ظن کرنے سے اشتباہ ہو گیا۔ کیوں کہ وہ ملک کا مدعی ہوا۔ اگر ملک ثابت ہو جاتی تو وطی حرام نہ ہوئی۔ چوں کہ وہ عورت آزاد ہے اس لیے ملک ثابت نہ ہوئی اور وطی حرام ہوئی مگر اس پر یہ امر مشتبہ رہا۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

اشتبه علیه الامر بظنه الحل

اس کے حلال ظن کرنے سے اس پر یہ امر مشتبہ ہوا۔

یہ شبہ شبہ فعل ہے اور شبہات کے وقت حدود ساقط ہو جاتی ہے۔

اعتراض نمبر۴۳:

درمختار مصری جلد سوم ص۱۷۳ میں ہے:

ولو غصبها ثم زنا بها

یعنی اگر کسی لونڈی کو غصب کر لیا پھر اس سے زنا کاری کی پھر قیمت کا ضامن ہو گیا تو اس پر بھی زنا کی حد نہیں۔ (سیفِ محمدی ص۱۳۴)

جواب:

میں کہتا ہوں قیمت کا ضامن ہونا اس لونڈی کی ملک کا سبب ہے جب وہ قیمت کا ضامن ہو گیا تو لونڈی اس کی ملک ہو گئی۔ اقامت حد سے پہلے لونڈی کا مالک ہو جانا ملک منافع میں شبہ پیدا کرتا ہے شبہ سے چونکہ حدود ساقط ہو جاتی ہے اس لیے اس پر حد ساقط ہو گئی۔

من ادعى خلاف ذالك فعليه البيان.

اعتراض نمبر۴۴:

درمختار مصری جلد سوم ص۱۷۳ میں ہے

ولا یحد

یعنی خلیفہ مسلمان آزاد بادشاہ پر بھی زنا کاری وغیرہ کی حد نہیں لگائی جائے گی۔ مثلاً شراب پیے، تہمت لگائے، چوری کرے، زنا کاری کرے کسی چیز پر حد نہ لگے گی۔

(سیفِ محمدی ص۱۳۵)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ حدود حقوق اللہ سے ہیں ان کا اجرا و اقامت بادشاہ سے متعلق ہے۔ جب بادشاہ ایسا ہو کہ اس کے اوپر کوئی بادشاہ نہ ہو تو وہ اپنی ذات پر اقامت حدود نہیں کرسکتا۔ اس پر حد نہیں۔

اعتراض نمبر۴۵:

درمختار مطبوعہ دارلکتب مصر جلد چہارم میں ہے

لا ربو بین سید وعبده

یعنی غلام اور آقا کے درمیان سودی لین دین میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(سیفِ محمدی ص۱۳۶)

جواب:

میں کہتا ہوں مطلقاً نہیں بلکہ درمختار میں تصریح ہے کہ غلام مدیون مستغرق نہ ہو معترض نے اس قید کو اڑا دیا۔ غلام جب مدیون نہ ہو تو خود غلام اور جو کچھ غلام کی ملک میں ہے وہ آقا کی ملک ہے اس لیے یہاں سود متحقق ہی نہیں ہوتا جہاں بیع متحقق نہیں وہاں ربا کہاں اگر معترض کے پاس اس کے برخلاف کوئی دلیل ہے تو پیش کرے۔

اعتراض نمبر۴۶:

درمختار مصری جلد چہارم ص۲۰۹ میں ہے

لا بین حربی و مسلم

یعنی حربی کافر سے مسلمان سود لے سکتا ہے کوئی حرج نہیں۔ (سیفِ محمدی ص ۱۳۷)

جواب:

میں کہتا ہوں حضرت عباس رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ میں فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو کر کافروں سے سود کا معاملہ کرتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن حجۃ الوداع میں فرمایا:

''پہلا سود جو کہ میں موقوف کر رہا ہوں، عباس کا سود ہے۔ (اخرجہ المسلم)

علامہ ترکمانی جوہر النقی جلد۲ ص ۲۰۳ میں فرماتے ہیں کہ ربا حرام ہو چکا تھا اور عباس مکہ میں فتح مکہ تک ربا کا معاملہ کیا کرتے تھے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عباس کے ربا کو موقوف کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ مسلمان اور مشرک میں دار الحرب میں ربا جائز ہے۔ ابوحنیفہ، سفیان ثوری اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ بھی جائز کہتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ جاہلیت کا ربا موقوف ہے اس امر پر دلیل ہے کہ اس وقت تک ربا قائم تھا۔ یہاں تک کہ مکہ فتح ہو کر جاہلیت جاتی رہی، عباس کا ربا موقوف کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ اس وقت بھی وہ جائز تھا کیوں کہ موقوف وہی ہوتا ہے جو قائم ہو فقیہ ابو الولید فرماتے ہیں کہ یہ استدلال صحیح ہے کیوں کہ مشرکین و مسلمین میں دار الحرب میں ربا حلال نہ ہوتا تو عباس کا ربا اسی وقت سے موقوف ہو جاتا۔ جس وقت وہ مسلمان ہوئے تھے اور اسلام کے بعد جو کچھ لیا ہوتا، واپس کیا جاتا کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وان تبتم فلکم رؤس اموالکم

''اگر تم توبہ کرو تو اصل مال تمہارے لیے حلال ہے۔''

حجۃ الوداع میں حضور علیہ السلام نے عباس رضی اللہ عنہ کا ربا موقوف کیا تو اسلام لانے کے بعد جو کچھ وہ لے چکے تھے۔ اگر ناجائز ہوتا تو واپس کرایا جاتا۔ چوں کہ ایسا نہیں ہوا اس لیے معلوم ہوا کہ دار الحرب میں ربا مسلمان اور حربیوں میں متحقق نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا ربا بین اھل الحرب واظنہ قال اھل الاسلام۔

(نقلہ الزیلعی عن البیھقی)

مسلمان اور حربی کے درمیان سود نہیں ہے۔

یہ حدیث گو ضعیف ہے لیکن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی موید ہو سکتی ہے۔

اعتراض نمبر ۴۷:

درمختار مصری مطبوعہ دار الکتب جلد چہارم ص ۲۰۹ میں ہے

لان مالہ ثمہ مباح

یعنی حربی کافروں کے مال دار الحرب میں مباح ہیں۔ (خواہ شراب بیچ کر لے، خواہ جوئے بازی یا چوری سے لے ہر طرح جائز ہے) یہاں تک کہ دار الحرب میں جو مسلمان ہو اس سے بھی سود لے سکتا ہے۔ (سیف محمدی ص ۱۴۰)

جواب:

میں کہتا ہوں چوری کی اجازت درمختار میں نہیں۔ درمختار میں تصریح ہے:

یحل برضاہ مطلقا بلا عذر

حربی کی رضامندی سے جو مال لے حلال ہے۔ مگر عذر نہ ہو۔ اب سنیے! صدیق حسن بھوپالوی روضہ الندیہ ص ۱۴۰ میں لکھتا ہے:

ثم نقول اموال اھل الحرب علی اصل الاباحۃ یجوز لکل احد اخذ ما شاء منھا کیف شاء قبل التامین بھم

اہل حرب کے اموال مباح ہیں ان کو امان دینے سے پہلے ہر شخص کو جائز ہے کہ ان اموال سے جو چاہے جس طرح چاہے لے لے۔

اسی طرح عرف الجادی میں ہے یہ مسئلہ تو معترض کے گھر کا ہی نکل آیا۔ ہاں اگر معترض کے نزدیک اہل حرب کا مال اباحت اصلیہ میں نہیں تو اس کی دلیل بیان کرے۔

اور جو شخص دار الحرب میں مسلمان ہو اور ہجرت کر کے دار الاسلام میں نہ آئے اس کا مال بھی معصوم نہیں۔ من ادعی خلاف ذالک فعلیہ البیان

اعتراض نمبر۴۸:

درمختار مطبوعہ دارالکتب مصر جلد پنجم ص ۳۸ میں ہے

ولو اخذ بلا شرط یباح

یعنی گناہ کے کاموں پر (مثلاً گانے بجانے نوحہ کرنے اور کھیل تماشوں وغیرہ پر) بغیر شرط کے اجرت اور بدلہ لینا مباح ہے۔ (سیفِ محمدی ص ۱۴۳)

جواب:

میں کہتا ہوں اس لیے مباح ہے کہ بلا شرط لینے سے اجارہ متحقق نہیں ہوتا تو وہ اجرت نہ ہوئی جو شخص مطلقاً منع کرتا ہے شرط سے ہو یا بلا شرط وہ دلیل بیان کرے۔

اعتراض نمبر۴۹:

درمختار مصری جلد پنجم ص ۲۴۷ میں ہے

وعن الامام انما یحرم اذا مس الجلد

یعنی ریشم اگر جسم سے لگتا ہو تو پہننا حرام ہے اور اگر کسی کپڑے کے اوپر کپڑا امرد پہنے تو حرام نہیں۔ (سیفِ محمدی ص ۱۴۵)

جواب:

میں کہتا ہوں معترض کو یہ عبارت کیوں نظر نہ آئی جو درمختار میں ہے:

یحرم لبس الحریر ولو بحائل بینه وبین بدنه علی المذهب الصحیح

صحیح مذہب میں ریشم کا (مرد کے لیے) پہننا حرام ہے خواہ کپڑے پر ہی کیوں نہ ہو۔

دیکھیئے صاحب! درمختار میں تو کپڑے کے اوپر بھی ریشم پہننا حرام لکھا ہے پھر ایک غیر صحیح روایت لکھ کر اعتراض کرنا متعصب معترض کے سوا کسی کا کام نہیں ہوسکتا۔

علامہ شامی رحمہ اللہ اس عبارت کے متعلق فرماتے ہیں:

انه مخالف لما فی المتون الموضوعة لنقل المذهب فلا یجوز العمل والفتویٰ به.

یہ روایت متون معتبرہ کے خلاف ہے جو کہ (امام اعظم کے) مذہب کی نقل کے لیے

وضع کیے گئے ہیں تو اس پر عمل اور فتویٰ جائز نہیں۔

معترض جانتا ہوگا کہ محدثین جو احادیث نقل کرتے ہیں ان میں ضعیف بھی ہوتی ہیں، ایک محدث حدیث نقل کرتا ہے دوسرا ضعیف قرار دیتا ہے جس طرح وہاں احادیث ضعیفہ محدثین کے نزدیک قابل حجت نہیں ہوتیں اسی طرح فقہ کی وہ روایت جس کو فقہاء نے ضعیف یا متروک العمل قرار دیا ہو۔ حضرات فقہاء کے ہاں قابلِ حجت نہیں ہوتی۔

اعتراض نمبر ۵۰:

درمختار مصری مطبوع دار الکتب جلد پنجم ص ۳۳۰ میں ہے

والخنزير ليس بنجس العين عند ابی حنيفة

یعنی سور امام ابوحنیفہ کے نزدیک نجس العین نہیں یعنی سور ناپاک نہیں۔

(سیفِ محمدی ص ۱۴۶)

جواب:

میں کہتا ہوں **بئسما يامركم به ايمانكم ان كنتم مومنين**

درمختار میں تو صاف تصریح ہے۔

لا بخنزير لنجاسة عينه

خنزیر کے ساتھ شکار جائز نہیں اس لیے کہ وہ نجس عین ہے۔ آگے فرماتے ہیں:

وعليه ولا يجوز بالكلب على القول بنجاسة عينه الا ان يقال ان النص رد فيه وبه يندفع قول القهستانی ان الكلب نجس العين عند بعضهم والخنزير ليس بنجس العين عند ابی حنيفة علی ما فی التجديد وغيره انتهٰی

اس بنا پر کہ نجس العین کے ساتھ شکار جائز نہیں تو کتے کے ساتھ بھی شکار جائز نہیں ہونا چاہیے کہ اس کو بعض نجس عین کہتے ہیں ہاں یہ کہا جائے گا کہ کتے کے بارے میں نص وارد ہو چکی ہے اس لیے اس کے ساتھ شکار جائز ہوگا گو نجس عین ہو۔ لیکن خنزیر کے ساتھ نص وارد نہیں اس لیے اس کے نجس عین ہونے کے سبب اس کے ساتھ شکار جائز نہیں۔ اس سے قہستانی کی بات رد ہوگئی کہ کتا بعض کے نزدیک نجس عین ہے اور امام صاحب کے نزدیک

خنزیر نجس عین نہیں۔

دیکھئے صاحب! درمختار تو قہستانی کے قول کو رد کر کے سور کو نجس عین قرار دیتا ہے۔ بحر الرائق، عالمگیری، طحطاوی اور دیگر کتب فقہ حنفیہ میں بھی سور کو نجس عین لکھا ہے علامہ شامی بھی یہی لکھتے ہیں لیکن معترض ان سب سے آنکھیں بند کر کے درمختار کی طرف اس مسئلہ کی نسبت کر کے اعتراض کر رہا ہے۔ جب کہ ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ درمختار نے بھی سور کو نجس عین ہی لکھا ہے۔

معترض اس بات پر کمر بستہ ہے کہ احناف کو بدنام کیا جائے خواہ جھوٹ بول کر اور خواہ عبارات میں قطع و برید کر کے جب ان کے علماء کا یہ حال ہے تو جہلاء کا عالم کیا ہوگا؟



مولانا محمد اشرف سلیم غیر مقلد کی کتاب

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فقہ حنفیہ پر ایک نظر

مرتب

پیر جی سید مشتاق علی شاہ

ناشر

پیر سید عبدالمتین محلہ گوبند گڑھ، گلی نمبر ۸ مکان نمبر ۳۶/سی کالج روڈ
گوجرانوالہ، پنجاب، پاکستان

فون نمبر: 0333-8182910

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

ہمارے ایک دوست نے مولانا محمد اشرف صاحب غیر مقلد کی کتاب احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ لا کر دی اور اس کا جواب لکھنے کا حکم کیا، احقر نے جب کتاب کو پڑھا تو بہت حیرانگی ہوئی کہ ایک مسئلہ بھی مصنف نے اپنی تحقیق سے نہیں لکھا سب کچھ سرقہ کیا ہوا ہے اور تمام مسائل جن پر اعتراضات کیے گئے ہیں وہ سو سال پرانے ہیں جن کے جوابات علماءِ اہل سنت بار بار دے چکے ہیں۔

مصنف نے اکثر مواد ظفر المبین اور حقیقۃ الفقہ سے لیا ہے۔ ان دونوں کتابوں کے جوابات اُسی دور میں لکھے جا چکے تھے۔ ظفر المبین کے جواب میں کئی کتابیں لکھی گئی تھیں جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:

۱......فتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلدین، تالیف مولانا منصور علی خان رحمۃ اللہ علیہ مراد آبادی شاگرد مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ۔

یہ کتاب میر محمد کتب خانہ کراچی سے شائع ہو چکی ہے اور عام مل جاتی ہے۔

۲......نصر المقلدین، حافظ احمد علی بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

۳......**نصرة المجتهدین**، مولانا وکیل احمد سکندر پوری رحمۃ اللہ علیہ

یہ کتاب پیر جی کتب خانہ ۸ گوبند گڑھ گوجرانوالہ پاکستان سے ۱۱۸ سال بعد طبع ہوئی ہے۔

اسی طرح حقیقت الفقہ کے جواب میں بھی کئی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مثلاً

۱......**نصیحة الثقه فی جواب حقیقت الفقه** تالیف مولانا محمد عالم آسی امرتسری۔ یہ کتاب ابھی تک ہمیں نہیں ملی۔

۲......**رد حقیقت الفقه**، تالیف مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ، یہ **حقیقت الفقه** کا مکمل جواب ہے۔ یہ کتاب بھی ابھی تک نہیں ملی۔

۳......**اقامة البرهان**، تالیف مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ

۴......تحقیق المتین، تالیف مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ

ان دونوں رسالوں میں حقیقت الفقہ کے بعض مسائل کا جواب ہے اور مطبوعہ ہیں۔

۵......حقائق الفقہ بجواب حقیقۃ الفقہ مرتب سید مشتاق علی)

۶......حقیقت الفقہ کا ایک مکمل و مدلل جواب تین جلدوں میں نصرۃ الفقہ بجواب حقیقت الفقہ کے نام سے حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے شاگردوں سے لکھوایا ہے مگر تا حال شائع نہیں ہوا۔ دعا فرمائیں اور احقر کے ساتھ تعاون بھی فرمائیں تا کہ یہ عظیم اور ضخیم کتاب بھی شائع ہو جائے۔

قارئین کرام تفصیل کے لیے تو اصل کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔ ہم تو یہاں پر صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ ساری کتاب چوری کر کے بنائی گئی ہے۔

یہ کتاب ۳۰×۲۰/۱۶ سائز کے ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے ص ۹ سے ۶۳ تک ۸۴ مسائل وہ نقل کیے ہیں جو مصنف کے نزدیک حدیث کے خلاف ہیں پھر ص ۶۵ سے ۸۹ تک وہ مسائل ذکر کیے ہیں جو مصنف کے نزدیک شرمناک اور مردود ہیں۔ ہم ترتیب وار ان کا تجزیہ پیش کرتے ہیں۔

پہلے فقہ اور حدیث کے تضاد والے مسائل ایک نظر میں ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۱:

حنفی مذہب میں بلی کا جوٹھا مکروہ ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۹)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۳۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲:

حنفی مذہب اور چوپایوں کا جوٹھا۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۰)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۳۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳:

حنفی مذہب اور ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۰)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۴۰ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۴:

حنفی مذہب میں دوہری اذان بھی ناجائز ہے۔(احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص۱۱)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۴۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۵:

حنفی مذہب میں اکہری اقامت ناجائز ہے۔(احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص۱۲)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۴۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۶:

حنفی مذہب اور احادیث اربعہ کی مخالفت۔(احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص۱۲)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۴۵ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۷:

حنفی مذہب اور تکبیر تحریمہ میں تبدیلی (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص۱۳)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۴۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۸:

حنفی مذہب میں دونوں ہاتھوں کی جگہ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص۱۴)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۴۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۹:

حنفی مذہب اور نابالغ لڑکے کی امامت۔(احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص۱۴)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۵۰ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۰:

فرض پڑھنے والا متنفل کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔(احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص۱۵)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۵۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۱:

حنفی مذہب اور نماز میں تین قدم (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص۱۶)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ص ۵۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۲:

حنفی مذہب اور خلاف حدیث (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۶)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ص ۵۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۳:

حنفی مذہب اور غلام کی امامت۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۷)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ص ۶۰ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۴:

حنفی مذہب اور نماز وتر (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۷)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ص ۶۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۵:

حنفی مذہب اور بلا وضو خطبہ جمعہ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۸)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ص ۶۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۶:

حنفی مذہب سبحان اللہ یا اللہ اکبر کی جگہ کافی ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۹)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ص ۶۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۷:

جمعہ کے دن تحیہ مسجد پڑھنا جائز نہیں۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۰)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ص ۶۵ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۸:

حنفی مذہب اور نماز عیدین میں چھ تکبریں (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۰)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ص ۶۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۹:

حنفی مذہب اور کفن میں کرتہ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۱)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ص ۶۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۰:

حنفی مذہب اور نماز فجر روشن کر کے پڑھنا (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۱)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ص ۶۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۱:

امام میت کے سینہ کے برابر کھڑا ہو۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۲)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ص ۷۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۲:

حنفی زکوٰۃ کا گورکھ دھندا (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۳)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ص ۸۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۳:

غلاموں کا صدقہ فطرانہ ضروری نہیں۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۳)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ص ۸۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۴:

حنفی مذہب میں صدقہ فطرانہ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۴)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ص ۸۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۵:

عورت اپنے خاوند کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۴)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ص ۸۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۶:

حنفی مذہب میں نفلی روزہ کی قضا واجب ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۵)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ص ۹۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۷:

عورت کا محرم کے بغیر سفر کرنا جائز ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۵)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ص ۹۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۸:

کافر ذمی کا مسجد حرام میں داخلہ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۶)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ص ۱۰۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۹:

تیرہویں تاریخ زوال سے پہلے کنکریاں مارنا (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۷)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ص ۱۰۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۰:

حنفی مسلمان کا کافر ذمیہ کے ساتھ حنفی نکاح۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۷)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ص ۱۳۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۱:

حنفی مذہب میں عمرہ کی ادائگی۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۸)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ص ۱۳۰ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۲:

حج کے روزوں میں قرآن کی مخالفت۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۹)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ص ۱۲۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۳:

صاحب استطاعت نابینے پر بھی حج فرض نہیں۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲۹)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ص ۱۲۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۴:

حنفی مذہب میں حنفی نکاح (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۰)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ص ۱۲۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۵:

حدود حرم کے اندر اجرائے حد کی معافی (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۰)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۱۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۶:

حنفی مذہب اور طلاق مکرہ کا جواز۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۱)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۳۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۷:

مطلقہ عورت کو گھر سے نکلنا جائز نہیں۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۱)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۴۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۸:

حنفی مذہب اور زندہ جانور کے بدلے گوشت بیچنا۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۲)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۴۵ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۹:

مسلمان کا فر ذمی کے بدلہ میں قتل ہوگا۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۳)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۴۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۰:

گوہ کا کھانا مکروہ اور حرام ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۳)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۵۰ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۱:

حنفی مذہب اور قتل میں قصاص کی معافی (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۴)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۵۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۲:

حنفی مذہب اور ریشم کا استعمال (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۴)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۶۰ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۳:

گدھے کو گھوڑی پر چڑھانا جائز ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۵)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۶۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۴:

مسلمان اور کافر کی دیت برابر ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۶)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۶۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۵:

مقتول کے ولی کو دیت کا اختیار نہیں۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۶)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۶۵ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۶:

استنجا کے لیے کوئی عدد مسنون نہیں۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۷)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۶۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۷:

ہڈی گوبر کے ساتھ استنجا جائز ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۸)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۷۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۸:

حنفی مذہب میں کوئی خاص سورت مقرر کرنا مکروہ ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۸)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۷۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۹:

حنفی مذہب میں سجدہ شکر مکروہ ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۹)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۷۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۰:

فقہ حنفیہ اور ظہر کا آخری وقت۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۳۹)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۲ ص ۱۷۶ سے لیا ہے۔

نوٹ: یہ پچاس مسئلے اشرف سلیم صاحب نے صرف ایک کتاب ہی سے لیے ہیں آگے ۳۴ مسئلوں میں سے ۲۳ مسئلے مقلدین ائمہ کی عدالت میں سے لیے ہیں باقی ۱۱ دیگر

کتب سے لیے ہیں۔ ایک بھی مسئلہ ایسا نہیں جو انہوں نے خود تحقیق کر کے لکھا ہو صرف اپنے اکابر کی تقلید کی ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۱:

فقہ حنفی اور آٹھ قرآنی آیات کی مخالفت۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۰)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۰ اور ظفر المبین ج ۲ ص ۵۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۲:

فقہ مذہب میں چوری کی حد معاف ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۱)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۹ اور شمع محمدی ص ۱۳۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۳:

حنفی مذہب اور محرمات ابدیہ سے نکاح۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۱)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۲۰ اور ظفر المبین حصہ اول ص ۱۹۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۴:

فقہ حنفیہ اور قرآن کی بغاوت۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۲)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۷ اور ظفر المبین حصہ اول ص ۱۸۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۵:

حنفی مذہب اور پیشاب سے فاتحہ۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۲)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۲۱ اور ظفر المبین حصہ اول ص ۲۴۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۶:

حنفی مذہب میں حد زنا معاف ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۳)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۷:

حنفی مذہب جھوٹ اور فراڈ کا پلندہ ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۴)

یہ مسئلہ ظفر المبین حصہ اول ص ۲۰۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۸:

حنفی مذہب اور شراب کا سرکہ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۴)

یہ مسئلہ ظفر المبین حصہ اول ص ۶۶ اور شمع محمدی ص ۶۵ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۹:

حنفی مذہب میں شرابیوں پر کوئی حد نہیں۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۵)

یہ مسئلہ اختلاف امت کا المیہ حصہ اول ص ۶۶، سیف محمدی ص ۶۹، حقیقت الفقہ ص ۲۰۲، ۲۲۹، مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۸، ۲۱۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۰:

حنفی مذہب کا حنفی روزہ۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۶)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۶ اور سیف محمدی ص ۹۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۱:

حنفی مذہب کا حنفی حج (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۶)

یہ مسئلہ جونا گڑھی سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۲:

حنفی مذہب میں مشت زنی کرنا واجب ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۷)

یہ مسئلہ حقیقت الفقہ ص ۲۱۶، ۲۱۷ اور سیف محمدی ص ۸۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۳:

حنفی مذہب اور کتوں کی خرید و فروخت۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۸)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۸ سے لیا ہے۔ اور ظفر المبین حصہ اول ص ۱۶۵، ۲۴۳، حقیقت الفقہ ص ۲۲۵، ۲۰۳، شمع محمدی ص ۶۹، اختلاف امت کا المیہ حصہ اول ص ۶۵ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۴:

حنفی مذہب میں حلالہ اور بے غیرتی کی انتہا۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۸)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۷ اور شمع محمدی ص ۹۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۵:

حنفی مذہب میں گوز سلام کے برابر ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۴۹)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۳ اور شمع محمدی ص ۱۴۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۶:

حنفی مذہب میں قے کر کے چاٹنا جائز ہے۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۵۰)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۱ ص ۲۰۷، سبیل الرسل ص ۲۷۸، شمع محمدی مسئلہ نمبر ۸، اختلاف امت کا المیہ ج ۱ ص ۵۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۷:

حنفی مذہب اور امامت کی شرائط عجیبہ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۵۱)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۴، اختلاف امت کا المیہ ج ۱ ص ۶۰، شمع محمدی ص ۱۱۰، سبیل الرسل ص ۲۸۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۸:

حنفی مذہب کا بے مثال پکا وضو۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۵۱)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۹:

حنفی مذہب اور قصاص میں تبدیلی (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۵۲)

یہ مسئلہ ظفر المبین ج ۱ ص ۲۰۵ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۰:

حنفی مذہب اور بدمعاشوں کو چکلہ چلانے کی چھٹی۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۵۳)

یہ مسئلہ ظفر المبین حصہ اول ص ۲۵۰، ۲۱۴، ۲۴۳، اختلاف امت کا المیہ ص ۶۵، حقیقت الفقہ حصہ اول ص ۲۲۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۱:

حنفی مذہب میں خرید و فروخت کا چکر۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۵۴)

یہ مسئلہ ظفر المبین حصہ اول ص ۱۷۴ سے لیا ہے۔
مسئلہ نمبر۷۲:
حنفی مذہب اور مسجد میں نماز جنازہ کا انکار۔(احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۵۵)
یہ مسئلہ ظفر المبین حصہ اول ص ۴۸، مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۴، شمع محمدی مسئلہ نمبر ۳۶ سے لیا ہے۔
مسئلہ نمبر۷۳:
حنفی مذہب اور دیہاتوں میں جمعہ کا انکار۔(احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۵۶)
یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۵ سے لیا ہے۔
مسئلہ نمبر۷۴:
حنفی مذہب حنفی نکاح اور حنفی حق مہر۔(احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۵۷)
یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۷ سے لیا ہے۔
مسئلہ نمبر۷۵:
حنفی مذہب میں نکاح بیٹہ حلال ہے۔(احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۵۷)
یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۷۶:
حنفی مذہب میں اغلام بازی اور بہیمہ بازی جائز ہے۔(احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۵۸)
یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۲۰ اور سیف محمدی ص ۱۲۰ سے لیا ہے۔
مسئلہ نمبر۷۷:
جتنے جانور حرام ہیں وہ ذبح کرنے سے حلال ہو جاتے ہیں۔
(احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۵۹)
یہ مسئلہ سیف محمدی ص...... اور حقیقت الفقہ حصہ اول ص...... سے لیا ہے۔
مسئلہ نمبر۷۸:
حنفی مذہب میں مدینہ شریف حرم نہیں۔(احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۶۰)
یہ مسئلہ ظفر المبین حصہ اول ص ۱۶۰، مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۹:

فقہ حنفیہ اور صدقہ فطرانہ میں نقب زنی (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۶۰)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۰:

حنفیہ اور صلوٰۃ استسقاء کا صریحاً انکار۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۶۱)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۵، شمع محمدی مسئلہ نمبر ۱۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۱:

حنفی مذہب اور فارسی انگریزی میں نماز پڑھنا۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۶۱)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۲ اور شمع محمدی ص...... مسئلہ نمبر ۱۲۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۲:

فقہ حنفیہ اور لونڈے بازی کا جواز۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۶۲)

یہ مسئلہ مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۲۰، سیف محمدی ص ۱۲۰، حقیقت الفقہ ص ۲۲۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۳:

فقہ حنفیہ اور متعہ حلال (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۶۳)

یہ مسئلہ حقیقت الفقہ ص ۲۱۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۴:

فقہ حنفیہ اور مسنون عقیقہ کا انکار۔ (احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۶۳)

یہ مسئلہ ظفر المبین حصہ اول ص...... سے لیا ہے۔

نوٹ: ص ۹ تا ص ۶۴ تک ۸۴ مسئلے وہ بیان کیے ہیں جو بقول ان کے حدیث کے خلاف (یعنی جن میں فقہ کا اور حدیث کا تضاد ہے) ہیں۔ آگے ص ۶۵ سے ص ۸۹ تک سو مسئلے بغیر تضاد کے بیان کیے ہیں۔ اس میں سے اکثر حقیقت الفقہ حصہ اول سے اور کچھ دوسری کتب سے لیے ہیں۔ ان سو میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو خود تحقیق کر کے لکھا ہو اور وہ

اعتراض پہلے کسی غیر مقلد نے نہ کیا ہو۔(حنفیہ کی طرف سے ان مسائل کے دلائل کے لیے دیکھئے احادیثِ مصطفیٰ ﷺ اور مسلکِ احناف)

صفحہ ۶۵ پر ایک سرخی قائم ہے فقہ حنفی کے یک صد (۱۰۰) شرمناک اور مردود مسائل اس سرخی کے تحت ایک صد مسائل ذکر کیے ہیں ہم یہاں پر ترتیب سے ان مسائل کو ذکر کر کے ثابت کریں گے کہ یہ تمام مسائل کسی سے لے کر جمع کیے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱:

فقہ حنفی اور سور کی کھال

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲:

فقہ حنفی اور کتے کی کھال۔

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳:

فقہ حنفی اور کتے کے چمڑے کا ڈول

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴:

فقہ حنفی اور کتے کے بالوں کا ازار بند۔

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵:

فقہ حنفی اور کتے کی ہڈیاں اور بال پٹھے پاک

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶:

فقہ حنفی اور سور نجس نہیں

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷:

فقہ حنفی اور سور نمک ساز میں

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص۲۰۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸:

حنفی مذہب اور سور کا کاروبار

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص۲۰۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۹:

حنفی مذہب اور کتے کا حکم

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص۲۰۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰:

حنفی مذہب میں بھیگے کتے اور کاٹنے کا حکم

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص۲۰۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱:

حنفی مذہب اور کتے کا کاروبار

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص۲۰۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۲:

فقہ حنفی اور بے مثال حنفی تیمم

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص۲۰۵ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳:

کتے کا منہ باہر اور جسم پانی میں (٦٩)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص۱۹۵ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۴:

فقہ حنفی اور سور کے تھوڑے بال (٧٠)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۵ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۵:

کتا پانی میں اور وضو جائز (۷۰)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۶:

حوض میں کتا اور حنفی وضو کا جواز (۷۰)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۷:

حنفی مذہب بغل میں کتا اور نماز جائز۔ (۷۰)

یہ مسئلہ سیف محمدی ص...... سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۸:

فقہ حنفی اور سور کے موزے (۷۰)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۲۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۹:

ساڑھے تین ماشے منی اور حنفی فقاہت (۷۱)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۰:

حنفی مذہب اور بچھونے پر خشک منی (۷۱)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۱:

حنفی روزہ حنفی جلق اور فقہی ثواب (۲۱۷)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۱۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۲۲:

مشت زنی کرنے پر وبال ختم (ص۷۱)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص۲۱۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۲۳:

فقہ حنفی اور اپنے ہاتھ سے منی خارج کرنا۔ (ص۷۲)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص۲۱۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۲۴:

حنفی مذہب میں بیوی کی سپر ڈیوٹی (ص۷۲)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص۲۲۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۲۵:

حنفی مذہب اور مجرب نسخہ (ص۷۲)

یہ مسئلہ سیف محمدی ص...... سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۲۶:

حنفی متعہ اور اس کے جواز کا فقہی طریقہ (ص۷۲)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص۲۱۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۲۷:

جھوٹے گواہ، جھوٹا مقدمہ، جھوٹا نکاح اور حرام صحبت (ص۷۳)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص۲۱۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۲۸:

جھوٹا دعویٰ، جھوٹی ڈگری اور حرام وطی (ص۷۳)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص۲۱۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۲۹:

حنفی مذہب میں فقہ حنفی کی عجیب کرامت (ص۷۳)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص۲۲۰ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۳۰:

فقہ حنفی کا اشرار اور مدینہ کی حرمت کا انکار (ص۷۴)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص۲۱۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۳۱:

شراب کو حلال بنانے کا حنفی فارمولا (ص۷۴)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص۲۰۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۳۲:

فقہ حنفی میں حنفی آدمی کے لیے پیاس کا علاج (ص۷۴)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص۲۰۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۳۳:

فقہ حنفی اور شراب میں گوشت (ص۷۴)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص۲۰۱ سے لیا ہے۔

نمبر۳۴:

فقہ حنفی اور شراب کا پیالہ ہانڈی میں (ص۷۴)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص۲۰۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۳۵:

حنفی مذہب میں جو اور سیب کی شراب (ص۷۵)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص۲۲۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر۳۶:

فقہ حنفی اور منقہ کی شراب (ص۷۵)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص۲۲۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۷:

لہوولعب کے بغیر شراب حلال (ص ۷۵)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۲۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۸:

شراب کے نو (۹) پیالے حلال اور دسواں حرام (ص ۷۵)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۲۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۹:

حنفی مذہب اور مردار کا چمڑہ (ص ۷۶)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۰۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۰:

فقہ حنفی اور مردار کے پٹھے (ص ۷۶)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۰۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۱:

فقہ حنفی اور مردہ جانور کا دودھ (ص ۷۶)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۰۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۲:

فقہ حنفی کا کمال حرام جانور صرف ذبح کرنے سے حلال (ص ۷۶)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۰۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۳:

حرام جانوروں کے کل اجزاء پاک ہیں۔ (ص ۷۶)

یہ مسئلہ حقیقة الفقہ ص ۲۰۴ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۴:

فقہ حنفی میں کتے اور ہاتھی کی کھال (ص ۷۷)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۵:

آدمی کی کھال بھی پاک (ص ۷۷)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۶:

فقہ حنفی اور بھیڑیے کی کھال (ص ۷۷)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۷:

حنفی مذہب میں سور کا چمڑہ بھی پاک (ص ۷۷)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۳ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۸:

فقہ حنفیہ اور ساڑھے تین ماشہ پیشاب اور پاخانہ (ص ۷۸)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۹:

فقہ حنفی میں پیشاب اور خون پلانا جائز (ص ۷۸)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۰:

جانوروں کے پیشاب میں چوتھائی کپڑا (ص ۷۸)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۱:

فقہ حنفی اور چمگادڑ کا پیشاب (ص ۷۸)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۲:

فقہ حنفی اور چوہے کا پیشاب (ص ۷۸)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۳:

فقہ حنفی اور جلا ہوا پاخانہ (ص ۷۹)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۷۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۴:

حنفی مذہب اور خشک پاخانہ (ص ۷۹)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۵:

فقہ حنفی اور پاخانہ سے بھرا ہوا موزہ (ص ۷۹)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۶:

حرام جانوروں کی بیٹ پاک (ص ۷۹)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۷:

حنفی مذہب اور چوتھائی حصہ پاک (ص ۷۹)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۸:

فقہ حنفی اور چمگادڑ کا پاخانہ (ص ۸۰)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۹:

فقہ حنفی اور چوہے کی مینگنی پاک (ص ۸۰)

یہ مسئلہ حقیقة الفقه ص ۱۹۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۰:

فقہ حنفیہ اور نجاست کی صفائی (ص ۸۰)

یہ مسئلہ حقیقة الفقه ص ۱۹۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۱:

فقہ حنفی اور جنبی کا قرآن لکھنا (ص ۸۰)

یہ مسئلہ حقیقة الفقه ص ۲۰۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۲:

حنفی مذہب اور سورہ فاتحہ خون سے لکھنا (ص ۸۰)

یہ مسئلہ حقیقة الفقه ص ۱۹۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۳:

حنفی مذہب میں نکسیر کا علاج (ص ۸۱)

یہ مسئلہ حقیقة الفقه ص ۱۹۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۴:

فقہ حنفی اور بیت الخلا میں قرآن پڑھنا (ص ۸۱)

یہ مسئلہ حقیقة الفقه ص ۱۹۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۵:

فقہ حنفیہ قرآن پاک سے افضل (ص ۸۱)

یہ مسئلہ حقیقة الفقه ص ۲۰۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۶:

حنفی مذہب اور قرآنی آیت بسم اللہ کا انکار (ص ۸۱)

یہ مسئلہ حقیقة الفقه ص ۲۰۷ سے لیا ہے۔

نمبر ٦٧:

فقہ حنفی اور مردار کی کھال پر قرآن لکھنا (ص ٨١)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ٢٢٨ سے لیا ہے۔

نمبر ٦٨:

حنفی مذہب اور خنزیر کا جوٹھا (ص ٨٢)

یہ مسئلہ .... سے لیا ہے۔

نمبر ٦٩:

فقہ حنفی اور اور ولد الزنا کی امامت (ص ٨٢)

یہ مسئلہ ظفر المبین ص ..... سے لیا ہے۔

نمبر ٧٠:

فقہ حنفیہ اور شرمگاہ کی رطوبت (ص ٨٢)

یہ مسئلہ سیف محمدی ص ..... سے لیا ہے۔

نمبر ٧١:

منی کا خروج بھی اور غسل کا سقوط بھی (ص ٨٢)

یہ مسئلہ حقیقت الفقہ ص ..... سے لیا ہے۔

نمبر ٧٢:

فقہ حنفی اور صحبت کا طریقہ (ص ٨٢)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص .... سے لیا ہے۔

نمبر ٧٣:

فقہ حنفی اور دبر پر نجاست (ص ٨٣)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ٢١٠ سے لیا ہے۔

نمبر ٧٤:

فقہ حنفی اور نماز میں آلہ تناسل کو پکڑنا (ص ٨٣)

یہ مسئلہ ظفر المبین حصہ اول ص ۲۳۸ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۵:

حنفی نماز بغل میں کتا اور نماز پھر مکمل (ص ۸۳)

یہ مسئلہ سیف محمدی ص...... سے لیا ہے اور پہلے اسی کتاب کے ص ۷۰ پر بھی گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۶:

گریبان کے اندر سے شرمگاہ کو دیکھنا (ص ۸۳)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۱۰ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۷:

نماز کی حالت میں دو صف تجاوز کرنا (ص ۸۴)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۱۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۸:

نماز میں کتے اور گدھے کو بلانا (ص ۸۴)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۱۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۹:

نماز میں قبلہ سے انکار (ص ۸۴)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۱۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۰:

نماز میں عورت کا بوسہ (ص ۸۴)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۱۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۱:

نماز میں اپنی عورت کی شرمگاہ دیکھنا (ص ۸۴)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۱۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۲:

فقہ حنفی اور نماز میں ستر عورت دیکھنا (ص ۸۵)

یہ مسئلہ درایت محمدی ص...... سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۳:

حنفی مذہب اور نماز میں جوئیں مارنا (ص ۸۵)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۱۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۴:

حنفی مذہب اور احتلام (ص ۸۵)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۵:

فقہ حنفی اور لونڈے بازی کا جواز (ص ۸۵)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۲۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۶:

فقہ حنفی اور صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کو گالیاں دینا کفر نہیں

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۸۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۷:

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا منکر کافر نہیں (ص ۸۶)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۳۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۸:

فقہ حنفی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باغی تھے۔ (ص ۸۶)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۳۶ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۹:

فقہ حنفی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بے سمجھ ہیں۔ (ص ۸۶)

یہ مسئلہ سیف محمدی ص ۲۹ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۰:

فقہ حنفی میں فاسق، فاجر اور پیغمبروں کا ایمان برابر ہے۔ (ص ۸۷)

یہ مسئلہ ظفر المبین ص ۵٦، ص ۴۰، مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۱۰ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۱:

حنفی فقہ میں شرط ہے کہ حنفی دبر میں لکڑی کا ایک سرا باہر ضرور رہے (ص ۸۷)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۱٦، ۲۱۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۲:

حنفی دبر، حنفی انگلی اور پھر روزہ فاسد نہیں (ص ۸۷)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۱٦ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۳:

شوہر کا انزال اور حنفی روزہ کا کمال (ص ۸۸)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۱۷ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۴:

فقہ حنفی میں کنجری بازی پر کوئی حد نہیں۔ (ص ۸۸)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۲۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۵:

حنفی مذہب میں حرام عورتوں سے نکاح اور اولاد (ص ۸۸)

یہ مسئلہ ظفر المبین حصہ اول ص ۱۹۹، مقلدین ائمہ کی عدالت میں ص ۲۲۰، حقیقت الفقہ ص...... سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۹٦:

حنفی مذہب میں حنفی تقویٰ کی آخری چھلانگ (ص ۸۸)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۱۸ سے چوری کیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۷:

فقہ حنفی اور عورت کی شرمگاہ کو چومنا

یہ مسئلہ سیف محمدی ص ۹۲ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۸:

اپنی ہی دبر میں اپنا ہی آلہ تناسل اور فقہ کا تماشہ (ص ۸۹)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۱ سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۹:

حنفی مذہب، حنفی فقہ، حنفی روزہ اور حنفی حج (ص ۸۹)

یہ مسئلہ درایت محمدی ص...... سے لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰۰:

چوپائے کے ساتھ بدفعلی، نہ وضو نہ غسل ہر طرف اللہ بیلی (ص ۸۹)

یہ مسئلہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲ سے لیا ہے۔

ناظرین آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ جو بات ہم نے شروع میں ذکر کی تھی وہ ہم نے الحمد للہ ثابت بھی کر دی ہے۔ ہم غیر مقلدین سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اس روش کو چھوڑ دیں اور تعصب کو ختم کریں۔ ہم اہل سنت و جماعت تو قرآن اور سنت کے خلاف کسی کی بات بھی نہیں مانتے، ویسے ہم پر کوئی اتہامات لگائے تو اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ان شاء اللہ قیامت کے دن فیصلہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین۔ تمت بالخیر

درایت محمدی پر ایک نظر

یہ رسالہ ۳۶×۲۳/۱۶ سائز کے ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے جو نسخہ ہمارے پیش نظر ہے وہ شبان اہل حدیث گھر جاکھ روڈ گوجرانوالہ کا مطبوعہ ہے۔ اس کے مصنف محمد بن ابراہیم میمن جوناگڑھی غیر مقلد ہیں یہ رسالہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ کے خلاف لکھا گیا ہے جیسا کہ رسالے کے صفحہ اول پر یہ عبارت درج ہے۔ ہدایہ جو فقہ حنفی کی سب سے پرانی کتاب ہے پر ایک نظر (احقر نے ہدایہ کے دفاع میں اس سے پہلے دو کتابیں شائع کی ہیں ''آفتابِ محمدی بجوابِ شمع محمدی'' ۲ جلد اور ''ہدایہ پر اعتراضات کا علمی جائزہ'' تفصیل وہاں پر دیکھیں) یہ رسالہ اصل میں بنیادی طور پر مشہور غیر مقلد عالم علامہ وحید الزماں کی کتابوں سے تیار کیا گیا ہے۔ مثلاً

(۱) تنقید الهدایہ (۲) اصلاح الهدایہ وغیرہ یہ کتابیں عربی میں تھیں۔ جوناگڑھی نے ان میں سے انتخاب کر کے وہ باتیں اردو میں شائع کر دیں پھر بعد میں غیر مقلدین نے جوناگڑھی کی تقلید شروع کر دی۔ مثلاً

(۱) حکیم محمد اشرف سندھو نے نتائج التقلید ص ۷۳ پر کتاب کا باب اول قائم کیا ہے جو کہ درایت محمدی سے لیا ہے۔ باب اول میں پانچ فصلیں قائم کی ہیں۔ پہلی فصل موضوع اور جھوٹی حدیثوں کا نمونہ ص ۷۴ پھر اسی فصل میں ص ۷۵ پر افتراء و بہتان نمبر ا کے تحت جو حوالہ نقل کیا ہے وہ بھی درایتِ محمدی ص ۳۰ سے لیا۔

ہم نے یہاں صرف ایک مثال پیش کی ہے ویسے یہ سارا باب ہی درایت محمدی سے لیا گیا ہے۔

(۲) خواجہ محمد قاسم نے بھی درایت محمدی سے ایک رسالہ تیار کیا ہے۔ جس کا نام ہے ہدایہ عوام کی عدالت میں اس کا جواب مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی رحمہ اللہ نے ہدایہ علماء کی عدالت میں کے نام سے دیا تھا۔ جس کا جواب خواجہ صاحب آج تک نہ دے سکے۔ درایتِ محمدی کا ایک جواب ہدایہ پر اعتراضات کے جوابات کے نام سے بھی شائع ہوا ہے۔

درایتِ محمدی میں جو مسائل ذکر کیے ہیں جوناگڑھی نے وہ ہی مسائل اپنی دیگر کتابوں میں بھی ذکر کیے ہیں۔ مثلاً شمع محمدی، سیف محمدی، طریق محمدی وغیرہ۔ ص ۹ پر ایک عنوان قائم کیا ہے۔ ہدایہ کا مرتبہ حنفیوں کے نزدیک **ان الهداية كالقرآن قد نسخت ما صنفوا قبلها في الشرع من كتب** کا ذکر کیا ہے۔

اس کا مفصل جواب ہدایہ علماء کی عدالت میں آچکا ہے۔

(۱)...... ص ۱۰ پر ایک عنوان قائم کیا ہے: ''مصنف ہدایہ کی حدیثوں میں زیادتی''

(۲)...... پھر ص ۱۹ پر ایک عنوان قائم کیا ہے:

''مصنف ہدایہ کی احادیث میں کمی بلکہ بے خبری اور انکار''

(۳)...... پھر ص ۲۴ پر ایک عنوان قائم کیا ہے۔

''مصنف ہدایہ کی حدیث کی کتابوں سے بے خبری''

(۴)...... پھر ص ۲۵ پر عنوان قائم کیا ہے

''مصنف ہدایہ کا مقتدر علماء اور معزز صحابہ پر شرمناک بہتان''

(۵)...... پھر ص ۳۰ پر عنوان قائم کیا ہے

''مصنف ہدایہ کا موقوف روایتوں کو مرفوع حدیثیں کہنا''

(۶)...... پھر ص ۳۵ پر لکھتا ہے

''مصنف ہدایہ کی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی شان میں گستاخی''

(۷)...... پھر ص ۳۵ پر عنوان قائم کیا ہے: ''مصنف ہدایہ کا لا پتہ حدیثوں کا وارد کرنا''

جواب:

ان ساتوں عنوانوں میں ایک ہی بات ہے مگر اسے طول دیا گیا ہے۔ اس قسم کے اعتراض منکرین حدیث' چکڑالوی، پرویزی کتب احادیث پر بھی کرتے ہیں۔

خلاصہ ان سب کا یہ ہے کہ ہدایہ میں موضوع احادیث ہیں اس لیے ہدایہ ناقابل اعتبار ہے اگر بالفرض اس میں بعض احادیث ایسی ہوں بھی تو اس سے اس کے فقہی مسائل کا غلط ہونا کیسے لازم آیا۔ کیونکہ صاحب ہدایہ نے از خود مسائل کا استنباط نہیں فرمایا بلکہ مسائل مستنبط

کے دلائل ذکر کیے ہیں۔ وہ مسائل صاحب ہدایہ سے پہلے بھی امت میں معمول بہا تھے۔

(۳) جونا گڑھی نے ص ۴۷ پر ایک عنوان قائم کیا ہے۔ ''ہدایہ کے ایک سو مسائل''

پھر ص ۵۲ سے لے کر ص ۶۴ تک سو مسئلے بیان کیے ہیں۔ اسی زمانہ میں اہل سنت کی طرف سے ان کے جوابات اخبار العدل اور الفقیہ میں شائع ہوئے تھے۔ پھر الفقیہ کے مختلف شماروں سے جمع کر کے ایک کتابی شکل میں بھی شائع کیے گئے تھے۔ مگر اس مجموعہ میں صرف پہلے ۴۶ چھیالیس اعتراضوں کا ترتیب وار جواب ہے۔ بقایا ۵۴ چون اعتراضوں کا جواب اس میں نہیں آ سکا مگر ماننے والے کے لیے ایک بات بھی کافی ہوتی ہے۔ جب حنفی علماء ان چھیالیس کا جواب دے سکتے ہیں تو بقایا کا بھی دے سکتے ہیں۔

(۴) پھر ص ۶۶ پر ایک عنوان قائم کیا ہے۔ ''مذہبی دنگل''

ہدایہ میں امام صاحب اور ان کے شاگردوں کا جو اختلاف ہے وہ نقل کیا ہے اور پورے ایک سو اختلافی مسائل ذکر کیے ہیں پھر ص ۶۷ پر ایک نقشہ اس طرح بنایا ہے۔

امام صاحب	امام محمد	امام ابو یوسف	امام زفر
(ا) وضو میں کہنیوں کا دھونا فرض ہے			فرض نہیں ہے

اس طرح ص ۷۵ تک پورے سو مسائل ذکر کیے ہیں۔ اس اعتراض کے کئی جواب ہیں۔

جواب نمبرا:

یہ اعتراض بھی سابقہ اعتراضوں کی طرح ہے۔ اور منکرین حدیث اسی طرح کے اعتراض حدیث کی کتابوں پر کرتے ہیں۔

منکرینِ حدیث کی صرف ایک کتاب ہی دیکھئے۔ دو اسلام اس میں یہ تمام باتیں موجود ہیں جو جونا گڑھی نے ہدایہ کے بارے میں نقل کی ہیں۔ احادیث کی کتب میں بہت ساری احادیث ایسی ہیں اگر جمع کریں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے جن میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ کے خلاف روایت بیان کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے خلاف عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث۔ ملے گی۔ احادیث سے شغف رکھنے والے جانتے ہیں۔

جواب نمبر۲:

غیر مقلدین پہلے اپنے گھر کی خبر لیں اور اپنے علماء کی آپس کی لڑائی ختم کریں وہاں بھی مسئلہ ایک ہی ہے مگر غیر مقلدین علماء مختلف ہیں ثبوت کے لیے دیکھئے

(۱) خیر البراہین تالیف مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ (یہ رسالہ اب آثار خیر میں موجود ہے)

(۲) غیر مقلدین کی خانہ جنگی، مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ مجموعہ رسائل مرتب: پیر جی سید مشتاق علی، جلد سوم

(۳) غیر مقلدین کے متضاد فتوے، مولانا عبدالقدوس خان قارن

جواب نمبر۳:

امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر یہ سب حضرات خود مجتہد فی المذہب ہیں اور مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید واجب نہیں ہوتی۔ ہاں اگر اپنے سے بڑے مجتہد کی تقلید کرے تو جائز ہے۔ (مجموعہ رسائل مولانا امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ مرتب پیر جی سید مشتاق علی، جلد اول ص ۱۳، ۱۴)

ص ۷۶ پر عنوان قائم کیا ہے۔ ہدایہ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال میں اختلاف ہے۔ پھر ص ۷۹ تک چند مسائل ذکر کیے ہیں۔

جواب:

(۱)......جس طرح احادیث ناسخ منسوخ ہوتی ہیں اس طرح فقہ کے مسائل میں بھی ہوتا ہے۔ بعض مسائل سے مجتہد رجوع کر لیتا ہے مگر ذکر دونوں قول کیے جاتے ہیں۔ احادیث کی کتب میں بہت سی احادیث مل جائیں گی کہ کسی حدیث میں ایک کام کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کرنے کو کہا ہوگا اور کسی میں منع کیا ہوگا۔ ایسی احادیث کے مستقل مجموعے علماء نے لکھے ہیں۔ مثلاً امام طحاوی کی کتاب مشکل الآثار دیکھیں۔

(۲)......اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات بھی ایسی ہیں کہ ان سے ایک ہی مسئلے میں مختلف روایات آتی ہیں۔ کیا پھر احادیث بھی کینسل ہو جائیں گی۔

اس لیے ہم غیر مقلد بھائیوں سے کہتے ہیں کہ آپ کی ایسی ہی باتوں سے منکرینِ حدیث پیدا ہوتے ہیں۔ فنِ حدیث سے تعلق رکھنے والے حضرات اس بات کو بخوبی جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کی صحیح طریقہ سے پیروی کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!!

پیر جی سید عبدالمتین محلّہ گوبند گڑھ گلی نمبر ۸
مکان نمبر ۳۶/سی، کالج روڈ
گوجرانوالہ، پنجاب، پاکستان،
فون نمبر: 0333-8182910

احادیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

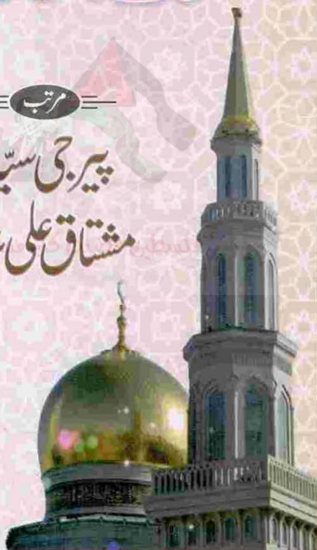
اور

مسلک احناف

مرتب

پیر جی سیّد

مشتاق علی شاہ



نام کتاب	:	احادیث مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلک احناف
مرتب		پیر جی سید مشتاق علی شاہ
صفحات		112
قیمت		
تعداد		ایک سو 100
تاریخ طبع اول	:	دسمبر ۲۰۱۷ء

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)......بلی کا جوٹھا مکروہ ہے

حدیث نمبر۱:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُغْسَلُ الإِنَاءُ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أُولَاهُنَّ أَوْ أُخْرَاهُنَّ بِالتُّرَابِ، وَإِذَا وَلَغَتْ فِيهِ الْهِرَّةُ غُسِلَ مَرَّةً.

روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا نبی ﷺ نے دھویا جاوے برتن جب منہ ڈال دے اس میں کتا سات مرتبہ اول مرتبہ یا آخر مرتبہ مٹی سے مل کر اور جب بلی منہ ڈال دے تو ایک بار۔

(ترمذی مترجم جلد اول ص ۸۰ مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب خان محل دستگیر کالونی کراچی نمبر ۳۸ مترجم علامہ بدیع الزمان غیر مقلد)

تشریح:

اس حدیث میں کتے کے جوٹھے اور بلی کے جوٹھے کا حکم بیان ہوا ہے۔ ہمارا استدلال بلی کے جوٹھے سے ہے کتے کے جوٹھے کا حکم اپنی جگہ پر بیان ہوگا وہاں پر ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر۲:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِذَا وَلَغَ الْهِرُّ فِي الْإِنَاءِ فَاهْرِقْهُ وَاغْسِلْهُ مَرَّةً

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جب بلی برتن میں منہ ڈال کر پی لے تو اس کے پانی کو گرا دے اور برتن کو ایک دفعہ دھولے۔ (سنن دار قطنی ج ۱ ص ۶۷)

تشریح:

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے بلی کے جوٹھے پانی کو گرا دینے کا حکم دیا اور جس برتن میں وہ پانی ہو اس برتن کو ایک بار دھونے کا حکم دیا بعض روایات میں دو بار دھونے کا حکم بھی آیا ہے اگر پانی بالکل پاک ہوتا تو پھر آپ دھونے کا حکم نہ فرماتے۔

(۲)......درندے چوپایوں کا جوٹھا نجس اور ناپاک ہے

حدیث نمبر۱:

ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ذی ناب درندہ کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔(بخاری، باب اکل کل ذی ناب من السباع)

حدیث نمبر۲:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ دونوں حضرات ایک حوض کے پاس تشریف لے گئے۔حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے مالک حوض کیا تیرے اس پانی پر درندے آتے ہیں؟ (اس کے جواب دینے سے پہلے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے حوض کے مالک ہم کو خبر نہ دینا کیوں کہ اگر درندوں کی آمد کی خبر دی گئی تو ہم دونوں پر اس (پانی) کا استعمال محذر ہو جائے گا کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔
(بحوالہ اشرف الہدایہ ج ۱ص ۱۹۴)

حدیث نمبر۳:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر کچلی دار درندے کا کھانا حرام ہے۔(ابن ماجۃ، باب اکل کل ذی ناب من السباع)

حدیث نمبر۴:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہر کیلے والے درندہ سے۔(مسند امام اعظم مترجم ص ۳۳۸)

حدیث نمبر۵:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہر دانت والے درندے کے کھانے سے اور ہر پنجے والے پرندے کے کھانے سے۔
(ابوداؤ، مترجم ج ۳ص ۱۶۸ ترجمہ وحید الزماں غیر مقلد)

حدیث نمبر۶:

مقدام بن معدیکرب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ بس حلال ہے دانت والا درندہ الخ۔(ابوداؤ، مترجم ج ۳ص ۱۶۸ ترجمہ وحید الزماں)

حدیث نمبر ۷:

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کیا خیبر میں سو یہودی آپ ﷺ کے پاس آئے اور شکایت کرنے لگے کہ لوگوں نے جلدی کر کے ان کے بندھے جانور لوٹ لیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دیکھو خبردار ہو جو کافر تم سے عہد کر لیں ان کے مال لوٹنا درست نہیں مگر حق سے اور حرام ہیں تم پر بستی کے گدھے اور گھوڑے اور خچر اور ہر دانت والا درندہ اور ہر پنجے والا پرندہ۔

(ابوداؤد، مترجم ج ۳ ص ۱۶۸ ترجمہ وحید الزماں، باب ما جاء فی اکل السباع)

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ درندوں کا گوشت ناپاک ہے اور لعاب گوشت ہی سے پیدا ہوتا ہے اس لیے پاکی ناپاکی میں گوشت کا ہی اعتبار کیا جائے گا۔ ہم نے یہاں صرف سات روایات نقل کر دی ہیں ان کے علاوہ بھی احادیث موجود ہیں۔

(۳)......گدھے کا جھوٹا مشکوک ہے

اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں جس کی وجہ سے گدھے کے جھوٹے کا مشکوک ہونے کا حکم نکلتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر ۱:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ أَبَا إِدْرِيسَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا ثَعْلَبَةَ قَالَ حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُحُومَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ

ابن شہاب زہری سے روایت ہے ان کو خبر دی ابو ادریس خولانی نے ان سے ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے بستی کے گدھوں کا گوشت حرام کیا ہے۔

(بخاری لحوم الحمر الانسیة)

حدیث نمبر ۲:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الإِنْسِيَّةِ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع کیا عورتوں کے ساتھ متعہ

کرنے سے خیبر کے دن اور بستی کے گدھوں کے گوشت سے بھی منع کیا۔
(مسلم، باب تحریم اکل لحم الحمر الانسیة)

ان دونوں روایات سے گدھوں کا گوشت کھانا حرام ثابت ہوتا ہے جب گوشت حرام ہوا تو لعاب بھی حرام ہوا کیوں کہ گوشت سے ہی لعاب پیدا ہوتا ہے جب لعاب حرام ہے تو اس کا جوٹھا بھی ناپاک ہوا۔ مگر یہ ایسا جانور ہے کہ گھروں میں بندھا رہتا ہے اور ادھر ادھر منہ مارتا رہتا ہے۔ اس سے بچنا بہت مشکل ہے۔ اس وجہ سے اس کے جوٹھے کو مشکوک کہا جائے گا۔ دوسری وجہ پہلے اس کا گوشت حلال تھا پھر حرام ہوا اور بعض روایات میں مجبوری کا ذکر بھی آیا ہے۔

(۴)......حلال جانوروں کا پیشاب ناپاک ہے

حدیث نمبر۱:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَنْزِهُوْا مِنَ الْبَوْلِ فَإِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پیشاب سے بچا کرو، کیوں کہ اکثر عذاب قبر اسی وجہ سے ہوتا ہے۔
(سنن دارقطنی ج۱ص ۴۷۔ مستدرک حاکم ج۱ص ۱۸۳)

تشریح:

اس حدیث میں ہر قسم کے پیشاب سے مطلقاً منع کیا گیا ہے اور کسی بھی جانور کے پیشاب کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔

حدیث نمبر۲:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى قَبْرَيْنِ فَقَالَ أَمَا إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ وَأَمَّا الآخَرُ فَكَانَ لاَ يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ

(مسلم، الطهارة، باب الدَّلِيلِ عَلَى نَجَاسَةِ الْبَوْلِ وَوُجُوبِ الاِسْتِبْرَاءِ مِنْهُ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں سے گزر ہوا۔

آپ ﷺ نے فرمایا ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور یہ عذاب کچھ بڑے گناہ پر نہیں ہو رہا بلکہ ان میں سے ایک شخص چغلی کھایا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے بچنے سے احتیاط نہیں کرتا تھا۔

تشریح:

اگر پیشاب پاک ہوتا تو پھر عذاب نہ ہوتا۔ اس حدیث میں بھی مطلقاً پیشاب کا حکم ہے۔

حدیث نمبر۳:

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ صَحَابِيٍّ صَالِحٍ ابْتُلِيَ بِعَذَابِ الْقَبْرِ جَآءَ اِلٰى اِمْرَأَتِهٖ فَسَأَلَهَا عَنْ اَعْمَالِهٖ فَقَالَتْ كَانَ يَرْعِى الْغَنَمَ وَلَا يَتَنَزَّهُ مِنْ بَوْلِهٖ فَحِيْنَئِذٍ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِسْتَنْزِهُوْا مِنَ الْبَوْلِ فَاِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ. (مستدرک حاکم ج۱ بحوالہ زجاجۃ المصابیح مترجم ج۱ ص ۳۲۷)

جب رسول اللہ ﷺ ایک نیک صحابی کے دفن سے فارغ ہو کر جو عذاب قبر میں مبتلا ہوئے تھے ان صحابی کی بیوی کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے ان صحابی کے اعمال کے متعلق دریافت فرمایا تو ان کی بیوی نے جواب دیا کہ وہ بکریاں چرایا کرتے تھے اور ان کے پیشاب سے پرہیز نہیں کرتے تھے تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پیشاب سے بچا کرو کیوں کہ عموماً عذاب قبر اسی سے ہوتا ہے۔

حدیث نمبر۴:

عَنِ الْحَسَنِ اَنَّهٗ كَرِهَ اَبْوَالَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ.

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اونٹ، گائے، بیل اور بکریوں کے پیشاب کو مکروہ (تحریمی) قرار دیا ہے۔ (طحاوی)

(۵)......اذان میں ترجیع

حدیث نمبر۱:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ كَانَ أَذَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَفْعًا شَفْعًا فِي الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ

(الترمذی، ج۱ ص ۲۷، باب ما جاء ان الاقامة مثنیٰ مثنیٰ)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ کی اذان و اقامت دو مرتبہ تھی۔

حدیث نمبر۲:

عن عون بن أبی جحیفة عن أبیه أن بلالا کان یؤذن للنبی صلی الله علیه و سلم مثنی مثنی ویقیم مثنی مثنی (دار قطنی ج۱ص۲۴۲)

عون بن ابی جحیفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اذان واقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہتے تھے۔۔

حدیث نمبر۳:

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی اطلاع نے فکر مند کر رکھا تھا یہاں تک کہ آپ نے ارادہ فرمالیا کہ لوگوں کو حکم دیں وہ ٹیلوں پر چڑھ کر ہاتھ کھڑے کر کے اشاروں سے لوگوں کو نماز کی اطلاع دیں حتی کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا ایک آدمی ہے جس کے اوپر دو سبز کپڑے ہیں مسجد کی دیوار پر کھڑا ہو کر کہہ رہا ہے اللہ اکبر چار دفعہ اشہدان لا الٰہ الا اللہ دو دفعہ اشہدان محمدا رسول اللہ دو دفعہ حی علی الصلوٰۃ دو دفعہ حی علی الفلاح دو دفعہ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ پھر اس نے اقامت پڑھی وہ بھی اسی طرح اور اس کے آخر میں قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ کہا یعنی تحقیق نماز کھڑی ہوگئی پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا بلال کے سامنے اسے بیان کر میں نے بیان کر دیا تو لوگ دوڑے ہوئے آئے مگر کچھ سمجھ نہ سکے اتنے میں وہ فارغ بھی ہو چکا تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے اگر وہ مجھ سے سبقت نہ لے گیا ہوتا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلاتا کہ میرے ساتھ بھی یہی گزری ہے۔ جو اس کے ساتھ گزری۔ (نصب الرایہ ج۱ص۲۷۵)

(۶)......اکہری اقامت

حدیث نمبر۱:

حضرت ابو محذورہ فرماتے ہیں مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان واقامت دو دو مرتبہ سکھائی۔ (مصنف عبدالرزاق ج۱ص۴۵۸)

حدیث نمبر۲:

عبدالعزیز بن رفیع فرماتے ہیں میں نے ابو محذورہ کی اذان واقامت سنی دونوں دو دو مرتبہ تھیں۔ (طحاوی ج۱ص۹۳)

حدیث نمبر۳:

حضرت ابراہیم فرماتے ہیں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی اذان واقامت دہری دہری ہوتی تھی۔(مصنف عبدالرزاق ج۲ص۴۶۲)

حدیث نمبر۴:

حضرت سوید بن غفلہ فرماتے ہیں میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کواذان واقامت کہتے سناان کی اذان واقامت دودومرتبہ ہوتی تھی۔(طحاوی ج۱ص۹۴)

حدیث نمبر۵:

حضرت سعد بن قیس کہتے ہیں بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ اذان واقامت دودومرتبہ کہا کرتے تھے ایک دن ایک مؤذن کوسنا جس نے (اقامت) ایک مرتبہ کہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے دودومرتبہ کیوں نہ کہی تیری ماں مرجائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۱۳۸)

حدیث نمبر۶:

ابواسحاق کہتے ہیں اصحاب علی اور اصحاب عبداللہ بن مسعود سب کے سب اذان اور اقامت دودومرتبہ کہا کرتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۱۳۸)

حدیث نمبر۷:

حضرت امام سفیان ثوری نے منٰی میں اذان واقامت کہی جودودومرتبہ تھی۔
(مصنف عبدالرزاق ج۱ص۴۶۲)

حدیث نمبر۸:

حضرت علی کا مؤذن اقامت دودومرتبہ کہا کرتا تھا۔(مصنف عبدالرزاق ج۱ص۴۶۳)

(۷)...... پیشاب اور پاخانہ کے وقت قبلے کی طرف منہ کرنا یا پیٹھ کرنا عمارتوں کے اندر بھی جائز نہیں' میدان اور عمارتیں حرمت میں برابر ہیں

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يُوَلِّهَا ظَهْرَهُ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک قضائے حاجت کے لیے آئے تو نہ وہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ اپنی پیٹھ کرے بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو۔ (بخاری ج۱ص۲۶،باب لاتستقبل القبلة)

تشریح:

یہ اہل مدینہ کے لیے حکم ہے کیوں کہ مدینہ سے مکہ شمال کی جانب ہے اس لیے آپ ﷺ نے یہ حکم (مشرق مغرب والا) مدینہ والوں کو دیا۔ جن مقامات پر قبلہ مشرق یا مغرب میں ہے وہاں مشرق یا مغرب میں بھی قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا منع ہے کیوں کہ اصل علت احترام قبلہ ہے اور حدیث کے اندر عام حکم ہے۔ میدان اور عمارتوں دونوں کو شامل ہے۔

(۸)......تکبیر اللہ اکبر سے کہنی چاہیے

حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے قبلہ کی طرف رخ کرتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور اللہ اکبر کہتے۔

(ابن ماجہ ص۵۸)

(۹)......نماز میں دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھے

حدیث نمبر۱:

عن زیاد بن السوائی عن ابی جحیفة عن علی قال ان من السنة فی الصلاة وضع الكف علی الاكف تحت السرة.

(مسند احمد ص۱۱۰، حاشیه ابوداؤد ص۱۱۷، تحت باب: وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوٰة)

حضرت زیاد بن زید السوائی روایت کرتے ہیں ابوجحیفہ سے، وہ حضرت علی سے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہتھیلی کو ہتھیلی پر رکھنا ناف کے نیچے یہ سنت ہے۔

حدیث نمبر۲:

عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابیه قال رایت النبی صلی الله علیه

وسلمؐ یضع یمینه علی شماله فی الصلوٰة تحت السرة.
(مصنف ابن ابی شیبة ج۱ ص۳۹۰، باب وضع الیمین علی الشمال)
علقمہ بن وائل بن حجر سے روایت ہے کہ میرے والد نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھا۔

حدیث نمبر۳:

عن ابی هریرة قال من السنة ان یضع الرجل یده الیمنٰی علی الیسریٰ تحت السرة فی الصلاة وبه قال سفیان الثوری، واسحاق وقال اسحاق تحت السرة أقوی فی الحدیث وأقرب الی التواضع.
(الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف ج۳ ص۹۴، حدیث نمبر۱۲۹۱ ابن المنذر)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز کی سنت دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔ یہی قول حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ اور اسحاق رحمہ اللہ کا ہے۔ اور اسحاق بن راہویہ نے فرمایا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث زیادہ قوی ہے۔ اور تواضع کے بھی زیادہ قریب ہے۔

حدیث نمبر۴:

اخبرنا ابو الحسین الفضل ببغداد انبأ ابو عمرو بن السماك ثنا محمد بن عبید الله بن المناری ثنا ابو حذیفة ثنا سعید بن زربی عن ثابت عن انس قال: من اخلاق النبوة تعجیل الافطار وتاخیر السحور و وضع یمینك علی شمالك فی الصلوٰة تحت السرة. (الخلافیات للبیهقی ج۱ ص۲۷، محلی ابن حزم ج۳ ص۳۰)
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں۔ ① افطار جلدی کرنا، ② سحری دیر سے کھانا، ③ اور دورانِ نماز دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

حدیث نمبر۵:

حجاج بن حسان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابومجلز رضی اللہ عنہ سے سنایا ان سے پوچھا کہ نماز میں ہاتھ کس طرح رکھوں؟ تو انہوں نے بتایا کہ دائیں ہتھیلی کے اندرونی حصہ کو بائیں ہتھیلی کے بیرونی حصہ پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھے۔ (مصنف ابن ابی شیبة ج۱ ص۳۹۱)

حدیث نمبر۶:

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نمازی نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔ (مصنف ابن ابی شیبة ج۱ ص۳۹۱)

حدیث نمبر۷:

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہی ہمارا مذہب ہے ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔

(کتاب الآثار امام محمد باب الصلاۃ قاعدًا حدیث نمبر ۱۲۱ ص۲۸)

حدیث نمبر۸:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق میں سے ہیں۔ ① افطار جلدی کرنا، ② سحری دیر سے کھانا، ③ ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا۔

(منتخب کنز العمال بر مسند احمد ج۲ ص۳۵۰)

لہٰذا فقہ حنفی کا یہ مسئلہ حدیث کے مطابق ہے نہ کہ خلاف۔

(۱۰)......نابالغ لڑکے کی امامت جائز نہیں

حدیث نمبر۱:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الإِمَامُ ضَامِنٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام ضامن ہے۔ (نابالغ بچہ کسی چیز کا ضامن نہیں بن سکتا) (ابوداؤد ج۱ ص۷۷، ترمذی ص۵۷)

حدیث نمبر۲:

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِیْ سُوَيْدٍ أَقَامَهُ لِلنَّاسِ وَهُوَ غُلَامٌ بِالطَّائِفِ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ يَؤُمُّهُمْ فَكَتَبَ بِذٰلِكَ إِلٰى عُمَرَ

يُبَشِّرُهُ فَغَضِبَ عُمَرُ وَكَتَبَ إِلَيْهِ مَا كَانَ نَوْلُكَ أَنْ تُقَدِّمَ لِلنَّاسِ غُلامًا لَمْ تَجِبْ عَلَيْهِ الْحُدُوْدُ (مصنف عبدالرزاق ج۲ص۳۹۸)

حضرت عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ محمد بن سوید نے مجھے لوگوں کے لیے نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کر دیا اور یہ ابھی بچے ہی تھے طائف کے اندر یہ رمضان کے مہینہ میں لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے تو سوید نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو خط لکھا اور مبارک دی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اس پر ناراض ہو گئے اور سوید کو خط لکھا تمہارے لیے مناسب نہیں تھا کہ تم ایک بچے کو نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کرتے جس پر حدود واجب نہیں۔

حدیث نمبر۳:

عَنْ عَطَاءٍ قَالَ لا يَؤُمَّ الْغُلامُ الَّذِي لَمْ يَحْتَلِمْ

(مصنف عبدالرزاق ج۲ص۳۹۸)

حضرت عطاء رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بچہ جو بالغ نہیں ہوا وہ لوگوں کو امامت نہ کرائے۔

(۱۱)......فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے

حدیث نمبر۱:

عَنْ معاذ بن رفاعة الزرقي ان رجلا من بني سلمة يقال له سليم اتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انا نظل في اعمال فناتي حين نمسي فنصلي فيأتي معاذ بن جبل فينادي بالصلوٰة فناتيه فيطول علينا فقال له النبي صلى الله عليه وسلم يا معاذ لا تكن فتانا اما ان تصلي معي واما ان تخفف عن قومك.

حضرت معاذ بن رفاعہ رزقی سے روایت ہے کہ ایک آدمی تھا بنی مسلمہ میں سے جس کو سُلیم کہتے تھے وہ رسول علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہم دن میں کام کرتے ہیں اور شام کو واپس لوٹتے ہیں۔ معاذ بن جبل ہمیں نماز پڑھاتے ہیں تو بہت لمبی نماز پڑھاتے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاذ کہ تو فتنہ نہ بن۔ تو یا میرے ساتھ نماز پڑھ یا پھر اپنی قوم کو

ہلکی (مختصر) نماز پڑھاؤ۔

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد امام طحاوی فرماتے ہیں۔تو نبی ﷺ کا یہ فرمان حضرت معاذ کو دلالت کرتا ہے کہ یا تو میرے ساتھ نماز پڑھ یا مختصر نماز پڑھایا کر یعنی دو کاموں سے ایک کریں۔(طحاوی ج١ ص ٢٧٨، باب الرجل يصلي الفريضة خلف من يصلي تطوعا)

(۱۲)......سجدہ میں دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں کا زمین پر رکھنا

حدیث:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء (سات ہڈیوں) پر سجدہ کروں پیشانی بمع ناک، دو ہاتھ، دو گھٹنے، دو پاؤں۔اور یہ بھی حکم ہے کہ ہم نماز میں کپڑوں اور بالوں کو نہ سمیٹا کریں۔

(بخاری ج۱ص۱۱۲، مسلم ج۱ص۱۹۳)

(۱۳)......نماز میں بھول کر کلام کرنے سے بھی نماز باطل ہوجاتی ہے

حدیث نمبر۱:

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ كُنَّا نَتَكَلَّمُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلاةِ فَنَزَلَتْ وَقُومُوْا لِلّٰهِ قَانِتِينَ فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ وَ نُهِينَا عَنِ الْكَلامِ. (بخاری ج۱ص۱٦۰، مسلم ج۱ص۲۰۴، ترمذی ج۱ص۸۵)

حضرت زید بن ارقم کہتے ہیں کہ ہم لوگ پہلے حضور ﷺ کے زمانہ میں نماز میں کلام کرتے تھے۔پس جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾ تو ہم کو خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور ہر قسم کے کلام سے منع کر دیا گیا۔

حدیث نمبر۲:

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ قَالَ بَيْنَا أَنَا أُصَلِّيْ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ فَقُلْتُ وَاثُكْلَ أُمِّيَاهُ مَا شَأْنُكُمْ تَنْظُرُوْنَ إِلَيَّ فَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَ بِأَيْدِيهِمْ عَلٰى أَفْخَاذِهِمْ فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَمِّتُونَنِي لٰكِنِّي سَكَتُّ فَلَمَّا صَلَّى

رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعَانِیْ فَبِأَبِی ھُوَ وَأُمِّیْ مَا رَأَیْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَہٗ وَلاَ بَعْدَہٗ أَحْسَنَ تَعْلِیمًا مِنْہُ فَوَاللہِ مَا کَھَرَنِی وَلاَ ضَرَبَنِی وَلاَ شَتَمَنِی قَالَ إِنَّ ھٰذِہِ الصَّلاَۃَ لاَ یَصْلُحُ فِیھَا شَیْءٌ مِنْ کَلاَمِ النَّاسِ إِنَّمَا ھُوَ التَّسْبِیحُ وَالتَّکْبِیرُ وَقِرَاءَۃُ الْقُرْآنِ. (مسلم ص۲۰۳ ج۱، باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ)

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک تھا کہ جماعت میں کسی شخص کو چھینک آئی میں نے کہا ''یرحمک اللہ'' لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کردیا، میں نے کہا کاش یہ کہ میں مرچکا ہوتا تم مجھے کیوں گھور رہے ہو۔ یہ سن کر انہوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنا شروع کردیا جب میں نے سمجھا وہ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں میں خاموش ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ سے بہتر کوئی سمجھانے والا نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ مجھے جھڑکا نہ برا بھلا کہا نہ مارا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز میں باتیں نہیں کرنی چاہییں۔ نماز میں صرف تسبیح تکبیر اور تلاوت کرنی چاہیے۔

(۱۴)......مسئلہ عمل کثیر یعنی نماز میں تین قدم پے در پے چلنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے

دوران نماز بے ہودہ افعال اور کثیر حرکات ایسی آفت ہے کہ جس سے بہت ہی کم نمازی محفوظ رہے ہوں گے کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل نہیں کرتے جس میں کہا گیا ہے:

﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ﴾ (البقرۃ: ۲۳۸)

''(نماز کی حالت میں) اللہ تعالیٰ کے سامنے باادب کھڑے ہوا کرو۔''

اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی پر کان نہیں دھرتے جس میں بتایا گیا ہے کہ:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ ○﴾ (المومنون: ۱۔۲)

''یقیناً ایسے مومنوں نے نجات حاصل کرلی۔ جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔ یعنی ظاہری اعضاء اور دل کی یکسوئی سے نماز میں توجہ کرتے ہیں۔''

دورانِ نماز ان کے دل میں خوف وہیبت طاری ہوتا ہے اور ان کے ظاہری اعضا بھی پُرسکون ہوتے ہیں، وہ نہ تو داڑھی وغیرہ سے کھیلتے اور نہ اِدھر اُدھر جھانکتے ہیں' بلکہ ان پر خوف وخشیت کی ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے جیسے عام طور پر کسی بادشاہ یا کسی بڑے شخص کے سامنے پیش ہونے سے ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اگر زمین ہموار نہ ہونے کی وجہ سے سجدہ کرنے میں دقت پیش آئے تو سجدہ کی خاطر پیشانی رکھنے کے لیے مٹی کو برابر کیا جا سکتا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَمْسَحْ وَأَنْتَ تُصَلِّي فَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَوَاحِدَةٌ تَسْوِيَةَ الْحَصَى

(ابوداؤد، ج ۱ص ۵۸۱۔صحیح الجامع الصغیر البانی، حدیث نمبر ۷۴۵۲۔(اس حدیث کی اصل صحیح مسلم میں بھی موجود ہے)

''دوران نماز مٹی وغیرہ کو سیدھا نہ کرو' اگر بہت ہی ضروری ہو تو صرف ایک مرتبہ کنکریاں برابر کر سکتے ہو (تاکہ پیشانی رکھنے کے لیے جگہ ہموار ہو جائے)''

علماء کرام نے ذکر کیا ہے کہ نماز میں بلا ضرورت مسلسل حرکات کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے' جو لوگ دوران نماز بے مقصد حرکات کرتے ہیں' کبھی ٹائم دیکھتے ہیں' کبھی کپڑوں کو ٹھیک کرتے ہیں' کبھی انگلی ناک میں ڈالتے ہیں' کبھی اپنی نگاہ کو دائیں بائیں گھماتے ہیں' اوپر نیچے دیکھتے ہیں۔

اور ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا نہیں ہوتا کہ ان کی اس کی حرکت کی وجہ سے کہیں ان کی بینائی نہ اچک لی جائے یا شیطان موقع پا کر ان کی نماز کا کچھ حصہ لوٹ کر نہ لے جائے۔

آج کل ایک نئی وباء موبائل فون کی شکل میں چل نکلی ہے جو کہ تقریباً ہر نمازی کی جیب میں ہوتا ہے اور دورانِ نماز اکثر نمازی حضرات موبائل فون کی بیل ہونے پر اس کو جیب میں نکال کر نمبر دیکھتے اور پھر اس کو جیب میں رکھ لیتے ہیں، جب کہ ہونا تو یہ چاہیے کہ جب نماز کے لیے آئیں تو اس کو بند کر دیں اور اگر کوئی شخص بھول جائے اور نماز کے دوران بیل ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ اس کو فوراً بند کر دے، اگر وہ بیل کرنے والے کا نام اور نمبر دیکھنے میں

مصروف ہو گیا جیسا کہ عام لوگوں کا وطیرہ ہے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، کیوں کہ یہ ایک لغو کام ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورہ مومنون میں فلاح پانے والوں کی دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ لغویات سے بچتے ہیں اور یہ بھی لغویات میں سے ہے، اگرچہ یہ ایک ضرورت ہے مگر جو چیز نماز میں خلل کا باعث بنے تو وہ نماز کو ضائع کرنے کا ایک سبب ہے اور اسی طرح اگر مساجد میں سامنے کی دیوار پر کوئی اشتہار یا کعبۃ اللہ یا مسجد نبوی کی تصاویر ہوں یا دیواروں پر نقش نگاری ہو تو ایسی تمام چیزیں نماز میں کوتاہی کا سبب بن سکتی ہیں، لہٰذا ہر نمازی کو اور خاص طور پر ائمہ وخطباء حضرات کو اس طرف خاص توجہ دینا چاہیے۔

(۱۵)......امامت کے لائق وہ شخص ہے جو زیادہ علم والا ہو

حدیث:

امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک لمبی حدیث نقل کی ہے جس میں آتا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شدید ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ الحدیث

(بخاری ج ۱ ص ۹۳۔ و مسلم ج ۱ ص ۱۹۷ باب اهل العلم و الفضل احق بالامامة)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرضِ وفات میں امامت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمائی۔ حالانکہ صحابہ میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سب سے بڑے قاری تھے۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے قاری ہونے کا ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

روایت ہے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ رحم کرنے والے میری امت پر ابوبکر ہیں یعنی نرم دل اور سب سے زیادہ سخت اللہ کے کام بجا لانے میں عمر اور سب سے زیادہ سچے عثمان بن عفان اور سب سے زیادہ حلال وحرام سے واقف معاذ بن جبل اور سب سے زیادہ فرائض جاننے والے زید بن ثابت اور سب سے زیادہ قرأت جاننے والے اُبی بن کعب اور ہر امت کا ایک امین ہے اور اس امت کا امین ابو عبیدہ بن جراح ہیں۔ (ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۲۴۳)

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو باب قائم کیا ہے اس سے بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تائید ہوتی ہے۔

(۱۶)......غلام کی امامت مکروہ ہے

اس مسئلہ میں محدثین اور ائمہ کرام کا اختلاف ہے کہ غلام امامت کرا سکتا ہے یا نہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ کرا سکتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ چند شرائط کے ساتھ کرا سکتا ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ مکروہ تنزیہی ہے اگر کوئی غلام کے پیچھے نماز پڑھ لے تو ہو جاتی ہے۔ علمائے کرام کے اس اختلاف کی اصل وجہ احادیث مبارکہ میں اختلاف ہے جن احادیث میں امام کی صفات کا ذکر آیا ہے۔ ان میں سے چند احادیث ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان پکارے اور تم میں سے زیادہ قرآن پڑھنے والا امامت کرائے۔ (مصابیح ص ۷۶)

اس حدیث میں اقراء کا ذکر ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسلک ہے۔

حدیث نمبر ۲:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شدید ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ (بخاری ج ۱ ص ۹۳، مسلم ج ۱ ص ۱۷۹)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت سپرد فرمائی۔ حالانکہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق زیادہ اقرأ تھے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے **واقرؤهم ابی بن كعب** (ترمذی جلد ۲ ص ۲۴۲) ظاہر ہے کہ یہاں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بجائے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو امام بناتے کیوں کہ وہ زیادہ قاری تھے مگر ایسا نہیں ہوا۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے پیش نظر افقہ کو اقراء پر مقدم رکھتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بھی یہ ہی ہے جیسا کہ آپ نے بخاری شریف میں باب قائم کیا ہے۔ **اَهْلُ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ اَحَقُّ بِالْاَمَامَةِ** یعنی امامت کے زیادہ حق دار علم اور فضل والے

حضرات ہیں۔ پھر اس باب کے تحت وہ مرض الوفات میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام بنانے والی حدیث لائے۔ امام نووی شافعی فرماتے ہیں، امام مالک امام شافعی اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ امامت کے لیے زیادہ فقاہت رکھنے والا مقدم ہے۔ زیادہ تجوید سے پڑھنے والے سے۔ (نووی شرح مسلم جلد ۱ ص ۲۳۶)

حدیث نمبر ۳:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے میں سے بہترین لوگوں کو امام بنایا کرو کیوں کہ وہ تمہارے اور خدا کے درمیان وکیل اور نمائندے ہوتے ہیں۔ (دار قطنی ج ۱ ص ۳۴۶)

حدیث نمبر ۴:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری نمازیں قبول ہوں تو اچھے اور پرہیزگار لوگوں کو امام بناؤ۔ (دار قطنی ج ۱ ص ۳۴۶)

حدیث نمبر ۵:

مسلم میں ایک حدیث آتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوم کا امام وہ شخص ہو جو سب سے قرآن اچھا پڑھتا ہو اور اگر قرآن کے پڑھنے میں سب برابر ہوں تو وہ شخص امام بنے جو سنت کو سب سے زیادہ جانتا ہو اگر علم میں بھی سب برابر ہوں تو وہ شخص امام بننے کا زیادہ استحقاق رکھتا ہے جس نے ہجرت پہلے کی ہو اگر ہجرت میں سارے برابر ہوں تو پھر وہ نماز پڑھائے جو اسلام پہلے لایا ہو۔ اور ایک روایت میں اسلام کی بجائے سن کا ذکر ہے۔ (یعنی جس کی عمر زیادہ ہو۔) (مسلم ج ۱ ص ۲۳۶)

حدیث نمبر ۶:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کی نماز مقبول نہیں ہوتی، ان میں ایک وہ امام ہے جو کسی قوم کا امام ہو اور وہ لوگ اس کو ناپسند کرتے ہوں۔ دوسری وہ عورت جس سے اس کا خاوند ناراض ہو (بغیر کسی شرعی عذر کے اگر عورت خاوند کو ناراض کرے) تیسرے وہ دو مسلمان جو باہم رنجش رکھتے ہوں اور تین دن سے زیادہ سلام کلام وغیرہ ترک کر دیں۔ (ابوداؤد ص ۷، مصابیح ج ۱ ص ۷۸)

حدیث نمبر ۷:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ایک اس شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی جو ایسے لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے جو اسے ناپسند کرتے ہیں۔(ابن ماجہ ص ٦٨)

حدیث نمبر ۸:

حضرت حماد کہتے ہیں میں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ ولد الزنا اور اعرابی (دیہاتی) اور غلام اور نابینا کے بارہ میں کہ یہ امامت کرا سکتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا ہاں بشرطیکہ وہ اچھی طرح نماز قائم کر سکتے ہوں۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۹۷، کتاب الآثار مترجم ص ۸۷ حدیث نمبر ۹۲، مسند امام اعظم مترجم ص ۱۵٦، جامع المسانید ج ۱ ص ۵۵۲، ۵۳٦)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر یہ لوگ علم رکھتے ہوں نماز کے احکام و مسائل سے واقف ہوں تو ہم بھی یہی کہتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار مترجم ص ۸۷ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۱٦، سنن الکبریٰ بیہقی ج ۳ ص ۸٦، شرح السنہ ج ۳ ص ۴۰۰)

امامت سے متعلق مختلف روایات آپ نے دیکھ لیں ان کے علاوہ بھی روایات موجود ہیں۔ان جیسی روایات کی وجہ سے بعض فقہائے احناف نے غلام کی امامت کو مکروہ کہا ہے۔ علامہ مرغینانی صاحب ہدایہ نے لکھا ہے۔

غلام کو امام بنانا مکروہ ہے کیوں کہ وہ احکام نماز کی تعلیم کے لیے فارغ نہیں ہوتا۔

(ہدایہ اولین ص ۱۰۱)

یہاں پر مکروہ سے مراد مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ علامہ عینی نے کہا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ غلام کی امامت مکروہ تنزیہی ہے کیوں کہ وہ اپنے مولیٰ کی خدمت میں مشغول رہتا ہے۔المبسوط میں مذکور ہے کہ غلام کی امامت جائز ہے اور اس کے غیر کی امامت مستحب ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آزاد اس سے اولیٰ ہے کیوں کہ

امامت بہت عظیم منصب ہے اور آزاد اس سے زیادہ لائق ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۲۹)

یہاں پر یہ یاد رہے کہ احناف کے ہاں مکروہ تنزیہی بھی ایسے غلام کی امامت ہے جو قاری یا عالم وغیرہ نہ ہو جو غلام قاری ہو اور نماز کے مسائل وغیرہ جانتا ہو تو ایسے غلام کی امامت جائز ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔ مکروہ تنزیہی کہنے کی ایک وجہ تو صاحب ہدایہ نے لکھ دی ہے کہ غلام اپنے آقا کی خدمت میں ہوتا ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر علم وغیرہ حاصل نہیں کر سکتا اور نماز پڑھانے کے لیے علم کی ضرورت ہوتی ہے جب علم ہی نہیں تو نماز کس طرح پڑھائے گا۔ اور اہل علم حضرات اس کے پیچھے نماز پڑھنے کو پسند نہیں کریں گے۔ اور جس کو نمازی پسند نہ کریں اس کو نماز پڑھانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے۔ اس وجہ سے مکروہ ہے۔ دوسری وجہ آزاد اور غلام کا فرق بھی ہے۔ جس کی وجہ سے آزاد اس غلام کے پیچھے نماز پڑھنے کو عار محسوس کریں گے۔

(۱۷)...... جو شخص کہ بے وضو ہو ارکوع میں یا سجود میں تو وضو کرے اور بنا کرے

حدیث نمبر ۱:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے نماز میں قے، نکسیر، یا مذی آ جائے وہ لوٹ کر وضو کرے اور جہاں سے نماز کو چھوڑا تھا وہیں سے شروع کر دے لیکن اس درمیان میں کلام نہ کرے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۸۷ کتاب الصلوۃ باب ماجاء فی البناء علی الصلوۃ)

حدیث نمبر ۲:

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی جب نکسیر پھوٹتی تو نماز چھوڑ کر وضو کرتے پھر واپس آ کر باقی نماز کو پڑھتے اور کلام نہیں کرتے تھے۔

(موطا امام مالک ص ۲۷ کتاب الطہارۃ باب ماجاء فی الرعاف)

حدیث نمبر۳:

امام مالک کو یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی جب نکسیر پھوٹتی تو باہر جا کرخون کو دھو لیتے اور واپس لوٹنے پر پڑھی ہوئی نماز کے علاوہ نماز پڑھ لیتے۔

(موطا امام مالک ص ۲۷ کتاب الطہارۃ باب ماجاء فی الرعاف)

حدیث نمبر۴:

یزید بن عبداللہ بن قسیط لیثی نے سعید بن مسیب کو دیکھا کہ نماز میں ان کی نکسیر پھوٹ نکلی تو وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے میں گئے۔ انہیں پانی دیا گیا توانہوں نے وضو کیا پھر واپس آ کر پڑھی ہوئی کے علاوہ باقی نماز پڑھی۔

(موطا امام مالک ص ۷۸ کتاب الطہارت باب ماجاء فی الرعاف)

ان روایات وآثار کے علاوہ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت ابوبکر، عمر، علی ابن مسعود، ابن عمر اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم کے آثار بھی ان آثار سے ملتے جلتے نقل کیے ہیں۔

(دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶)

حنفیہ نے ان احادیث کی وجہ سے بناء کا جواز ثابت کیا ہے۔ اور دوسری قسم کی روایات سے استیناف کا استحباب تسلیم کیا ہے پہلی روایات بیان جواز کے لیے ہیں اور دوسری بیان استحباب کے لیے۔ اس تقریر کے مطابق دونوں قسم کی روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے اور دونوں پر عمل بھی ہوسکتا ہے۔

(۱۸)......نماز میں ہاتھ کے ساتھ اشارہ سے بھی سلام کرنا منع ہے

حدیث نمبر۱:

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ. (مسلم ج ۱ ص ۱۸۱، باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا ہے مجھے کہ میں دیکھتا ہوں تمہیں نماز میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے گویا کہ وہ سرکش گھوڑوں کی دُمیں ہیں۔ نماز میں سکون اختیار کرو۔

حدیث نمبر۲:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا وَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا

(بخاری، ج۱ص۱۶۲، باب لا یرد السلام فی الصلوٰۃ. ومسلم ج۱ص۲۰۴، باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ)

حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ پر سلام کہتا تھا اور آپ ﷺ نماز کی حالت میں ہوتے تو آپ ﷺ مجھے سلام کا جواب دیتے جب ہم واپس لوٹے (حبشہ سے) تو میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے مجھے جواب نہ دیا اور آپ ﷺ نے (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) فرمایا کہ بے شک نماز میں مصروفیت ہے۔

(۱۹)......رمضان کے سوا اور تمام برس میں جماعت کے ساتھ وتر نہ پڑھے

ہدایہ میں ہے وَلَا يُصَلِّي الْوِتْرَ بِجَمَاعَةٍ فِيْ غَيْرِ شَهْرِ رَمَضَانَ عَلَيْهِ إِجْمَاعُ الْمُسْلِمِيْنَ.

اور ماہ رمضان کے علاوہ میں وتر با جماعت نہ پڑھے۔ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔
(احسن الہدایہ ترجمہ وشرح ہدایہ جلد۲ص۲۳۱ فصل فی قیام رمضان)

مسئلہ کی وضاحت:

صورت مسئلہ تو بالکل واضح ہے کہ ماہ رمضان کے علاوہ میں جماعت کے ساتھ وتر نہ پڑھی جائے۔ کیوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صرف ماہ رمضان میں با جماعت وتر پڑھائی تھی۔ اور اس کے علاوہ میں چوں کہ با جماعت وتر پڑھنا ثابت نہیں ہے اس لیے غیر رمضان میں با جماعت وتر پڑھنا خلاف اولیٰ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ اور سلف صالحین سے

ماہ رمضان کے علاوہ وتر جماعت سے پڑھنا ثابت نہیں۔ جس طرح نماز پنجگانہ یعنی فرض نمازوں کے لیے جماعت ہوتی ہے۔ جمعۃ المبارک، عید الفطر، عید الاضحیٰ وغیرہ کے لیے جماعت ہوتی ہے اور قرآن وسنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان نمازوں کی جماعت کا ثبوت کتب احادیث میں ملتا ہے اس طرح کا ثبوت وتر کی جماعت کا غیر رمضان میں نہیں ملتا۔ جس طرح تراویح کی جماعت صرف رمضان سے خاص ہے، رمضان کے علاوہ تراویح کی جماعت نہیں ہوتی اسی طرح وتر ہیں۔ یہ ایک الگ نماز ہے جو واجب ہے اور رات کے آخری حصہ میں اس کو نماز تہجد کے بعد بغیر جماعت کے گھر پر پڑھا جاتا ہے۔ صرف رمضان کے مہینے میں نماز تراویح کے بعد اس کو جماعت کے ساتھ پڑھنا سلف سے ثابت ہے۔ جس کو صاحب ہدایہ نے اجماع سے تعبیر کیا ہے۔

(۲۰)......امام جمعہ کے دن منبر پر خطبہ بیٹھ کر پڑھے یا بے وضو پڑھے تو جائز ہے

ہدایہ کی مکمل عبارت کا ترجمہ اس طرح ہے:

اور خطیب باوضو ہو کر اور کھڑے ہو کر خطبہ دے کیوں کہ اس میں توارث کے ساتھ قیام منقول ہے پھر خطبہ نماز کی شرط ہے لہٰذا اذان کی طرح اس میں بھی طہارت شرط ہوگی اور اگر کسی نے بیٹھ کر یا بے وضو خطبہ دے دیا تو جائز ہے۔ اس لیے کہ مقصود حاصل ہے۔ البتہ مخالفت توارث کی وجہ سے اور خطبہ اور نماز کے مابین فصل کی وجہ سے ایسا کرنا مکروہ ہے۔

ناظرین ہدایہ کی مکمل عبارت آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ فقہ حنفی میں باوضو اور کھڑے ہو کر خطبہ دینے ہی کا ذکر ہے۔ اور اس کے خلاف کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔ ہاں اگر کسی نے اس کے خلاف کیا تو پھر کیا حکم ہے ایسا خطبہ ادا ہوا کہ نہیں؟ ہمارے ہاں کراہت کے ساتھ خطبہ ادا ہو جائے گا کیوں کہ قرآن وسنت میں ایسا کوئی صریح حکم موجود نہیں، جس سے یہ ثابت ہوتا کہ بیٹھ کر جو خطبہ دیا وہ ادا نہیں ہوا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرمایا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب بہت بوڑھے اور کمزور ہو گئے تو پہلا خطبہ بیٹھ کر پڑھتے تھے اور دوسرا خطبہ

کھڑے ہو کر۔ نیز حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی دوران خطبہ میں تھک کر بیٹھ جاتے تھے کچھ دیر بیٹھ کر خطبہ دیتے پھر کھڑے ہو جاتے ان دونوں بزرگوں کے عمل مجبوراً تھے۔ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک۔

جب یہ عمل صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو گیا تو پھر نا جائز کیسے کہیں۔

(۲۱)...... جمعہ کے دن منبر پر کھڑا ہو کر اگر فقط ذکر اللہ یعنی سبحان اللہ یا اللہ اکبر خطبہ کی جگہ کہہ دے تو بس کافی اور جائز ہے۔ دو خطبے پڑھنے کی کچھ حاجت نہیں

خطبہ جمعہ کا حکم:

فقہ حنفی میں خطبہ جمعۃ المبارک سے متعلق مسائل:

نمبر ۱: جمعہ کے لیے خطبے دو پڑھے جائیں۔

نمبر ۲: خطبہ میں قرآن کریم کی آیت بھی تلاوت کی جائے۔

نمبر ۳: خطبے میں وعظ و نصیحت کے الفاظ بھی ہوں۔

نمبر ۴: خطبہ نہ بہت دراز ہو نہ بہت مختصر۔

نمبر ۵: دو خطبوں کے درمیان منبر پر بیٹھ کر فاصلہ کرے۔

نمبر ۶: دونوں خطبے عربی زبان میں ہوں۔

نمبر ۷: خطبہ کے دوران کسی قسم کا کلام نہ کرے۔

نمبر ۸: خطبہ کے دوران کسی قسم کی نماز نہ پڑھے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد دوم)

اس مسئلہ میں فقہ حنفی میں عمل امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول پر ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طویل ذکر اور پند و نصیحت کہ جسے عرف عام میں خطبہ کہا جاتا ہے ضروری ہے۔ محض سبحان اللہ یا الحمد للہ کہہ لینا خطبہ نہیں کہا جا سکتا۔ (مظاہر حق شرح مشکوۃ ص ۹۰۸ جلد نمبر ۱)

غایۃ السعایہ شرح ہدایہ ج ۴ ص ۲۲۱ میں ہے:

خطبہ میں دو چیزیں فرض ہیں اور باقی سنن وآداب۔

پہلا فرض یہ ہے کہ خطبہ نماز سے پہلے اور زوال کے بعد ہو، اگر زوال سے بیشتر یا نماز کے بعد پڑھا تو جائز نہ ہوگا۔

دوم یہ کہ خطبہ میں اللہ کا ذکر ہو۔

خطبہ میں تقریباً پندرہ سنتیں ہیں۔

(۱) طہارت کا ہونا۔

(۲) بحالت قیام ہونا۔

(۳) دو خطبوں کے درمیان ایک بیٹھک کا ہونا۔

(۴) اتنی آواز سے پڑھنا کہ قوم سن لے۔

(۵) الحمد للہ سے شروع کرنا۔

(۶) شہادتین کو ادا کرنا۔

(۷) درود پڑھنا۔

(۸) وعظ ونصیحت کرنا۔

(۹) قرآن کریم کی کم از کم ایک آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا وغیرہ۔

ان حوالہ جات سے فقہ حنفی کا نظریہ اچھی طرح معلوم ہو گیا ہوگا۔ فقہ حنفی میں دو خطبوں کا سنت ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ اور حنفی مذہب میں جس قول پر عمل ہے وہ بھی واضح ہو گیا۔ فقہ حنفی کا مسئلہ حدیث کے بالکل مطابق ہے نہ کہ خلاف۔

(۲۲)......خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہیں

حدیث:

طبرانی کبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اذا دخل احدکم المسجد والامام علی المنبر فلا صلوٰۃ ولا کلام حتی یفرغ الامام))

جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں اس وقت داخل ہو جب کہ امام ممبر پر ہو تو نماز کلام نہیں جب تک امام فارغ نہ ہو جائے۔ (بحوالہ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۸۴)

(۲۳)......نماز عید میں چھ تکبیریں زائد ہیں پہلی رکعت میں تکبیر اولیٰ کے بعد اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد

حدیث نمبر ا:

عن علقمة والأسود بن يزيد أن بن مسعود كان يكبر في العيدين تسعا تسعا اربعا قبل القراءة ثم كبر فركع وفي الثانية يقرا فإذا فرغ كبر أربعا ثم ركع. (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۹۳، باب التكبير في الصلوٰة يوم العيد)

حضرت علقمہ اور اسود سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ عیدیں (عید الاضحیٰ والفطر) میں نو نو تکبیریں کہتے تھے چار تکبیریں کہتے قرأت سے پہلے پھر ایک تکبیر کہتے اور رکوع کرتے، پھر کھڑے ہو جاتے۔ دوسری رکعت میں قرأت کرتے۔ پس جب قرأت سے فارغ ہوتے تو چار تکبیریں کہتے پھر رکوع کرتے۔

(۲۴)......میت کے بالوں کو نہ کنگھا کیا جائے اور نہ اس کی داڑھی کو

ہدایہ میں ہے:

اور میت کے بال اور اس کی داڑھی میں کنگھی نہ کی جائے اور نہ اس کے ناخن کاٹے جائیں اور نہ اس کے بال کاٹے جائیں۔ اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد گرامی ہے کہ آخر کیوں تم لوگ اپنے مردے کی پیشانی کھینچتے ہو۔

اور اس لیے بھی کہ یہ چیزیں زینت کے لیے ہیں اور میت تو ان چیزوں سے بے نیاز ہو چکی ہے البتہ زندہ شخص میں یہ عمل نظافت کے لیے ہے۔ کیوں کہ بال کے نیچے میل جمع ہو جاتا ہے اور یہ ختنہ کرنے کی طرح ہو گیا۔

(احسن الہدایہ ترجمہ وشرح ہدایہ ج ۲ ص ۴۰۰، ۴۰۱)

صاحب ہدایہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جس حدیث کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہے۔

محمد قال اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراھیم ان عائشة ام المؤمنین رضی الله عنها رات میتًا یسرح رأسه فقالت: علام نتصون میتکم، قال محمد: وبه نأخذ لا نری ان یسرح رأس المیت ولا یؤخذ من شعره ولا یقلم اظفاره وھو قول ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ.

(کتاب الآثار مترجم ص ۱۷۰، حدیث نمبر ۲۲۷، جامع المسانید جلد نمبر ۱ ص ۵۵۷، حدیث نمبر ۷۶۲، کتاب الآثار امام ابی یوسف حدیث نمبر ۷۸، مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۶۲۳۲، سنن الکبری جلد نمبر ۲ ص ۳۹۰، کتاب الجنائز باب المریض یأخذ من اظفاره وعانته)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے، امام حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حماد رحمۃ اللہ علیہ سے اور حماد رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مردہ عورت کو دیکھا کہ لوگ اس کے بالوں میں کنگھی کر رہے ہیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تم لوگ کس کے لیے اپنے مردے کی پیشانی پکڑ کر کھینچتے ہو۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہم اسے ہی اختیار کرتے ہیں۔ یہ مناسب نہیں سمجھتے کہ اس کی مانگ نکالی جائے یا اس کے بال یا ناخن کاٹے جائیں یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

ابوعبید قاسم کہتے ہیں کہ لفظ **تنصون نصوت الرجل انصوه نصوًا** سے ماخوذ ہے بمعنی پیشانی پکڑ کر کھینچنا، پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس فعل کو مکروہ ہونے میں ایسا کر دیا جیسے کسی کی پیشانی پکڑ کر گھسیٹا جائے۔ پھر یوں بھی کہ مذکورہ چیزیں برائے زینت ہوتی ہیں اور مردہ ان تمام چیزوں سے مستغنی ہو چکا۔ (غایۃ السعایہ جلد نمبر ۴ ص ۳۱۸)

(۲۵)......میت کو کفن میں کرتہ دینا

ہدایہ میں ہے:

سنت یہ ہے کہ کفنایا جائے مرد کو تین کپڑوں میں یعنی ازار، قمیص، اور لفافہ میں، کیوں کہ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سمولیہ کے تین سفید کپڑوں میں کفنایا گیا۔

(غایۃ السعایہ شرح ہدایہ ج ۴ ص ۳۱۹)

اس کی شرح میں مفتی عبدالحلیم قاسمی بستوی لکھتے ہیں:

اور مرد ہو اس کے لیے تین کپڑے کفن مسنون ہیں۔ ① ازار، ② قمیص، ③ لفافہ۔ ازار سر سے پیر تک ہوگا۔ قمیص بغیر سلی ہوئی اور بغیر آستین وکلی کی ہوگی۔ اور ایک لفافہ ہوگا جو سر سے پیر تک اوپر سے لپیٹا جائے گا۔ (احسن الہدایہ ج ۲ص ۴۰۲)

اس عبارت میں جن تین کپڑوں کا ذکر آیا ہے ان کی کچھ وضاحت کی جاتی ہے۔

①......ازار: اس کا مطلب ہے کہ نچلے دھڑ کا لباس۔ یعنی تہبند۔ آپ یہ سمجھ لیں کہ ازار جو ہے وہ تہبند کے قائم مقام ہے۔

②......قمیص: لفظ قمیص تو معروف ہے مگر یہاں پر قمیص سے ایسی قمیص مراد ہے جو بغیر سلی ہوئی ہو اور بغیر آستین و بغیر کلی وغیرہ کے ہو۔ جس کو کفنی اور الفی بھی کہتے ہیں۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

بعض حضرات کہتے ہیں کہ حدیث میں قمیص کی نفی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نفی کا مطلب یہ ہے کہ سلا ہو، قمیص نہ ہو جیسے زندگی میں سلی ہوئی قمیص پہنتا تھا۔ زندہ کی قمیص اور ہے اور مردہ کی اور ہے۔ کیوں کہ دوسری حدیث میں قمیص کی صراحت موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر ۱:

عبدالرحمٰن بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ مردہ قمیص پہنایا جائے اور تہ بند پہنایا جائے پھر تیسرے کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اگر ایک ہی کپڑا ہو تو اسی میں کفن دیا جائے۔

(موطا امام مالک مترجم باب ماجاء فی کفن المیت ص ۱۸۵، ترجمہ وحید الزماں)

حدیث نمبر ۲:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں خبر دی کہ ہم سے بیان کیا ابن شہاب رضی اللہ عنہ نے حمید بن عبدالرحمٰن سے کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص نے کہا کہ میت کو قمیص، تہبند اور تیسرے کپڑے میں ملفوف کیا جائے۔ اگر تین کپڑے نہ ہوں تو ایک ہی کپڑے کا کفن دے دیا جائے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اسی پر ہمارا عمل ہے۔ ہمارے نزدیک بہتر ہے کہ تہبند لفافہ کی

طرح پہنایا جائے اس کے بجائے کہ زندوں کی طرح تہ بند باندھا جائے اور ہمارے نزدیک یہ بھی پسندیدہ نہیں کہ میت کا کفن دو کپڑوں سے کم کیا جائے سوائے اس کے کہ مجبوری ہو اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

(موطا امام محمد مترجم ص۱۵۳، ما یکفن به المیت)

حدیث نمبر۳:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ قمیص، ازار اور لفافہ۔

(الکامل ابن عدی ج۷ ص۲۵۱۱، المکتبہ الاثریہ پاکستان)

حدیث نمبر۴:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین نجرانی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ دو کپڑے حلہ تھے اور ایک وہ قمیص تھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تھے۔ (سنن ابوداؤد حدیث نمبر۳۱۵۳، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر۱۴۷۱)

حدیث نمبر۵:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں ایک باب اس طرح قائم کیا ہے۔ بَابُ الْكَفَنِ فِي الْقَمِيصِ الَّذِي يُكَفُّ وَمَنْ كُفِّنَ بِغَيْرِ قَمِيصٍ ترجمہ: اس قمیص میں کفن دینا جس کا حاشیہ سلا ہوا ہو یا بے سلا اور بغیر قمیص کے کفن دینا۔

حدیث نمبر۶:

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی پوشاک اور قمیص میں کفن دیا گیا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں مرد کے کفن میں تین کپڑے ہوں گے دو کپڑے بھی کافی ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار مترجم ص۱۷۱، حدیث نمبر ۲۲۸)

(۲۶)......فجر کی نماز اُجالے میں پڑھنا

عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ

(ترمذی ج۱ ص۴۹، باب ما جاء فی الاسفار بالفجر

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا فجر کو خوب اچھی طرح روشن کر کے نماز پڑھو اس میں زیادہ اجروثواب ہے۔

حدیث نمبر۲:

عَنْ عاصم بن عمر بن قتادة عن ابيه عن جده قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اسفروا بالفجر فانه اعظم لاجركم او للاجر رواه البزار ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ج۱ ص۳۱۵)

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ سے مروی ہے یہ اپنے والد سے اور یہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھو بے شک یہ تمہارے اجروثواب کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہے۔ یا آپ ﷺ نے یوں فرمایا کہ یہ ثواب کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہے۔

(۲۷)......مسجد کو سیمنٹ اور سونے کے پانی سے نقش کرنا

عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ وَسَقْفُهُ الْجَرِيدُ وَعُمُدُهُ خَشَبُ النَّخْلِ فَلَمْ يَزِدْ فِيهِ أَبُو بَكْرٍ شَيْئًا وَزَادَ فِيهِ عُمَرُ وَبَنَاهُ عَلٰى بُنْيَانِهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيدِ وَأَعَادَ عُمُدَهُ خَشَبًا ثُمَّ غَيَّرَهُ عُثْمَانُ فَزَادَ فِيهِ زِيَادَةً كَثِيرَةً وَبَنٰى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوشَةِ وَالْقَصَّةِ وَجَعَلَ عُمُدَهُ مِنْ حِجَارَةٍ مَنْقُوشَةٍ وَسَقَفَهُ بِالسَّاجِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں مسجد نبوی رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کچی اینٹوں کی بنی ہوئی تھی اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی اور اس کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں اضافہ کیا اور اس کو رسول اللہ ﷺ کے عہد کی بنا پر تعمیر کیا۔ کچی اینٹوں اور

شاخوں سے بنایا اور اس کے ستون دوبارہ لکڑی کے بنادیئے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں تبدیلی کی اور اس میں بہت اضافہ کیا۔ اس کی دیواریں نقش و نگار والے پتھروں اور چونے کی بنائیں اور اس کے ستون بھی منقش پتھروں کے بنائے اور اس کی چھت ساگوان کی لکڑی کی بنائی۔ (بخاری جلد ۲ ص ۶۴ باب بنیان المسجد کتاب الصلوٰۃ)

(۲۸)...... جب امام منبر پر چڑھنے کے واسطے نکلے تو اس وقت نہ نماز پڑھے اور نہ کلام کرے

حدیث نمبر۱:

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا قلت لصاحبك انفت والامام یخطب فقد لغوت.

(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۲، باب الصلوٰة عند الخطبة)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تو اپنے ساتھی سے کہے کہ خاموش ہو جا اس حال میں کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو تو نے لغو کام کیا۔

حدیث نمبر۲:

عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یخطب یوم الجمعة فقرا سورة فقال ابو ذر لاُبَی بن کعب متیٰ نزلت هذه السورة فاعرض عنه فلما قضیٰ رسول الله صلی الله علیه وسلم صلوته قال اُبَی لِاَبِیْ ذرٍّ مالك من صلٰوتك الا ما لغوت فدخل ابو ذرٍّ علی النبی صلی الله علیه وسلم فاخبرهٗ بذٰلك فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم صدق اُبَی

امام طحاوی فرماتے ہیں:

فقد امر رسول الله صلی الله علیه وسلم بالانصات عند الخطبة وجعل حکمها فی ذٰلك کحکم الصلٰوة وجعل الکلام فیها لغوًا (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی سورۃ پڑھی تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اُبی بن

کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ سورۃ کب نازل ہوئی تو آپ نے کلام کرنے سے ان سے اعراض کیا۔ جب نبی کریم ﷺ نے اپنی نماز مکمل کی تو اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تو نے نہیں کیا اپنی نماز سے مگر لغو کام۔ تو ابوذر رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کے پاس آئے آپ ﷺ کو خبر دی اس واقعہ کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اُبی بن کعب نے سچ کہا ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں:

پس نبی علیہ السلام نے حکم دیا خطبہ کے وقت خاموش رہنے کا اور اس کے حکم کو بنایا ہے نماز کے حکم کی طرح اور کلام کو اس میں لغو قرار دیا ہے۔ کہ جس طرح نماز میں کلام کرنا لغو ہے اسی طرح خطبہ کے وقت بھی۔

حدیث نمبر۳:

عن سلمان الخير ان النبي عليه السلام قال لان يغتسل الرجل يوم الجمعة ويتطهر بها استطاع من طهر ثم ادهن من دهن او مس من طيب بيته ثم راح فلم يفرق بين الثين وصلى ما كتب الله له ثم إذا تكلم الإمام غفر له ما بينه وبين الجمعة الاخرى. (طحاوی ج۱ص۲۵۴)

سلمان الخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کر کے اچھی طرح طہارت حاصل کر کے تیل لگائے خوشبو ملے پھر نماز کے لیے نکلے اور کسی دو شخصوں کے درمیان تفریق نہ کرے پھر سنتیں وغیرہ پڑھے اور خطبہ کے وقت خاموش بیٹھا رہے تو اس سے اگلے جمعہ تک اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(۲۹)......مرد اور عورت کا جنازہ پڑھنے کے لیے امام میت کے سینے کے برابر کھڑا ہو

حدیث نمبر۱:

عن ابی غالب قال صليت خلف انس رضی الله عنه على جنازة فقام حيال صدره. (فتح القدیر ج۲ص۸۹۔ شرح نقایہ ج۱ص۱۳۵)

ابوغالب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو آپ

میت کے سینہ کے برابر کھڑے ہوئے۔

حدیث نمبر۲:

عن ابراهيم قال يقوم الرجل الذی يصلی علی الجنازة عند صدرها.

ابراہیم نخعی نے فرمایا مرد کے جنازہ میں نماز کے لیے سینہ کے برابر کھڑا ہونا چاہیے۔

(طحاوی باب الرجل يصلی علی الميت اين ينبغی ان يقوم منه)

(۳۰)......شہید کا جنازہ پڑھا جائے

حدیث نمبر۱:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أُتِیَ بِهِمْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ فَجَعَلَ يُصَلِّی عَلٰی عَشَرَةٍ عَشَرَةٍ وَحَمْزَةُ هُوَ كَمَا هُوَ وَيُرْفَعُونَ وَهُوَ كَمَا هُوَ مَوْضُوعٌ (ابن ماجہ،ص۱۰اباب ما جاء فی الصلوٰة علی الشهداء)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لایا جاتا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (شہداء احد کو) احد کے دن، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر دس دس کر کے نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ وہ اسی طرح رکھا رہا۔ لوگ دوسروں کو اٹھاتے (یعنی جن کی نماز جنازہ ادا ہو چکی تھی) اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (یعنی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو اٹھایا نہیں گیا تھا سب سے آخر میں اٹھایا گیا)۔

حدیث نمبر۲:

عن ابی مالك الغفاری ان النبی صلی الله عليه وسلم صلّٰی علٰی قتلٰی احد عشرةً عشرة فی كل عشرة حمزة حتی صلّٰی عليه سبعين صلوٰة.

(مراسیل ابوداؤد،ص۱۸۔طحاوی، ج۱ص۳۳۸، باب الصلوٰۃ علی الشہداء)

حضرت ابو مالک الغفاری سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد پر دس دس (اکٹھا) کر کے نماز جنازہ پڑھائی۔ ہر دس میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی ہوتے تھے۔ حتی کہ ان پر ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔

(۳۱)......اونٹوں کی زکوٰۃ کا طریقہ

حدیث نمبرا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر اونٹ ایک سو بیس سے بڑھ جائیں تو حساب نئے سرے سے شروع ہوگا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۲۵۔ بیہقی ج ۴ ص ۹۲ کتاب الزکاۃ۔ فتح القدیر ج ا ص ۴۹۸ باب صدقہ السوام کتاب الاموال ابوعبید ص ۳۶۳)

حدیث نمبر۲:

حماد بن سلمہ فرماتے ہیں کہ میں نے قیس بن سعد سے کہا کہ آپ میرے لیے محمد بن عمرو کی کتاب لیں، تو اس نے مجھے ایک کتاب دی اور یہ بھی کہا کہ اس نے یہ کتاب ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے لی ہے۔ اور یہ کتاب حضور اکرم ﷺ نے اس کے دادا کے لیے لکھوائی تھی۔ حماد بن سلمہ کہتے ہیں کہ جب میں نے اسے پڑھا تو اس میں اونٹوں کی زکوٰۃ کے نصاب کا بیان تھا۔ پھر حدیث کو بیان کرتے ہوئے ایک سو بیس اونٹوں کے نصاب تک پہنچ گئے (آگے یوں تھا) اور اگر اس مقدار سے زیادہ ہو جائے تو ہر پچاس اونٹوں میں ایک حقہ ہوگا (یعنی تین سال کی اونٹنی ہوگی) اور جو زیادہ ہوگا تو اسے اونٹوں کے پہلے حساب کی طرف لوٹایا جائے گا اور اگر اونٹ پچیس سے کم ہوں تو ان میں بکری ہے، یعنی ہر پانچ اونٹوں میں ایک بکری ہوگی۔ اور زکوٰۃ میں زیادہ بوڑھا اور عیب دار جانور دینا درست نہیں۔

(مراسیل ابوداؤد۔ شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۴۸، ۳۴۹ کتاب الزیادات باب الزکاۃ فی الابل السائمہ)

(۳۲)......گھوڑوں کی زکوٰۃ (اگر کسی نے نسل کشی کے لیے نر اور مادہ اکٹھے کیے ہوں تو اس پر ان کی زکوٰۃ لازم ہوگئی)

حدیث نمبرا:

عَنْ جابر قال قال رسول الله صلی علیه وسلم فی الخیل السائمة فی کل فرس دینار. (نصب الرایہ، ج ۲ ص ۳۵۷۔ دار قطنی ج ۲ ص ۱۲۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چرنے والے گھوڑوں میں سے ہر گھوڑے میں ایک دینار ہے۔

حدیث نمبر۲:

سائب بن یزید نے زہری کو خبر دی کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ گھوڑے کی قیمت لگا کر اس کی زکوٰۃ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیتے ہیں۔ (دار قطنی ج۲ ص ۱۲۶)

(۳۳)......تجارتی غلاموں کی طرف سے آقا صدقہ فطر ادا نہ کرے

جو غلام تجارت کے لیے ہوں احناف کے یہاں ان کا صدقہ فطر آقا نہیں نکالے گا کیونکہ ان میں زکوٰۃ واجب ہے۔ عطاء، سفیان ثوری اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

ہمارے نزدیک آقا پر صدقہ فطر کا وجوب اپنے مملوک کے سبب سے ہوتا ہے جیسے زکوٰۃ کا وجوب اس پر ممالیک تجارت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اب اگر تجارتی ممالیک کے سبب سے آقا پر صدقہ فطر واجب کیا جائے تو اس کو زکوٰۃ اور صدقہ فطر دونوں کا بار اٹھانا پڑے گا حالانکہ ایک سال میں مکرر خرچہ (یعنی دو بار صدقہ دینا) شرعاً ممنوع ہے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لاثناء فی الصدقة

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ ایک سال میں (مکرر) دوبارہ نہ لیا جائے گا۔

اور یہ ظاہر ہے کہ تجارتی ممالیک کچھ رکھنے کے واسطے عیال نہیں کیے گئے بلکہ مانند نفیس اموال تجارت کے ہیں۔

(۳۴)......صدقہ فطر کی مقدار

حدیث نمبر۱:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ صدقہ فطر لگاتے تھے ایک صاع جَو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا اور گندم بہ کثرت ہوگئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان دو چیزوں کا بدل نصف صاع گندم کر دیا۔ (سنن ابوداؤد، سنن نسائی)

حدیث نمبر۲:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا نصف صاع گندم یا ایک صاع کھجور یا جو (صدقہ فطر ہے)۔(مصنف ابن ابی شیبہ ج۴ ص۳۶)

(۳۵)......عورت اپنے خاوند کو زکوٰۃ نہ دے

حدیث نمبر۱:

ابراہیم بن ابوحفصہ بیان کرتے ہیں میں نے سعید بن جبیر سے دریافت کیا کیا میں زکوٰۃ میں سے اپنی خالہ کو ادائیگی کرسکتا ہوں انہوں نے جواب دیا جی ہاں جب کہ تم ان پر دروازہ بند نہیں کرتے ان کی مراد یہ تھی کہ جب وہ تمہارے زیر کفالت نہ ہوں۔

(مصنف عبدالرزاق مترجم ج۳ ص۱۲۳)

حدیث نمبر۲:

عن ابن عباس قال لا بأس ان تعجل زكوتك في ذوي قرابتك مالم يكونوا في عيالك.

(مصنف ابن ابی شیبة ج۲ ص۴۱۲، مصنف عبدالرزاق ج۴ ص۱۱۲)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو قریب کے رشتہ دار ہوں اور اان کی قدرتی طور پر کفالت بھی کرتا ہو تو اس کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں ہوگی۔

نوٹ: باپ، دادا، دادی، ماں، نانا، نانی اصول ہیں، اور بیٹا، پوتا، فروع ہیں۔آسان بات یہ ہے کہ آدمی کی نہ اوپر نسل میں زکوٰۃ لگتی ہے اور نہ نیچے نسل میں۔اسی طرح خاوند اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے خاوند کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے شرح معانی الآثار طحاوی جلد اول باب المرأة هَلْ يَجُوْزُ لَهَا اَنْ تُعْطِيَ زَوْجَهَا مِن زَكوٰةِ مَا لَهَا اَم لاَ)

حدیث نمبر۳:

سفیان ثوری بیان کرتے ہیں آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ ایسے شخص کو نہیں دے گا جس کے اخراجات وہ ادا کرتا ہو جس کا تعلق اس کے رشتہ داروں سے ہو۔الحدیث

(مصنف عبدالرزاق مترجم جلد۳ ص۱۲۴)

(۳۶)......صدقہ فطر صاحب نصاب (یعنی مال دار) پر واجب ہے

حدیث:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا: تم عنقریب اہل کتاب کی قوم کی طرف جاؤ گے سو جب تم ان کے پاس جاؤ تو پہلے ان کو یہ دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پس اگر وہ اس دعوت میں تمہاری اطاعت کر لیں تو پھر ان کو یہ خبر دینا کہ اللہ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، پس اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کر لیں تو پھر ان کو یہ خبر دینا کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مال دار لوگوں سے لی جائے گی اور ان کے فقرا کی طرف لوٹا دی جائے گی۔ پس اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کر لیں تو تم ان ان کے اموال میں عمدہ چیزوں سے اجتناب کرنا اور مظلوم کی دعا سے ڈرنا کیوں کہ مظلوم کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔ (بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب اخذ الصدقة من الاغنیاء)

(۳۷)......مسلمان آقا اپنے کافر غلام کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرے

حدیث نمبر ۱:

عبداللہ بن ثعلبہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا نصف صاع گندم ہر چھوٹے اور بڑے مرد اور عورت آزاد اور غلام کی طرف سے ادا کرو۔

(سنن دار قطنی مترجم جلد سوم ص ۳۴۹ حدیث نمبر ۲۰۷۸، سنن ابو داؤد مترجم جلد اول ص ۶۰۷، حدیث نمبر ۱۶۰۸)

یہ حدیث مطلق ہے، اس میں مسلم اور کافر کی کوئی تمیز نہیں ہے لہٰذا جس طرح مولیٰ پر مسلمان غلام کی طرف سے صدقہ فطر نکالنا واجب ہے اسی طرح عبد کافر کی طرف سے نکالنا بھی واجب ہے۔

حدیث نمبر۲:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ فطر ہر چھوٹے اور بڑے مرد اور عورت یہودی اور عیسائی (غلام) آزاد اور غلام کی طرف سے ادا کیا جائے گا۔ جو گندم کا نصف صاع ہوگا یا کھجور کا ایک صاع ہوگا یا جو کا ایک صاع ہوگا۔ (سنن دار قطنی کتاب زکوۃ الفطر)

اس حدیث میں یہودی اور عیسائی سے غلام مراد ہے۔

حدیث نمبر۳:

حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں آدمی اپنے غلام کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرے گا خواہ وہ غلام مجوسی ہو۔ (سنن دار قطنی مترجم جلد سوم ص ۳۵۵)

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ فقہ حنفی کا مسئلہ حدیث کے مطابق ہے نہ کہ مخالف۔

(۳۸)......شک کے دن نفلی روزہ رکھنا

حدیث:

روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ رکھو روزہ ایک دن یا دو دن بیشتر رمضان سے بہ نیت استقبال مگر یہ کہ موافق ہو جاویں وہ دن یعنی آخر شعبان کے کسی روزے کے کہ ہمیشہ رکھتا تھا اور آخر شعبان میں وہی دن واقع ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور روزہ رکھو چاند رمضان کا دیکھ کر اور افطار کرو شوال کا چاند دیکھ کر سو اگر بدلی ہو جاوے تو پورے تیس گن لو پھر روزہ موقوف کرو۔

امام ترمذی یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: حدیث ابو ہریرہ کی حسن ہے صحیح ہے اسی پر عمل ہے اہل علم کا مکروہ کہتے ہیں ایک دو دن رمضان سے پہلے رمضان کی تعظیم اور اقبال کی نیت سے روزے رکھنے کو اور اگر کوئی دن ایسا آجائے کہ اس میں ہمیشہ روزہ رکھتا ہو تو مضائقہ نہیں ان کے نزدیک۔ **(ترمذی باب ما جاء لا تقدم الشهر بصوم)**

(۳۹)......فقہ حنفی میں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا حرام ہے اگر کسی نے قربانی کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی پھر اگر نہ رکھا تو اس کی قضا کرے

یہاں پر دو مسئلہ ہیں ایک یہ کہ عید کے روز روزہ رکھنا حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر کسی نے اس دن کے روزے کی نذر مانی تو اس کا کیا حکم ہے؟

حدیث نمبر۱:

ابوعبید مولیٰ ابن ازہر بیان کرتے ہیں کہ میں عید کے دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ آئے، نماز پڑھی، پھر فارغ ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا اور کہا ان دو دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک وہ دن جس میں تم روزوں کے بعد افطار کرتے ہو۔ ایک وہ دن جس میں تم اپنی قربانیوں کا گوشت کھاتے ہو۔
(مسلم کتاب الصیام، باب تحریم صوم یومی العیدین)

حدیث نمبر۲:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم اضحیٰ اور یوم فطر دو دن کے روزوں سے منع فرمایا۔ (مسلم کتاب الصیام)

حدیث نمبر۳:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ دو دن کے روزوں سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم کتاب الصیام)

حدیث نمبر۴:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دن کے روزے رکھنے سے منع فرمایا۔ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ۔ (مسلم کتاب الصیام)

ان احادیث کے پیش نظر حنفی علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کا روزہ رکھنا حرام ہے۔

دوسرا مسئلہ:

اگر کسی نے بقرعید کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی تو اس کا حکم کیا ہے۔

اما ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نذر تو منعقد ہو جائے گی مگر اس کی قضاء لازم ہو گی۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے پیر کے دن روزے کی نذر مانی (کیوں کہ حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کا روزہ رکھا کرتے تھے) اور اتفاق سے اس دن عید ہو گئی تو اس دن روزہ رکھنا بالاجماع جائز نہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس روزے کی بھی کسی اور دن قضاء لازم ہے۔ (امام صاحب کا یہ مسئلہ ان چار احادیث کے مطابق ہے جو اوپر گزریں۔

مسئلہ کی وضاحت:

اگر کسی نے لاعلمی کی وجہ سے یا اتفاقیہ اس دن عید کا دن آ گیا تو وہ شخص اپنی نذر اس دن پوری نہ کرے اس نذر کا روزہ اس کے ذمہ ہے۔ کیوں کہ جب نذر مان لی تو اس کے ذمہ واجب ہو گئی۔ اور نذر کا پورا کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ "اور اپنی نذریں پوری کریں" (الحج:۲۹)

مسلم شریف کتاب النذر کی حدیث میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نذر مانی وہ شخص اس عبادت کو کرے اور جس شخص نے گناہ کرنے کی نذر مانی وہ اس گناہ کو نہ کرے۔

نذر کو پورا کرنے کا ذکر بہت سی احادیث میں موجود ہے ہم نے جو حدیث ذکر کی ہے۔ اس میں صراحت موجود ہے کہ جس شخص نے عبادت کی نذر مانی تو وہ اس کو پورا کرے تو روزہ عبادت ہے۔ لہٰذا ایسا شخص جس نے روزے کی نذر مانی ہو وہ اس کو پورا کرے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ جس دن کی اس نے نذر مانی تھی اس دن عید الاضحیٰ ہے۔ (یا اس دن عید الاضحیٰ اتفاقیہ آ گئی ہے) تو وہ شخص کیا کرے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ایسے مسئلے کا حل قرآن و حدیث کی

روشنی میں یہ بتایا ہے کہ وہ شخص بقرعید کے روز روزہ نہ رکھے کیوں کہ حدیث میں منع ہے۔اور اس روزے کی قضا کسی اور دن کر لے۔ایسے اس کی وہ نذر پوری ہو جائے گی۔ بالفرض محال اگر کسی نے لاعلمی کی وجہ سے یا غلط فہمی کی بنا پر جیسا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ کام پورا ہوتے ہی وہ نذر ادا کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں۔اور اسی شکل میں پورا کرنے کو ضروری خیال کرتے ہیں۔جس طرح انہوں نے مانی تھی۔اور ان کا نظریہ یہ ہوتا ہے کہ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو سارا کام خراب ہو جائے گا۔ایسا شخص اگر اپنی نذر پورا کرنے کے لیے بقرعید کے دن ہی روزہ رکھ لیتا ہے۔تو اس کی نذر پوری ہوئی یا نہیں۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کو ایسا کرنا نہیں چاہیے تھا۔اب یہ کر چکا تو اس کی نذر پوری ہو گئی۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ قرآن وحدیث کے مطابق ہے اگر کوئی شخص اس بات کو تسلیم نہیں کرتا اس کے ذمہ ہے کہ وہ قرآن وحدیث سے ایسے شخص کا حکم واضح کرے اور یہ بتائے کہ اس کی نذر ادا نہیں ہوئی۔مسلم شریف کے اس باب میں کئی احادیث موجود ہیں جن میں آتا ہے نذر نہیں مانی چاہیے۔مثلاً یہ احادیث۔

حدیث نمبر ۱:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر مت مانا کرو کیوں کہ نذر تقدیر کو ٹال نہیں سکتی یہ صرف بخیل سے مال نکلوانے کا ذریعہ ہے۔

(مسلم کتاب النذر)

حدیث نمبر ۲:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر سے منع کیا اور فرمایا نذر کسی خیر کو نہیں لا سکتی۔یہ صرف بخیل سے مال نکلوانے کا ذریعہ ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نذر ماننے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔مگر دوسری احادیث میں نذر پوری کرنے کا حکم بھی موجود ہے۔

(دیکھئے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما مسلم کتاب النذر حدیث نمبر ۴۱۲۲)

یہ یاد رہے کہ فقہ حنفی میں ایسے روزے کی قضا کا فتویٰ ہے۔

(۴۰)......نفلی نماز اور روزہ اگر شروع کر کے توڑ لے تو قضا کرے

قرآن پاک سے ثبوت:

پہلی آیت:

وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ''اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔'' (سورۃ محمد:۳۳)

دوسری آیت:

وَرَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (الحدید:۲۷)

''انہوں نے رہبانیت کو از خود محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے شروع کیا، ہم نے ان پر رہبانیت فرض نہیں کی تھی، پھر انہوں نے اس کی وہ رعایت نہ کی جو رعایت کرنے کا حق تھا۔

حدیث:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اشْتَهَيْنَاهُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَدَرَتْنِي إِلَيْهِ حَفْصَةُ وَكَانَتْ ابْنَةَ أَبِيهَا فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اشْتَهَيْنَاهُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ قَالَ اقْضِيَا يَوْمًا آخَرَ مَكَانَهُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا (نفلی) روزے سے تھیں۔ ہمارے پاس ایک کھانا آیا جسے کھانے کے لیے ہمارا جی چاہا، ہم نے اس سے کچھ کھا لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ یہ واقعہ بیان کرنے میں حضرت حفصہ نے مجھ سے سبقت کی اور آخر وہ اپنے باپ کی بیٹی تھیں۔ کہنے لگیں یا رسول اللہ ہم دونوں روزے سے تھیں ہمارے پاس کھانا آیا، اسے کھانے کے لیے ہمارا جی چاہا اور ہم نے اس میں سے کچھ کھا لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں اس روزے کے بدلہ ایک روزہ رکھو۔

(ترمذی ص ۱۲۹۔ ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۳)

اس حدیث پر امام ترمذی نے اس طرح باب باندھا ہے بَابٌ مَا جَاءَ فِي إِيجَابِ

الْقَضَاءُ عَلَيْهِ اس کا ترجمہ علامہ بدیع الزماں غیر مقلد اس طرح کرتے ہیں: ''باب اس بیان میں کہ جو نفل روزہ توڑ ڈالے اسے قضا واجب ہے۔'' (ترمذی مترجم جلد اول ص ۲۸۵)

(۴۱)......عورت اپنے گھر میں اعتکاف کرے

کتب احادیث سے بعض ازواج مطہرات کا مسجد نبوی میں ایک بار اعتکاف کرنا ثابت ہوا ہے اور یہ حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے۔ اگرچہ اولیٰ و افضل یہی ہے کہ عورتیں بجائے مسجد جماعت کے اپنے گھر کی مسجد (عورت کی مسجد اس کا گھر ہے یہ مسئلہ حدیث سے ثابت ہے) میں اعتکاف کریں گویا مسجد جماعت میں اعتکاف ان کے لیے مکروہ تنزیہی کے درجہ میں ہوگا۔ اور یہ چیز حنفیہ نے اس واقعہ سے سمجھی ہے۔ جو صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

پہلی حدیث:

امام بخاری روایت کرتے ہیں ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ پس میں آپ کے لیے (مسجد میں) خیمہ لگا دیتی سو آپ صبح کی نماز پڑھ کر اس خیمہ میں داخل ہوتے پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنے لیے خیمہ لگانے کی اجازت مانگی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو اجازت دے دی تو انہوں نے خیمہ لگا لیا۔ پھر جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے اس خیمہ کو دیکھا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ لگا لیا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو یہ خیمے دیکھے تو پوچھا یہ کیا ہیں؟ تو آپ کو بتایا گیا آپ نے فرمایا کیا تمہاری رائے میں ان خیموں کو نیکی کے ارادہ کی وجہ سے لگایا گیا پھر آپ نے اس مہینہ اعتکاف کو ترک کر دیا۔ پھر شوال میں دس دن اعتکاف کیا۔

(بخاری کتاب الاعتکاف)

اس حدیث سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے شوال میں دوبارہ اعتکاف فرمایا مگر کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کی ازواج مطہرات نے بھی دوبارہ اعتکاف فرمایا۔

شیخ ابوبکر رازی کا حوالہ:

اس حدیث کی شرح میں شیخ ابوبکر رازی نے لکھا ہے کہ یہ خیموں والی حدیث بتلاتی ہے کہ عورتوں کے لیے مسجد جماعت میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے۔اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو ترون بھن (یعنی یہ نیکی وخیر کی بات نہیں ہے) فرمانا پھر آپ کا اس مہینے میں اعتکاف کو بھی ترک کر دینا اپنا خیمہ اٹھوا دینا (جس کے نتیجہ میں انہوں نے بھی اٹھوا لیے) یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی ہی کی دلیل ہے۔اگر اس طرح اعتکاف میں کوئی حرج نہ ہوتا تو آپ عزم اعتکاف کے بعد نہ خود ترک فرماتے اور نہ ان سے ترک کراتے اس سے واضح ہوا کہ عورتوں کے لیے مساجد میں اعتکاف مکروہ ہے۔

قاضی عیاض مالکی کا حوالہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فعل مذکور پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اس کی مختلف وجوہات بیان کی گئی ہے۔قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوا کہ ازواج مطہرات کے اس عمل میں اخلاص کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقرب کا مقصد یا باہمی غیرت، حرص، ریس کا جذبہ یا فخر و مباہات کا خیال بھی شامل ہو گیا ہے۔یا سوچا کہ مسجد میں عام لوگ دیہاتی اور منافقین سب ہی آتے ہیں۔ازواج مطہرات کو ضروری حوائج کے لیے اپنے معتکف سے باہر بھی نکلنا پڑے گا۔اس طرح وہ سب کے سامنے ہوں گی۔ممکن ہے یہ بھی خیال فرمایا ہو کہ ان کے ساتھ رہنے سے اعتکاف کا بڑا مقصد فوت ہو جائے گا جو گھر کے ماحول سے جدا اور تعلقات دنیوی سے کنارہ کش رہنے میں ہے۔پھر ان کے خیمے لگ جانے سے مسجد میں جگہ کی تنگی ہو گئی ہوگی۔اس لیے آپ نے اپنی ناخوشی کا اظہار مجمل جملہ سے فرمایا۔ابــر تـرون بهــن : مطلب یہ ہے کہ جس خیر کے ساتھ بہت سی برائیاں بھی سمٹ آئی ہوں۔وہ ان برائیوں کے ساتھ لائق نہیں۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج٤ ص١٥٥، بحواله غاية السعاية فی حل ما فی الهداية ج٥ ص٣٧٨. ٣٧٩)

علامہ بدرالدین عینی حنفی شارح بخاری کا حوالہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا کہ کیا انہوں نے کسی نیک کام کا ارادہ کیا ہے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ خواتین کے لیے مسجد میں اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے کیوں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ خواتین کا مسجد میں اعتکاف کرنا نیکی اور طاعت نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج اص ۲۱۱۔۲۱۲)

دوسری حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کا گھر میں نماز پڑھنا اس کے حجرہ میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اس کا کوٹھڑی میں نماز پڑھنا اس کے گھر میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

(سنن ابوداؤد ص ۵۷۰، سنن الکبریٰ بیہقی ج ۳ ص ۱۳۱، مستدرک حاکم ج اص ۲۰۶، مشکوٰۃ شریف حدیث نمبر ۱۰۶۳، ترغیب وترہیب ج اص ۲۲۷، کنز العمال حدیث نمبر ۴۵۱۸۸، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۴)

جب عورت کا گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے تو اعتکاف بھی گھر ہی میں افضل ہوا۔

فقہ حنفی کا یہ مسئلہ شریعت کے عین مطابق ہے اور کسی حدیث کے خلاف نہیں۔ آج کل کے ماحول کے مطابق تو اس مسئلہ کی بالکل اجازت نہیں دینی چاہیے۔ اخبارات میں ایسی خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں کہ اعتکاف میں عورت بیٹھی اور اور کوئی مرد نکال کر لے گیا۔ یا عورت خود نکل گئی۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

(۴۲)......عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے تین دن رات کی مسافت کا

حدیث نمبرا:

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسافر المراۃ ثلاثا الا و معھا ذو محرمٍ (مسلم ج۱ ص۴۳۲، باب سفر المراۃ مع محرم الی حج وغیرہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت نہ سفر کرے تین دن کا مگر اس کے ساتھ اس کا محرم ہو۔

حدیث نمبر۲:

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یحل لامراۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر تسافر مسیرۃ ثلاث لیال الا و معھا ذو محرم. (مسلم ج۱ص۴۳۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال نہیں ہے کسی عورت کے لیے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے کہ وہ تین راتوں کی مسافت کا (اکیلے) سفر کرے۔ مگر اس کے ساتھ اس کا محرم ہو۔ (یعنی محرم کے ساتھ سفر کرے تنہا سفر نہ کرے)

حدیث نمبر۳:

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل لامراۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر ان تسافر سفرًا یکون ثلاثۃ ایام فصاعدًا الا و معھا ابوھا او ابنھا او زوجھا او اخوھا او ذو محرم منھا.

(مسلم ج۱ ص۴۳۴، ترمذی ج۱ ص۱۸۸ باب ما جاء فی کراھیۃ ان تسافر المراۃ وحدھا)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہو اس کے لیے اس کے باپ بیٹے، بھائی، خاوند یا کسی اور محرم کے بغیر تین دن کا سفر جائز نہیں ہے۔

(۴۳)......احرام کی حالت میں مرنے والے کا سر ڈھانپنا

حدیث:

عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَفَّنَ ابْنَهُ وَاقِدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَدْ مَاتَ مُحْرِمًا بِالْجُحْفَةِ وَخَمَّرَ رَأْسَهُ

(مؤطا إمام محمد، باب تكفين المحرم، ص۲۳۷)

حضرت نافع سے مروی ہے کہ بے شک حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے بیٹے واقد بن عبداللہ کو کفن دیا جو کہ حالت احرام میں جحفہ مقام میں فوت ہو گئے تھے اور آپؓ نے ان کا سر ڈھانپا۔

(۴۴)......قارن دو طواف کرے اور دو سعی کرے

حدیث نمبر۱:

ابی نصر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے حج کا احرام باندھا پھر حضرت علیؓ سے ملا تو میں نے آپ سے دریافت کیا کہ میں نے حج کا احرام باندھا ہے تو کیا میں اس پر عمرہ کا احرام اضافہ کر سکتا ہوں؟ فرمایا نہیں ہاں اگر تم نے عمرہ کا احرام باندھا ہوتا تو اس پر حج کا احرام اضافہ کر سکتے تھے۔ ابی نصر بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے آپ سے پوچھا کہ پھر جب میرا حج و عمرہ دونوں کا ارادہ ہو تو مجھے کیا کرنا چاہیے۔ فرمایا اول غسل کر لو پھر دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھو اور ہر ایک کے لیے ایک ایک طواف کرو۔ (طحاوی، باب طواف القارن، ج۱ص۴۷۲)

حدیث نمبر۲:

عن زیاد بن مالك عن علی وعبد الله قالا القارن یطوف طوافین ویسعٰی سعیین. (طحاوی ج۱ص۴۷۲)

زیاد بن مالک حضرت علی اور عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ دونوں نے فرمایا کہ قارن دو طواف کرے اور دو سعی کرے۔

(۴۵)......ذمی کافر کا مسجد میں داخلہ

حدیث نمبر۱:

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ جب ثقیف کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا تا کہ ان کے دل نرم ہوں، انہوں نے یہ شرط رکھی کہ وہ جہاد میں شریک نہیں ہوں گے، زکوٰۃ نہیں دیں گے اور نماز نہیں پڑھیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جہاد میں نہ شریک ہونے اور زکوٰۃ نہ دینے کی تمہیں رخصت ہے۔ لیکن اس دین میں کوئی خیر نہیں جس میں نماز نہ ہو۔ (سنن ابوداؤد ج۲ص۷۲)

حدیث نمبر۲:

حسن بصری سے روایت ہے کہ ثقیف کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے پچھلے حصہ میں ان کے لیے خیمہ لگوادیا تا کہ وہ مسلمانوں کی نماز اور ان کے رکوع اور سجود کو ملاحظہ کریں۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ آپ انہیں مسجد میں ٹھہرا رہے ہیں، حالانکہ یہ مشرکین ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: بنوآدم نجس ہوتے ہیں زمین نجس نہیں ہوتی۔
(مراسیل ابی داؤد ص ۶، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۷)

حدیث نمبر۳:

ابوالزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ کی تفسیر میں فرماتے تھے کہ غلام یا ذمی مسجد حرام میں جاسکتا ہے۔
(مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۵۳)

حدیث نمبر۴:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک داخل نہ ہو۔ البتہ جن مشرکوں سے معاہدہ ہے یا ان کے خدام۔ وہ داخل ہوسکتے ہیں۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۲)

(۴۶)......رمی طلوع فجر کے بعد کرے

روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم بنی عبدالمطلب کے بچوں کو خچروں پر سوار کر کے آگے روانہ کر دیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری رانوں کو ہاتھ لگاتے اور فرماتے تھے۔ بچو سورج نکلنے سے پہلے جمرہ کو کنکر نہ ماریو۔

(ابو داؤد، نسائی، ابن ماجه (مشکوٰۃ باب: الدفع من عرفة فصل ثانی)

تشریح:

یعنی تم اگر چہ رات ہی میں منیٰ پہنچ جاؤ گے مگر جمرہ کی رمی آفتاب نکلنے کے بعد کرنا، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ واحمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پو پھٹنے کے بعد رمی جائز ہے مگر امام صاحب کے ہاں مستحب یہی ہے کہ آفتاب نکلنے کے بعد رمی کی جائے یہ حدیث امام صاحب کی دلیل ہے۔

(۴۷)......بکری کو قلادہ ڈالنا سنت نہیں

اس مسئلہ میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے بعض فرماتے ہیں کہ بکری کو قلادہ ڈالنا سنت ہے۔بعض فرماتے ہیں کہ سنت تو نہیں صرف جائز ہے۔بعض فرماتے ہیں کہ بکری کو قلادہ ڈالنا تو ثابت ہے مگر وہ ہدی کی نہیں تھی۔فقہائے کرام کے درمیان اختلاف کی وجہ اس مسئلہ میں قرآن وحدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو چیز مروی ہے اس کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔اس وجہ سے علمائے احناف میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔بعض فرماتے ہیں کہ سنت ہے اور بعض مستحب و جواز کے قائل ہیں۔اس مقام پر صاحب ہدایہ نے صرف سنت ہونے کی نفی کی ہے۔مستحب یا جواز کی نہیں۔کیوں کہ جس حدیث میں بکری کو قلادہ ڈالنے کا ذکر ہے حنفیہ اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس روایت میں غنم کا ذکر اسود بن یزید رحمۃ اللہ علیہ کا تفرد ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حج میں صرف بکریاں لے جانا ہی ثابت نہیں بلکہ اونٹ لے جانا بھی ثابت ہے۔دوسرے علامہ انور شاہ صاحب یہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہ قلادے بکریوں کے لیے تیار ہو رہے تھے تب بھی اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ تقلید سے مراد تقلید نعلین ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ نعلین کے بغیر محض اون کے قلادہ ڈالنا بھی پیش نظر تھا اور عند الحنفیہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

(بحوالہ درس ترمذی جلد ۳ ص ۱۷۵۔۱۷۶)

نوٹ:

اس روایت کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرنے والے متعدد حضرات تابعین ہیں۔عروہ بن زبیر، عمرہ بنت عبد الرحمٰن، قاسم ابوقلابہ، مسروق اور اسود رحمہم اللہ ان تمام حضرات میں صرف اسود ہی غنم کا ذکر کرتے ہیں اور کسی بھی روایت میں غنم کا ذکر نہیں ہے بلکہ **کنت افتل قلائد هدی رسول الله صلی الله علیه وسلم** یا اس جیسے الفاظ مروی ہیں۔تمام روایات کے لیے دیکھئے صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۲۵ باب استحباب بعث الہدی الی الحرم، جو لوگ اسود کا تفرد نہیں مانتے وہ سنت کے قائل نہیں۔

علامہ شامی حنفی نے لکھا ہے کہ شکرانے کی قربانی مثلاً تمتع میں بکری کو ہار ڈالنا مستحب ہے۔(رد المحتار ج۲ ص۲٤)

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں: ثانیاً احناف نے اس کے سنت ہونے کی نفی کی ہے جواز کی نفی نہیں کی۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج۱۰ص۴۲)

بہرحال کچھ بھی ہو حنفی بکری کے قلادہ ڈالنے کے قائل ہیں اور حنفی مذہب حدیث کے مطابق ہے مخالف نہیں۔(تفصیل کے لیے دیکھیئے درس ترمذی جلد۳ص۱۷۴تا۱۷۷)

(۴۸)......محرم اگر زیتون کا تیل لگائے تو دم واجب ہوگا

حدیث:

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو احرام کی حالت میں خوشبو استعمال نہ کرو۔مہندی کو ہاتھ نہ لگا اس لیے کہ یہ بھی خوشبو ہے۔

(معجم کبیر طبرانی، معرفت السنن والآثار للبیهقی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خوشبو کا استعمال حالت احرام میں ممنوع ہے۔اس حدیث کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ حالت احرام میں خوشبو لگانا منع ہے۔

علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جو چیزیں بدن پر لگائی جاتی ہیں وہ تین قسم کی ہیں۔

①......ایک قسم وہ ہے جو محض خوشبو ہے اور وہ خوشبو لگانے کے لیے تیار کی جاتی ہے۔ مثلاً کستوری، کافور، عنبر وغیرہ۔ایسی چیزوں کا استعمال خواہ کسی طرح ہو، کفارہ واجب ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ فقہاء رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ اگر کسی (محرم) نے کسی خوشبو کو بطور دوا آنکھ میں بھی لگایا تو اس پر کفارہ واجب ہوگا۔(یہ اصل خوشبو کا حکم ہے)

②......ان چیزوں کی ایک قسم وہ ہے کہ وہ فی نفسہٖ خوشبو نہیں، نہ اس پر خوشبو کا حکم ہوتا ہے اور نہ کسی طرح خوشبو بنتی ہے۔(جب تک کہ خود اس میں خوشبو ملا کر اس کو تیار نہ کیا جائے) مثلاً چربی، پس ایسی چیز کو (محرم شخص) خواہ کھائے یا ملے یا پاؤں کے پھٹنوں میں ڈالے تو کفارہ واجب نہ ہوگا۔

④......اوران کی ایک قسم وہ ہے کہ فی نفسہٖ تو خوشبو نہیں لیکن وہ خوشبو کی بنیاد (یعنی مادہ) ہے وہ خوشبو کے طور پر بھی استعمال کی جاتی ہے اور دوا کے طور پر بھی استعمال کی جاتی ہے (بلکہ کھانے پینے میں بھی استعمال کی جاتی ہے) مثلاً روغن زیتون (یعنی زیتون کا تیل) تلوں کا تیل، ایسی چیزوں میں استعمال کا اعتبار ہے۔ پس اگر اسے بدن پر تیل استعمال کرنے کے طور پر استعمال کیا گیا تو وہ خوشبو کے حکم میں قرار دیا جائے گا اور اگر اسے خوراک میں یا پاؤں کے پھٹنوں میں استعمال کیا گیا تو وہ خوشبو کے حکم میں نہیں قرار دیا جائے گا۔
(بدائع الصنائع کی ترتیب الشرائع ج ۲ ص ۱۹۰)

ہدایہ باب الجنایات میں ہے:

پھر اگر محرم نے زیتون کا تیل لگایا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں اس پر دم واجب ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ روغن زیتون خوشبو کی اصل ہے اور ایک طرح کی خوشبو سے خالی نہیں ہے اور یہ تیل جوں کو مار ڈالتا ہے۔ بالوں کو نرم کرتا ہے اور میل کچیل و پراگندگی کو ختم کرتا ہے لہٰذا ان تمام سے مل کر جنایت کامل ہو جائے گی اور دم واجب کر دے گی اور اس کا مطعوم ہونا خوشبو ہونے کے منافی نہیں ہے جیسے زعفران۔

اور یہ اختلاف خالص زیتون اور خالص تلی کے تیل میں ہے، رہی وہ چیز جیسے روغن زیتون سے خوشبودار کیا گیا ہو جیسے بنفشہ اور چمبیلی وغیرہ تو اس کے استعمال سے بالاتفاق دم واجب ہوگا۔ اس لیے کہ وہ خوشبو ہے۔ اور یہ حکم اس صورت میں ہے جب اسے خوشبو لگانے کے طور پر استعمال کیا ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۰۸)

ان عبارات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زیتون کا تیل خوشبو ہے اور خوشبو لگانا محرم کے لیے بہت سی احادیث میں منع ہے۔

حدیث:

حضرت عطاء فرماتے ہیں جب محرم کسی تیل پر ہاتھ رکھے جس میں خوشبو ہو تو اس پر کفارہ لازم ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۰۸)

مولانا صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

(۵) یعنی ۱۰ ذوالحجہ کو جمرہ کبریٰ (یا عقبہ) کو کنکریاں مارنے کے بعد حاجی کو تحلل اول (یا اصغر) حاصل ہو جاتا ہے۔ جس کے بعد وہ احرام کھول دیتا ہے اور بیوی سے مباشرت کے سوا دیگر وہ تمام کام اس کے لیے جائز ہو جاتے ہیں جو حالت احرام میں ممنوع ہوتے ہیں۔ میل کچیل دور کرنے کا مطلب یہی ہے کہ پھر وہ بالوں، ناخنوں وغیرہ کو صاف کرلے، تیل، خوشبو استعمال کرلے اور سلے ہوئے کپڑے پہن لے وغیرہ۔ (سعودی قرآن ص ۹۲۰)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ حالت احرام میں تیل لگانا منع ہے۔

(۴۹)...... تیرہویں ذی الحجہ کے دن زوال سے پہلے رمی کرنے میں کوئی حرج نہیں

حدیث:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِذَا انْتَفَجَ النَّهَارُ مِنْ يَوْمِ النَّفَرِ فَقَدْ حَلَّ الرَّمْيُ وَالصَّدْرُ. (بيهقى، دراية ص۱۹۹)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرہ ذوالحجہ کو جب سورج بلند ہو جائے تو جمرات کی رمی کرنا اور وہاں سے چلے جانا جائز ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تیرہ ذوالحجہ کو رمی کا وقت طلوع شمس کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔

(بحواله اعلاء السنن مترجم جلد۳ ص۱۲۱، غاية السعاية جلد نمبر ٦ ص۱۳۲)

(۵۰)......طواف زیارت بارہ ذی الحجہ تک جائز ہے

قرآن مجید میں ہے:

فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (الحج: ۲۸، ۲۹)

پس کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ مصیبت زدہ محتاج کو پھر چاہیے کہ وہ دور کریں اپنے میل کچیل اور پورا کریں۔ اپنی نذروں کو اور طواف کریں اللہ کے پرانے گھر کا۔

ذی الحجہ کی دسویں، گیارہویں اور بارہویں تاریخیں قربانی کے ایام ہیں اور یہی ایام طوافِ زیارت کے بھی ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں قربانی پر طواف کا عطف کیا ہے اور معطوف اور معطوف علیہ کا وقت ایک ہوتا ہے لہٰذا جو قربانی کا وقت ہے وہی طوافِ زیارت کا بھی وقت ہوگا اور چوں کہ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲ کی تاریخوں میں قربانی کی جا سکتی ہے۔ اس لیے ان تاریخوں میں طوافِ زیارت بھی کیا جا سکتا ہے۔ ہدایہ میں ہے اور طوافِ زیارت کا اول وقت یوم النحر (یعنی دسویں ذی الحجہ بقرہ عید کا دن) کی طلوع فجر کے بعد ہے۔ کیوں کہ اس سے پہلے رات کا وقت وقوف عرف کا وقت ہے اور طواف اس پر مرتب ہے اور ان ایام میں پہلا دن افضل ہے جیسا کہ قربانی میں ہے اور حدیث میں ہے کہ ان ایام میں پہلا دن افضل ہے۔ فقہ حنفی میں سنت تو یہ ہی ہے کہ دس ذی الحجہ کو طواف زیارۃ کرے۔ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے نہ کر سکے تو ایسا شخص بارہ (۱۲) ذی الحجہ تک کر سکتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اور بعضوں نے رخصت دی ہے تاخیر کی اگرچہ آخر ایام منیٰ تک تاخیر کرے۔

(ترمذی ابواب الحج باب ماجاء فی طواف الزیارۃ باللیل)

اس عبارت سے فقہ حنفی کے مسئلہ کی تائید ہوتی ہے اور ایام منیٰ عام حالات میں ۱۲ ذی الحجہ کو ختم ہو جاتے ہیں اکثر حجاج آج کل بھی ۱۲ تاریخ کو حج ختم کر کے گھر آ جاتے ہیں۔

(۵۱)......عرفات کے دن خطبہ حج سے پہلے اذان دینا

ہدایہ میں ہے:

اور ظاہر مذہب (یعنی ظاهر الروایة) میں ہے کہ جب امام منبر پر چڑھ کر بیٹھ جائے تو موذن اذان دیں جیسا کہ جمعہ میں ہوتا ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ امام کے نکلنے سے پہلے موذن اذان دے اور انہی سے مروی ہے کہ خطبہ کے بعد اذان دے اور صحیح وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ یعنی (ظاہر الروایت والا مسئلہ) اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب خیمہ سے نکل کر اپنی اونٹنی پر اطمینان سے بیٹھ گئے تھے تو موذنوں نے آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کے سامنے اذان دی تھی اور خطبہ سے فراغت کے بعد موذن اقامت کہے کیوں کہ یہ نماز شروع کرنے کا وقت ہے لہٰذا یہ جمعہ کے مشابہ ہوگا۔

(ہدایہ مترجم ص۲۹۲، جلد۳)

مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار لکھتے ہیں:

زوال شمس کے بعد موذن منبر کے سامنے ان دونوں نمازوں کے لیے ایک اذان دے گا اذان کے بعد امام کھڑے ہو کر جمعہ کی طرح خطبہ دے گا پہلے ظہر پڑھے گا پھر وہ عصر کو بلا اذان ظہر کے وقت میں اقامت (تکبیر) کے ساتھ پڑھے گا۔

(المختار شرح کتاب الآثار مترجم ص۲۴۴ حدیث نمبر۳۴۳ کی شرح)

فقہ حنفی کا مسئلہ بالکل صاف ہے اور ہمارا اس مسئلہ پر عمل ہے وہ مولانا حبیب اللہ صاحب نے لکھ دیا ہے اور ہدایہ میں بھی راجح اسی کو کہا گیا ہے۔

(۵۲)......میقات کے اندر اور حدود حرم سے باہر رہنے والے جس جگہ سے چاہیں احرام باندھ سکتے ہیں

ہدایہ میں ہے: جو شخص میقات کے اندر ہو تو اس کا میقات حل ہے یعنی وہ حل جو مواقیت اور حرم کے درمیان ہے۔ کیوں کہ اس کے لیے اپنے گھروں سے احرام باندھنا جائز ہے اور میقات کے اندر سے حرم تک ایک ہی جگہ ہے۔

مسئلہ کی وضاحت:

حج اور عمرہ کرنے والے اشخاص کی تین قسمیں ہیں:

① آفاقی، آفاقی وہ آدمی ہے جو میقات کی حدود سے باہر رہتا ہو۔ جیسے پاکستانی، مصری، شامی، عراقی، یمنی وغیرہ۔ آفاقی آدمی میقات سے پہلے پہلے احرام باندھے گا۔ بہتر تو یہ ہے کہ وہ اپنے گھر میں سے احرام باندھ لے۔

② حلی: حلی وہ آدمی ہے جو مقام حل میں رہتا ہے۔ حل کہتے ہیں حدود حرم سے باہر اور میقات کے اندر والی زمین کو، حل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں وہ چیزیں حلال ہیں جو حرم کے

اندرحرام تھیں۔ حِلی آدمی جب حج یا عمرہ کرے گا تو اس کو اپنے گھر ہی سے احرام باندھنا جائز ہے۔ یا حل کے اندر جہاں سے وہ چاہے احرام باندھ سکتا ہے۔

صاحب ہدایہ نے جو یہ مسئلہ لکھا ہے وہ حلی کے لیے ہی لکھا ہے۔ اور فقہ حنفی کا یہ مسئلہ قرآن وحدیث کے مطابق ہے اگر کسی کو اعتراض ہوتو وہ قرآن وحدیث سے اس کے خلاف دلیل پیش کرے۔

③ حَرَمِیْ: حَرَمِی وہ شخص ہے جو زمین حرم میں رہنے والا ہو۔ خواہ مکہ مکرمہ میں رہتا ہو یا مکہ مکرمہ سے باہر حدود حرم میں رہتا ہو حرمی اگر حج کا احرام باندھے گا تو حدود حرم کے اندر ہی سے باندھ لے گا یعنی اپنے گھر سے۔ اور اگر عمرے کا احرام باندھے گا تو اسے حدود حرم سے باہر جانا ہوگا۔ تنعیم یعنی مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا یا جعرانہ کیوں کہ حدیث میں آتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ اپنی بہن کو حرم سے باہر لے جاؤ۔ (بخاری ج۱ص۲۱۲)

(۵۴)......حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے

حدیث نمبر۱:

عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَیْمُوْنَۃَ بِنْتَ الْحَارِثِ وَھُوَ مُحْرِمٌ.

(طحاوی، باب نکاح المحرم، ج۱ص۴۶۴۔ نسائی ج۲ص۳۶)

حضرت عطا سے مروی ہے یہ روایت کرتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ بنت حارث سے نکاح کیا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محرم (حالت احرام میں) تھے۔

حدیث نمبر۲:

عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مُحْرِمٌ. (طحاوی ج۱ص۴۶۵)

حضرت ابو صالح سے مروی ہے یہ روایت کرتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا اس حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں تھے۔

حدیث نمبر۳:

عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُمَا مُحْرِمَانِ (طحاوی ج۱ص۴۶۵۔نسائی ج۲ص۲۶ الرخصه فی النکاح للمحرم)

حضرت مجاہد سے روایت ہے یہ روایت کرتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے نکاح اس حال میں کیا کہ دونوں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہ) حالت احرام میں تھے۔

(۵۴)......حالت احرام میں عورت زعفران، عصفر، ورس کے ساتھ رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے

حدیث نمبر۱:

عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلْبَسُوا ثَوْبًا مَسَّهُ وَرْسٌ اَوْ زَعْفَرَانٌ يَعْنِيْ فِي الْاَحْرَامِ

(طحاوی، باب لبس الثوب الذی قد مسه ورس او زعفران فی الاحرام، ج۱ ص ۴۹۶)

حضرت سالم سے مروی ہے یہ بیان کرتے ہیں ابن عمر سے یہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مت پہنو ایسا کپڑا جس کو ورس یا زعفران سے رنگا ہو یعنی حالت احرام میں۔

حدیث نمبر۲:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَلْبَسَ مَصْبُوْغًا بِزَعْفَرَانٍ أَوْ وَرْسٍ

(نسائی، بَابُ النَّهْيُ عَنْ الثِّيَابِ الْمَصْبُوْغَةِ بِالْوَرْسِ وَالزَّعْفَرَانِ فِي الْاِحْرَامِ، ج۲ص۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ منع فرمایا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ محرم پہنے ایسا کپڑا جو رنگا ہو ورس سے اور زعفران سے حالت احرام میں۔

حدیث نمبر۳:

عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیهِ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا یَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّیَابِ قَالَ لَا یَلْبَسُ الْقَمِیصَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا السَّرَاوِیلَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ وَرْسٌ وَلَا زَعْفَرَانٌ. (نسائی ج۲ ص۷)

حضرت سالم اپنے والد سے بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ محرم کون سے کپڑے پہنے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ محرم نہ پہنے قمیص اور نہ ٹوپی اور نہ شلوار اور نہ عمامہ اور نہ کوئی ایسا کپڑا کہ چھوا ہو اس کو ورس نے یا زعفران نے۔

(۵۵)......ضبع (بجو) کا گوشت کھانا حرام ہے

عن عاصم بن ضمرة عن علی بن ابی طالب قال نهٰی رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عن کل ذی ناب من السباع وعن کل ذی مخلب من الطیر (طحاوی ج۲ ص۲۸۳)

حضرت عاصم بن ضمرہ سے مروی ہے یہ روایت کرتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب نے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے ہر ناخن والے درندے سے اور ہر چونچ والے پرندے سے۔ (طحاوی ج۲ ص۲۸۴)

عن مجاهد عن ابن عباس قال نهٰی رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عن اکل کل ذی ناب من السباع

حضرت مجاہد سے مروی ہے یہ بیان کرتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے ہر ناخن والے درندے کے کھانے سے۔

اور ضبع (بجو) کا شمار ناخن والے درندوں میں ہوتا ہے لہٰذا یہ کھانا منع ہے۔

(۵۶)......آفاقی کے لیے بغیر احرام کے مکہ میں داخلہ منع ہے چاہے حج اور عمرہ کا ارادہ نہ ہو پھر بھی احرام ضروری ہے

مسئلہ کی وضاحت:

آفاقی جب مکہ میں داخل ہونے کے ارادے سے میقات پر پہنچے تو ہمارے یہاں اس پر

احرام باندھنا واجب ہے خواہ وہ حج یا عمرہ کا ارادہ کرے یا نہ کرے اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ کوئی بھی شخص احرام کے بغیر میقات سے تجاوز نہ کرے۔

(بیهقی، سنن الکبریٰ فی کتاب الحج باب من مر بالمیقات یرید حجًا او عمرة رقم: ۸۹۸۴)

اور اس لیے بھی کہ احرام کا وجوب اس بقعہ شریفہ کی تعظیم کے لیے ہے لہٰذا اس میں حج اور عمرہ کرنے والے اور ان کے علاوہ سب برابر ہوں گے۔ (احسن الھدایہ)

حدیث نمبر۱:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمایا:

لَا تَجَاوِزُوا الْمَوَاقِيْتَ بِإِحْرَام

کہ ان مواقیت سے بغیر احرام کے نہ گزرو (ابن ابی شیبہ)

حدیث نمبر۲:

ابو الشعثاء فرماتے ہیں کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ جو بغیر احرام کے میقات سے گزرتا، ابن عباس رضی اللہ عنہما اسے واپس کر دیتے۔ (نصب الرایہ ج ۱ ص ۱۷۳)

فقہ حنفی کا یہ مسئلہ ان احادیث کے مطابق ہے۔

(۵۷)......حج اور عمرہ سے رک جانے والا راستے میں ہدی ذبح نہ کرے حرم روانہ کر دے

مسئلہ کی وضاحت:

احصار حصر سے بنا بمعنی روکنا و باز رکھنا رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ جو اللہ کی راہ میں روک دیئے گئے۔ (البقرہ: ۲۷۳)

شریعت میں احصار یہ ہے کہ انسان بعد احرام حج کرنے پر قادر نہ ہو، مسئلہ احصار میں تین قسم کا اختلاف ہے۔ ایک یہ ہے کہ ہمارے امام اعظم کے ہاں دشمن، مرض، خرچہ۔ ہلاک ہو جانے، راستہ میں عورت محرمہ کے محرم مر جانے سے احصار ہو جاتا ہے۔ دیگر اماموں کے ہاں احصار صرف دشمن کا فر سے ہوگا۔ اور کسی وجہ سے نہیں۔ دوسری یہ کہ ہمارے مذہب میں

احصار کی قربانی حرم شریف میں ہی بھیجی جائے گی کہ وہاں ذبح ہو دیگر ائمہ کے ہاں جہاں احصار ہو وہاں ہی ذبح کر دی جائے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی حدیبیہ میں ہی کر دی تھی۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ مجبوراً ہوا کہ وہاں سے حرم تک قربانی لے جانے والا کوئی نہ تھا سب ہی روک دیئے گئے تھے۔ ایسی مجبوری میں ہم بھی کہتے ہیں کہ حل میں قربانی کر دے یا حدیبیہ کا بعض حصہ حرم میں بھی داخل ہے۔ یہ قربانیاں داخل حرم والے حصہ میں ہوئیں۔ تیسرے یہ کہ ہمارے ہاں محصر پر قضا واجب ہے امام شافعی کے ہاں نہیں مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمرہ قضا ہماری تائید کرتا ہے۔

اس تمہید کے بعد ہدایہ شریف کا یہ مسئلہ آسانی سے سمجھ آ جاتا ہے مگر ہم یہاں اس مسئلہ کے بعض دلائل کا ذکر بھی کرتے ہیں۔

پہلی آیت:

قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ (المائدہ:۹۵)

اور جو تم میں سے جان کر شکار کو قتل کرے تو اس کا بدلہ اس کے مثل ہے جو قتل کیا جانور میں سے اس کا فیصلہ کرے دو انصاف ور آدمی تم میں سے ہدی جو کعبہ تک پہنچنے والی ہو۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

(۴) یہ فدیہ، جانور یا اس کی قیمت کعبہ پہنچائی جائے گی اور کعبہ سے مراد حرم ہے۔(فتح القدیر) یعنی ان کی تقسیم حرم مکہ کی حدود میں رہنے والے مساکین پر ہوگی۔

دوسری آیت:

فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ

پھر اگر تم روک دیئے جاؤ تو جو میسر ہو اسے بھیج کر حلال ہو جاؤ اور نہ تم منڈواؤ اپنے سر یہاں تک کہ پہنچ جائے ہدی (جانور) اپنے حلال ہونے کی جگہ پر۔(البقرہ:۱۹۶)

اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے کیوں کہ ہدی اس جانور کا نام ہے جو حرم میں ہدیہ بھیجا جائے۔

تیسری آیت:

لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ''تمہارے ان چوپایوں میں منافع ہیں ایک مقرر وقت تک پھر ان کے حلال (ذبح) ہونے کی جگہ قدیم گھر بیت اللہ کی طرف ہے۔'' (الحج:۳۳)

اس آیت میں بھی ہدی کا محل بیت اللہ بتلایا ہے اور ظاہر ہے کہ اس سے مراد بعینہٖ بیت اللہ شریف نہیں ہوسکتا کیوں کہ بیت اللہ میں خون نہیں بہایا جاتا معلوم ہوا کہ اس سے مراد حرم محترم ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ہدی ذبح کرنے کی جگہ حدودِ حرم ہے۔

حدیث:

میمون بن مہربان سے روایت ہے کہ میں عمرہ کرنے کو نکلا جس سال شام والوں نے محاصرہ کیا تھا۔ عبداللہ بن الزبیر کا کے میں اور میرے ساتھ کئی لوگوں نے میری قوم میں سے ہدی بھیجی تھی جب ہم کے کے قریب پہنچے تو اہل شام نے منع کیا۔ ہم کو حرم میں جانے سے میں نے اس جگہ اپنی ہدی نحر کی اور احرام کھول ڈالا اور لوٹ آیا۔ جب دوسرا سال ہوا تو پھر میں نکلا اپنا عمرہ قضا کرنے کے واسطے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور ان سے پوچھا انہوں نے کہا ہدی بھی بدل ڈال یعنی دوسری ہدی لا۔ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم کیا تھا کہ بدل دو عمرہ قضاء میں اس ہدی کا جو انہوں نے نحر کی تھی حدیبیہ میں۔

اس کی شرح میں علامہ وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں:

ف ۱۰: کیوں کہ وہ ہدی حرم میں ذبح نہیں ہوئی تھی بلکہ باہر حرم کے ذبح ہوئی تھی یہ حدیث بظاہر موید ہے مذہب حنفیہ کو کہ احصار کی حالت میں ہدی ذبح کرنے کے لیے حرم میں بھیجی جائے اور شافعی کے نزدیک جہاں روکا جائے وہیں ذبح کرے۔

(سنن ابوداؤد مترجم جلد دوم ص ۶۲ باب الاحصار)

حدیث:

عبدالرحمٰن بن یزید نے فرمایا ہمارے ساتھ ایک آدمی نے عمرہ کا احرام باندھا پس اس کو

بچھو نے کاٹ لیا پس کچھ سوار ظاہر ہوئے ان میں عبد اللہ بن مسعود تھے ان سے لوگوں نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا ہدی بھیجو اور تمہارے اور ان کے درمیان ایک دن متعین کرلو۔ پس جب وہ دن گزر جائے تو حلال ہو جانا۔ (سنن الکبریٰ بیہقی ج ۵ ص ۳۶۱)

اس اثر سے معلوم ہوا کہ مکہ جانے والے کو ہدی دے دے اور کسی خاص دن کا وعدہ لے لے اور اس دن حلال ہو جائے۔

ان تمام دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ فقہ حنفی کا مسئلہ قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے۔

(۵۸)......حج اور عمرہ سے رک جانے والے کے لیے حلق کرانا مباح ہے

مسئلہ کی وضاحت:

حضراتِ طرفین (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ) کی دلیل یہ ہے کہ حلق یا قصر حج کی ایک قربت اور عبادت ہے۔ لیکن یہ اسی صورت میں عبادت متحقق ہوتی ہے جب افعال حج پر مرتب ہوتی ہے اور ترتیب کے ساتھ ادا کی جاتی ہے اور محصر چوں کہ افعال حج ادا ہی نہیں کرتا اس لیے اس کے حق میں حلق یا قصر عبادت نہیں ہوگا اور نہ ہی اسے بجالانا اس پر ضروری (یعنی واجب) ہوگا۔

رہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا حدیبیہ کے سال حلق کرانا تو وہ اس وجہ سے تھا کہ مشرکین اور مسلمانوں کے درمیان جو صلح ہوئی ہے وہ موکد ہو جائے اور مشرکین مسلمانوں کی واپسی کے ارادے کو پکا اور مستحکم سمجھ کر اپنے آپ کو مومنین سے مامون سمجھیں اور کسی بھی طرح کی سازش وغیرہ میں نہ ملوث ہوں۔ لہٰذا اس واقعہ کو دلیل بنا کر محصر کے حلال ہونے کے لیے وجوب حلق کا دعویٰ کرنا درست نہیں ہے۔

(احسن الہدایہ جلد ۳ ص ۵۲۵)

دوسرے کافی (حاکم شہید) وغیرہ میں ہے کہ طرفین کے نزدیک حلق نہ کرانا اس صورت میں ہے جب مقام احصار خارج حرم ہو۔ اگر حدودِ حرم میں محصر ہو تو حلق کرائے کیوں کہ ان

کے یہاں حلق موقت بالحرم ہے۔

(غاية السعاية في حل ما في الهدايه جلد نمبر ٦ ص ٣٦٠)

(۵۹)......حرم سے باہر اگر جرم کر لے پھر حرم میں آجائے تو حد نہیں ہے

حنفی مسلک کے دلائل:

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا

بلاشبہ پہلا گھر جو مقرر کیا گیا لوگوں کے لیے البتہ وہ ہے جو مکہ میں ہے بڑی برکت والا اور ہدایت ہے جہانوں کے لیے اس میں کئی نشانیاں ہیں واضح مقام ابراہیم (وغیرہ) اور جو کوئی داخل ہوا اس میں وہ ہو گیا امن والا۔ (آل عمران:۹۶۔۹۷)

اس آیت کے تحت مولانا صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

اس میں قتال، خون ریزی، شکار حتی کہ درخت تک کا کاٹنا ممنوع ہے۔ (صحیحین)

(سعودی تفسیر ص ۱۶۲)

مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی لکھتے ہیں:

حرم پاک کی یہ حرمت قانونی ہے کیوں کہ علماء نے اسے صرف خبر کے درجہ میں نہیں بلکہ حکم کے درجے میں رکھ کر یہ قانون نکالا ہے کہ خونی اور قاتل بھی اگر خانہ کعبہ کے اندر پناہ گزین ہو جائے تو اسے وہاں قتل نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن حالات ایسے پیدا کیے جائیں گے کہ وہ حرم کے علاقہ سے نکلے۔ ہاں اگر کوئی شخص حرم ہی میں ارتکاب جرم کرے تو پھر اسے حرم ہی میں سزا دی جا سکتی ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، ان کے صاحبین امام زفر، حسن بن زیاد کی رائے ہے اور یہی صحابہ میں عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر اور عبید اللہ بن عمیر رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سعید بن جبیر، عطاء، طاؤس اور امام شعبی رحمہم اللہ کا موقف ہے۔

(تفسیر معالم القرآن پارہ چہارم ص ۹۰

حدیث نمبرا:

روایت ہے حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ عدوی سے انہوں نے عمرو بن سعید سے فرمایا جب کہ وہ مکہ معظمہ پر لشکر بھیج رہا تھا کہ اے امیر مجھے اجازت دے کہ میں تجھے وہ فرمان پاک سناؤں جسے کل فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا۔ جسے میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے محفوظ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے آنکھوں نے کلام کرتے وقت دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ مکہ کو اللہ نے حرم بنایا ہے۔ کسی انسان نے نہ بنایا تو کسی بھی اس شخص کو جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز نہیں کہ وہاں خون بہائے اور نہ وہاں کا درخت کاٹے اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد سے اجازت سمجھے تو اسے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس کی اجازت دے دی تھی اور تم کو نہ دی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا) رب نے مجھے دن کی ایک گھڑی (علماء فرماتے ہیں کہ صبح سے عصر تک) اجازت دی تھی اب آج اس کی حرمت کل کی طرح لوٹ آئی۔ حاضرین غائبین کو پہنچا دیں۔ الحدیث الخ۔ (مشکوۃ دم مکہ باب ثالث)

حدیث نمبر۲:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا سرکش وہ شخص ہے کہ جس نے کسی کو خانہ کعبہ میں قتل کیا یا اپنے قاتل کے سوا کسی دوسرے کو قتل کیا یا جاہلیت کے قتل کے بدلے میں کسی کو قتل کیا۔

(مسند احمد، نیل الاوطار مترجم جلد نمبر۴ ص ۴۵)

حدیث نمبر۳:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قاتل کو خانہ کعبہ میں پکڑ لیتے تو وہ اسے قتل نہ کرتے۔ (نیل الاوطار ج ۴ ص ۴۵)

حدیث نمبر۴:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس بارے میں یہ تصریح کی ہے۔ کہ کسی مجرم پر شرعی حد نافذ کرنے کا فیصلہ ہو جائے اور وہ اس حد سے بچنے کے لیے خانہ کعبہ میں پناہ لے تو اس کے باوجود اس پر حد قائم کی جائے گی لیکن یہ حد اس وقت قائم کی جائے گی جب حدود حرم سے باہر

آ جائے گا۔(مسند احمد، بحوالہ نیل الاوطار)

امام شوکانی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جہاں تک ایسے مجرموں کا تعلق ہے کہ جنہوں نے خانہ کعبہ سے باہر جرائم کا ارتکاب کیا اور شرعی حد سے بچنے کے لیے خانہ کعبہ میں پناہ لی تو اس کے متعلق جمہور علماء کا یہی مسلک ہے کہ ایسے مجرموں پر شرعی حدود کا نفاذ اس وقت کیا جائے کہ جب وہ خانہ کعبہ سے باہر نکلیں۔ (نیل الاوطار اردو جلد نمبر ۴ ص ۴۶)

قرآن وحدیث کے ان دلائل سے واضح ہوا کہ فقہ حنفی کا یہ مسئلہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

(۶۰)......لفظ ہبہ اور تملیک سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے

حدیث نمبر ۱:

ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایسی عورتوں کو عار دلایا کرتی تھیں جنہوں نے اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (بغیر مہر) ہبہ کر رکھا تھا۔ اور فرماتیں کیا عورت کو اس بات سے شرم نہیں آتی کہ وہ اپنے آپ کو بغیر مہر کے (خاوند کے لیے) پیش کر دیتی ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت تُرْجِیْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ الآیۃ (الاحزاب:۵۱) نازل فرمائی۔ (یعنی ان میں سے آپ جس کو چاہیں اور جب تک چاہیں اپنے سے دور رکھیں اور جس کو چاہیں اور جب تک چاہیں اپنے نزدیک رکھیں اور جن کو دور کر رکھا تھا ان میں سے پھر کسی کو طلب کریں تب بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں۔ اس میں زیادہ توقع ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور وہ غم زدہ نہیں ہوں گی اور جو کچھ بھی آپ ان کو دے دیں گے اس پر سب راضی ہو جائیں گی۔ (مسند احمد) اس کی سند شرط شیخین پر ہے۔ (جوہر النقی)

فائدہ: یعنی یہ آیت ان عورتوں کی حمایت میں اتری جنہوں نے اپنے آپ کو ہبہ کر دیا تھا۔ لہٰذا اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہبہ کرنے سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

حدیث نمبر۲:

ہشام اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے یہ مسئلہ سنایا جاتا (کہ بعض عورتوں نے اپنے آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کر دیا ہے) تو میں کہا کرتی تھی مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ کوئی عورت اپنے آپ کو بغیر مہر کے کسی مرد کے لیے ہبہ کردے۔ (طحاوی)

فائدہ:

حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے محض ترک مہر پر انکار کیا تھا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح بغیر مہر کے بھی منعقد ہو جاتا ہے۔ اس لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی کو یہ اعتراض کرنے کا حق نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سے زائد نکاح کیے اور مہر کے بغیر بھی نکاح کیا۔ کیوں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہیں۔ اسی طرح صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور عتق کو مہر بنایا یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت بغیر مہر کے نکاح درست ہونا ہے لیکن لفظ ہبہ سے نکاح کا انعقاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں۔ اس لیے کوئی اور آدمی لفظ ہبہ سے نکاح کرے تو نکاح منعقد ہو جائے گا (جیسا کہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ کتاب النکاح میں ہے) لیکن مہر بھی لازم ہوگا۔

حدیث نمبر۳:

ابوقلابہ سے مروی ہے کہ ابن مسیب اور دوسرے اہل علم فرمایا کرتے تھے کہ کسی عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کے لیے ہبہ کردے ہاں اگر وہ ایک کوڑے کی مقدار مہر پر بھی نکاح کرے تو حلال ہے۔
(مصنف عبدالرزاق)

حدیث نمبر۴:

طاؤس فرماتے ہیں کہ کسی آدمی کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنی بیٹی کو بغیر مہر کے ہبہ کر

دے البتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کرنا جائز ہے۔

حدیث نمبر۵:

مجاہد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ (الاحزاب:۵۰)

(یعنی مسلمان عورت اپنے آپ کو بغیر عوض کے پیغمبر کو دے دے۔) میں مراد بغیر مہر کے ہبہ کرنا ہے۔

حدیث نمبر۶:

عطاء سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی عورت اپنے آپ کو کسی مرد کے لیے ہبہ کر دے تو اس کا کیا حکم ہے۔آپ نے فرمایا کہ یہ مہر کے ساتھ ہی درست ہوگا۔اور عطاء ہی فرماتے ہیں کہ بغیر مہر کے ہبہ کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص تھا۔

حدیث نمبر۷:

حکم اور حماد سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کسی شخص کو بغیر عوض کے دے دے تو اس کا کیا حکم ہے۔انہوں نے فرمایا کہ یہ مہر کے ساتھ ہی جائز ہے۔

نوٹ:

اوپر کی پانچ روایات کو ابن ابی شیبہ نے بھی مصنف میں روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر۸:

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی یا رسول اللہ! میں اپنے آپ کو آپ کے لیے ہبہ کرنے آئی ہوں۔لیکن جب عورت نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مسئلہ میں کوئی فیصلہ نہیں فرما رہے تو بیٹھ گئی۔صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ کو اس کی حاجت نہیں تو میرا اس سے نکاح کر دیجیے (طویل حدیث ذکر کرنے کے بعد راوی کہتے ہیں کہ) تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جا میں نے تجھے اس کا مالک بنایا اس قرآن کے عوض جو تیرے پاس ہے۔

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لفظ ہبہ اور لفظ تملیک سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے لیکن مہر لازم ہوگا۔(ماخوذ اعلاء السنن مترجم جلد نمبر ۳ ص ۳۳۴،۳۳۶)

(۶۱)......نکاح کے گواہوں میں عدالت شرط نہیں

فقہ حنفی میں عام قانون تو عادل ہی کی گواہی قبول کرنے کا ہے کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے: وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ذٰلِكُمْ یُوْعَظُ بِهٖ (الطلاق:۲) اور تم گواہ بنالو دو صاحب عدل آدمی اپنوں میں سے اور قائم کرو گواہی اللہ کے لیے یہ حکم ہے وہ کہ نصیحت کی جاتی ہے اس کی۔

اور حدیث شریف میں ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیانت کرنے والے مرد خیانت کرنے والی عورت اور اپنے بھائی سے بغض و کینہ رکھنے والے کی گواہی کو رد کیا اور گھر کے خادم کی گواہی گھر والے کے لیے اور اس کے علاوہ کی گواہی جائز قرار دی۔(سنن ابوداود، کتاب القضاء باب من ترد شہادتہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عادل کی گواہی قبول کرنی چاہیے۔خائن اور فاسق کی گواہی قبول نہیں کرنی چاہیے۔لیکن نکاح کا معاملہ تھوڑا آسان ہے کہ اکثر و بیشتر گواہ بنتا ہے۔لیکن قاضی کے سامنے شادی کی گواہی دینے کی ضرورت نہیں پڑھتی۔اس لیے اگر کسی نکاح میں فاسق بھی گواہ بن جائے تو نکاح درست ہو جائے گا۔

حجاج بن یوسف فاسق تھا پھر بھی حاکم بنا اور دوسروں کو قاضی بھی بنایا تو یہ جائز ہو گیا اس لیے فاسق کی گواہی جائز ہو جائے گی۔

فاسق کا مطلب یہ ہے کہ نماز چھوڑنے یا زکوۃ ادا نہ کرنے کی وجہ سے فاسق ہے تو گواہی قبول ہے۔لیکن اگر جھوٹ بولنے کی وجہ سے فاسق ہوا تو اس کی گواہی قابل قبول نہیں۔ کیوں کہ جھوٹ کی وجہ سے اس بات کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیوں کہ قرآن مجید کی اس آیت میں جھوٹ بولنے سے منع فرمایا گیا ہے: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ

الــــزُّورِ (الحج:٣٠) لہٰذا تم بچو بتوں کی ناپاکی سے اور تم بچو جھوٹی بات سے۔اس آیت میں جھوٹی گواہی کو شرک کے برابر قرار دیا ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، ناحق قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔(بخاری کتاب الشهادات، باب ما قيل فى شهادة الزور)

اس حدیث میں بھی جھوٹی گواہی سے منع فرمایا گیا ہے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں ہم نے فقہ حنفی کے مسئلہ کی کچھ وضاحت کردی ہے۔فقہ حنفی کا مسئلہ بالکل درست ہے اور آج کل اسی پر عمل ہو رہا ہے اگر نکاح کے گواہ میں عدالت کو شرط قرار دے دیا جائے کہ اس کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا تو بہت مشکلات پیش آئیں گی۔ ہم کہتے ہیں کہ گواہ عادل ہی ہونے چاہییں۔ہم صرف اس کو شرط قرار نہیں دیتے۔اور لفظ فاسق کی بھی وضاحت کردی بعض لوگ لفظ فاسق سے دھوکہ دیتے ہیں۔

(٦٢)......دسویں ذی الحجہ کو خطبہ دینا ضروری نہیں

یہاں پر اصل مسئلہ یہ ہے کہ ایام حج میں کل خطبے جو مسنون ہیں وہ کتنے ہیں اور کس کس تاریخ میں ہیں۔اور خطبہ دینے کا وقت کون سا ہے۔ان تینوں مسئلوں میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے کیوں کہ اس مسئلہ میں احادیث بہت مختلف ہیں۔جس کی وجہ سے محدثین میں اختلاف واقع ہوا۔قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہائے احناف نے جو نظریہ قائم کیا ہے۔ وہ فقہ حنفی کی کتابوں میں دلائل کے ساتھ لکھا ہوا موجود ہے۔

غاية السعاية فى حل ما فى الهدايه ج نمبر٦ ص٨٢ میں ہے:

ایام حج میں کتنے خطبے ہیں؟ اس میں اختلاف ہے، احناف وموالک کے نزدیک تین خطبے ہیں، پہلا خطبہ ذی الحجہ کی ساتویں تاریخ کو مکہ میں دوپہر ڈھلے ظہر کی نماز کے بعد ہے۔ ابن المنذر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے

ساتویں تاریخ میں خطبہ اور سورۃ براۃ پڑھی۔ (رواہ ابن عمر) (سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۵ ص ۱۱۱)

دوسرا خطبہ نویں تاریخ کو عرفات میں ہوتا ہے اس میں وقوف عرفہ، وقوف مزدلفہ۔ ان دونوں سے واپسی، رمی جمرہ عقبہ، ذبح، حلق اور طواف زیارت وغیرہ کی تعلیم ہوتی ہے۔ امام مسلم نے باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حَتّٰی اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ اَمَرَ بِالْقَصْوَآءِ فَرُحِلَتْ لَهٗ فَاَتٰى بَطْنَ الْوَادِیْ فَخَطَبَ حتیٰ کہ سورج ڈھل گیا پھر آپ نے (اپنی اونٹنی) قصواء کو تیار کرنے کا حکم دیا پھر آپ نے بطن وادی میں آ کر لوگوں کو خطبہ دیا۔

تیسرا خطبہ گیارہویں تاریخ کو منیٰ میں ہوتا ہے۔ یہ تینوں خطبے ایک ایک روز کے فصل سے پڑھے جاتے ہیں۔ اور سوائے خطبہ عرفات کے دونوں خطبے دوپہر ڈھلے ظہر کی نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں صرف عرفات کے دن یہ زوال کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے ہوتا ہے اور اس میں بین الخطبتین نشست بھی ہوتی ہے۔

بخلاف ساتویں اور گیارہویں تاریخ کے خطبہ کے کہ یہ دونوں مفرد خطبے ہیں یعنی ان میں نشست نہیں ہے۔ شیخ الاسلام کی مبسوط اور شرح طحاوی میں ایسا ہی ہے۔ پھر ان تینوں خطبوں کی ابتدا خطبہ عیدین کی طرح تکبیر کے ساتھ پھر تلبیہ پھر تحمید کے ساتھ واجب ہے اور دیگر تین خطبوں میں یعنی خطبہ جمعہ، خطبہ استسقاء اور خطبہ نکاح میں تحمید سے ابتدا کرنا لازم ہے۔ (منح، طحاوی، منتقی) (ترمیم واضافہ کے ساتھ)

سنن ابوداؤد باب اَیَّ یَوْمٍ یُخْطَبُ بِمِنًی میں سرا بنت نبہان سے روایت ہے وہ ایک گھر والی تھی جاہلیت میں (جس میں بت رہا کرتے تھے) کہا خطبہ سنایا ہم کو آپ نے یوم الرؤس یعنی دوسرے دن قربانی کے۔ الحدیث

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے ایام تشریق میں منی کے اندر خطبہ دینے پر استدلال فرمایا ہے۔ (دیکھئے نیل الاوطار اردو جلد نمبر ۳ ص ۸۵)

بعض روایات میں ان تین خطبوں کے علاوہ اور خطبوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ ہمارے ہاں ان کا جواب یہ ہے کہ حج کی مختلف روایات کو سامنے رکھتے ہوئے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہی ہے

جوفقہاء احناف نے اخذ کیا ہے کہ حج کے تین خطبے مسنون ہیں۔ جن کا تعلق زیادہ ترحج کے احکام سے ہے۔ باقی جو خطبات ہیں وہ اصل میں ان تین خطبوں کی طرح نہیں ہیں۔ جیسا کہ یوم النحر کا خطبہ یہ خطبہ بمعنی وعظ ونصیحت ہے نہ کہ وہ خطبہ مسنونہ جو حج میں ہوتا ہے کہ وہ گیارہویں ذی الحجہ کو منی میں دیا جاتا ہے اس میں بقیہ ارکان حج کی تعلیم ہوتی ہے۔ الحمدللہ فقہ حنفی کا یہ مسئلہ قرآن وحدیث کے مطابق ہے۔

(٦٣)...... کسی لونڈی نے اپنے آقا کی اجازت سے نکاح کیا پھر آقا نے اسے آزاد کردیا تو اسے نکاح توڑ دینے کا اختیار ہے

عَنْ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ زَوْجُ بَرِیرَةَ حُرًّا فَخَیَّرَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

(ترمذی، باب ما جاء فی الامة تعتق ولها زوج، ج١ص١٨٦،حسن صحیح)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بریرہ کے خاوند نے آزاد کردیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اختیار دیا تھا (نکاح کے بارے میں)

(٦٤)...... مزدلفہ میں مغرب اورعشاء کی نماز کے لیے فقط ایک اذان اور ایک ہی اقامت کافی ہے

عن عبدالرحمٰن بن یزید قال خرجت مع عبدالله بن مسعود الیٰ مکة فلما اتی جمعا صلی الصلوتین کل واحدة منهما باذان واقامة ولم یصل بینهما. (طحاوی ج١ ص٤٢٣، باب الجمع بین الصلوٰتین بجمع کیف هو)

عبدالرحمٰن بن یزید سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نکلا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ کی طرف تو دو نمازیں پڑھیں یہ دونوں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ ادا کی گئی اور ان دونمازوں کے درمیان اور کوئی نماز نہیں پڑھی۔

صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ایک اقامت کے ساتھ پڑھائی۔ (مسلم کتاب الحج)

(٦٥)......جو آدمی حج کی قربانی نہ کر سکے تو وہ روزے رکھے۔ تین روزوں کے بعد بقایا روزے بھی حج کے بعد مکے میں ہی رکھ سکتا ہے گھر آ کر رکھنے ضروری نہیں

قرآن مجید میں ہے:

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

پھر جو شخص نہ پائے قربانی تو روزے رکھنے ہیں تین دن کے حج کے دنوں میں اور سات جب تم لوٹ آؤ یہ دس ہیں پورے۔ (البقرہ:۱۹۶)

مسئلہ کی وضاحت:

مسئلہ یہ ہے کہ اگر قارن حج سے فراغت کے بعد مکہ ہی میں ٹھہرا رہے اور فوراً اپنے وطن واپس نہ جائے اور مکہ میں رہ کر بقایا سات روزے رکھ لے تو ہمارے یہاں یہ جائز ہے اور اس کے روزے ادا ہو جائیں گے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ ایام تشریق گزر جانے کے بعد روزے رکھے کیوں کہ ایام تشریق میں روزے رکھنا ممنوع ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں رَجَعْتُمْ فَرَغْتُمْ کے معنی میں ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم حج سے فارغ ہو جاؤ تو سات روزے رکھو۔ خواہ فراغت کے بعد مکہ میں رہو یا مکے سے اپنے وطن واپس ہو جاؤ۔ کیوں کہ حج سے فارغ ہونا اپنے اہل کی طرف واپس لوٹنے کا سبب ہے لہٰذا فراغت حج کے بعد اگر اہل کی طرف واپس ہوئے بغیر کوئی شخص روزے رکھ لے گا تو بھی اس کا روزہ ادا ہو جائے گا کیوں کہ یہ ادائیگی سبب کے بعد متحقق ہوئی ہے اور وجود سبب کے بعد پائی جانے والی ادائیگی معتبر ہوتی ہے لہٰذا یہ بھی معتبر ہوگی۔

(احسن الہدایہ جلد۳ص ۳۶۱)

(٦٦)......اندھے پر حج واجب نہیں

ہدایہ میں ہے:

مسئلہ' اور نابینا جب کوئی ایسا شخص پائے جو اس کے سفر کی مشقت کو کفایت کرے اور توشہ اور سواری بھی پائے تو اس پر حج واجب نہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک برخلاف صاحبین کے۔

فقہ حنفی میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے جس میں ایسے اندھے پر حج کو واجب کیا گیا ہے جس میں شرائط حج پائی جائیں۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک دوسرا قول بھی مروی ہے جس کی روایت ان کے شاگرد امام حسن بن زیاد نے کی ہے۔

(دیکھئے فتاویٰ قاضی خان ج ۱ص ۱۳۴، فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۲ص ۴۲۹۔۴۳۰)

ہدایہ کی اس عبارت کی تشریح میں مولانا محمد حنیف گنگوہی لکھتے ہیں:

اگر نابینا آدمی کو کوئی ایسا شخص میسر ہو جو اس کو سفر میں سواری پر چڑھائے اتارے اور اس کا ہاتھ تھام کر افعال حج ادا کرائے اور وہ نابینا زاد وراحلہ بھی پائے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور قول میں اس پر حج واجب نہیں۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے۔لیکن حاکم شہید (حنفی) نے المنتقیٰ میں ذکر کیا ہے کہ اس پر حج لازم ہے۔(غاية السعاية فتح القدير ج۲ ص ۲۲٦، بدائع الصنائع ج۲ ص ۱۲۲ میں تفصیل دیکھ لی جائے) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جو قول صاحب ہدایہ نے نقل کیا ہے وہ بھی دلیل پر مبنی ہے مگر زیادہ بہتر بات وہی ہے جس پر عمل اور فتویٰ ہے لہٰذا فقہ حنفی کا یہ مسئلہ قرآن وحدیث کے مطابق ہے۔

(٦٧)......عمرہ کرنا مستحب ہے

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْعُمْرَةِ أَوَاجِبَةٌ هِيَ قَالَ لَا وَأَنْ تَعْتَمِرُوا هُوَ أَفْضَلُ

(ترمذی، باب ماجاء في العمرة اواجبة هي ام لا، ج۱ ص۱۵۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کیا عمرہ واجب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔البتہ تم عمرہ کرو یہ افضل ہے۔

(٦٨)......مردے کے ذمہ اگر فرض حج رہتا ہو تو اس کے ورثا پر قضا کرنا مستحب ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَلَمْ تَحُجَّ أَفَأَحُجُّ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا

(ترمذی باب ما جاء في الحج عن الشيخ الكبير والميت ج۱ ص۱۵۵)

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے کہا میری والدہ فوت ہوگئی اور اس نے حج نہیں کیا کیا میں اس کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اس کی طرف سے حج کرو۔

(۶۹)......اسلام لانے کے بعد پہلی چار بیویاں رکھنا

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ شریعت میں صرف چار بیویوں کے ساتھ نکاح کی اجازت ہے چنانچہ پہلی چار بیویوں کے بعد پانچویں کے ساتھ نکاح منعقد نہیں ہوتا اس لیے اگر کوئی آدمی اس حالت میں اسلام قبول کرے کہ اس کے پاس چار سے زائد بیویاں ہوں تو اسے یہ اختیار نہیں کہ ان میں سے اپنی پسند کی چار کو رکھ کر باقی کو چھوڑ دے، بلکہ پہلی چار اس کے نکاح میں رہیں گی اور باقی کو چھوڑنا ہوگا۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ پہلی چار عورتوں کا نکاح جائز ہے اور باقی کا باطل ہے۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ (موطا امام محمد مترجم ص ۴۲۹)

یہ مسلک جو ہم نے ذکر کیا ہے امام صاحب کا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ کا مسلک جو موطا میں انہوں نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں اسی پر ہمارا عمل ہے کہ ان میں سے جن چار کو چاہے روک لے اور باقی کو الگ کردے۔

(موطا امام محمد باب الرجل یکون عندہ اکثر من اربع نسوۃ فیرید ان یتزوج)

اکثر حنفی علماء نے امام محمد ہی کے قول کو ترجیح دی ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ امام صاحب کا نظریہ بھی قرآن وحدیث کے مطابق ہے لہٰذا کسی بھی قول کو لیا جائے فقہ حنفی کا یہ مسلہ کسی طرح بھی حدیث کے خلاف نہیں جاتا۔

(۷۰)......اگر کسی کافر نے دو سگی بہنوں سے نکاح کیا ہوا ہو تو مسلمان ہونے کے بعد پہلی رکھ لے

امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر اس شخص نے ان دو بہنوں سے ایک ساتھ عقد کیا تھا۔

(جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں مشرک لوگ دو بہنوں سے اکھٹا نکاح کر لیتے تھے) تو اس صورت میں اس کے لیے ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی اپنے نکاح میں برقرار رکھنا جائز نہیں ہو گا۔ (کیوں کہ دو بہنوں کو اکھٹا رکھنا ہماری شریعت میں منع ہے)

ہاں اگر اس نے ان دونوں سے آگے پیچھے عقد کیا تھا تو ان میں سے اس ایک کو اپنے نکاح میں برقرار رکھنا جائز ہو گا جس سے اس نے پہلے نکاح کیا تھا۔ جس سے بعد میں نکاح کیا تھا اس کو کسی صورت میں بھی اپنے نکاح میں برقرار رکھنا جائز نہیں ہو گا۔

(مظاہر حق شرح مشکوٰۃ باب المحرمات فصل ثانی جلد نمبر ۲ ص ۳۳۱)

اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ میں دو بہنوں کو اکھٹا نکاح میں رکھنا منع ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس کا دوسرا نکاح خود بخود فسخ ہو جائے گا۔

(۱۷)......کافرہ ذمیہ کے ساتھ دو ذمی کافر گواہ رکھ کر نکاح کرنا جائز ہے

ہدایہ کی اس عبارت میں ذمیہ سے مراد نصرانیہ اور یہودیہ عورت ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ مسلمان نے یہودیہ یا نصرانیہ سے شادی کی دو یہودی یا دو نصرانی کی گواہی سے۔ تو شیخین (امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف) کے نزدیک نکاح ہو جائے گا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ذمی مسلمان کے نقصان کے لیے گواہی دینا تو قابل قبول نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ترجمہ: اور ہرگز نہیں بنائے گا اللہ کافروں کے لیے مومنوں پر کوئی راہ غلبے کی۔ (النساء ۱۴۱)

اس آیت میں ہے کہ کافر کو مسلمان پر کوئی راستہ نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ نقصان دینے کے لیے گواہی دے تو قابل قبول نہیں لیکن مسلمان کے فائدے کے لیے گواہی دے تو مقبول ہے اور اس مسئلے میں یہودیہ یا نصرانیہ عورت کا جسم مسلمان کے قبضے میں آ رہا ہے جو مسلمان کے فائدے کی چیز ہے اس لیے یہ گواہی مقبول ہو گی۔ گویا کہ ذمی نے ذمیہ کے لیے گواہی دی اور ذمی ذمی کے خلاف گواہی دے تو یہ مقبول ہے۔ اس لیے ذمیہ کے نکاح میں دو ذمی گواہ بن جائیں تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔

حدیث میں ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب کی ایک دوسرے پر شہادت جائز قرار دی ہے۔

(سنن ابن ماجه ابواب الشهادات باب شهادة اهل الكتاب بعضهم على بعض)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب بعض بعض کے خلاف گواہی دے سکتا ہے اور اس صورت میں ذمیہ کے خلاف گواہی دینا ہوا اس لیے گواہ بننا جائز ہوگا۔

(شرح ثمیری علی المختصر للقدوری کتاب النکاح ج۲ ص۸)

(۷۲)......نکاح میں کفو کا اعتبار

حدیث نمبر ۱:

عن علي رضي الله عنه رفعه ثلاث لا تؤخر الصلاة إذآنت والجنازة إذا حضرت والأيم إذا وجدت لها كفوًا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے۔ فرمایا تین کاموں میں دیر نہ کرو نماز جب اس کا وقت ہو جائے اور جنازہ جب وہ حاضر ہو اور کنواری لڑکی جب اس کے جوڑ کا رشتہ دستیاب ہو۔

(امام سیوطی نے اس کو حسن کہا ہے (الجامع الصغیر ج۱ ص۱۱۸، اور حاکم اور ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے کما فی المستدرک ج۲ ص۱۶۲)

حدیث نمبر ۲:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَخَيَّرُوا لِنُطَفِكُمْ وَانْكِحُوا الْأَكْفَاءَ وَأَنْكِحُوا اَيِّمَهُمْ.

(رواہ ابن ماجہ، باب الاکفاء، ص۱۴۲۔ فتح الباری ۹/ ۱۰۷۔ کنز العمال ۸/ ۳۴۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے نطفوں کے لیے عورتیں پسند کرو۔ نکاح کفو میں کرو اور بیواؤں کے نکاح کرو۔

(۷۳)......طلاق مکرہ واقع ہو جاتی ہے

حدیث نمبر ۱:

عن صفوان بن غزوان الطائي ان رجلا كان نائمًا فقامت امرأته

فاخذت سكينا فجلست على صدره فوضعت السكين على حلقه فقالت لتطلقي ثلاثا اولاذبحنك فناشدها الله فابت فطلقها ثلاثًا ثم اتى النبى صلى الله عليه وسلم فذكر له ذلك فقال لا قيلولة فى الطلاق.

(المحلى (فى الطلاق) ١٠ص٢٠٣ بحوالہ نصب الرایہ ۴/۲۲۲)

حضرت صفوان بن غزوان الطائی سے روایت ہے کہ ایک آدمی سویا ہوا تھا اس کی بیوی اٹھی اور اس نے چھری پکڑی اور اپنے خاوند کے سینے پر بیٹھ گئی اور چھری اس کے حلق پر رکھ دی اور کہنے لگی مجھے تین طلاقیں دو ورنہ میں تجھے ذبح کر دوں گی۔ تو اس کے خاوند نے اس کو اللہ کا وسطہ دیا لیکن اس کی بیوی نے انکار کر دیا تو اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی پھر وہ آدمی آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور سارا معاملہ آپ ﷺ کے سامنے بیان کر دیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ طلاق میں کوئی قیلولہ نہیں ہے۔

حدیث نمبر۲:

اخرج عبدالرزاق فى مصنفه عن ابن عمر انه اجاز طلاق المكرة

حضرت عبداللہ بن عمر مکرہ کی طلاق کو جائز قرار دیتے تھے۔

(الجوهر النقى فى الرد على البيهقى ۷/۳۵۸ بحوالہ نصب الرایہ ۴/۲۲۲)

(۷۴)......طلاق کو نکاح کے ساتھ معلق کرنا

حدیث نمبر۱:

ایک آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں جس عورت سے بھی نکاں کرو، اسے تین طلاق ہو جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم نے نکاح کیا تو طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ (مصنف عبدالرزاق ج۶ص۴۲۰،۴۲۱)

حدیث نمبر۲:

ایک آدمی نے کہا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو وہ میرے لیے میری ماں کی طرح حرام ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دیا کہ اگر اس نے اس عورت سے نکاح کیا تو ظہار کا کفارہ دیئے بغیر ہرگز اس کے قریب نہ جائے۔ (مؤطا امام مالک ص۵۱۵)

حدیث نمبر۳:

اسود بن یزید کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے کہا اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق اور پھر بعد میں اس عورت سے نکاح کر لیا جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ عورت کو طلاق ہو چکی ہے لہٰذا اب اسے دوبارہ نکاح کا پیغام دو۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۴۲۱)

حدیث نمبر۴:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر کسی آدمی نے یوں کہا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق ہو تو نکاح کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی اور جتنی طلاقیں ایک یا دو تین کہی ہوں گی اتنی ہی واقع ہو جائیں گی۔ (مؤطا امام محمد ص ۲۵۴)

(۷۵)......غلام کو آزاد کرنے کی نذر ماننا جب کہ غلام اس کے پاس نہ ہو

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آدمی اگر نکاح سے پہلے حالت نکاح کی طرف نسبت کیے بغیر کسی عورت کو طلاق دے مثلاً یہ کہے کہ میں نے فلاں عورت کو طلاق دی تو نکاح کے بعد اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی اور وہ عورت بدستور اس کے نکاح میں رہے گی۔ کیوں کہ جس وقت اس نے اس عورت کو طلاق دی تھی اس وقت یہ عورت طلاق کا محل نہیں تھی۔ اس لیے اس کا کلام لغو ہو گیا۔ اور اگر آدمی نکاح سے پہلے طلاق دے لیکن اس کی نیت حالت نکاح کی طرف کرے مثلاً یہ کہے کہ اگر میں نے نکاح کیا تو میری بیوی کو طلاق تو ایسی صورت میں نکاح کے بعد بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ صورت پہلی صورت سے مختلف ہے۔

امام مالک کی راجح روایت بھی یہی ہے کہ اگر غیر منکوحہ عورت یا غیر مملوک غلام یا باندی کو متعین کر کے بات کہی یا اس کی نسبت کسی قبیلہ کی طرف کر دی یا کسی مکان یا زمان کی طرف کر دی تو طلاق اور عتاق درست ہیں اور بات کو عام رکھا تو نہ طلاق واقع ہوگی اور نہ عتاق۔

(اوجز المسالک شرح موطا امام مالک از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی ج ۱۰ ص ۲۱۷)

امام صاحب کا استدلال مندرجہ ذیل آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہے۔

(۱)......ایک آدمی حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ میں جس عورت سے بھی نکاح کروں اسے تین طلاقیں ہو جائیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تم نے نکاح کیا تو طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۲۰۔۴۲۱)

(۲)......سعید بن عمرو نے قاسم بن محمد سے اس آدمی کے متعلق پوچھا جس نے کہا تھا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق۔ قاسم نے کہا کہ ایک شخص نے کہا تھا اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو وہ مجھ پر میری ماں کی پشت کی مانند ہوگی تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے اسے حکم دیا تھا کہ اگر وہ اس سے نکاح کرے تو ظہار والے کا کفارہ ادا کیے بغیر اس کے قریب نہ جائے۔ (موطا امام مالك كتاب الطلاق، باب ظهار الحر، ص ۵۱۵)

(۳)......امام مالک نے ہمیں خبر دی سعید بن عمرو بن سلیم رزقی سے انہوں نے قاسم بن محمد سے کہ ایک شخص نے حضرت عمر فاروقؓ سے سوال کیا کہ میں نے یوں کہا اگر میں فلاں عورت سے شادی کروں تو وہ میری ماں کی پشت کی طرح ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا اگر تم نے اس سے نکاح کر لیا ہے تو جب تک کفارہ ادا نہ کر دو اس کے قریب نہ جاؤ۔

امام محمد فرماتے ہیں اسی پر ہمارا عمل ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے اگر اس سے شادی کر لی تو گویا اس سے ظہار ہوگا۔ اور جب تک کفارہ ادا نہ کر دے اس کے قریب نہ جائے۔

(موطا امام محمد مترجم ص ۲۹۱)

(۴)......امام مالک نے ہمیں خبر دی ہم سے روایت کیا مُجبر نے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا جب کوئی شخص یہ کہے کہ میں فلاں سے نکاح کروں تو اس پر طلاق ہو جائے تو وہ جب نکاح کرے گا تو اس کو اتنی ہی طلاقیں ہوں گی جتنا اس نے ارادہ کیا تھا کہ اس کو ایک، دو یا تین طلاقیں ہوں تو اسی قدر ہوں جتنی اس نے کہی تھیں۔ امام محمد کہتے ہیں اسی پر ہمارا عمل ہے یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ (موطا امام محمد مترجم ص ۲۹۱)

(۵)......حضرت الاسود بن یزید نے ایک عورت کے بارے میں جس کا ان سے تذکرہ کیا گیا تھا یہ فرمایا کہ اگر میں نے اس سے شادی کی تو اسے طلاق ہے۔

اسود نے اس تعلیق کو کچھ نہ سمجھا' اہل حجاز سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بھی

اسے کالعدم قرار دیا کچھ نہ سمجھا چنانچہ انہوں نے اس سے شادی کر لی دخول بھی کر لیا پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے یہ حکم دیا کہ وہ اس عورت کو یہ بتلادیں کہ وہ اپنے نفس کی زیادہ مالک ہے۔

امام محمد نے فرمایا ہم عبداللہ بن مسعود کے قول کو اختیار کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ عورت کو مہر ملے گا آدھا تو اس کا جس پر اس سے شادی کی تھی اور اس جیسی عورتوں والا مہر جو اسے دخول کے عوض ملے گا۔ یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار امام محمد مترجم ص ۳۷۹، مصنف عبدالرزاق ۱۱۴۷۰)

یہ ہی بات حضرت شعبی زہری مکحول اور سالم بن عبداللہ سے مروی ہے۔ یہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ اپنے نفس کی مالک ہے یعنی اسے طلاق واقع ہوگئی ہے۔

(المختار شرح کتاب الآثار ص ۳۷۹، ۳۸۰)

(۶)...... مالک کو خبر پہنچی ہے کہ عمر بن الخطاب، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم، سالم بن عبداللہ، قاسم بن محمد، ابن شہاب اور سلیمان بن یسار رحمہم اللہ کہتے تھے کہ جب مرد کسی عورت سے نکاح کرنے سے قبل اس کی طلاق کی قسم کھائے اور پھر قسم توڑ دے۔ تو جب اس سے نکاح کرے گا یہ طلاق اس پر لازم ہوگی۔

(موطا امام مالک، باب یمین الرجل بطلاق مالم ینکح)

(۷)......عن معمر عن الزهری فی رجل قال کل امراة أتزوجها فهی طالق و کل أمة أشتریها فهی حرة قال هو کما قال قال معمر فقلت اویس قد جاء عن بعضهم انه قال لا طلاق قبل النکاح ولا عتاقة الا بعد الملك قال انما ذلك ان یقول الرجل امراة فلان طالق وعبد فلان حر.

معمر نے زہری سے روایت کی ہے ایسے آدمی کے بارے میں جس نے کہا ہر وہ عورت جس میں شادی کروں تو اسے طلاق اور ہر لونڈی (غلام) جسے میں خریدوں تو وہ آزاد ہے۔ جیسا اس نے کہا ویسے ہی ہوا، معمر کہتے ہیں میں نے اویس سے کہا کہ بعض کے نزدیک نکاح سے پہلے طلاق نہیں اور آزادی ملکیت میں آجانے کے بعد ہے۔ انہوں نے کہا بے شک یہ

اس صورت میں ہے کہ آدمی کہے فلاں عورت کو طلاق ہے اور فلاں غلام آزاد ہے۔

اسی طرح اگر عتق کو منسوب الی الملک کیا جائے اور کہا جائے ان ملکتك فانت حر یا منسوب الی سبب الملک کیا جائے اور کہا جائے ان اشتریتك فانت حر تو یہ تعلیق حنفیہ کے نزدیک درست ہے۔ اس اصولی مسئلہ کی تفصیل کے لیے دیکھئے:

(نورالانوار ص ۱۵۷ مبحث الوجوہ الفاسد الوجہ الثانی)

(۸)...... امام ترمذی نے عبداللہ بن مسعودؓ کا قول نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں اور مروی ہے ابن مسعود سے کہ انہوں نے کہا اگر کسی قبیلہ یا شہر کی طرف نسبت کر کے کہے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ مثلاً اگر کہے کہ فلانے قبیلہ یا فلانے شہر کی فلانی عورت سے اگر نکاح کروں تو اس پر طلاق ہے۔ تو اس پر طلاق واقع ہوتی ہے یعنی بعد نکاح کے۔

(ترمذی ج۱ ص۲۲۲، ابواب الطلاق باب ما جاء لا طلاق قبل النكاح)

اس قول کے پیش نظر حنفیہ کا سوال یہ ہے کہ منسوبہ پر طلاق واقع ہونے کی علت کیا ہے۔ ظاہر ہے اس کا متعین ہونا تو علت نہیں بن سکتا، وقوع طلاق کی علت یہ ہے کہ جس وقت اس پر طلاق ہوگی اس وقت وہ منکوحہ بن چکی ہوگی۔ یہ علت غیر منسوبہ میں بھی موجود ہے۔ لہٰذا اس میں بھی طلاق واقع ہونی چاہیے۔

(۷۶)...... نکاح میں شرط لگانا

اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے دے تو وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں رہتی۔ اس کی صرف ایک صورت ہے کہ یہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنے کے بعد اس سے ہم بستری بھی کرے خالی نکاح کافی نہیں اور پھر اس سے بھی اگر طلاق مل جائے یا وہ وفات پا جائے تو اب پہلے شوہر کے ساتھ (عدت کے بعد) اس کا دوبارہ نکاح کرنا حلال ہے۔

لیکن پہلے شوہر سے طلاق ملنے کے بعد کسی دوسرے آدمی سے اس نیت (شرط) کے ساتھ نکاح کرنا کہ اس سے ہم بستری کر کے طلاق لے لے گی اور پھر پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کرے گی، شریعت کی رو سے بالکل حرام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا

کرنے والے اور کرانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔(ترمذی ج اص ۱۸۰)

اس فعل کی حرمت مسلم ہونے کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی مرد و عورت نے اس شرط کے ساتھ نکاح کر لیا تو کیا ان کا نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں؟

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کو اس فعل کا گناہ ہونے کے باوجود چونکہ ان کا یہ نکاح اپنی شرائط کے مطابق ہوا ہے۔ اس لیے یہ نکاح درست ہے۔ مگر ہوگا پھر بھی مکروہ۔ اور اگر یہ آدمی اس عورت کو اپنے پاس رکھنا چاہے تو درست ہے۔ اس پر شرط پوری کرنا ضروری نہیں۔

گویا امام صاحب حلالہ کے عمل کو حرام اور باعث گناہ مانتے ہوئے نکاح کو درست اور موثر مانتے ہیں۔ اور اس کے لیے ان کا استدلال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے سے ہے۔

(۱) امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کی تہذیب الآثار میں روایت ہے کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ پھر ایک آدمی سے کہا کہ وہ اس کی بیوی سے نکاح کر کے اس کو اس کے لیے حلال کر دے۔ اس آدمی نے نکاح کے بعد عورت کو طلاق دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب مقدمہ گیا تو انہوں نے اس کے نکاح کو درست قرار دیا اور اس آدمی کو اجازت دی کہ وہ اس عورت کو اپنے پاس رکھے۔(کنز العمال ج ۹ ص ۲۰۴)

(۲) امام شافعی کی کتاب الام اور سنن بیہقی، مصنف عبدالرزاق میں روایت ہے کہ ایک عورت کو اس کے خاوند نے تین طلاقیں دے دیں پھر ایک آدمی سے رابطہ کیا گیا کہ وہ اس عورت سے نکاح کر کے اس کو حلال کر دے۔ جب نکاح ہو گیا تو اس عورت نے اس آدمی سے کہا کہ اب تم مجھے طلاق نہ دینا جب صبح ہوئی تو اس آدمی نے طلاق دینے سے انکار کر دیا۔ معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اسے حکم دیا کہ وہ اس عورت کے ساتھ نکاح کو برقرار رکھے اور اس کو طلاق نہ دے نیز اس کو دھمکی دی کہ اگر اس نے طلاق دی تو اسے سزا دی جائے گی۔(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۶۷)

ان روایات سے فقہ حنفی کی تائید ہوتی ہے۔

(۷۷)......طلاق رجعی یا طلاق بائن میں عورت کو خاوند کے گھر سے نکلنا جائز نہیں

فقہ حنفی کا یہ مسئلہ قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق ہے لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ (الطلاق: ۱) نہ تم نکالو انہیں ان کے گھروں سے اور نہ وہ خود نکلیں۔

حافظ صلاح الدین یوسف اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(۴) یعنی طلاق دیتے ہی عورت کو اپنے گھر سے مت نکالو، بلکہ عدت تک اسے گھر میں ہی رہنے دو، اور اس وقت تک رہائش اور نان ونفقہ تمہاری ذمے داری ہے۔

(۵) یعنی عدت کے دوران خود عورت بھی گھر سے باہر نکلنے سے احتراز کرے، الا یہ کہ کوئی بہت ہی ضروری معاملہ ہو۔ (سعودی قرآن مترجم ص ۱۵۹۰)

مسئلہ کی وضاحت:

ایک عدت ہوتی ہے طلاق کے بعد اور ایک ہوتی ہے خاوند کی وفات کے بعد۔ طلاق کی عدت میں عورت مزدوری کے لیے گھر سے باہر نہیں جا سکتی کیوں کہ اس کا خرچہ طلاق دینے والے خاوند کے ذمہ ہے اسے مزدوری کی حاجت نہیں۔ ہاں کسی شرعی مجبوری میں نکلنا درست ہے۔ بشرطیکہ رات گھر میں آ کر گزارے۔ رہی عدت وفات تو اس میں عورت کسی مجبوری کی بنا پر مزدوری کے لیے دن میں باہر جا سکتی ہے رات گھر میں گزارے کیوں کہ اس عدت میں خرچہ خاوند کے ذمہ نہیں۔ فقہ حنفی کا مسئلہ قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔

(۷۸)......عدت میں عورت کو عصب استعمال کرنا جائز نہیں

لفظ عصب کی شرح میں شارحین کا اختلاف ہے۔ (۱) مرقات میں ہے کہ عصب ایک گھاس ہے جو عموماً یمن میں پیدا ہوتی ہے اس کا رنگ مائل بہ سیاہی ہوتا ہے اس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں جس سے پھیکا سیاہ رنگ ہوتا ہے یعنی بھکنا۔

(۲) اشعة اللمعات شرح مشکوۃ ولمعات التنقیح شرح مشکوۃ المصابیح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی فرماتے ہیں کہ عصب وہ کپڑا ہے جس کا سوت

رنگ لیا جائے بعد میں بُنا جائے ایسے رنگین کپڑے زینت میں داخل نہیں ہوتے بننے کے بعد رنگنا زینت ہے۔

(۳) ظفر المبین جدید حصہ دوم ص ۱۴۲ میں ہے۔ یہ عصب ایک قسم کا درخت ہوتا ہے اس سے کپڑے رنگ کرتے ہیں۔

(۴) مظاہر حق شرح مشکوٰۃ ص ۴۳۴ ج ۳ میں ہے۔

''عصب'' اس زمانہ میں ایک خاص قسم کی چادر کو کہتے تھے جو اس طور پر بنی جاتی تھی کہ پہلے سوت کو جمع کر کے ایک جگہ باندھ لیتے تھے پھر اس کو کسم میں رنگتے تھے اور اس کے بعد اس کو بنتے تھے۔ چنانچہ وہ سرخ رنگ کی ایک چادر ہو جاتی تھی جس میں سفید دھاریاں بھی ہوتی تھیں کیوں کہ سوت کو باندھ کر رنگنے کی وجہ سے سوت کا وہ حصہ سفید رہ جاتا تھا جو بندھا ہوا ہوتا تھا۔

ان اختلافات کی وجہ سے بطور احتیاط کے کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رنگے ہوئے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے ہمارے بعض فقہائے کرام نے بھی عصب کا استعمال ممنوع قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن ہمام حنفی یہ فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء (حنفیہ) کے نزدیک عدت والی عورت کو عصب کا پہننا بھی درست نہیں ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عدت والی عورت کو عصب پہننا جائز ہے۔ خواہ وہ موٹا ہو یا مہین ہو۔ جب کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مہین عصب کو پہننے سے منع کرتے ہیں موٹے عصب کو منع نہیں کرتے۔ (مظاہر حق جلد سوم ص ۴۳۴)

(۵) بعض شارحین نے عصب کا ترجمہ کیا ہے بناوٹی رنگین کپڑے رنگین بنے ہوئے کپڑے پہن سکتی ہے۔ (شرح مسلم جلد نمبر ۳ ص ۱۱۳۱)

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان حنفی لکھتے ہیں:

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عراق اور کوفہ وغیرہ میں ثوب عصب کی ترقی یافتہ شکل تیار ہو گئی تھی اور زینت کے مواقع میں اس کا استعمال کیا جاتا تھا۔ اس لیے ہمارے فقہاء نے اپنے زمانے اور علاقے کے عرف کے مطابق معتدہ کے لیے اس کا استعمال ممنوع قرار دیا۔ حدیث میں ثوب عصب کی اجازت دی گئی ہے کہ اس وقت وہ ایک سادہ کپڑا شمار ہوتا تھا اور زینت کے لیے استعمال نہیں کیا جاتا تھا۔ (کشف الباری کتاب الطلاق صفحہ ۵۸۷۔۵۸۹)

(۷۹)......دو شریکوں کے غلام کو اگر ایک شریک اپنا حصہ آزاد کر دے تو وہ حصہ آزاد ہے

اگر کوئی غلام مشترک ہو مثلاً دو شخص زید اور بکر مشترک طور پر ایک غلام کے مالک ہوں اور ان میں کا ایک شریک مثلاً زید اپنا حصہ آزاد کر دے تو دوسرا کیا کرے۔ چنانچہ اس بارے میں جزوی آزادی (یعنی ایک غلام کا مثلاً آدھا حصہ آزاد ہو جائے اور آدھا حصہ غلام ہی رہے) معتبر ہے یا نہیں۔ اس بارے میں خود حنفیہ کے ہاں مختلف اقوال ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو یہ فرماتے ہیں کہ جزوی آزادی معتبر ہے لیکن صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد کا قول یہ ہے کہ جزوی آزادی معتبر نہیں ہے۔ اختلاف کی وجہ اس مسئلہ سے متعلق روایات کا مختلف ہونا ہے۔ اکثر فقہاء احناف کا میلان امام اعظم کے قول کی طرف ہی ہے۔

امام ابوحنیفہ کا قاعدہ یہ ہے کہ آقا نے جتنا غلام آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا اور جتنا حصہ آزاد نہیں کیا اتنا حصہ غلامیت میں رہے گا کیوں کہ آقا کی چیز ہے اس لیے جتنا روکنا چاہے وہ روک سکتا ہے۔

حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے غلام میں اپنے حصہ کو آزاد کر دیا پس اس کے پاس اتنا مال تھا جو غلام کی قیمت کو پہنچ جائے تو کسی نیک شخص سے غلام کی قیمت لگوائی جائے گی پھر اس غلام کے شرکاء کو ان کے حصے دیئے جائیں گے اور اس غلام کو آزاد کر دیا جائے گا ورنہ اس غلام کا اتنا حصہ آزاد کیا جائے گا۔ جتنا حصہ اس شخص نے آزاد کیا تھا۔ (بخاری کتاب الرہن)

اس حدیث میں یہ ہے کہ اگر آزاد کرنے والے کے پاس باقی غلام کی قیمت نہ ہو تو اتنا ہی آزاد ہو گیا جتنا آزاد ہوا۔ دوسرے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غلام کی آزادگی میں حصہ اور تجزی ہو سکتا ہے اس لیے آقا نے جتنا آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا۔ اور اپنا باقی حصہ غلام سعی کر کے آقا کو ادا کرے گا۔

حدیث:

اسماعیل بن امیہ نے فرمایا کہ ان کے پاس غلام تھا جس کا نام طہمان تھا یا ذکوان تھا۔ پس اس کے دادا نے آدھا آزاد کیا پس غلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنا آزاد کیا آزاد ہوگا۔ اور جتنا غلام رکھا اتنا غلام رہے گا۔ فرماتے ہیں کہ وہ موت تک اپنے آقا کی خدمت کرتا تھا۔

(سنن الکبریٰ بیہقی ج نمبر ۱۰ ص ۲۷۳، مصنف عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۴۹، حدیث نمبر ۱۶۷۰۵)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جتنا آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا۔

(۸۰)......جانور کے بدلے گوشت بیچنا جائز ہے

وقال الله تعالٰی وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ (البقرہ:۲۷۵)

اور اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا ہے۔

یہ مطلق ہے اور اس میں عموم ہے۔ اور دوسری یہاں قدر اور جنس بھی ایک نہیں ہے کیوں کہ گوشت موزونی ہے اور زندہ جانور غیر موزونی ہے۔ لہٰذا اس کی بیشی جائز ہوگی لیکن ید اًبید ہوگی۔

اور قاضی شوکانی نیل الاوطار جلد ۵ ص ۲۱۶ میں امام صاحب کا یہی مذہب نقل کرتے ہیں۔

(۸۱)......ایک حیوان کو دو حیوانوں کے بدلہ بیچنا

حدیث نمبر ۱:

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الحيوان اثنين بواحد لا يصلح نسيئًا ولا بأس به يدًا بيدٍ. (اعلاء السنن ج ۱۴ ص ۳۷۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک جانور کو دو جانوروں کے بدلے میں بیچنا یہ ادھار درست نہیں اور اگر نقد ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۲:

عن جابر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يدى بأسا بيع الحيوان بالحيوان اثنين بواحد ويكرهه نسيئة (اعلاء السنن ج ۱۴ ص ۳۷۰)

کہ نبی علیہ السلام کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے ایک حیوان کو دو حیوان کے بدلے میں بیچنے میں (اگر نقد ہو) اور اگر ادھار ہونا پسند سمجھتے تھے۔

(۸۲)......حیوان میں بیع سلم جائز نہیں

حدیث:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ السَّلَفِ فِی الْحَیَوَانِ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جانور کے عوض میں) جانور کی بیع سلف (ادھار سودے) سے منع کیا ہے۔

(سنن دار قطنی کتاب البیوع جلد سوم، مستدرک حاکم فی البیوع، طحاوی ج۲ ص۱۸۹)

حدیث:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کو جانور کے بدلے ادھار بیچنے سے منع فرمایا۔(ترمذی ص۱۹۸، ابواب البیوع)

حدیث:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک جانور کے بدلے دو جانور ادھار بیچنا صحیح نہیں ہے۔ البتہ دست بدست بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(ترمذی ابواب البیوع ص۱۹۹)

حدیث:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا فروخت کرنے سے جانور کے بعوض جانور کے ادھار۔

(طحاوی کتاب البیوع باب استقواض الحیوان)

(۸۳)......مسلمان کو کافر ذمی کے بدلے قتل کیا جائے گا

حدیث نمبر۱:

عن ابن عمر أن رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم قتل مسلما بمعاهد

(دار قطنی فی الحدود ص۳۴۵ بحوالہ نصب الرایہ ج۴ ص۳۳۵)

حضرت ابن عمر ﷠ سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے مسلمان کو معاہد (ذمی) کے بدلے میں قتل کیا۔

حدیث نمبر۲:

عن عبدالرحمٰن لبیلیانی أن رسول الله صلی الله علیه وسلم اتی برجل من المسلمین قتل معاهدً من اهل الذمة فقدمه رسول الله صلی الله علیه وسلم فضرب عنقه وقال انا اولی من اوفی بذمته.

(نصب الرایہ فی تخریج احادیث ہدایہ ج۴ص۳۳۶)

نبی کریم ﷺ کے پاس ایک مسلمان آدمی کو لایا گیا جس نے ذمی کو قتل کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس کی طرف بڑھے اور اس کی گردن ماردی اور فرمایا میں زیادہ حق دار اس کی (حفاظت) کا جس نے اپنے ذمہ کو پورا کیا۔

حدیث نمبر۳:

عن عبد اللہ بن عبد العزیز بن صالح الحضرمی قال قتل رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم حنین مسلما بکافر وقال انا اولی او احق من اوفٰی بذمته (نصب الرایہ ج۴ص۳۳۶)

نبی کریم ﷺ نے حنین کے دن مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل کیا اور فرمایا کہ میں زیادہ اولیٰ یا حق دار ہو اس کی (حفاظت) کا جس نے اپنے ذمہ کو پورا کیا۔

(۸۴)......گوہ کھانا مکروہ ہے

حدیث نمبر۱:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ اُكِلَ الضَّبُّ عَلٰى مَائِدَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّمَا تَرَكَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقَذُّرًا (ترمذی ج۲ص۱)

حضرت ابن عباس ﷠ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی ﷺ کے دسترخوان پر گوہ کھائی گئی اور آپ ﷺ نے اس کو چھوڑ دیا (یعنی نہیں کھایا) اس کی پلیدگی کی وجہ سے۔

حدیث نمبر۲:

عن عائشة انه اهدى لها ضب فاتاها رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فسالته فنهاها عنه امى عن اكلهٖ فجاء ت سائلة فارادت ان تطعمها اياه فقال رسول الله اتطعمينها ما لاتاكلين.

حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ ان کے پاس ایک گوہ ہدیہ میں دی گئی۔ حضور ؑ ان کے پاس تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے آپ ﷺ سے گوہ کے کھانے کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے اس کے کھانے سے منع فرما دیا۔ پھر ایک سوال کرنے والی خود حضرت عائشہ کے پاس آئی تو حضرت عائشہ نے ارادہ کیا کہ اس کو کھلا دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو اس کو وہ کھلاتی ہے جس کو تو خود نہیں کھاتی ہے۔ (ترمذی حاشیہ نمبر۶، ج۲ص۱)

عن علی بن ابی طالب انه نهى اكل الضب والضبع (حوالہ مذکورہ بالا)

حضرت علی ؓ گوہ اور بجو کھانے سے منع کرتے تھے۔

(۸۵)......ناخن اور دانت سے ذبح کرنا درست ہے

عَن رافع بن خديج قال قال رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كل يعنى ما انهر الدم الا السن والظفر.

(بخاری، باب لا یزکی بالسن والعظم والظفر، ج۲ص۸۲۷)

حضرت رافع بن خدیج سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی ؑ نے فرمایا کہ کھاؤ یعنی ہر اس چیز سے ذبح شدہ جس سے خون بہایا جاتا ہے مگر دانت اور ناخن سے ذبح شدہ نہ کھاؤ۔

تشریح:

اس مسئلہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر ناخن اور دانت جسم سے الگ ہوں تو ذبیحہ درست ہے اگر الگ نہ ہوں تو درست نہیں ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہوا۔

(۸۶)......مسافر پر قربانی جائز نہیں

حدیث:

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو

گنجائش ہو اور قربانی نہ کرے تو ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔ (ابن ماجہ ص ۲۲۶)

اس حدیث میں قربانی کو اس شخص کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے جس کو گنجائش ہو، جب کہ مسافر حالت سفر میں خود محتاج ہوتا ہے اس لیے مسافر کو زکوٰۃ بھی دی جا سکتی ہے اگر چہ وہ اپنے گھر میں مال دار ہی کیوں نہ ہو۔

حدیث:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ جب سفر حج پر جاتے تو قربانی نہیں کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۸۲)

حدیث:

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) فرماتے ہیں کہ ہم یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور تلامذہ حج کے لیے جاتے تو سونا چاندی پاس ہونے کے باوجود اس لیے قربانی نہیں کرتے تھے کہ اپنے حج کے ارکان کی ادائیگی کے لیے فارغ رہیں۔ (محلی ابن حزم)

حدیث:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ مسافر پر قربانی نہیں۔ (محلی ابن حزم)

حدیث:

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ (تابعی کبیر) جو پانچ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کی زیارت وملاقات سے مشرف تھے فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف حاجی اور مسافر کو قربانی نہ کرنے کی رخصت دیتے تھے۔

یہ تمام آثار امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے المحلی میں نقل کیے ہیں۔ ج ۷ ص ۳۵۹، ۳۷۵)

حدیث:

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب مقیم ہوتے تو قربانی کرتے تھے اور جب مسافر ہوتے تو قربانی نہیں کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۸۲)

(۸۷)......قاتل مقتول کے اسباب کا بغیر اجازتِ امام مستحق نہیں

حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اس دن یعنی حنین کے دن فرمایا کہ جو کسی کافر کو قتل کرے تو اس کافر کا سامان اسی کا ہوگا۔ چنانچہ اس دن ابوطلحہ نے بیس آدمی مارے اور ان کے سامان لیے۔

(سنن دارمی بحواله مشکوٰة باب قسمة الغنائم، فصل ثانی)

احناف کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا یہ حکم قانون شرعی نہیں ہے۔ اگر حاکم جہاد میں یہ اعلان کردے تو مقتول کا سامان وغیرہ ملے گا ورنہ نہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان حاکم جہاد کی ہی حیثیت سے کیا تھا۔

(۸۸)...... بھاری چیز کے ساتھ قتل کرنے میں قصاص واجب نہیں ہوتا

ہدایہ کتاب الجنایات میں ہے:

فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے یہاں شبہ عمد یہ ہے کہ قاتل ایسی چیز سے مارنے کا قصد کرے جو نہ تو ہتھیار ہو اور نہ ہی ہتھیار کے قائم مقام ہو۔ حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر قاتل نے بھاری پتھر یا بھاری لکڑی سے مقتول کو مارا تو وہ عمد ہے۔

امام صاحب کی دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے۔

الا ان قتیل خطاء العمد قتیل السوط والعصا وفیه مائة من الابل. ''آگاہ ہو جاؤ شبہ عمد کا مقتول کوڑے اور لاٹھی کا مقتول ہے اور اس میں سو اونٹ واجب ہیں۔''

(احسن الہدایہ جلد ۱۵ص ۲۱)

یہ روایت کچھ الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ ابو داؤد باب دیة الخطاء شبه العمد نسائی باب کم دیة شبه العمد، ابن ماجة باب دیة مغلظه میں بھی موجود ہے۔

ہدایہ کی اس عبارت سے واضح ہوا کہ قتل شبہ عمد امام ابوحنیفہ کے یہاں یہ ہے کہ ایسی چیز سے عمداً مارا جائے جو ہتھیار نہ ہو اور نہ تفریق اجزا میں اس کے قائم مقام ہو۔ ایسی صورت میں قصاص واجب نہیں ہوتا دیت مغلظہ (یعنی سو اونٹ) عاقلہ (قاتل کے انصار واعوان) پر آتی ہے۔ (شرح کتاب الآثار)

سید امیر علی عین الہدایہ جلد ۴ص ۶۱۰ کتاب الجنایات میں لکھتے ہیں:

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل اول قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ خبردار ہو کہ خطائے عمد کا مقتول ہے جو کوڑے وعصا کا مقتول ہو اور اس میں سو اونٹ ہیں۔

ف: اور خطائے عمد سے مراد شبہ العمد ہے چنانچہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ آگاہ ہو کہ خطاء شبہ العمد جو کوڑے وعصا سے مقتول ہو اس کی دیت سو اونٹ ہیں از منجملہ چالیس ایسے کہ جن کے پیٹوں میں ان کے بچہ ہوں۔ رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ وابن حبان اور امام محمد نے آثار میں ذکر کیا ہے کہ تیس حقہ اور تیس جذعہ اور چالیس جن کے پیٹوں میں ان کی اولاد ہو۔ مراد اس سے یہ کہ جوان قابل حمل اونٹنیاں ہوں اور یہی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے خطبہ حجۃ الوداع میں مروی ہے۔ رواہ الاربعۃ الا الترمذی ورواہ احمد والشافعی وعبدالرزاق وغیرہم اور یہ حدیث مرسل بھی مروی ہے بالجملہ حدیث قوی الاسناد ہے۔

(۸۹)......قصاص صرف تلوار سے ہی لیا جائے

عن ابی بکرۃ عن النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال لا قود الا بالسیف

(ابن ماجہ ص ۱۹۶ بحوالہ نصب الرایہ ج ۴ ص ۳۴۱)

حضرت ابوبکرہ سے روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں کہ قصاص صرف تلوار سے ہے۔

عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لا قود الا بالسیف

حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قصاص صرف تلوار سے ہے۔

(۹۰)......ریشم کا تکیہ لگانے میں کوئی حرج نہیں

فقہ حنفی میں مرد کے لیے ریشم کا استعمال حرام ہے۔ ہم نے اس مسئلہ کی تفصیل ہدایہ پر اعتراضات کا علمی جائزہ ص ۴۲۴ تا ۴۳۳ میں کر دی ہے وہاں پر دیکھ لیں۔ مختصراً یہاں پر بھی عرض کرتے ہیں۔

موطا امام محمد مترجم ص ۴۷۲ تا ۴۷۵ باب ما یکرہ من لبس الحریر والدیباج میں ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کسی مسلمان مرد کے لیے روا نہیں کہ وہ ریشم، ریشمی کپڑا یا سونا پہنے یہ تمام چیزیں چھوٹے بڑے مردوں کے لیے ناجائز ہیں عورتوں کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں اسی طرح حربی مشرک کو بطور تحفہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ ہتھیار یا زرہ دینا جائز نہیں۔ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ہمارے عام فقہاء کا قول ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب فقہ حنفی میں مرد کے لیے ریشم کا استعمال جائز نہیں تو پھر یہ تکیہ لگانے کا جواز کیسا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ریشم سے متعلق کتب احادیث میں جو روایات مروی ہیں جب ان کا جائزہ لیا جائے تو اتنی سی گنجائش جواز کی نکل آتی ہے۔ اس لیے فقہائے احناف نے ان روایات سے جواز کا قول کیا ہے مگر بہتر استعمال نہ کرنا ہی ہے۔

(ان روایات کے لیے دیکھئے: مسلم کتاب اللباس والزینۃ)

حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جوؤں کی شکایت کی تو آپ نے ان کو جنگ کے دنوں میں ریشم پہننے کی اجازت دے دی۔ (مسلم کتاب اللباس والزینۃ)

خاص تکیہ استعمال کرنے کی روایات بھی ہدایہ میں موجود ہیں۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ریشم کے تکیہ پر ٹیک لگا کر بیٹھے ہیں۔ نیز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بستر پر ریشمی تکیہ تھا۔

(احسن الہدایہ جلد ۱۳ ص ۳۵۱)

نصب الرایہ فی تخریج احادیث ہدایہ ج ثانی ص ۲۸۳۔ اعلاء السنن جلد ۱۷ ص ۲۸۰ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر موجود ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

مؤذن بنی دواعہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا وہ ریشم کے تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ ان کے پاؤں کے پاس موجود تھے۔

(۹۱)......خچر بنانے میں کوئی حرج نہیں

احسن الہدایہ میں ہے، فرماتے ہیں کہ چوپایوں کو خصی کرنے اور گدھے کو گھوڑی پر چڑھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لیے کہ پہلے میں چوپائے اور لوگوں کا فائدہ ہے۔ اور یہ بات درست ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خچر کی سواری کی ہے۔ اگر یہ فعل حرام ہوتا تو آپ علیہ السلام خچر پر سوار نہ ہوتے کیوں کہ اس میں اس کا دروازہ کھولنا لازم آتا ہے۔

اس خچر کا نام دلدل تھا جو شاہ اسکندریہ مقوقس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ بھیجا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سواری فرمائی۔ کیوں کہ خچر ایک مضبوط جانور ہے اس سے بہت دشوار کام بھی بہ آسانی ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خچر کا ذکر اپنے انعامات کے سلسلہ میں قرآن مجید میں کیا ہے۔

سورۂ نحل آیت نمبر ۸ پارہ نمبر ۱۴ میں ہے:

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ

اور اُسی نے پیدا کیے گھوڑے اور خچر اور گدھے تاکہ تم سوار ہو ان پر اور زینت کے لیے اور وہ پیدا کرتا ہے جو تم نہیں جانتے۔

جن احادیث میں اس فعل سے منع فرمایا گیا ہے اس کا کیا مطلب ہے۔ ہم یہاں پر پہلے وہ احادیث نقل کرتے ہیں پھر اس کا صحیح مطلب بھی بیان کرتے ہیں جس سے واضح ہو جائے گا کہ احناف ان احادیث کو مانتے ہیں صرف مفہوم کا فرق ہے۔

پہلی حدیث:

روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بندہ مامور تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو کسی چیز سے خاص نہ فرمایا لوگوں کے بغیر سوا تین چیزوں کے ہم کو حکم دیا کہ ہم وضو پورا کریں اور صدقہ نہ کھائیں اور گھوڑی پر گدھا نہ چڑھائیں۔ (مشکوٰۃ باب اعداد آلۃ الجہاد فصل ثانی)

اس حدیث میں تین باتوں کا حکم ہے:

①......اہل بیت کو وضو کرنے کے وقت عام مسلمانوں سے زیادہ احتیاط کرنی چاہیے یہ

اہل بیت کی خصوصیت ہے۔

②...... اسی طرح بنی ہاشم خصوصاً اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ، فطرہ، نذر وغیرہ واجب صدقے نہیں لے سکتے اگرچہ غریب ہوں۔حتی کہ زکوٰۃ کا عامل اگر غنی بھی ہو تو زکوٰۃ سے اسے تنخواہ دی جائے گی۔لیکن اگر عامل سید ہو اسے زکوٰۃ سے اجرت بھی نہیں دے سکتے یہ ہے اس پاک وصاف نسب کی طہارت ونجابت۔

③...... تیسرا حکم یعنی ہم اہل بیت خچر نہ بنائیں خیال رہے کہ خچر بنانا بلاوجہ عوام کے لیے مکروہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور خاندان کے لیے حرام ہے کیوں کہ خچر بنانے میں اعلیٰ سے ادنیٰ حاصل کرنا ہے کہ گھوڑا اعلیٰ ہے خچر ادنیٰ۔اسی لیے جہاد میں غازی کے گھوڑے کا تو حصہ ہوتا ہے اس کے خچر کا حصہ نہیں ہوتا۔مگر چونکہ کبھی خچر بھی کام آتا ہے اس لیے خچر بنانا عام امتیوں کے لیے حرام نہیں مگر اہل بیت اطہار کے لیے حرام ہے۔

اس حدیث میں ایسے لوگوں کا رد بھی ہے جو کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باطنی علوم اہل بیت اطہار کو دے گئے جن کی خبر دوسروں کو نہیں۔(مرقات)

خیال رہے کہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے خاص فرد ہیں۔یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے ہیں اور خود ہاشمی ہیں۔

دوسری حدیث:

روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک خچر ہدیہ پیش کیا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہم بھی گدھے کو گھوڑی پر چڑھایا کرتے تو ہمارے پاس بھی اس جیسے جانور ہو جاتے۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جو جانتے نہیں۔

اس روایت سے کئی باتیں ثابت ہوئیں۔

① خچر کا ہدیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا۔

② آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس خچر پر سوار بھی ہوئے۔

③ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک آپ کو اس کی سواری مرغوب اور بھلی معلوم ہوئی جس کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خواہش ظاہر فرمائی۔

④ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جو جانتے نہیں۔"

یعنی جو لوگ احکام شرعی سے ناواقف ہیں وہ یہ کام کرتے ہیں خیال رہے کہ خچر بنانا معززین کو جائز نہیں۔

فقہ حنفی بھی صرف جواز کی حد تک قائل ہے اور جواز کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہدیہ قبول فرمایا اور اس پر سواری بھی فرمائی۔

البتہ اگر گدھا اور گھوڑی خود ایسا کرلیں اور خچر پیدا ہوجائے تو جائز ہے۔

(۹۲)......نابالغ بچوں سے خدمت کروانا منع ہے

مسئلہ کی وضاحت:

فقہ حنفی میں بچوں سے خدمت لینے کے متعلق کافی تفصیل ہے ہر حال میں منع نہیں ہے۔ منع اور مکروہ ایسی جگہ ہے جہاں پر گناہ کا خطرہ ہو یا بچوں پر ظلم ہوتا ہو۔ فقہ حنفی میں جو بعض فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔ وہاں پر ایسے بچے مراد ہیں جو "امرد" ہوں۔ امرد کہتے ہیں ایسا بے ریش لڑکا جو بلوغت کے قریب ہو۔ جب ایسے بچے سے خدمت لوگے یا اپنے پاس رکھو گے تو گناہ کا خطرہ ہوگا۔

(۱)......حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اپنی تفسیر معارف القرآن ج ۶ ص ۴۰۰ میں لکھتے ہیں:

ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ بہت سے اسلاف امت کسی امرد (بے ریش) لڑکے کی طرف دیکھتے رہنے سے بڑی سختی کے ساتھ منع فرماتے تھے۔ اور بہت سے علماء نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ (غالباً یہ اس صورت میں ہے جب کہ بری نیت اور نفس کی خواہش کے ساتھ نظر کی جائے۔)

(۲)......بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے:

حُرِمَ النَّظْرُ اِلٰی وَجْهِهَا وَجْهِ الْاَمْرَدِ اِذَا شَكَّ فِی الشَّهْوَةِ قَالَ مَشَائِخُنَا تُمْنَعُ الْمَرْءَةُ الشَّابَّةُ مِنْ كَشْفِ وَجْهِهَا بَيْنَ الرِّجَالِ فِیْ زَمَانِنَا لِلْفِتْنَةِ

یعنی اجنبی عورت اور خوب صورت بے ریش لڑکے کے چہرہ کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ اگر خوفِ شہوت ہو۔ مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ جوان عورت کو مردوں میں چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا۔ ہمارے زمانہ میں بوجہ فتنہ کے۔

(۳)...... مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی تصوف پر مشہور زمانہ کتاب عوارف المعارف کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

جس وقت محفلِ سماع میں مغنی بے ریش لڑکا ہو تو فتنہ متوجہ ہوتا ہے، تمام خدا ترس لوگوں کے نزدیک یہ سماع قطعاً حرام ہے۔ حضرت بقیہ بن ولید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''اسلاف بے داڑھی کے حسین لڑکے پر نظر ڈالنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔'' حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: ''جس نظر میں بھی نفسانی خواہش ہو، اس میں کوئی بھلائی نہیں۔'' بعض تابعین فرمایا کرتے تھے کہ میں کسی تائب نوجوان کے لیے خوفناک درندے کو اتنا خطرناک اور مہلک نہیں سمجھتا جتنا ایک بے ریش لڑکے سے اس کی مجالست کو۔

خلاصہ یہ کہ جماعت صوفیاء کے لیے اب صرف ایک ہی صورت رہ جاتی ہے' وہ یہ کہ اس قسم کی محفلوں سے پرہیز کریں اور مواضع تہمت سے بچیں۔ کیوں کہ تصوف تو سراپا صدق و حقیقت ہے۔ اسے ہرگز ہزل واستہزاء سے نہ ملائیں۔

(عوارف المعارف بهامش الاحیاء ج ۲ ص ۲۲۱ بحوالہ اسلام اور موسیقی ص ۳۲۸، ۳۲۹)

(۹۳)...... مسلمان اور ذمی کی دیت برابر ہے

عن اسامة بن زيد ان رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جعل دية المعاهد كدية المسلم

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہد کی دیت مسلمان کی دیت جیسی مقرر کی (یعنی مسلمان اور کافر دونوں دیت میں برابر ہیں) (نصب الرایہ ج ۴ ص ۳۶۷)

عن سعيد بن المسيب قال قال رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دية كل ذى عهد فى عهده الف دينار

حضرت سعید بن مسیب سے فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر ذی عہد (ذمی) کی

دیت آپ ﷺ کے زمانے میں ایک ہزار دینار تھی۔ (نصب الرایہ ج ۴ ص ۳۶۶)

(۹۴)......دیت ثابت نہیں مگر قاتل کی رضامندی سے

حنفیہ کے ہاں قتل عمد میں اولیاء مقتول کو صرف قصاص کا حق ہے۔ قاتل کی رضا کے بغیر اولیاء خود بخود اس پر دیت کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔ حنفیہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قرآن پاک کی متعدد آیات اور کئی احادیث نے یہ بات متعین کر دی ہے کہ عمداً جنایت کا اصل موجب قصاص ہی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

پہلی آیت:

یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی

اے اہل ایمان تمہارے اوپر قصاص فرض کیا گیا ہے مقتولین کے بارے میں، تو آزاد کے بدلے آزاد قتل کیا جائے گا، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت کو قتل کیا جائے گا۔ (البقرہ: ۱۷۸)

دوسری آیت:

وَكَتَبْنَا عَلَیْهِمْ فِیْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ

اور ہم نے لکھا ان پر اس تورات میں کہ بے شک جان جان کے بدلے ہے اور آنکھ آنکھ کے بدلے اور ناک ناک کے بدلے اور کان کان کے بدلے اور دانت دانت کے بدلے اور زخموں کا قصاص ہے۔ (المائدہ: ۴۵)

ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ قتل کا بدلہ قصاص میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں ربیع کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: یا انس! کتاب الله القصاص ''یعنی کتاب اللہ کا فیصلہ قصاص ہی کا ہے۔'' (مشکوٰۃ کتاب القصاص فصل اول)

ایسی ہی بعض احادیث میں مصرح ہے۔ العمد قود و الخطأ دية (نصب الرایہ

ج٤ ص ٣٢٧. ٣٢٨) ان نصوص سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قتل عمد کا اصل موجب قصاص ہے اس لیے حنفیہ کے ہاں اولیاء مقتول کو صرف اسی کا حق ہے اگر وہ اس سے انحراف کر کے کچھ اور لینا چاہتے ہیں تو چونکہ وہ شرعاً قاتل پر واجب نہیں ہے اس لیے اس کی رضا ضروری ہے۔

(۹۵)......کسی کے گھر میں جھانکنے والے کی اگر کوئی غلطی سے آنکھ نکال دے تو ضمان (دیت) دے

حدیث نمبر ا:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کسی آدمی نے تیری اجازت کے بغیر تیرے گھر میں جھانکا اور تو نے اس کو کنکر مار دیا جس سے اس کی آنکھ پھوٹ گئی تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔ (بخاری)

تشریح:

اس روایت کے الفاظ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس مسلک کی تائید کرتے ہیں کہ قصداً آنکھ کو پھوڑنا درست نہیں، البتہ اگر کنکر مارنے سے آنکھ پھوٹ جائے تو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ تاہم گناہ نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی دیت بھی لازم نہیں آئے گی کیوں کہ اس نے ناحق اس کی آنکھ پھوڑی ہے۔ چنانچہ خطا ہونے کی وجہ سے اگرچہ اس پر قصاص لازم نہیں آتا لیکن دیت بہرحال لازم آئے گی۔

حدیث نمبر ۲:

عبداللہ بن ابوبکر سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے لیے ایک فیصلہ لکھا جس میں یہ تھا کہ آنکھ کی دیت پچاس اونٹ ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ۹/۳۲۶)

(۹۶)......استنجا کے لیے جتنے مرضی ڈھیلے استعمال کرے کوئی عدد سنت نہیں

حدیث نمبر ا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ اتَّبَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَرَجَ لِحَاجَتِهِ فَكَانَ

لَا يَلْتَفِتُ فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَقَالَ ابْغِنِي أَحْجَارًا أَسْتَنْفِضْ بِهَا أَوْ نَحْوَهُ وَلَا تَأْتِنِي بِعَظْمٍ وَلَا رَوْثٍ فَأَتَيْتُهُ بِأَحْجَارٍ بِطَرَفِ ثِيَابِي فَوَضَعْتُهَا إِلَى جَنْبِهِ وَأَعْرَضْتُ عَنْهُ فَلَمَّا قَضَى أَتْبَعَهُ بِهِنَّ (بخاری، باب الاستنجاء بالحجارۃ، ج۱ ص۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ قضاء حاجت کے لیے نکلے تو میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے گیا۔ آپ ﷺ ادھر اُدھر نہیں دیکھتے تھے۔ میں آپ ﷺ کے قریب ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے پتھر تلاش کر کے لا کر دو میں ان سے استنجا کروں گا اور میرے پاس ہڈی اور گوبر نہ لانا۔ میں اپنے کپڑے میں پتھر لے کر آیا، پس وہ میں نے آپ ﷺ کے پہلو میں لا کر رکھ دیے اور آپ ﷺ سے منہ پھیر لیا۔ جب آپ ﷺ قضاء حاجت سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان پتھروں سے استنجاء کیا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈھیلوں کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے کیوں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کپڑے میں ڈھیلے لائے تھے کتنے لائے تھے اس کی تعیین نہیں ہے اور آپ ﷺ نے کتنے ڈھیلے استعمال کیے اس بات کا بھی کوئی یقین نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۲:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ قضاء حاجت کے لیے آئے اور مجھے حکم دیا کہ میں آپ ﷺ کو تین پتھر (یا مٹی کے ڈھیلے) لا کر دوں، پس مجھے دو پتھر مل گئے میں نے تیسرے پتھر کو تلاش کیا تو وہ مجھے نہیں ملا تو میں نے گوبر (کا ٹکڑا) اٹھا لیا پس وہ آپ ﷺ کے پاس لے آیا۔ آپ ﷺ نے دو پتھر لے لیے اور گوبر کو پھینک دیا اور فرمایا یہ نجس ہے۔
(بخاری، کتاب الوضوء، باب لا یستنجی بروث جلد اول)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے دو پر اکتفا فرمایا اگر تین ہی واجب ہوتے تو آپ ﷺ دو پر اکتفا نہ فرماتے۔ امام ترمذی نے اس حدیث پر باب الاستنجاء بالحجرین کا عنوان قائم کر کے یہی بتلایا ہے کہ اس واقعہ میں دو پر اکتفا فرمایا گیا۔

نوٹ:

اگر کوئی تین پتھر استعمال کرلے تو حنفی اس کو مستحب یا جائز کہتے ہیں۔ مگر واجب یا سنت موکدہ نہیں کہتے۔

(۹۷)......اگر ہڈی اور گوبر سے کوئی استنجاء کر لے تو کافی ہو جائے گا

ہدایہ میں مکمل مسئلہ اس طرح لکھا ہوا ہے اور (کوئی بھی شخص) ہڈی اور گوبر سے استنجاء نہ کرے۔اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔اور اگر کسی نے کر لیا تو کافی ہو جائے گا۔اس لیے کہ مقصود حاصل ہو چکا۔اور گوبر میں نہی کی علت نجاست ہے۔اور ہڈی میں اس کا جنات کی خوراک ہونا ہے۔شارح ہدایہ مفتی عبدالحلیم قاسمی بستوی لکھتے ہیں: کوئی بھی شخص ہڈی اور گوبر سے استنجاء نہ کرے اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔(احسن الہدایہ ج۱ص ۲۸۸)

(۹۸)......کسی خاص نماز کے لیے کسی خاص سورۃ کو مقرر کر لینا مکروہ ہے

اس مسئلہ کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب ہدایہ پر اعتراضات کا علمی جائزہ ص۳۷۳ تا ۳۷۸ میں لکھ دی ہے، تفصیل تو وہاں پر ہی ملاحظہ فرمائیں۔مختصراً یہاں پر بھی کچھ عرض کرتے ہیں۔

مفتی عبدالحلیم قاسمی صاحب لکھتے ہیں:

مسئلہ یہ ہے کہ کسی بھی نماز کے لیے قرآن کریم کے کسی خاص حصے کا پڑھنا لازم اور ضروری نہیں ہے کہ اگر اس نماز میں اس حصہ کو نہ پڑھا جائے گا تو نماز ہی درست نہیں ہو گی۔ کیوں کہ قرأت قرآن کے سلسلے میں جو آیت ہے یعنی فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ وہ مطلق ہے اور المطلق يجزى على اطلاقه کے پیش نظر پورے قرآن میں سے کہیں سے بھی قرأت کرنے سے نماز ہو جائے گی لہٰذا قرآن کے کسی بھی حصے کو خاص کرنا درست نہیں ہے۔ (احسن الہدایہ جلد دوم ص۹۵ـ۹۶)

قرآن اور بہت سی احادیث سے احناف کے نظریہ کی تائید ہوتی ہے۔ان کے خلاف ایسا نظریہ قائم کرنا درست معلوم نہیں ہوتا۔صاحب ہدایہ نے اس مقام پر مکرہ کی وجہ بھی ساتھ ہی لکھی ہے۔جس سے مسئلہ آسانی سے سمجھ آ جاتا ہے۔بہرحال فقہ حنفی کا مسئلہ قرآن کے مطابق ہے۔

(۹۹)......نمازشکرانہ یا سجدہ شکر

حدیث نمبرا:

شعثا بیان کرتی ہیں میں نے حضرت ابن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ کو دو رکعت ادا کرتے ہوئے دیکھا بعد میں انہوں نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کے وقت دو رکعت اس وقت ادا کی تھی جب (غزوہ بدر کے موقع پر) آپ کو فتح کی خوش خبری سنائی گئی (راوی کو شک ہے) یا شاید ابو جہل کے سر (لائے جانے کی خوش خبری سنائی گئی) (سنن داری جلد اول، باب فی سجدۃ الشکر)

حدیث نمبر۲:

عبداللہ بن ابی اوفٰی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ابو جہل کے سر کی خوش خبری سنائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی۔ (ابن ماجہ، باب ماجاء فی الصلوٰۃ والسجدۃ عند الشکر)

(۱۰۰)......ظہر کا آخر وقت دو مثل پر ہوتا ہے

حدیث نمبرا:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ لِلظُّهْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْرِدْ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ أَبْرِدْ حَتَّى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُولِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ

(بخاری، مواقیت الصلوٰۃ، باب الابراد بالظهر فی السفر، ج۱ ص۷۷.

ومسلم باب استحباب الابراد بالظهر، ج۱ ص۲۲٤)

حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر پر تھے موذن نے ارادہ کیا ظہر کے لیے اذان کہنے کا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھنڈے وقت میں۔ اس نے پھر اذان کہنے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا ٹھنڈے وقت میں یہاں تک کہ جب ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک گرمی کی شدت جہنم کے جوش مارنے کی وجہ سے ہے۔ جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

حدیث نمبر۲:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا عَنِ الصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ

(ترمذی، باب ما جاء فی تاخیر الظهر، ج۱ ص۴۰. نسائی، باب الابراد بالظهر، ج۱ ص۸۷. وأبو داؤد، باب فی صلوٰة الظهر، ج۱ ص۵۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب گرمی زیادہ ہو جائے تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو (یعنی تاخیر سے پڑھو) بے شک گرمی زیادہ ہونا جہنم کے جوش مارنے کی وجہ سے ہے۔

حدیث نمبر۳:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ظہر کی نماز پڑھو جب تمہارا سایہ ایک مثل ہو۔ اور عصر کی نماز پڑھو جب تمہارا سایہ دو مثل ہو۔ (مؤطا امام مالک ص۶۔ مصنف عبدالرزاق ج۱ص۵۴۲)

(۱۰۱)......نہ قیدیوں کا بدلہ لیا جائے اور نہ ان پر احسان کیا جائے

مسئلہ کی وضاحت:

جن روایات میں قیدیوں پر احسان کرنے کا ذکر ہے وہ پہلے زمانہ کی ہیں۔ کیوں کہ شروع اسلام میں کفار قیدیوں کو احسان کر کے چھوڑ دینا جائز تھا۔ پھر منسوخ ہو گیا۔ یہی مذہب ہے امام ابوحنیفہ، مالک و احمد رحمہم اللہ کا۔ فقہائے احناف فرماتے ہیں کہ یہ احادیث اس آیت کی وجہ سے منسوخ ہیں۔

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ

''یعنی قتل کرو مشرکوں کو جہاں پاؤ تم ان کو۔'' (التوبہ:۵)

دوسری آیت:

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً ''اور تم لڑو مشرکوں سے اکھٹے۔'' (التوبہ:۳۶)

(۱۰۲)......کسی نابالغ یا بالغ کو دریا میں غرق کیا تو قصاص نہیں

فقہ حنفی میں ایسے مجرم پر دیت اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

(بنایہ شرح ہدایہ ج۱۲ص۱۲۹)

امام صاحب کے نزدیک قصاص نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پانی سے واقع ہونے والا قتل یقیناً شبہ عمد ہوگا اور شبہ عمد میں دیت واجب ہوتی ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

عن علی قال قتیل السوط و العصا شبه عمد

(مصنف ابن ابی شیبة ج۵ ص۳۴۸، مصنف عبد الرزاق حدیث ۱۷۱۹۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوڑے اور لاٹھی کا مقتول شبہ عمد ہے۔

صاحب ہدایہ نے جو (حدیث من غرق غرقناه) امام شافعی کی دلیل کے طور پر نقل کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع متصل نہیں ہے بلکہ یہ حدیث کے راوی زیاد کا اپنا کلام ہے۔ اور ایسی حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ اس حدیث کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ہم اس حدیث کو مان بھی لیں تو یہ حدیث سیاست مدنیہ پر محمول ہوگی۔

(احسن الہدایہ ج ۱۵ ص ۵۵)

(۱۰۳)......میاں بیوی کے درمیان قصاص نہیں سوا قتل کے

اس مسئلہ کی تشریح اس طرح ہے کہ مرد نے عورت کی جان کو قتل کیا تب تو عورت کا قصاص مرد سے لیا جائے گا۔ اور مرد کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ لیکن مرد نے عورت کا ہاتھ کاٹا، پاؤں کاٹا، یا ناک کاٹی تو ان میں قصاص کے طور پر مرد کا ہاتھ، پاؤں، ناک نہیں کاٹے جائیں گے بلکہ دیت لازم ہوگی۔ حدیث میں آتا ہے۔

عن حماد قال لیس بین الرجل و المرأة قصاص فیما دون النفس فی العمد. (مصنف ابن ابی شیبة ج۵ ص۴۱۰)

حضرت حماد نے فرمایا مرد اور عورت کے درمیان قصاص نہیں ہے نفس کے علاوہ میں قطع عمد میں۔

اس اثر سے معلوم ہوا کہ جان کے علاوہ کو جان بوجھ کر زخمی کیا تو اس میں قصاص نہیں دیت ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے:

(احسن الہدایہ جلد ۱۵ ص ۷۰، ۷۱، احکام جنایات کے بیان میں)

(۱۰۴)......مسلمان اگر کسی نصرانی کو شراب کی خرید وفروخت پر لگائے تو اس کی آمدنی مسلمان کے لیے جائز ہے

عن سويد بن غفلة قال بلغ عمر بن الخطاب ان ناسًا ياخذون الجزية من الخنازير وقال بلال انهم ليفعلون فقال عمر لا تفعلوا ولوهم بيعها.

(اعلاء السنن جلد١٤ ص١١١)

حضرت سوید بن غفلہ فرماتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی کہ لوگ خنزیروں کا جزیہ لیتے ہیں۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ لوگ ایسا کرتے تھے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم ایسا مت کرو اور ان کو خنزیروں کی بیع کا مالک بنادو۔ (یعنی وہ خنزیر بیچیں اور تم ان سے قیمت وصول کرلیا کرو۔)

عن سويد بن غفلة ان بلال قال لعمر بن الخطاب ان عمالك ياخذون الخمر والخنازير في الخراج. فقال لا تاخذوها منهم ولكن ولوهم بيعها وخذوا انتم من الثمن (اعلاء السنن جلد نمبر١٤ ص١١١. ١١٢)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کے عمال خراج (ٹیکس) میں شراب اور خنزیر لیتے ہیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ان سے یہ مت لو بلکہ تم ان کو بیع کا مالک بنادو اور تم ان سے ثمن لے لیا کرو۔

(۱۰۵)......تعزیر کا حکم

ہمارے ہاں وہ حدیث منسوخ ہے جس میں آتا ہے کہ دس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائیں جائیں۔ امام مالک کے ہاں زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے۔ بہتر یہ ہے حاکم انتالیس کوڑے تک تعزیر لگا سکتا ہے۔ یعنی غلام کی سزا قذف چالیس کوڑے ہے اس سے کم رکھے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک ۷۵ کوڑے تک لگا سکتا ہے۔ یعنی آزاد کی سزا تہمت اسی کوڑے ہے اس سے کم رکھے یہ استحبابی حکم ہے۔

ورنہ اگر ضروری سمجھے تو حد سے زیادہ بھی لگائے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معن ابن

زائدہ کو دھوکہ دہی کی سزا میں ایک سو کوڑے لگائے اور قید بھی کیا کچھ روز کے بعد ایک سو کوڑے اور لگائے کچھ دن بعد ایک سو کوڑے اور لگائے غرضیکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یہ عمل بتا رہے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ (مرقات) یہ گفتگو اس صورت میں ہے کہ قاضی جنس حد سے سزا دے اگر دوسری جنس سے سزا دے تو تعزیر میں قتل بھی جائز ہے۔

مشکوٰۃ شریف کی حدیث ابن عباس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فاضربوہ عشرین کا حکم فرمایا ہے۔ مکمل حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص کسی (مسلمان) کو کہے اے یہودی تو اس کو بیس کوڑے مارو اور اگر مخنث کہے تب بھی اس کو بیس کوڑے مارو اور جو شخص محرم عورت سے زنا کا مرتکب ہو اس کو مار ڈالو۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بطور تعزیر بیس کوڑے بھی مارے جا سکتے ہیں اور قتل بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس حدیث کا آخری جملہ ''جو شخص محرم عورت سے زنا کا مرتکب ہو اس کو مار ڈالو'' میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ حضرت امام احمد نے اس ارشاد کے ظاہری مفہوم پر عمل کیا ہے جب کہ جمہور علماء کے نزدیک اس کا ظاہری مفہوم مراد نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق صرف زجر وتہدید سے ہے بعض حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ یہ ارشاد اس بات پر محمول ہے کہ جو شخص حلال اور ہلکا جان کر کسی محرم عورت سے زنا کرے اس کو مار ڈالا جائے ورنہ محرم عورت کے ساتھ زنا کا بھی وہی حکم ہے جو دوسری عورتوں کے ساتھ زنا کا ہے۔ اگر زانی محصن (شادی شدہ) ہو تو اس کو سنگسار کیا جائے اور اگر غیر محصن (کنوارا) ہو تو سو کوڑے مارے جائیں۔ کیوں کہ زنا زنا ہی ہے اس لیے ایسے مجرم کو بھی ایسی سزا ملے گی جو قرآن وسنت میں زانی کے لیے مقرر ہے۔

فہرست کتب

نام کتاب	قیمت
1 ---- امام ابوحنیفہ پر اعتراضات کے جوابات	
2 ---- فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات	
3 ---- حقائق الفقہ بجواب حقیقت الفقہ	
4 ---- آفتاب محمدی بجواب شمع محمدی (۲ جلدیں)	
5 ---- اہل سنت کی تصنیفی خدمات کی ایک جھلک	
6 ---- فتاویٰ عالمگیری پر اعتراضات کے جوابات	
7 ---- ہم اہل سنت والجماعت کیوں ہیں	
8 ---- دلائل احناف (مجموعہ احادیث)	
9 ---- بہشتی زیور پر اعتراضات کے جوابات	
10 ---- تکبیرات العیدین مع قربانی کے تین دن	
11 ---- ننگے سر نماز	
12 ---- جرابوں پر مسح	
13 ---- مسائل اربعہ (مرد و عورت کی نماز میں فرق)	
14 ---- بیس تراویح کا ثبوت	
15 ---- فرض نماز کے بعد دعا کا ثبوت	
16 ---- رسائل پیر جی	
17 ---- مجموعہ وظائف (پنج سورہ شریف)	
18 ---- فیضان مصطفیٰ (مجموعہ درود شریف)	
19 ---- خاص خاص سورتیں اور ان کے فضائل	
20 ---- فضائل سادات مع تذکرہ اولیاء سادات	
21 ---- مسائل قربانی قرآن وسنت کی روشنی میں	
22 ---- ہدایہ پر اعتراضات کا علمی جائزہ	
23 ---- احادیث مصطفیٰ ﷺ اور مسلک احناف	
24 ---- شجرات طریقت	

مصنف ابن ابی شیبہ

میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی

بیالیس (۴۲) روایات

امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کے استاد حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مصنف ابن ابی شیبہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے جو روایات نقل کی ہیں ان میں سے بیالیس (۴۲) روایات اس رسالہ میں جمع کی گئی ہیں۔

تالیف

مولانا علی معاویہ بہاری

ناشر

احسان خان مکان نمبر C124 بلاک بہاری کالونی گوجرانوالہ

0332-8573411 - 0343-4863345

نام کتاب: .... مصنف ابن ابی شیبہ میں امام ابوحنیفہ سے مروی ۴۲ روایات

تالیف : .... مولانا علی معاویہ بہاری

کمپوزنگ: .... ماہیر گرافکس 0300-0074745

ٹائٹل : .... حافظ محمد مجاہد 0333-8276791

صفحات : 32

اشاعت : .... اکتوبر 2018

قیمت

ملنے کا پتہ

(۱)......احسان خان مکان نمبر 124 C بلاک بہاری کالونی گوجرانوالہ

(۲)......مکتبہ امام اہل سنت مرکزی جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ

(۳)......مکتبہ اہل سنت مرکز اہل سنت چک 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مؤلف

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد! زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ساتھ فتنوں کا دروازہ بڑھتا جا رہا ہے اور ہر خواہش پرست کی یہ آرزو ہے کہ مذہب اسلام کی پابندی سے آزادی حاصل کر لی جائے اور اپنی ناقص رائے پر عمل کیا جائے۔ سلف صالحین کے علمی کارناموں کو پس پشت ڈال دیا جائے اور لوگوں کا ان پر سے اعتماد ہٹا کر انہیں آزاد کر دیا جائے۔ انہیں سلف میں سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی بھی ہے۔ جن کو مختلف طریقوں سے تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ ایک تنقید امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر یہ کی جاتی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ محدث نہیں تھے۔ انہیں ائمہ حدیث میں شمار کرنا غلط ہے انہیں صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں۔ حالانکہ یہ اعتراض محض تعصب کی بنا پر ہے کیوں کہ امام صاحب کی مرویات اور حدیث میں ان کے اساتذہ اور شاگردوں کے متعلق بہت سی کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں اور اسی سلسلہ میں راقم اثیم کی کتاب ثنائیات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اللہ کے فضل و کرم سے شائع ہو چکی ہے۔

قارئین ضرور مراجعت فرمائیں تا کہ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حدیث میں کتنا بڑا مقام ہے اور محدثین کی ان کے بارے میں کیا رائے ہے۔ اور دوسرا اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ متروک الروایات ہیں اگر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اتنے ہی بڑے محدث ہوتے تو دیگر محدثین بالعموم اور صحاح ستہ والوں نے بالخصوص اپنی کتابوں میں ان سے روایات کیوں نہیں لیں۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر کسی کے محدث ہونے کا معیار یہی ہے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ باوجودیکہ دنیا نے انہیں امام المحدثین تسلیم کیا ہے۔ ان کے اپنے ہی شاگرد امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد نے اپنی کتابوں میں ان سے کوئی بھی روایت نہیں لی تو کیا اب امام بخاری کے محدث ہونے کا بھی انکار کر دیا جائے گا۔

دوسری بات یہ کہ یہ اعتراض محض لاعلمی اور کم فہمی کی بنیاد پر ہے اگر ضد اور تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں تو یہ بات واضح طور پر نظر آئے گی کہ صحاح ستہ والوں نے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت لی ہے جیسا کہ نسائی جلد نمبر ا ص ۴۳ باب ذکر لاغتسال من الحیض میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی روایت موجود ہے۔ امام نسائی نے اپنی دوسری کتاب سنن کبریٰ میں بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں لی ہیں اور امام ترمذی نے اپنی کتاب العلل (جو علل ترمذی کے نام سے مشہور ہے) کے اندر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے۔

(ملحق جامع الترمذی جلد ۲ ص ۳۳۳ بحوالہ امام ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۲۲۹)

ان حضرات کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایات کو جمع کیا ہے۔ جن میں حافظ ابن ابی شیبہ اور امام عبدالرزاق زیادہ مشہور ہیں۔

ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کا کام اہتمام کیا ہے کہ جس جس محدث نے اپنی کتاب میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے روایات نقل کی ہیں ان کو اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کریں۔ جس کی ابتدا حافظ ابن ابی شیبہ کی کتاب مصنف ابن ابی شیبہ سے کی جارہی ہے اس کے علاوہ مصنف عبدالرزاق کی ۶۹ روایتیں جو احقر نے جمع کی ہیں اس رسالہ کے بعد ان شاء اللہ اس کو شائع کرنے کا ارادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ احقر کو مزید دین کی خدمت اخلاص کے ساتھ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اسے اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے آمین۔ زیر نظر رسالہ بھی اسی بات کی عکاسی کرتا ہے۔ ہم نے اس رسالہ میں مصنف ابن ابی شیبہ کی بیالیس (۴۲) روایتیں جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے مروی ہے، جمع کردی ہیں اور اس بات کو واضح کردیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ متروک الروایت نہیں ہیں بلکہ محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ روایات لی ہیں۔

اس رسالہ کو ہم نے دو ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے باب میں حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ کے مختصر حالات کو ذکر کیا ہے تاکہ عوام الناس کے سامنے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علمی مقام اور ان کی کتاب مصنف کی حیثیت محدثین کے نزدیک کیا ہے واضح ہوجائے اور دوسرے باب میں مصنف ابن ابی شیبہ کی وہ بیالیس (۴۲) روایتیں جو ہمیں مل سکی ہیں۔ ممکن ہے کہ اور بھی ہوں انہیں متن اور ترجمہ کے ساتھ ذکر کردیا ہے۔

اہل علم حضرات سے درخواست ہے کہ زیر نظر رسالہ میں کسی بھی قسم کی کوئی بھی غلطی دیکھیں تو ضرور مطلع فرمائیں ہم آپ کے بے حد مشکور ہوں گے تاکہ اگلے ایڈیشن میں تصحیح کی جاسکے۔ شکریہ!

اللہ رب العزت ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے دلوں میں سلف صالحین کی محبت اور اتباع کا جذبہ پیدا فرمائے اور ان کے ساتھ سوء ظن سے محفوظ رکھے۔ آمین!

راقم اثیم

علی معاویہ بہاری

۱۳ رمحرم الحرام ۱۴۴۰ھ بمطابق ۲۴ ستمبر ۲۰۱۸ء

﴿باب اول﴾

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے استاد

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ

کے مختصر حالات زندگی

نام ونسب:

عبداللہ نام، ابوبکر کنیت اور نسب نامہ یہ ہے عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، ابراہیم بن عثمان بن خواستی۔

ابن ابی شیبہ ۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے ان کا وطن واسطہ ہے اور وہ قبیلہ بنوعبس کے مولیٰ تھے ان کا خاندان علمی حیثیت سے ممتاز تھا ان کے دادا ابوشیبہ جن کے نام سے وہ مشہور ہوئے ایک صاحب علم بزرگ تھے اور تیئیس سال تک منصور کے زمانہ میں واسطہ میں منصب قضا پر فائز رہے۔ ابوشیبہ کے فرزند محمد کو بھی علم وفن سے اشتغال تھا، وہ فارس کے قاضی تھے: ان کے تین صاحبزادے، عبداللہ، عثمان، قاسم، اکابر محدثین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ابوبکر کا خاندان بعد میں کوفہ میں آباد ہو گیا تھا۔ اس لیے بعض لوگوں نے ان کو یہیں کا باشندہ بتایا ہے۔ کوفی، واسطی، عبسی ان کی مشہور نسبتیں ہیں۔ (تذکرۃ المحدثین جلد نمبر ا ص ۸۵ ناشر نیشنل بک فاؤنڈیشن)

تعلیمی اسفار:

حافظ ابن ابی شیبہ کے بعض مشائخ کے علاوہ اکثر کا وطن کوفہ اور واسطہ ہے۔ لیکن دوسرے مراکز حدیث کے محدثین سے بھی انہوں نے استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ بغداد میں ان کے قیام اور درس وتدریس کی تصریح بہت سے مورخین نے کی ہے۔ (تاریخ بغداد جلد ا بحوالہ تذکرۃ المحدثین جلد ا ص ۸۶)

اساتذہ اور شیوخ:

حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ نے جن نامور محدثین سے علم حاصل کیا ان کا تذکرہ حافظ مزی نے اپنی کتاب تہذیب الکمال میں کیا ہے۔ جن میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ (۱) احمد بن اسحاق الحضرمی (۲) احمد بن عبداللہ (۳) احمد بن عبدالملک بن واقد الحرانی (۴) احمد بن المفضل

الحضرمی (۵) اسحاق بن سلیمان رازی (۶) اسحاق بن منصور سلولی (۷) اسحاق بن یوسف ازرق (۸) اسماعیل بن علیہ (۹) اسماعیل بن عیاش (۱۰) اسود بن عامر بن شاذان (۱۱) بکر بن عبدالرحمٰن الکوفی قاضی (۱۲) جریر بن عبدالحمید (۱۳) جعفر بن عون (۱۴) حاتم بن اسماعیل المدنی (۱۵) حسن بن موسیٰ الاشیب (۱۶) حسین بن علی الجعفی (۱۷) حسین بن محمد المروزی (۱۸) حفص بن غیاث (۱۹) ابواسامہ حماد بن اسامہ (۲۰) حماد بن خالد الخیاط (۲۱) حمید بن عبدالرحمٰن الرواسی (۲۲) خالد بن مخلد القطوانی (۲۳) خلف بن خلیفہ (۲۴) زکریا بن عدی (۲۵) زیاد بن ربیع یحمدی (۲۶) سفیان بن عیینہ (۲۷) سلیمان بن حرب (۲۸) ابو خالد سلیمان بن حیان الاحمر (۲۹) ابو داؤد سلیمان بن داؤد طیالسی (۳۰) سوید بن عمر الکلبی (۳۱) ابو لاحوص سلام بن سلیم (۳۲) شابہ بن سوار (۳۳) شریک بن عبداللہ نخعی (۳۴) ابو عاصم ضحاک بن مخلد (۳۵) عبادہ بن عوام (۳۶) عبداللہ بن ادریس (۳۷) عبداللہ بن بکر سہمی (۳۸) عبداللہ بن مبارک (۳۹) عبداللہ بن نمیر (۴۰) عبداللہ بن یزید المقری (۴۱) عیسیٰ بن یونس (۴۲) ابونعیم فضل بن دکین (۴۳) مصعب بن مقدام (۴۴) مطلب بن زیاد (۴۵) معاویہ بن ہشام (۴۶) ہشیم بن بشیر (۴۷) ہوذہ بن خلیفہ (۴۸) وکیع بن جراح (۴۹) یحییٰ بن یمان (۵۰) یزید بن ہارون (۵۱) ابوبکر بن عیاش (۵۲) یحییٰ بن سعید قطان وغیرہ

(تہذیب الکمال جلد ۱۶ ص ۳۵ موسۃ الرسالہ بیروت، کذافی التہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۲ مطبوعہ حیدرآباد دکن)

نوٹ:

ابن ابی شیبہ کے ان مندرجہ ذیل اساتذہ کرام میں سے اسحاق بن یوسف ازرق، جعفر بن عون، ابو عاصم ضحاک بن مخلد، عبادہ بن عوام، عبداللہ بن مبارک، عبداللہ بن یزید المقری، عیسیٰ بن یونس، ابونعیم فضل بن دکین، مصعب بن مقدام، ہشیم بن بشیر، ہوذہ بن خلیفہ، وکیع بن جراح، یحییٰ بن یمان اور یزید بن ہارون یہ تمام حضرات حدیث میں امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔

(تہذیب الکمال جلد ۲۹ ص ۴۲۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ، بیروت، تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۴۴۹ حیدرآباد دکن)

تو اس اعتبار سے امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کے استاد حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ امام

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک واسطہ سے شاگرد ہوئے۔

تلامذہ:

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ سے جن محدثین نے حدیث کا علم حاصل کیا ہے ان میں سے بعض مشہور شاگردوں کے نام حسب ذیل ہیں (۱) امام بخاری (۲) امام مسلم (۳) امام ابوداؤد (۴) امام ابن ماجہ (۵) امام نسائی (۶) ابراہیم بن ابوبکر بن ابی شیبہ (۷) امام احمد بن حنبل (۸) محمد بن سعد (۹) ابوزرعہ (۱۰) عبداللہ بن احمد بن حنبل (۱۱) یوسف بن یعقوب نیشاپوری وغیرہ

(تہذیب الکمال جلد ۱۶ ص ۳۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ، بیروت، تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۳ حیدرآباد دکن)

امام بخاری نے صحیح بخاری میں تیس اور امام مسلم نے صحیح مسلم میں ایک ہزار پانچ سو چالیس حدیثیں حافظ ابن ابی شیبہ کی سند سے نقل کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۴ حیدرآباد دکن)

بخاری شریف میں حافظ ابن ابی شیبہ کی سند سے چند روایتیں جو احقر کی نظر سے گزری ہیں ان کے مقام کی نشان دہی عوام کی سہولت کے لیے ہم یہاں پر کرتے ہیں۔

(۱) بخاری جلد ۱ ص ۱۶۲ باب لا یرد السلام فی الصلوٰۃ

(۲) جلد نمبر ۱ ص ۲۶۳ باب اذا افطر فی رمضان ثم طلعت الشمس

(۳) ص ۲۷۴ باب الاعتکاف فی العشر الاوسط من رمضان

(۴) ص ۴۱۱ باب الدعاء علی المشرکین بالهزیمة والزلزلة

(۵) ص ۵۴۷ باب موت النجاشی

(۶) بخاری جلد ۲ ص ۵۶۴ باب عدۃ اصحاب بدر

(۷) ص ۵۸۱ باب اذ ہمت طائفتان منکم ان تفشلا

(۸) ص ۵۹۰ باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب

(۹) ص ۶۲۵ باب ذہاب جریر الی الیمن

(۱۰) ص ۶۴۱ باب مرض النبی ووفاتہ

(۱۱) ص ۷۴۳ سورۃ اذا جاء ونصر اللہ فتح

(۱۲) ص ۸۳۸ باب نقیع التمر مالم یُسْکِر

(۱۳)ص۸۴۷باب النھی تمنی المریض الموت

(۱۴)ص۸۴۸باب الحبة السوداء

(۱۵)ص۸۵۶باب مسح الراقی فی الوجع بیدہ الیمنی

(۱۶)ص۹۵۵باب فضل الفقر

اعتراف کمال:

حافظ ابن ابی شیبہ کے ہم عصر علماء، نامور محدثین کو بھی ان کے علم جامعیت اور فن حدیث میں مہارت کا اعتراف ہے۔ چنانچہ ابوعبید قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ حدیث کا علم چار شخصوں پر آ کر منتہی ہوا۔ جن میں ابوبکر ابن ابی شیبہ تو حسن ادا میں، اور احمد بن حنبل تفقہ میں، اور یحیٰ بن معین جامعیت میں اور علی بن مدینی وسعت معلومات میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ عمرو بن علی فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ابی شیبہ سے بڑھ کر حدیث کا حافظ نہیں دیکھا اور صالح بن محمد البغدادی فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کو میں نے پایا ان میں حدیث اور علل کے سب سے بڑے عالم علی بن مدینی اور تصحیف مشائخ کو سب سے زیادہ جاننے والے یحیٰ بن معین اور مذاکرہ کے وقت سب سے زیادہ یادداشت رکھنے والے ابوبکر ابن ابی شیبہ ہیں۔

(تہذیب الکمال جلد ۱۶ ص ۴۰ موسسہ الرسالہ بیروت)

تصنیفات:

تصنیفی حیثیت سے ابن ابی شیبہ باکمال مصنف تھے۔ مصنفین اور تذکرہ نگاروں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی متعدد تصنیفات تھیں لیکن وہ سب معدوم اور نایاب ہیں ابن ندیم نے ان کی حسب ذیل کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ (۱) کتاب السنن فی الفقہ (۲) التفسیر (۳) کتاب التاریخ (۴) کتاب الفتن (۵) کتاب صفین (۶) کتاب الجمل (۷) کتاب الفتوح (۸) کتاب المسند۔ لیکن عام مورخین ان کی چار کتابوں کا ذکر کرتے ہیں (۱) مسند (۲) تفسیر (۳) کتاب الاحکام (۴) مصنف، آخری دونوں کتابوں کا ابن ندیم نے ذکر نہیں کیا اس طرح ابن ابی شیبہ کی کتابوں کی تعداد دس ہو جاتی ہے۔ مسند کے متعلق ملا چلپی نے لکھا ہے کہ وہ ایک بڑی ضخیم کتاب ہے۔ تذکرۃ المحدثین جلد ۱ ص ۸۸ ناشر نیشنل بک فاؤنڈیشن)

ان تمام تصانیف میں سے مسند اور مصنف (ابن ابی شیبہ) زیادہ مشہور ہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ:

امام ابوبکر بن ابی شیبہ کی یہ سب مشہور کتاب ہے اس کی وجہ سے ان کو بہت ہی زیادہ شہرت نصیب ہوئی چنانچہ مصنفؒ کی خصوصیت اور اہمیت کو بیان کرتے ہوئے مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصنف (ابن ابی شیبہ) کا شمار حدیث کی ان چند بے مثال تالیفات میں ہے کہ جو اسلام کا کارنامہ فخر خیال کی جاتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر دمشقی، البدایہ والنہایہ میں ابن ابی شیبہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وَصَاحِبُ الْمُصَنَّفُ الَّذِیْ لَمْ یُصَنِّفْ اَحَدٌ مِثْلَہٗ قَطُّ لاَ قَبْلَہٗ وَلاَ بَعْدَہٗ (جلد ۱۰ ص ۳۱۵)

یہ اس مُصَنَّفْ (کتاب) کے مصنف ہیں کہ اس کی مثل کسی نے بھی تصنیف نہیں کی نہ ان سے پہلے نہ ان کے بعد۔ اور حافظ ابن حزم اندلسی نے اس کتاب کو عظمت کے اعتبار سے مؤطا امام مالک سے بھی مقدم رکھا ہے۔

مصنف (ابن ابی شیبہ) میں صرف احادیث احکام کو جمع کیا گیا ہے۔ یعنی جن سے کوئی فقہ کا مسئلہ معلوم ہو سکے۔ اور یہ اس کتاب کا خاص امتیاز ہے کہ اس میں کسی مذہب فقہی کے ساتھ کوئی ترجیحی سلوک روا نہیں رکھا گیا بلکہ اہل حجاز اور اہل عراق دونوں کی جتنی روایات مصنف کو مل سکیں ان سب کو نہایت ہی غیر جانبداری کے ساتھ یکجا جمع کر دیا ہے۔ جس سے ہر فقیہ کو نہایت آسانی کے ساتھ بغیر کسی تاثر کے اس مسئلہ کے بارے میں آزادی کے ساتھ رائے قائم کرنے کا موقع باقی رہتا ہے۔ افسوس ہے کہ بعد کے مصنفین ابن ابی شیبہ کے اس غیر جانبدارانہ طرز کو قائم نہ رکھ سکے اور انہوں نے اپنی تصانیف میں یا تو صرف اپنے ہی مذہب فقہی کی روایات کے درج کرنے پر اکتفا کی یا دوسرے مذاہب کی روایات اگر ذکر کیں تو جہاں تک ممکن ہو سکا ان پر جرح بھی کر ڈالی جس کی وجہ سے جب تک قدماء کی کتابیں پیش نظر نہ ہوں کسی مسئلہ پر غیر جانبداری کے ساتھ رائے قائم کرنا دشوار ہو گیا۔

حدیث کی بعض متداول کتابوں کے مطالعہ سے جو ظاہر بینوں کو مذہب حنفی سے عقیدت کم ہو جاتی ہے اس کی اصل وجہ یہی ہے۔ بہر حال قدماء کی تصانیف میں احادیث احکام پر یہ جامع ترین کتاب ہے۔ دوسری ایک اور اہم خصوصیت اس کتاب کی یہ ہے کہ اس میں حدیث نبوی کے پہلو بہ پہلو صحابہ اور تابعی کے اقوال وفتاویٰ بھی درج ہیں جس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہر حدیث

کے متعلق ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ اس پر سلف امت کی تلقی رہی ہے یا نہیں اور دور صحابہ و تابعین میں اس روایت پر عمل درآمد تھا یا نہیں اور یہ اس کتاب کی وہ مخصوص افادیت ہے کہ جس میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتی اور یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب فقہاء محدثین میں برابر متداول چلی آتی ہے۔ چنانچہ کتب حدیث وفقہ کی وہ شروح کہ جن میں احادیث احکام سے بحث کی جاتی ہے ان میں شاید ہی کوئی کتاب ایسی ملے گی جن میں اس کے حوالے درج نہ ہوں اور اس کی احادیث پر بحث نہ ہو۔
(ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۴۶)

(۲) اسی طرح صاحب کشف الظنون مصنف (ابن ابی شیبہ) کا تعارف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وَهُوَ كِتَابٌ كَبِيرٌ جِدًّا جَمَعَ فِيهِ فَتَاوىٰ التَّابِعِينَ وَأَقْوَالَ الصَّحَابَةِ وَأَحَادِيثَ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى طَرِيقَةِ الْمُحَدِّثِينَ بِالْأَسَانِيدِ مُرَتَّبًا عَلَى الْكُتُبِ وَالْأَبْوَابِ عَلٰى تَرْتِيبِ الْفِقْهِ

(کشف الظنون جلد۲ ص۴۵۱، بحوالہ المصنفات فی الحدیث ص۲۵۲ و امام ابن ماجۃ اور علم حدیث ص۴۶)

ترجمہ: یہ مُصَنَّفْ (ابن ابی شیبہ) ایک بہت بڑی کتاب ہے امام ابوبکر ابن ابی شیبہ نے اس کو فقہی ترتیب پر کتب اور ابواب کے عنوان دے کر مرتب کیا اور اس میں محدثین کے طریقہ پر اسانید کے ساتھ فتاویٰ تابعین، اقوال صحابہ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کردیا ہے۔

(۳) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی مصنف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ترتیب اور تہذیب کے اعتبار سے بھی یہ کتاب ان کے ہم عصروں سے امتیاز تام رکھتی ہے۔
روض الریاحین ص۸۲ بحوالہ اطراق الواضحہ الی الکتب النافعہ ص۵۱

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب مصنف میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں مستقل ایک باب قائم کیا ہے جس میں ۱۲۵ مسائل درج کرکے یہ دعویٰ کیا ہے کہ احادیث سے تو یہ ثابت ہے اور امام ابوحنیفہ کا فتویٰ اس کے خلاف ہے تو حافظ صاحب کے اس باب کے متعلق بجائے اس کے کہ ہم خود کچھ کہتے بلکہ اپنے اکابر کا تبصرہ آپ کے سامنے رکھتے ہیں جو اس کے لیے کافی ہے۔ اس باب کے بارے میں مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ قدر تفصیل سے بیان فرماتے ہیں

اہل علم بینوں کواس پر تعجب نہ ہونا چاہیے۔اجتہادی مسائل میں اختلاف ناگزیر ہے اور ہر فریق کو دوسرے کے مسائل پر تنقید کا پورا پورا حق حاصل ہے۔اگر کسی فن میں تنقید کو ممنوع قرار دیا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ فن کبھی ترقی نہیں کرسکتا۔مسلمانوں نے فن استنباط اور اجتہاد کو جو اس درجہ اوج کمال پر پہنچایا کہ زندگی کے ہر مسئلہ کا حل وہ شریعت کی روشنی میں تلاش کر لیتے ہیں اور ان کا قانون فقہ ہر حیثیت سے مکمل اور جامع ہے اس کی اصل وجہ ان کی یہی علمی بحث وتمحیص ہے جس سے نصوص پر غور کرنے اور ان سے استنباط مسائل کے سارے طریقے منقح ہو کر اور نکھر کر امت کے سامنے آ گئے۔زمانہ سلف میں اکثر ائمہ نے ایک دوسرے کے مسائل پر تنقید اور اعتراض کیا ہے۔

امام لیث بن سعد کا بیان ہے کہ میں نے امام مالک کے ستر مسئلے ایسے شمار کیے کہ جو سب کے سب سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے چنانچہ میں نے اس بارے میں ان کو لکھ کر بھیج دیا ہے۔(جامع بیان العلم جلد۲ص ۱۴۸ طبع مصر)

خود امام شافعی نے امام مالک کی تردید میں مستقل کتاب لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ ان کے بہت سے مسائل احادیث کے خلاف ہیں۔امام رازی نے مناقب الشافعی میں اس کتاب کا دیباچہ نقل کیا ہے۔حافظ ابن حزم اندلسی جو ارباب ظواہر کے امام ہیں اپنی کتاب مراتب الدیانہ میں لکھتے ہیں کہ موطا میں ستر سے اوپر ایسی حدیثیں ہیں کہ جن پر خود امام مالک نے عمل نہیں کیا۔ (تدریب الراوی ص ۳۳)

اور بعض مغاربہ نے ایک مستقل کتاب میں ان مسائل کو جمع بھی کر دیا ہے کہ جن میں مالکیہ کا عمل موطا کی احادیث کے صریحاً خلاف ہے۔محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم مالکی نے جو مصر کے مشہور فقیہ اور محدث تھے اور امام شافعی کے بھی شاگرد رہ چکے تھے۔امام شافعی کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام ''الرد علی الشافعی فیما خالف فیہ الکتاب والسنۃ'' یعنی ان مسائل میں شافعی کا رد جن میں ان سے کتاب وسنت کے خلاف ہوا ہے۔(طبقات الشافعیہ الکبریٰ جلد ا ص ۲۲۴)

لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ العیاذ باللہ یہ سب ائمہ حدیث کی مخالفت کہا کرتے تھے نہیں اگر ایسا کرتے تو ان کی امامت کیا خود ان کے اسلام پر کلام ہوتا۔بات یہ ہے کہ یہ اجتہادی مسائل ہیں اور ان میں نہیں کہ جو روایت ایک کے نزدیک قابل قبول ہو دوسرے کے نزدیک بھی ہو، ہو سکتا ہے کہ اس کے علم میں اس کی سند میں کوئی خرابی موجود ہو یا اس کی تحقیق میں وہ منسوخ ہو یا پھر اس کے ذہن میں اس کی کوئی توجیہ ہو۔چنانچہ حافظ ابن ابی شیبہ کے اس باب ہی کو لے لیجیے اور

جن ائمہ حدیث نے اس کا جواب لکھا ہے وہ بھی اٹھالیجیے اور پھر خود فیصلہ کیجیے کہ ان مسائل میں امام ابوحنیفہ کا مذہب حدیث کے مخالف ہے یا ابن ابی شیبہ کے مذہب فقہی کے ہمیں اب تک جن علماء کے متعلق یہ معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے ابن ابی شیبہ کے اعتراضات کا مفصل جواب لکھا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) حافظ عبدالقادر قرشی مصنف جواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ ان کی تصنیف کا نام ہے الدر المنفیہ فی الرد علی ابن ابی شیبہ فیما اورده علی ابی حنیفہ

(۲) حافظ قاسم بن قطلو بغا المتوفی ۸۷۹ھ ان کی کتاب کا نام الاجوبہ المنفیہ عن اعتراضات ابن ابی شیبہ علی ابی حنیفہ

(۳) علامہ محمد زاہد کوثری المتوفی ۱۳۷۱ھ ان کی تصنیف کا نام النکت الطریقه فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبة علی ابی حنیفة یہ کتاب مصنف کی حیات ہی میں ۱۳۶۵ھ میں مصر سے طبع ہو کر اہل علم کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے۔ (امام ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۴۷)

(۴) حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ کے ۱۲۵ مسائل کے بارے میں وکیل احناف مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ان ۱۲۵ مسائل میں سے نصف کے قریب تقریباً ۶۵ وہ مسائل ہیں جن میں دونوں طرف احادیث ہیں۔ امام ابوحنیفہ نے ایک حدیث کو راجح قرار دیا ہے تو حافظ صاحب نے دوسری کو یہ ظاہر ہے کہ امام اعظم نہ صرف فقیہ بلکہ فقہاء کے باپ ہیں اور حافظ صاحب کو کسی اہل فن نے طبقات فقہاء میں ذکر نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ خوش وخرم رکھے اس بندہ کو جس نے میری بات (حدیث) سنی اور خوب یاد کی پھر وہ بات ان لوگوں کو سنائی جنہوں نے (براہ راست مجھ سے) نہیں سنی تھی۔ کیوں کہ بسا اوقات خود حامل فقہ واعلیٰ درجہ کا فقیہ نہیں ہوتا اور وہ اس طریقہ سے اس کو پہنچا دے گا جو فقیہ تر ہوگا۔ (دارمی ج ۱ ص ۷۵)

اس حدیث سے رہنمائی ملی کہ جب فقیہ اور محدث میں اختلاف ہو تو فقیہ تر کی طرف ہی رجوع کیا جائے گا۔ چنانچہ امت میں تواتر اور توارث سے امام صاحب کی تقلید جاری رہی۔

باقی تقریباً ساٹھ مسائل کو ہم پانچ حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

(۱) تقریباً بارہ مسائل وہ ہیں جن میں امام صاحب کی دلیل قرآن کی آیت ہے اور حافظ صاحب نے مقابلہ میں خبر واحد پیش فرمائی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ یہ ہے کہ جو حدیث کتاب اللہ کے خلاف ہو وہ میری طرف سے نہیں۔ (دارقطنی جلد ۲ ص ۲۰۸ مفتاح الجنۃ جلد ۲ ص ۲۱)

(۲) حافظ صاحب نے تقریباً ۱۲ مسائل ایسے لکھے ہیں جن میں امام صاحب کے پاس سنت مشہورہ ہے اور حافظ صاحب کے پاس خبر واحد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے کہ اگر حدیث میری سنت کے خلاف ہو تو وہ میری طرف سے نہیں (ایضاً)

(۳) تقریباً بارہ مسائل میں امام صاحب اور حافظ صاحب میں اختلاف فہم ہے امام اعمش فرماتے ہیں کہ فقہا طبیب ہیں اور حفاظ پنساری۔ امام ترمذی فرماتے ہیں فقہا معانی حدیث کے زیادہ عالم ہیں۔

(۴) تقریباً بارہ مسائل وہ لکھے ہیں جو امام صاحب سے ثابت ہی نہیں بلکہ بعض میں متداول کتب فقہ میں ان کے خلاف درج ہے حافظ صاحب نے ان مسائل کا کوئی حوالہ یا سند بیان نہیں۔

(۵) تقریباً بارہ مسائل وہ ہیں جو کتب فقہ حنفی میں درج تو ہیں لیکن غیر مفتیٰ بہا ہیں ان کے غیر مفتیٰ بہا ہونے کی مختلف وجوہ ہوسکتی ہیں یا امام صاحب سے قوی ثبوت نہیں یا حالات زمانہ کے بدلنے سے دوسرے قول پر فتویٰ دیا گیا یا ضعف دلیل کی وجہ سے اسے غیر مفتیٰ بہ قرار دیا گیا۔

اگر بالفرض محال ہم یہی مان لیں کہ ان بارہ مسائل میں امام صاحب کی دلیل کمزور ہے اور آپ سے خطا ہوئی ہے تو بھی امام صاحب کا صواب خطا کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔ عنایہ شرح ہدایہ میں امام صاحب کے مسائل کی تعداد بارہ لاکھ ستر ہزار درج ہے۔ تو گویا تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار مسائل میں صواب کے بعد ایک مسئلہ میں خطا ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر مجتہد صواب کو پہنچے تو دو اجر اگر خطا ہو جائے تو ایک اجر ضرور ملتا ہے۔ (بخاری جلد ۲ ص ۱۰۹۲ باب اجر الحاکم اذا اجتہد، مسلم جلد ۲ ص ۷۶)

معلوم ہوا کہ اگر مجتہد معصوم نہیں لیکن اس پر طعن بھی نہیں ہوسکتا کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہر حال میں مجتہد کو اجر عطا فرما رہے ہیں اور مقلدین پر بھی اعتراض نہیں ہوسکتا کیوں کہ ان کے ہاں ان مسائل پر عمل نہیں کیوں کہ غیر مفتیٰ بہا ہیں۔

(مقدمہ اجوبۃ الطیفہ عن بعض ردود ابن ابی شیبہ علی ابی حنیفہ بحوالہ امام ابوحنیفہ پر اعتراضات کے جوابات ص ۸۸)

یہ حافظ صاحب کے اعتراضات کا مختصر حال تھا جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

وہ کتابیں جو ابن ابی شیبہ کے اس باب کے جواب میں لکھی گئی ہیں

ان ایک سو پچیس مسائل کے جواب میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:

(۱) الدرر المنیفه فی الرد علی ابن ابی شیبة فی ما اورده علی ابی حنیفه تالیف حافظ عبدالقادر القرشی الحنفی المتوفی ۷۷۵ھ

(۲) الاجوبة المنیفة عن اعتراضات ابن ابی شیبة علی ابی حنیفة تالیف امام قاسم بن قطلو بغا الحنفی المتوفی ۸۷۹ھ

(۳) النکت الطریقة فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبة علی ابی حنیفة تالیف علامہ محمد زاہد الکوثری المصری المتوفی ۱۳۷۲ھ

(۴) الاجوبة اللطیفة عن بعض ردود ابن ابی شیبة علی ابی حنیفه مصنف مولانا احمد حسن سنبھلی۔

(۵) تائید الامام باحادیث خیر الانام مصنف مولانا ابو یوسف محمد شریف

(۶) امام اعظم ابو حنیفه اور عمل بالحدیث تالیف مولانا حافظ محمد عمار خان ناصر

قارئین کرام تفصیل کے لیے ان کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح بات سمجھنے اس پر عمل کرنے اور صراط مستقیم پر اخلاص کے ساتھ چلنے کی توفیق فرمائے صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد و علی اله و اصحابه و جمیع متبعیه الی یوم القیامة آمین!

احقر العباد

علی معاویہ بہاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿باب دوم﴾

مصنف ابن ابی شیبہ

میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی

بیالیس (۴۲) روایات

تیمّم کب تک باقی رہتا ہے

(۱)...... حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: الْمُتَيَمِّمُ عَلَى تَيَمُّمِهِ مَا لَمْ يُحْدِثْ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے جعفر بن عون نے بیان کیا، انہوں نے امام ابوحنیفہ سے، انہوں نے حماد سے اور وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ تیمم کرنے والے کو جب تک حدث لاحق نہ ہو اس کا تیمم باقی رہتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد۱ ص۱۸۶ باب فی التیمم کم یصلی من الصلاة، مکتبہ امدادیہ ملتان)

جمعہ کی نماز کا بیان

(۲)...... حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، انہوں نے امام ابوحنیفہ سے، انہوں نے حماد سے، اور وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم نے فرمایا کہ اگر کسی نے لوگوں کو جمعہ کی نماز میں آخری قعدہ میں بیٹھا ہوا پایا تو وہ دو رکعتیں پڑھے۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد۲ ص۲۹ باب من قال اذا ادرکھم جلوسا صلی رکعتین باب مکتبہ امدادیہ ملتان)

ایام تشریق میں جس کی کوئی رکعت فوت ہو جائے تو وہ تکبیرات کب کہے

(۳)...... حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: إِذَا فَاتَتْكَ رَكْعَةٌ أَيَّامَ التَّشْرِيقِ فَلَا تُكَبِّرْ حَتَّى تَقْضِيَهَا.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عیسیٰ بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے امام ابوحنیفہ سے، انہوں نے حماد سے، اور وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں، ابراہیم نے فرمایا کہ جب ایام تشریق میں تمہاری کوئی رکعت فوت ہو جائے تو رکعت پڑھنے تک تکبیرات نہ کہو۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد۲ ص۹۰ باب فی الرجل تفوته الرکعة ایام التشریق کیف یصنع، مکتبہ امدادیہ ملتان)

تکبیرات تشریق کا بیان

(۴) حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: لاَ يُكَبِّرُ إِلاَّ أَنْ يُصَلِّيَ فِي جَمَاعَةٍ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حفص نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد سے روایت کرتے ہیں، وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں، ابراہیم نے فرمایا کہ (ایام تشریق) میں صرف جماعت کی نماز کے بعد تکبیرات کہے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد۲ ص۹۱ باب فی الرجل یصلی وحده یکبر ام لا مکتبه امدادیه ملتان)

ولدالزنا کی امامت کا بیان

(۵)...... حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ: سَأَلْتُ عَطَاءً عَنْ وَلَدِ الزِّنَا يَؤُمُّ الْقَوْمَ؟ فَقَالَ: لاَ بَأْسَ بِهِ أَلَيْسَ مِنْهُمْ مَنْ هُوَ أَكْثَرُ صَوْمًا وَصَلاَةً مِنَّا.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں ہم سے امام ابوحنیفہ نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں میں نے عطاء سے ولدالزنا کے متعلق سوال کیا کہ لوگوں کی امامت کروا سکتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیا ان میں کوئی ایسا شخص نہیں ہوسکتا جو ہم سے زیادہ روزے رکھنے والا اور ہم سے زیادہ نمازی ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد۲ ص۱۲۰ باب من رخص فی امامة ولد الزنا، مکتبه امدادیه ملتان)

مؤذن کا جمعہ کے دن اونچی جگہ پر نماز پڑھنے کا بیان

(۶)...... حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: سَأَلْتُهُ عَنْ صَلاَةِ الْمُؤَذِّنِينَ فَوْقَ الْمَسْجِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصَلاَةِ الإِمَامِ وَهُوَ أَسْفَلُ؟ قَالَ: يُجْزِئُهُمْ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد سے، وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں، حماد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم سے سوال کیا مؤذنین کی نماز کے بارے میں کہ مؤذنین جمعہ کے دن مسجد کے اوپر امام کی اقتدا میں نماز پڑھ سکتے ہیں؟ اس حال میں کہ امام نیچے ہو تو انہوں نے فرمایا کہ جائز ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد ۲ ص۱۲۸ باب فی المؤذن یصلی فی المئذنة مکتبه امدادیه ملتان)

اگرکوئی عورت رمضان کے دن میں حیض سے پاک ہوجائے تو وہ کیا کرے

(۷)...... حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي الْحَائِضِ تَطْهُرُ فَلاَ تَأْكُلُ شَيْئًا كَرَاهَةَ أَنْ تَشَبَّهَ الْمُشْرِكِينَ إِلَى اللَّيْلِ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ہم سے عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد سے، اوروہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں، حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ اگر رمضان کے دن میں کوئی عورت حیض سے پاک ہوجائے تو وہ رات تک کچھ نہ کھائے مشرکین کی مشابہت سے بچنے کے لیے۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد۲ ص۴۶۹ باب فی المرأة تحیض فی رمضان اول النهار، مکتبه امدادیه ملتان)

جو شخص رمضان کے دنوں میں سفر سے واپس آئے تو وہ کیا کرے؟

(۸)...... حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي الْمُسَافِرِ يَقْدَمُ وَقَدْ كَانَ أَكَلَ؟ قَالَ: لاَ يَأْكُلُ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن نمیر رحمہ اللہ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص سفر سے واپس آیا (رمضان کے دن میں) اوراس نے کچھ کھالیا تو باقی دن کچھ نہ کھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد ۲ ص۴۷۰ باب فی المسافر یقدم اول النهار من رمضان، مکتبه امدادیه ملتان)

روزہ دار کے حلق میں پانی چلا جائے تو اس کا حکم

(۹)...... حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي الصَّائِمِ يَتَوَضَّأُ فَيَدْخُلُ حَلْقَهُ مِنْ وَضُوئِهِ قَالَ: إِنْ كَانَ ذَاكِرًا لِصَوْمِهِ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَإِنْ كَانَ نَاسِيًا فَلاَ شَيْءَ عَلَيْهِ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے وکیع رحمہ اللہ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد رحمہ اللہ سے، اوروہ ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں،

حضرت ابراہیم رحمہ اللہ اس روزے دار کے متعلق جس کے حلق میں وضو کا پانی چلا جائے فرماتے ہیں کہ اگر اسے روزہ یاد ہو تو وہ قضا کرے گا اور اگر روزہ یاد نہ ہو تو اس پر کچھ واجب نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد۲ ص٤٨٤ باب ما قالوا فی الصائم یتوضأ فیدخل الماء حلقه، مکتبه امدادیه ملتان)

عشر کا بیان

(۱۰)...... حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: فِي كُلِّ شَيْءٍ أَخْرَجَتِ الْأَرْضُ زَكَاةٌ حَتَّى فِي عَشْرِ دَسْتَجَاتٍ دَسْتَجَةُ بَقْلٍ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے وکیع رحمہ اللہ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ جو چیز زمین سے نکلے اس پر زکوۃ ہے حتی کہ ہر (سبزیوں کی) دس گٹھریوں میں سے ایک گٹھری سبزی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد۲ ص۳۱ باب فی کل شیء اخرجت الارض زکاة، مکتبه امدادیه ملتان)

خراج اور زکوۃ کا حکم

(۱۱)...... حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ: كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يَقُولُ: لَا يَجْتَمِعُ خَرَاجٌ وَزَكَاةٌ عَلَى رَجُلٍ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے وکیع رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خراج اور زکوۃ کو ایک ہی شخص پر جمع نہیں کیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد۲ ص۹۱ باب من قال لا یجمع خراج وعشر علی ارض، مکتبه امدادیه ملتان)

غسل میت کے لیے پانی گرم کرنے کا بیان

(۱۲) ...... حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ يُغْلَى لِلْمَيِّتِ الْمَاءُ.

ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابومعاویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔

انہوں نے فرمایا کہ میت کے لیے پانی کو گرم کیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد۲ ص۱۳۲ باب ما قالوا فی الماء مسخن به یغسل المیت، مکتبه امدادیه ملتان)

جس کو رجم کیا گیا ہو اس کا جنازہ پڑھنے کا بیان

(۱۳)...... حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا رُجِمَ مَاعِزٌ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ مَا نَصْنَعُ بِهِ قَالَ: اصْنَعُوا بِهِ مَا تَصْنَعُونَ بِمَوْتَاكُمْ مِنَ الْغُسْلِ وَالْكَفَنِ وَالْحَنُوطِ وَالصَّلَاةِ عَلَيْهِ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابومعاویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ علقمہ بن مرثد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا جب (حضرت) ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم کیا گیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ (اب ماعز) کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے ساتھ وہی معاملہ کرو جو تم اپنے فوت شدگان کے ساتھ کرتے ہو۔ کفن دو، خوشبو لگاؤ اور اس کی نماز جنازہ پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد۲ ص۱۴۱ باب المرجومة تغسل ام لا، مکتبه امدادیه ملتان)

نابالغ لڑکی کے نکاح کا بیان

(۱۴)...... حَدَّثَنَا عَبَّادٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ: النِّكَاحُ جَائِزٌ وَلَا خِيَارَ لَهَا.

ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عباد رحمہ اللہ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ (اگر یتیم لڑکی کے نابالغ ہونے کی حالت میں اس کی شادی کرادی گئی تو) اس کا نکاح جائز ہے اور اسے اختیار بھی نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد۲ ص۲۸۱ باب الیتیمة تزوج وهی صغیرة من قال: لها الخیار، مکتبه امدادیه ملتان)

آیت (نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ) کی تفسیر

(۱۵)...... حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ كَثِيرٍ الرَّمَّاحِ عَنْ أَبِي ذِرَاعٍ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنْ قَوْلِهِ: (فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ) قَالَ: إِنْ شِئْتَ عَزْلًا وَإِنْ

شِئْتَ غَيْرَ عَزْلٍ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ ؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے وکیع ؒ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ ؒ سے روایت کرتے ہیں، وہ کثیر الرماح ؒ سے روایت کرتے ہیں، وہ ابوزراع ؒ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر ؓ سے قرآن مجید کی آیت (نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ) ''تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں تم اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ'' کے بارے میں سوال کیا تو عبداللہ بن عمر ؓ نے فرمایا کہ اس (آیت) سے مراد ہے کہ اگر تم چاہو تو عزل کرو اور اگر چاہو تو نہ کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد۲ ص۲٤۹ باب فی قوله تعالٰی (نساؤكم حرث لكم) مكتبه امداديه ملتان)

زانی پر حد اور تاوان کا حکم

(۱٦) حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: لَا يَجْتَمِعُ حَدٌّ وَلَا صَدَاقٌ عَلَى زَانٍ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ ؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے وکیع ؒ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ ؒ سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد ؒ سے روایت کرتے ہیں، وہ ابراہیم ؒ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ زانی پر حد اور تاوان (دیت) جمع نہیں ہو سکتے۔

(مصنف ابن ابی شيبة جلد۳ ص٤۱۹ باب ما قالوا فی الزانی كيف يكون عليه عقر؟ مكتبه امداديه ملتان)

نکاح فاسد کا بیان

(۱۷)...... حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: إِذَا تَزَوَّجَ حُرَّةً وَأَمَةً فِي عُقْدَةٍ فَسَدَ نِكَاحُهُمَا.

حافظ ابوبکر امام ابن ابی شیبہ ؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے حفص بن غیاث ؒ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ ؒ سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد ؒ سے روایت کرتے ہیں، وہ ابراہیم ؒ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک ہی عقد میں ایک آزاد (عورت) اور ایک باندی

سے نکاح کیا تو ان دونوں کا نکاح فاسد ہوگا۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد٣ ص٤٤٠ باب ما قالوا فی الرجل یتزوج الامة والحرة فی عقدة، مکتبه امدادیه ملتان)

کفارہ میں مدبر غلام آزاد کرنے کا حکم

(١٨)...... حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ عَنْ أَبِی حَنِیفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِیمَ قَالَ: أَمَّا الْمُدَبَّرُ فَلاَ یُجْزِءُ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابن نمیر رحمہ اللہ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ ابراہیم رحمہ اللہ سے، وہ فرماتے ہیں کہ (کفارہ میں) مدبر غلام آزاد کرنا کافی نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد٣ ص٤٧٨ باب عتق المدبر فی الکفارات، مکتبه امدادیه ملتان)

کفارہ قتل اور کفارہ ظہار کا بیان

(١٩)...... حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ عَنْ أَبِی حَنِیفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِیمَ قَالَ: لاَ یُجْزِءُ فِی الظِّهَارِ وَلاَ التَّحْرِیرِ وَلاَ الْقَتْلِ وَلَدُ مُکَاتَبَةٍ.

حافظ ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابن نمیر رحمہ اللہ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد رحمہ اللہ سے، وہ ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ (کفارہ) ظہار میں غلام آزاد کرنا اور (کفارہ) قتل میں مکاتبہ کا بیٹا آزاد کرنا کافی نہیں ہوگا۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد٣ ص٤٧٩ باب فی المکاتبة تجزئ او ولدها؟ مکتبه امدادیه ملتان)

ظہار کرنے والے نے جماع کرلیا تو اس کا حکم

(٢٠)...... حَدَّثَنَا ابْنُ مُبَارَكٍ عَنْ أَبِی حَنِیفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِیمَ فِی الْمُظَاهِرِ جَامَعَ فِی آخِرِ اللَّیْلِ أَوِ النَّهَارِ قَالَ: یَسْتَقْبِلُ الصَّوْمَ.

حافظ ابوبکر امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ابراہیم رحمہ اللہ سے ظہار کرنے والے کے بارے میں پوچھا گیا کہ (ظہار

کرنے والے نے) رات کے آخری حصہ میں یا دن میں بیوی سے جماع کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دوبارہ کفارہ کے سارے روزے رکھے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ جلد۲ ص۴۹۰ باب فی رجل صام فی ظھارہ ثم جامع، مکتبہ امدادیہ ملتان)

قتل کے کفارہ کا بیان

(۲۱)..... حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: إِذَا قَتَلَ الْقَوْمُ الرَّجُلَ فَعَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ كَفَّارَةُ التَّحْرِيرِ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ ؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابن نمیر ؒ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ ؒ سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد ؒ سے روایت کرتے ہیں، وہ ابراہیم ؒ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب ایک قوم کسی آدمی کو قتل کردے (غلطی سے) تو ان میں سے ہرایک کے ذمہ کفارہ ہے غلام آزاد کرنا۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ جلد۲ ص۴۹۸ باب فی الرجلین یجتمعان علی قتل رجل، مکتبہ امدادیہ ملتان)

نشے میں دی گئی طلاق کا حکم

(۲۲)..... حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَامِرٍ عَنْ شُرَيْحٍ قَالَ: طَلَاقُ السَّكْرَانِ جَائِزٌ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ ؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے عمرو بن محمد ؒ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ ؒ سے روایت کرتے ہیں، وہ ہیثم ؒ سے، وہ عامر ؒ سے، وہ شریح ؒ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ نشے میں مبتلا شخص کی (دی ہوئی) طلاق درست ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ جلد٤ ص۲۰ باب من طلاق السکران، مکتبہ امدادیہ ملتان)

لعان کا حکم

(۲۳)..... حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: اللِّعَانُ تَطْلِيقَةٌ بَائِنَةٌ

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ ؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابن نمیر ؒ نے بیان کیا، وہ امام

ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ لعان ایک طلاق بائنہ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد٤ ص٧٧ باب من قال: اللعان تطليقة، مكتبه امداديه ملتان)

خلع کا بیان

(٢٤)...... حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَمَّارِ بْنِ عِمْرَانَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَأْخُذَ مِنْهَا أَكْثَرَ مِمَّا أَعْطَاهَا.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے وکیع رحمہ اللہ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ عمار رحمہ اللہ سے، وہ اپنے والد سے، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ عورت سے خلع کرتے وقت مہر سے زیادہ معاوضہ لینا درست نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد٤ ص٩٢ باب من كره ان يأخذ من المختلفة اكثر مما اعطاها، مكتبه امداديه ملتان)

محرم (احرام باندھنے والا) کے کرنے والے کام

(٢٥)...... حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي الْمُحْرِمِ: يَبُطُّ الْجُرْحَ وَيَعْصِرُ الْقُرْحَةَ وَيَقُصُّ الظُّفُرَ إِذَا انْكَسَرَ وَيَجْبُرُ الْكَسْرَ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عباد بن عوام رحمہ اللہ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد رحمہ اللہ سے، وہ ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ محرم زخم کو چیرا دے سکتا ہے اس کو نچوڑ کر (اس میں سے مواد نکال) سکتا ہے، ناخن ٹوٹ جائے اس کو کاٹ سکتا ہے اور اسی طرح ہڈی (ٹوٹ جائے تو جوڑ سکتا ہے۔)

(مصنف ابن ابی شیبة جلد٤ ص٢٠٢ باب فی المحرم يقص ظفره ويبط الجرح، مكتبه امداديه ملتان)

محرم (احرام باندھنے والا) کے لیے خوشبو استعمال نہ کرنے کا حکم

(٢٦)...... حَدَّثَنَا عَبَّادٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: يَتَدَاوَى

الْمحْرِمُ بِمَا أَحَبَّ مَا لَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَةٍ طِيبٌ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ ؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوبکر ؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں ہم سے عباد ؒ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ ؒ سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد ؒ سے، وہ ابراہیم ؒ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ محرم شخص کو جو دوائی پسند ہو استعمال کرے مگر وہ دوائی استعمال نہ کرے جس میں خوشبو ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد٤ ص ٢٢٢ باب فیما یتداوی المحرم وما ذکر فیه، مکتبه امدادیه ملتان)

دائی کی گواہی کا حکم

(۲۷)... حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ وَأَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ: تَجُوزُ شَهَادَةُ قَابِلَةٍ وَاحِدَةٍ وَقَالَ أَحَدُهُمَا: وَإِنْ كَانَتْ يَهُودِيَّةً.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ ؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے حفص بن غیاث ؒ نے بیان کیا، وہ امام محمد شیبانی ؒ اور امام ابوحنیفہ ؒ سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد ؒ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ایک دائی کی گواہی جائز (کافی) ہے اور ان میں سے ایک نے فرمایا کہ خواہ وہ (دائی) یہودیہ ہی کیوں نہ ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد٥ ص٨٢ باب ما تجوز فیه شهادة النساء، مکتبه امدادیه ملتان)

بلی کی قیمت کا حکم

(۲۸)...... حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ قَالَ: سَأَلْتُ عَطَاءً عَنْهُ؟ فَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ ؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے وکیع ؒ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ ؒ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء ؒ سے (بلی کی قیمت کے متعلق) سوال کیا تو انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد٥ ص١٧٥ باب فی ثمن السنور، مکتبه امدادیه ملتان)

بیع کا بیان

(۲۹)...... حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ إِذَا قَالَ: بَرِئْتُ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ بَرِءَ

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ ؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے وکیع ؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب بائع نے (بیچتے وقت) کہا کہ میں اس کے ہر عیب سے بری ہوں تو (بائع) بری ہو جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد۵ ص۴۱۹ باب الرجل یصرف الدنانیر، مکتبہ امدادیہ ملتان)

نبیذ کا حکم

(۳۰)...... حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: اشْرَبْ نَبِيذَ الزَّبِيبِ الْمُنْقَعِ مَا دَامَ حُلْوًا يَحْرِو اللِّسَانَ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حفص بن غیاث رحمہ اللہ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ تم بھگوئے ہوئے کشمش کی نبیذ پی لو (اس وقت تک) جب تک وہ میٹھی ہو زبان کو اس کی تیزی محسوس ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد۵ ص ۴۸۲ باب فی نقیع الزبیب ونبیذ العنب، مکتبہ امدادیہ ملتان)

اون کے ذریعے بالوں کو جوڑنے کا بیان

(۳۱)...... حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ أُمِّ ثَوْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَا بَأْسَ بِالْوِصَالِ إِذَا كَانَ صُوفًا.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے وکیع رحمہ اللہ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ ہیثم رحمہ اللہ سے، وہ ام ثور سے، وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتی ہیں، انہوں نے فرمایا کہ (بال) اون کے ذریعہ جوڑا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد۶ ص۷۷ باب فی واصلة الشعر بالشعر، مکتبہ امدادیہ ملتان)

مہمان کے اکرام میں کھڑے رہنے کا بیان

(۳۲)...... حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ

الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: مَا جَلَسَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى الله عَلَيه وسَلَّم أَحَدٌ فَقَامَ حَتَّى يَقُومَ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عباد بن عوام رحمہ اللہ نے بیان کیا، وہ اما ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ ابراہیم بن محمد بن منتشر رحمہ اللہ سے، وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ کوئی بھی آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں بیٹھتا یہاں تک کہ وہ (آدمی) کھڑا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ جلد٦ ص ١٣١ باب فی الرجل یجلس الی الرجل قب ان یستأذنہ، مکتبہ امدادیہ ملتان)

ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کے دیت کا بیان

(٢٣)...... حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَصَابِ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ سَوَاءٌ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابن نمیر رحمہ اللہ نے بیان کیا، وہ اما ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد رحمہ اللہ، وہ ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیر انہوں نے فرمایا کہ ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں (دیت) میں برابر ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ جلد٦ ص ٢٠٧ باب من قال: اصابع الیدین والرجلی سواء، مکتبہ امدادیہ ملتان)

اگر کوئی گونگے کی زبان کاٹ دے تو اس کا حکم

(٢٤)...... حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي لِسَا الْأَخْرَسِ حُكْمٌ وَفِي ذَكَرِ الْخَصِيِّ حُكْمٌ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے وکیع رحمہ اللہ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ ابراہیم رحمہ اللہ سے، انہوں نے فر کہ گونگے کی زبان اور خصی آدمی کے عضو تناسل کے بدلہ میں بھی فیصلہ ہے (دیت ہے)

(مصنف ابن ابی شیبۃ جلد٦ ص٢٢٤ باب فی لسان الاخرس وذکر الخصی مکتبہ امدادیہ ملتان)

دیت میں سختی کرنے کا بیان

(۳۵)..... حَدَّثَنَا ابْنُ مُبَارَكٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: لَا يَكُونُ التَّغْلِيظُ فِي شَيْءٍ مِنَ الدِّيَةِ إِلَّا فِي الإِبِلِ وَالتَّغْلِيظُ فِي إِنَاثِ الإِبِلِ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد رحمہ اللہ سے، وہ ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ دیت (کے معاملہ) میں کچھ بھی سختی نہیں کی جائے گی مگر اونٹ ہونے کی صورت میں اور سختی مونث اونٹوں (کے معاملہ) میں ہوگی۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد٦ ص ٤٥١ باب التغليظ فی الدية، مكتبه امداديه ملتان)

بکارت کے زائل ہونے کی وجوہات

(۳۶)..... حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَمَّنْ أَخْبَرَهُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ إِنَّ الْعُذْرَةَ تَذْهَبُ مِنَ الْوَثْبَةِ وَالْحَيْضَةِ وَالْوُضُوءِ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابومعاویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ ہیثم رحمہ اللہ سے، وہ اس شخص سے جنہوں نے انہیں خبر دی کہ بیشک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس شخص پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی (جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تجھے باکرہ نہیں پایا) اس لیے کہ بیشک بکارت اچھل کود، حیض اور وضو سے بھی زائل ہو جاتی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد٦ ص٤٩٠ باب فی الرجل يقول لامرأته لم اجدك عذراء، مكتبه امداديه ملتان)

جانور سے جماع کرنے والے پر حد نہیں

(۳۷)..... حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: قَالَ عُمَرُ: لَيْسَ عَلَى مَنْ أَتَى بَهِيمَةً حَدٌّ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عیسیٰ بن یونس رحمہ اللہ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص جانور سے جماع کرے اس پر حد نہیں ہوگی۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد٦ ص٥١٦ باب من قال: لاحد علی من أتی بهيمة، مكتبه امداديه ملتان)

اسلام سے مرتد ہونے والی عورت کا حکم

(۳۸)...... حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ وَوَكِيعٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي رَزِينٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَا يُقْتَلْنَ النِّسَاءُ إِذَا هُنَّ ارْتَدَدْنَ عَنِ الْإِسْلَامِ وَلَكِنْ يُحْبَسْنَ وَيُدْعَيْنَ إِلَى الْإِسْلَامِ فَيُجْبَرْنَ عَلَيْهِ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ ﷫ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبدالرحیم بن سلیمان ﷫ اور وکیع ﷫ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ ﷫ سے روایت کرتے ہیں، وہ عاصم ﷫ سے، وہ ابورزین ﷫ سے، وہ عبداللہ بن عباس ﷠ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ان عورتوں کو قتل نہیں کیا جائے گا جو اسلام سے مرتد ہو جائیں، لیکن ان کو قید کیا جائے اور ان کو اسلام کی طرف بلایا جائے گا پس اس پر انہیں مجبور کیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد٦ ص٥٨٥ باب فی مرتدة ما یصنع بها، مکتبه امدادیه ملتان)

قرآن کو خوبصورت آواز میں پڑھنے کا بیان

(۳۹)...... حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: قَالَ عُمَرُ: حَسِّنُوا أَصْوَاتَكُمْ بِالْقُرْآنِ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ ﷫ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابواسامہ ﷫ نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ ﷫ سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد ﷫ سے روایت کرتے ہیں، وہ ابراہیم ﷫ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ﷛ نے فرمایا: اپنی آوازوں کو قرآن کے ذریعہ سے خوبصورت بناؤ۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد٧ ص١٥٤ باب فی حسن الصوت بالقرآن، مکتبه امدادیه ملتان)

جو عورت اسلام سے مرتد ہو جائے تو اسے اسلام کی دعوت دینے کا بیان

(۴۰)...... حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ وَوَكِيعٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي رَزِينٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَا تُقْتَلُ النِّسَاءُ إِذَا ارْتَدَدْنَ عَنِ الْإِسْلَامِ وَلَكِنْ يُحْبَسْنَ وَيُدْعَيْنَ إِلَى الْإِسْلَامِ وَيُجْبَرْنَ عَلَيْهِ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ ﷫ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبدالرحیم ﷫ اور وکیع ﷫ نے بیان کیا،

وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ عاصم رحمہ اللہ سے، وہ ابورزین رحمہ اللہ سے، وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ نہیں قتل کیا جائے گا ان عورتوں کو جو اسلام سے مرتد ہو جائیں لیکن انہیں قید کیا جائے گا اور اسلام کی دعوت دی جائے گی اور انہیں اس پر (اسلام قبول کرنے پر) مجبور کیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد۷ ص۶۰۱ باب ما قالوا فی المرتدة عن الاسلام، مکتبه امدادیه ملتان)

قیامت کے دن اعمال کے دفتروں کا بیان

(۴۱)...... حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ سَمِعَهُ مِنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: يُعْرَضُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى ثَلَاثَةِ دَوَاوِينَ: دِيوَانٌ فِيهِ الْحَسَنَاتُ وَدِيوَانٌ فِيهِ النِّعَمُ وَدِيوَانٌ فِيهِ السَّيِّئَاتُ فَيُقَابَلُ بِدِيوَانِ الْحَسَنَاتِ دِيوَانُ النِّعَمِ فَيَسْتَفْرِغُ النِّعَمُ الْحَسَنَاتِ وَتَبْقَى السَّيِّئَاتُ مَشِيئَتُهَا إِلَى اللهِ تَعَالَى إِنْ شَاءَ عَذَّبَ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ.

حافظ ابوبکر امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے اسامہ رحمہ اللہ نے بیان کیا وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے عون بن عبداللہ رحمہ اللہ سے سنا، وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ لوگوں کو قیامت کے دن تین دفتروں پر پیش کیا جائے گا، ایک دفتر جس میں نیکیاں ہوں گی اور ایک دفتر جس میں نعمتیں ہوں گی اور ایک دفتر جس میں گناہ ہوں گے۔ پس نیکیوں والے دفتر کو نعمتوں والے دفتر کے مقابل لایا جائے گا، پس فارغ ہو جائیں گی نیکیاں نعمتوں کے بدلے میں اور خطائیں باقی رہ جائیں گی جس کا تعلق اللہ کی مشیت سے ہوگا، اگر اللہ چاہے تو عذاب دے اور اگر چاہے معاف کر دے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد۸ ص۱۶۱ باب کلام ابن مسعود رضی اللہ عنہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

رمل کرنے کا بیان

(۴۲)...... حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ رَمَلَ مِنَ الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ.

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے وکیع رحمہ اللہ نے بیان کیا وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حماد رحمہ اللہ سے، وہ ابراہیم رحمہ اللہ سے کہ بے شک ابراہیم رحمہ اللہ نے حجر اسود سے لے کر حجر اسود تک (درمیانی جگہ میں) رمل کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد٤ ص٤٤٧ باب من کان یرمل من الحجر الی الحجر مکتبه امدادیه ملتان)

سلسلۂ اشاعت بعنوان ردغیر مقلدیت (۱۶)



اس رسالہ میں مفتی محمد عبید اللہ خان عفیف صاحب غیر مقلد کے رسالہ
"فتاوی عالمگیری پر ایک نظر" کا جواب دیا گیا ہے۔

فتاوی عالمگیری پر اعتراضات کے جوابات

تالیف

حضرت مولانا سید مشتاق علی شاہ

Shoaib ikram Hayati

مفتی عبید اللہ خان عفیف غیر مقلد کے رسالہ ''فتاویٰ عالمگیری

پر ایک نظر'' کا مدلل جواب بنام

فتاویٰ عالمگیری

پر اعتراضات کے جوابات

مرتب

حضرت مولانا سید مشتاق علی شاہ

شاگرد رشید:

مناظر اسلام ماحی غیر مقلدیت

حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ

ناشر

مکتبہ شیخ الاسلام کوسہ ممبرا ضلع تھانہ (ممبئی)

نام کتاب: فتاویٰ عالمگیری پر اعتراضات کے جوابات

نام مرتب: حضرت مولانا سید مشتاق علی شاہ

باہتمام: ظفر احمد نعمانی

تزئین وکتابت: محمود احمد صدیقی سعید گرافکس دیوبند 9761206897

تعداد اشاعت: ۱۱۰۰

ناشر: مکتبہ شیخ الاسلام کوسہ ممبرا (ضلع تھانہ)

09322471046

﴿ملنے کا پتہ﴾

مکتبہ صفدریہ دیوبند

09808452070-08881030588

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند دارالکتاب دیوبند کتب خانہ اعزازیہ دیوبند

سنابل کتاب گھر دیوبند زمزم بکڈپو دیوبند دارالاشاعت دیوبند

کتب خانہ حسینیہ دیوبند مکتبہ مدنیہ دیوبند کتب خانہ رحیمیہ دیوبند

الحراء پرفیومرس دارالفلاح مسجد تبلیغی مرکز کوسہ ممبرا ضلع تھانہ

عبدالسلام قاسمی ۱۷۹ ر کتاب مارکیٹ بھنڈی بازار ممبئی

امام اعظم اکیڈمی (ممبئی) 09689157805

مکتبہ ابن کثیر ممبئی 022-23003800

فہرست مضامین

عرض مرتب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ۔ اَمَّا بَعْد

ناظرین کرام! غیر مقلدین کی طرف سے آئے دن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور فقہ حنفی کے خلاف کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ آج کل سارا زور علمائے دیوبند (جو کہ پکے اہل سنت وجماعت حنفی ہیں) کے خلاف لگ رہا ہے۔ اور علمائے دیوبند کی کھلے لفظوں تکفیر کی جارہی ہے۔ دیکھیے مولانا زبیر علی زئی مدظلہ اور پروفیسر سید طالب الرحمٰن شاہ صاحب مدظلہ کی کتابیں۔ پروفیسر صاحب نے تو ابھی حال ہی میں ایک نئی کتاب شائع کی ہے" کیا فقہ حنفی قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے؟" ان کے علاوہ اور بہت سی کتابیں مارکیٹ میں دستیاب ہیں جو فقہ حنفی کے خلاف لکھی گئیں ہیں۔ فقہ حنفی کی بعض مشہور کتابوں مثلاً ہدایہ، درمختار، فتاویٰ عالمگیری کے خلاف تو مستقل رسالے شائع کیے ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق صرف فتاویٰ عالمگیری کے خلاف مستقل لکھی جانے والی کتابیں یہ ہیں:

(۱) کیا فتاویٰ عالمگیری قابل عمل ضابطہ ہے

اس کے مرتب پروفیسر رفیع اللہ شہاب ہیں اس کا جواب مولانا احسان الحق صاحب نے دیا ہے۔

(۲) فتاویٰ عالمگیر اور فتاویٰ حدیث

اس کے مرتب قاری سیف اللہ عادل، سابق خطیب جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ ہیں اور جمعیت رفقائے اہل حدیث پاکستان نے اسے شائع کیا تھا۔ اس کا جواب بھی مولانا احسان الحق صاحب فیصل آبادی نے ہی لکھا تھا۔

(۳) فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر

اس کے مصنف خواجہ محمد قاسم صاحب ہیں۔ اس کا کوئی جواب احقر کی نظر سے نہیں گزرا۔

(۴) فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر

اس کے مصنف غیر مقلدین کی جماعت کے مفتی اور چینیانوالی مسجد لاہور کے خطیب حضرت مولانا مفتی محمد عبید اللہ خان عفیف مدظلہ ہیں اور ناشر مکتبہ عزیزیہ جامع مسجد قدس رحمان گلی ۵ چوک دالگراں لاہور ہے۔ کتاب ۲۳x۳۶/۱۶ سائز کے ۱۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہمارے علم کے مطابق ہمارے جواب سے پہلے اس کا کوئی جواب شائع نہیں ہوا۔

مفتی صاحب کا یہ رسالہ ہمارے ایک دوست خالد صاحب نے لا کر دیا اور کہا کہ مجھے ایک غیر مقلد دوست نے پڑھنے کے لیے دیا ہے۔ آپ اسے پڑھیں اور پھر اس کا جواب لکھ دیں۔ احقر نے رسالہ کو پڑھا اور پڑھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ خواجہ محمد قاسم صاحب، قاری سیف اللہ صاحب اور رفیع اللہ شہاب ﷫ وغیرہ کے مسائل ملتے جلتے ہیں۔ مگر مفتی صاحب کی کتاب بڑی ہے اور مسائل بھی اس میں زیادہ ہیں۔ اور غیر مقلدین یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کا آج تک کوئی جواب نہیں آیا۔ اس لیے احقر نے اس کے بعض مسائل کا جواب لکھ دیا ہے۔ جن مسائل کا ہم نے جواب دیا ہے وہ وہ مسائل ہیں جو اکثر غیر مقلدین کی دیگر کتابوں میں شائع ہوئے ہیں۔ ناظرین ان مسائل کا جواب پڑھ کر باقی مسائل کو ان پر قیاس بھی کر لیں۔ مفتی صاحب نے ظفر المبین اور خاص کر حقیقۃ الفقہ کو اپنا ماخذ بنایا ہے۔ تقابل کر کے دیکھ لیں۔

اگر رسالہ میں کوئی غلطی ہو تو ضرور آگاہ کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں صحیح کر دی جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب مسلمانوں کو قرآن وسنت کا عامل بنائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین

سید مشتاق علی

22-4-2011

بروز جمعۃ المبارک

اعتراض نمبرا:

سر کے مسح کا انکار

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ (المائدہ:٦)

"مسلمانوں جب نماز کو آمادہ ہو تو منہ اور ہاتھ کہنیوں تک اور پاؤں ٹخنوں تک دھولو اور سروں پر ہاتھ پھیر لیا کرو۔"

اور حدیث میں ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ یَحْیَى الْمَازِنِیِّ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَیْدٍ وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ یَحْیَى اَتَسْتَطِیْعُ اَنْ تُرِیَنِیْ كَیْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَوَضَّأُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَیْدٍ نَعَمْ فَدَعَا بِمَاءٍ فَاَفْرَغَ عَلٰى یَدَیْهِ فَغَسَلَ یَدَهُ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلٰثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ یَدَیْهِ مَرَّتَیْنِ اِلَى الْمِرْفَقَیْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَاْسَهُ بِیَدَیْهِ الخ.

(صحیح بخاری، بَاب مَسْحِ الرَّاْسِ كُلِّهِ، ج۱ ص۳۱)

"ایک شخص نے عبداللہ بن زید سے پوچھا کیا تم مجھ کو بتلا سکتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ کیونکر وضو کیا کرتے تھے۔ عبداللہ نے کہا ہاں پھر انہوں نے پانی منگوایا پھر اپنے ہاتھ پر ڈالا اور دو بار دھویا پھر تین بار کلی کی اور ناک جھاڑی۔ پھر اپنا منہ تین بار دھویا پھر اپنے ہاتھوں کو دو دو بار دونوں کہنیوں تک دھویا پھر دونوں سے اپنے سر پر مسح کیا۔ مگر فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

واذا غسل الراس مع الوجه اجزاه عن المسح

(ص۶ ج۱ مکتبہ حدیبیہ طوغی روڈ کوئٹہ)

''اور اگر سر منہ کے ساتھ دھو لیا تو مسح قائم مقام ہو جائے گا۔''
(فتاویٰ ہندیہ اردو ترجمہ فتاویٰ عالمگیریہ ص ۷، طبع شیخ الاسلام غلام علی اینڈ سنز، لاہور)
(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۰۱)

جواب:

مفتی صاحب نے اپنے خیال میں فتاویٰ عالمگیری کے مسئلے کو قرآن اور حدیث کے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ اس طرح کہ قرآن اور حدیث میں سر پر مسح کرنے کا حکم الگ سے موجود ہے۔ جب کہ فتاویٰ عالمگیری میں سر کا الگ مسح کرنے کی بجائے منہ کے ساتھ ہی سر دھونے کا حکم ہے۔ مفتی صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حنفیوں کے مذہب میں الگ سے سر کا مسح کرنے کا حکم موجود نہیں ہے۔

ناظرین کرام! مفتی صاحب نے یہاں پر عوام کو دھوکہ دیا ہے۔ ہم پہلے حنفی مسلک میں سر کے مسح کا حکم بیان کریں گے پھر عالمگیری کی عبارت کا صحیح مفہوم عرض کریں گے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب حنفی رحمہ اللہ سورۃ مائدہ کی اسی آیت (جو مفتی صاحب نے تعارض ثابت کرنے کے لیے نقل کی ہے) کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اے ایمان والو جب تم نماز کو اٹھنے لگو (یعنی نماز پڑھنے کا ارادہ کرو اور تم کو اس وقت وضو نہ ہو) تو (وضو کر لو یعنی) اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت (دھوؤ) اور اپنے سروں پر (بھیگا) ہاتھ پھیرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت دھوؤ۔

(تفسیر معارف القرآن ج ۳ ص ۶۵ نماز مسنون ص ۱۰۲)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی حنفی وضو کے فرائض کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وضو کے فرائض چار ہیں۔ تین اعضاء کا دھونا اور ایک عضو کا مسح کرنا۔ یعنی (۱) منہ کا دھونا (۲) دونوں ہاتھ بمع کہنیوں کے دھونے (۳) دونوں پاؤں بمع ٹخنوں کے دھونے

(۴) سر کا مسح کرنا۔ (نماز مسنون کلاں ص ۷۱)

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سوال: وضو میں فرض کتنے ہیں؟

جواب: وضو میں چار فرض ہیں۔

① پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک منہ دھونا ② دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا ③ چوتھائی سر کا مسح کرنا ④ دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔ (تعلیم الاسلام حصہ دوم ص ۲۵ تاج کمپنی وضو کا بیان)

مفتی محمد عبید اللہ خان عفیف غیر مقلد نے جو حدیث تعارض ثابت کرنے کے لیے نقل کی ہے۔ اس پر احناف کا عمل تھا نہ کہ وہ احناف کے خلاف ہے۔ دیکھیے ہمارے حنفی عالم نے اس کو اپنی نماز کی کتاب (نماز مسنون کلاں ص ۸۰) پر نقل کیا ہے۔

حدیث نقل کرنے میں مفتی صاحب کی خیانت:

مفتی صاحب نے مسح رَاْسَهُ بِيَدَيْهِ سے آگے کے الفاظ نقل نہیں کیے کیوں کہ وہ مفتی صاحب کے خلاف تھے اس میں گردن پر مسح کا ذکر تھا۔ وہ الفاظ یہ ہیں:

((فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ بَدَاَ بِمُقَدَّمِ رَاْسِهٖ حَتّٰى ذَهَبَ بِهِمَا اِلٰى قَفَاهُ الخ))

"سر کے اگلے حصہ سے مسح شروع کیا، پھر دونوں ہاتھ گدی تک لے جا کر وہیں واپس لائے جہاں سے مسح شروع کیا تھا۔"

ناظرین یہ فریق مخالف کے مفتیوں کا حال ہے جس مسئلہ کو حنفی فرض کہیں اور اپنی ہر نماز کی کتاب میں ذکر کریں۔ اس کو قرآن اور حدیث کے خلاف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت فرمائیں۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں بھی سر کے مسح کو فرض کہا گیا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری اردو جلد نمبر ۱ کتاب الطہارۃ باب اول وضو کے بیان میں ص ۲ میں پہلے وہی آیت سورہ مائدہ کی نقل کی ہے جو مفتی صاحب نے تعارض ثابت کرنے کے لیے نقل فرمائی ہے۔ پھر لکھا ہے وضو میں چار فرض ہیں۔ پھر ہر فرض کی

سرخی قائم کی ہے۔ پہلا فرض صفحہ ۲ پر، دوسرے فرض کی سرخی ص ۳ پر، تیسرا فرض وضو کا صفحہ ۴ پر، چوتھا فرض وضو کا سر کا مسح کرنا ہے ص ۵، سطر ۲۵ پر نقل کیا ہے۔

عالمگیری کی یہ عبارت مفتی صاحب کو نظر نہ آئی۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ سب کچھ جان بوجھ کر رہے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

مفتی صاحب نے جو عبارت عالمگیری کی نقل کی ہے وہ بھی مکمل نقل نہیں کی۔ اس کے آگے لکھا ہے لیکن مکروہ ہے۔

فتاویٰ عالمگیری ص ۶ مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور میں مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

اور اگر سر کو منہ کے ساتھ دھولیا تو مسح کے قائم مقام ہو جائے گا لیکن مکروہ ہے۔ جس بات کو خود حنفی مکروہ کہیں مفتی صاحب اس کو حنفیوں کا مذہب بتائیں کیسی غلط بات ہے۔

اعتراض نمبر ۲:

کھجور کے شیرہ سے وضو جائز ہے؟

قرآن مجید میں ہے کہ اگر وضو کے لیے پانی نہ ملے تو تیمم کر لینا چاہیے چنانچہ ارشاد ہے۔

﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا﴾ (سورۃ النساء: ۴۳)

"پھر تم کو پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو، منہ اور ہاتھوں کو مٹی مل لیا کرو۔ بے شک خدا بڑا معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔"

اور اسی طرح کسی صحیح حدیث میں بھی یہ کہیں نہیں آتا کہ پانی نہ ملنے پر نبیذ سے وضو کرنا جائز ہوتا ہے۔ تاہم مگر فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ نبیذ تمر سے وضو جائز ہے۔

اصل الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

قال ابو حنيفة رحمه الله يتوضأ بنبيذ التمر ولا يتيمم

(فتاویٰ عالمگیری ص ۲۱ ج ۱)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ قول ہے کہ نبیذ تمر یعنی اس پانی سے جس میں چھوہارے بھگوئے

گئے ہوں وضو کرے اور اس کے ہوتے ہوئے تیمم نہ کرے۔ (فتاویٰ ہندیہ ج ا ص ۳۷)
(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲)

اعتراض نمبر ۳:

نشہ آور شراب کے ساتھ بھی وضو جائز ہے؟

نبیذ تمر کو خالص پانی نہ سہی تاہم ہے تو پاک مگر فتاویٰ عالمگیری میں شراب کے ساتھ بھی وضو جائز قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ اسی فتاویٰ عالمگیری ص ۴۱۰ ج ۵ میں شراب کو پیشاب اور خون کی طرح نجاست مغلظہ (سخت پلید) کہا ہے اصل الفاظ یہ ہیں

هي نجاسة غليظة كالبول والدم (ص ۴۱۰ ج ۵)

"شراب کو پیشاب کی طرح پلید کہنے کے باوجود یہاں یہ تلقین کی جارہی ہے کہ نشہ آور شراب کے ساتھ بھی وضو جائز ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں:

وان طبخ ادنى طبخة يجوز الوضوء به حلوا كان او مرًّا او مسكرًا وهو الاصح كذا في العيني. (ص ۲۲ ج ۱)

"(نبیذ) اگر تھوڑا سا پکایا جاوے تو اس سے وضو جائز ہے خواہ میٹھا ہو خواہ تلخ ہو، خواہ نشہ لانے والا ہو اور یہی اصح ہے یہ عینی میں ہے۔" (فتاویٰ ہندیہ ص ۳۸)

گزارش: پیشاب سے وضو جائز تو کیا ہوگا اس کا تصور بھی عام مسلمان کے لیے تکلیف دہ ہے اور فتاویٰ عالمگیری شراب کو پیشاب کی طرح پلید بھی کہہ رہا ہے اور ساتھ ہی اس سے وضو بھی جائز قرار دے رہا ہے اس کھلے تضاد کا ہمارے کرم فرماؤں کے پاس اگر کوئی حل ہو تو ہم ایسے ہیچ میرزا اور کم علموں کو ضرور مستفید فرمادیں۔
(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۳)

جواب:

دونوں اعتراضوں کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

امام اعظم کی یہ روایت مفتی بہ نہیں خود فقہاء رحمہم اللہ نے تصریح کی ہے امام اعظم رحمہ اللہ کی

صحیح اور مفتیٰ بہ روایت یہ ہے کہ نہ اس کا پینا جائز ہے اور نہ ہی اس سے وضو درست ہے۔

خود صاحب ہدایہ نے ص ۳۰ میں اس کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:

قال ابو یوسف تیمم ولا یتوضأ به وهو روایة عن ابی حنیفة. (ہدایہ)

"امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ نبیذ تمر سے وضو نہ کرے تیمم کرے اور یہ روایت ابو حنیفہ سے ہے۔"

بلکہ امام اعظم کا یہی آخری قول ہے۔

چنانچہ علامہ عینی شرح ہدایہ جلد اول ص ۲۸۶ میں فرماتے ہیں:

روی عنه نوح ابن ابی مریم واسد بن عمر والحسن انه تیمم ولا یتوضأ به. قال قاضی خان وهو الصحیح وهو قوله الاخیر وقد رجع إلیه.

"نوح بن ابی مریم۔ اسد بن عمر اور حسن نے امام اعظم سے روایت کیا ہے کہ نبیذ تمر سے وضو نہ کرے، تیمم کرے، قاضی خان نے لکھا ہے کہ یہ صحیح ہے اور امام صاحب کا یہ آخری قول ہے۔ امام اعظم نے اس کی طرف رجوع فرمایا۔"

حافظ ابن حجر ؒ فتح الباری، پارہ اول ص ۱۷۶ میں لکھتے ہیں:

ذکر قاضی خان ان ابا حنیفة رجع إلی هذا القول

"قاضی خان نے ذکر کیا ہے کہ امام صاحب نے نبیذ تمر سے وضو نا جائز ہونے کی طرف رجوع کیا۔"

پس وہ مسئلہ جس سے امام صاحب نے رجوع فرمایا۔ فقہاء نے جس کو مفتی بہ قرار نہیں دیا اس کو ذکر کر کے احناف پر اعتراض کرنا محض عوام کالانعام کو مغالطہ میں ڈالنا ہے۔

اعتراض نمبر ۴، ۵، ۶:

غسل جنابت کی چھوٹ

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا

جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ (بخاری ج ا ص ۴۳)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد عورت کے چاروں کونوں کے بیچ بیٹھے پھر اس پر زور لگائے تو غسل واجب ہو گیا۔''

اس صحیح حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا کہ جب آدمی عورت کے چاروں کونوں کے درمیان بیٹھ کر زور لگاتا ہے تو انزال ہو یا نہ ہو غسل بہر حال واجب ہو جاتا ہے۔ مگر فتاویٰ عالمگیری میں اس صحیح حدیث کے انکار میں یوں فتویٰ ہے:

والایلاج فی البھیمة والمیتة والصغیرة التی لا یجامع مثلھا لا یوجب الغسل بدون الانزال ھکذا فی المحیط. (ص ۱۵ ج ۱)

''اگر چوپائے جانور کے دخول (آلہ تناسل اس کی شرم گاہ میں داخل) کرے یا مردے کے یا ایسی چھوٹی لڑکی کے جس کے مثل کی لڑکیوں کے ساتھ مجامعت (جماع) نہیں کیا کرتے تو بغیر انزال کے غسل واجب نہیں ہوگا۔ یہ محیط میں لکھا ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵)

جواب:

اس عبارت میں تین مسائل ذکر ہوئے ہیں ہم یہاں پر تینوں کو الگ الگ کر کے بیان کرتے ہیں تاکہ عوام کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

اعتراض نمبر ۴ کا جزء یہ ہے' جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے سے جب تک انزال نہ ہو غسل لازم نہیں ہوگا۔

جواب اعتراض نمبر ۴:

مفتی صاحب نے جو حدیث نقل کی ہے اس میں تو ان تینوں مسائل کا ذکر تک نہیں۔ مفتی صاحب نے اس مسئلہ کو اگر کسی آیت یا حدیث کے خلاف سمجھا ہے تو وہ آیت یا حدیث لکھے۔ جس میں یہ صراحت ہو کہ جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے سے بغیر انزال بھی غسل فرض

ہوتا ہے۔ جب حضور ﷺ نے چوپایہ کے ساتھ شہوت رانی کرنے والے کو بلا انزال غسل کا حکم نہیں دیا تو فقہاء پر طنز کرنے سے شرم کرنا چاہیے۔ فقہاء نے کیا برا کہا؟ کہ بوجہ فقدانِ دلیل وجوبِ غسل کا حکم نہیں دیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو عورت کے ساتھ جماع کرنے والے پر بھی بلا انزال غسل لازم نہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی صحیح میں اندریں صورت غسل کو ''احوط'' فرمایا ہے تو وطی بہیمہ سے بلا انزال کس دلیل سے غسل لازم سمجھا جاتا ہے؟

مسلم شریف میں حدیث ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ پانی، پانی سے ہے یعنی غسل منی کے نکلنے سے لازم ہوتا ہے۔ اس حدیث کو منسوخ نہ کہا جائے کیوں کہ اس کے نسخ پر اجماع نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کو منسوخ نہیں مانتے۔ اس حدیث کے ہوتے ہوئے غیر مقلدین کس منہ سے اس مسئلہ پر اعتراض کرتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انزال منی موجب غسل ہے جیسا کہ حدیث مسلم سے ظاہر ہے لیکن خروج منی کبھی تو حقیقتاً ہوتا ہے اور کبھی حکماً۔ حقیقتاً تو ظاہر ہے۔ حکماً اس وقت پایا جاتا ہے جب کہ سبب کامل ہو اور سبب کامل غیوث حشفہ ہے ایسے محل میں جو عادۃً مشتہی ہو جب کہ عروج بہائم ایسا نہیں۔ اس صورت میں سببیت ناقص ہوئی۔ خروج منی نہ حقیقتاً پایا گیا اور نہ حکماً۔ تو غسل لازم ہونے کی کوئی وجہ نہ ہوئی۔ کیوں کہ مرغوب بالطبع کے جماع سے یا انزال سے لذت کاملہ ہوتی ہے جب محل ہی مرغوب طبع نہ ہوا تو بدونِ انزال کمال لذت نہیں۔ اس لیے غسل بھی لازم نہیں۔

ناظرین انصاف کریں کہ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ حضرت فقہاء نے ان مسائل کو واضح کر دیا اگر کسی سے ایسا فعل صادر ہو تو غسل کا مسئلہ کیا ہوگا؟ چاہیے تو یہ تھا کہ ہم فقہاء کے شکر گزار ہوتے کہ انہوں نے متوقع حالات کو سمجھ کر مسائل واضح کر دیے۔ ہم ان پر الٹا طعن کریں تو کیا یہ ناشکری نہیں؟

ایک شبہ:

کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ فقہاء کے نزدیک چوپایہ سے بدفعلی کرنا جائز ہے اور اس کی کوئی سزا نہیں۔ معاذ اللہ۔ فقہاء رحمہم اللہ نے اس کی سزا کتاب الحدود میں بیان فرمائی ہے۔ وہاں پر ملاحظہ فرمائیں۔

جزء دوم، اعتراض ۵:

اسی طرح مردہ عورت کے ساتھ بدفعلی کرنے سے بھی بغیر انزال کے غسل لازم نہیں آتا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵)

جواب:

اس مسئلہ کے برخلاف اگر مفتی صاحب کے پاس کوئی آیت یا حدیث ہو تو پیش کریں۔

یہاں بھی خروج منی نہ حقیقتاً پایا گیا نہ حکماً کہ محل مشتہی نہیں۔ اس لیے بدون انزال غسل واجب نہیں۔

جزء سوم، اعتراض ۶:

اسی طرح نابالغ لڑکی سے جماع کرنے سے بھی بغیر انزال کے غسل لازم نہیں آتا۔
(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵)

جواب:

اسی عبارت کے آگے فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ جس لڑکی کے محل جماع میں دخول اس طرح ممکن ہو کہ اس کے اندر کا پردہ پھٹ کر دونوں راہیں ایک نہ ہو جاویں تو وہ مجامعت کے قابل ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔
(فتاویٰ عالمگیری مترجم ج ۱ ص ۲۲، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی، لاہور)

جب مجامعت کے قابل ہوگی تو غسل بھی واجب ہوگا۔ مفتی صاحب نے یہ آگے کی عبارت نقل نہیں کی جس سے مسئلہ کی وضاحت ہو رہی تھی۔

اس مسئلہ میں حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اگر ایلاج ممکن ہو تو غسل واجب ہے۔

چنانچہ شامی جلد اول ص ۱۲۲ میں علامہ شامی فرماتے ہیں:

والصحیح انه إذا امکن الایلاج فی محل الجماع من الصغیرة ولم یفضها فهی ممن تجامع فیجب الغسل.

بحر الرائق ج ا ص ۶۰ میں ہے:

وقد حکی عن السراج الوهاج خلافا لو وطی الصغیرة التی لا تشتهی فمنهم من قال یجب مطلقًا ومن عم من قال لا یجب مطلقًا والصحیح انه إذا امکن الایلاج فی محل الجماع من الصغیرة ولم یفضها فهی ممن تجامع فیجب الغسل.

مراقی الفلاح حاشیہ نور الایضاح میں ہے:

ویلزم بوطی صغیرة لا تشتهی ولم یفضها لانها صارت ممن تجامع فی الصحیح.

علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۵۷ میں لکھتے ہیں:

هذا وهو الصحیح

یعنی صغیرہ غیر مشتہاۃ کے ساتھ وطی کرنے سے جب کہ درمیان کا پردہ پھٹ کر دونوں راہیں ایک نہ ہوں اور محل جمع میں ایلاج ممکن ہو تو غسل واجب ہو جاتا ہے اور یہی صحیح ہے۔

ناظرین جس مسئلہ کو فقہا صحیح فرمائیں اس کا ذکر مفتی صاحب نے نہیں کیا، کیا یہ ہی انصاف ہے۔

اعتراض نمبر ۷:

عضو پر کپڑا لپیٹ کر دخول پر غسل نہیں

ولو لف علی ذکرہ خرقة واولج ولم ینزل ..... وقال بعضھم لا یجب. (ص۱۵ ج۱)

"اگر اپنے عضو پر کپڑا لپیٹ کر دخول کرے اور انزال نہ ہو تو.....تو بعضوں نے کہا (ہے) کہ (غسل واجب) نہیں ہوگا۔"

عرض' کیا یہ فتویٰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح کے خلاف نہیں بینوا توجروا

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۶)

جواب:

مفتی صاحب نے فتاویٰ عالمگیری کی عبارت نقل کرنے میں بددیانتی کی ہے ہم پہلے پوری عبارت کا ترجمہ نقل کرتے ہیں پھر اصل مسئلہ کی وضاحت کریں گے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

"اگر اپنے عضو پر کپڑا لپیٹ کر دخول کرے اور انزال نہ ہو تو بعضوں نے کہا کہ غسل واجب ہوگا۔ اور بعضوں کا قول اور وہی اصح بھی ہے کہ اگر کپڑا ایسا پتلا ہو کہ فرج کی حرارت اور لذت محسوس ہو تو غسل واجب ہوگا۔ اور ایسا نہ ہو تو واجب نہ ہوگا۔ اور زیادہ احتیاط کا حکم بھی ہے کہ دونوں صورتوں میں غسل واجب ہوگا۔" (فتاویٰ عالمگیری اردو ج۱ ص۴۲)

ناظرین فتاویٰ عالمگیری میں تو یہ لکھا ہے کہ غسل واجب ہوگا۔ اور حنفیوں کا مذہب بھی یہی ہے۔

درمختار میں ہے: (اولج حشفة) او قدرھا (ملفوفة بخرقة ان وجد لذة الجماع (وجب) الغسل (والا لا) علی الاصح والا حوط الوجوب.

یعنی حشفہ اور اس کی مقدار کپڑا لپیٹ کر داخل کیا اگر جماع کی لذت پائی تو غسل فرض ہو گیا۔(کیوں کہ حدیث پاک میں ہے اذا التقی الختانان وغابت الحشفة وجب الغسل (رد المحتار)

یعنی جب دونوں ختنے کے مقام چھو جائیں اور حشفہ غائب ہو جائے تو غسل واجب ہو گیا۔اس صورت میں حشفہ بھی غائب ہو گیا اور لذت کے احساس کی وجہ سے شرم گاہیں بھی چھو گئیں تو غسل فرض ہو گیا)

اور اگر حشفہ تو غائب ہو مگر کپڑے کی موٹائی کی وجہ سے لذت محسوس نہ ہوئی تو شرم گاہوں کا مس نہ پایا گیا، اس لیے کہ حدیث کی دونوں شرطوں میں سے ایک شرط نہ پائی جانے سے علی الاصح یعنی صحیح مذہب پر غسل واجب نہیں ہونا چاہیے مگر احتیاط اسی میں ہے کہ ایک شرط کی وجہ سے واجب ہی کہا جائے پس غسل واجب ہوگا۔

فقہ حنفی کا صحیح مسئلہ یہ ہوا کہ ایسی حالت میں غسل واجب ہوگا۔

غیر مقلدین کا مذہب:

علامہ وحید الزماں تحریر فرماتے ہیں:

ولو لف الحشفة بخرقة لم اولجها فان وجد لذة الجماع اغتسل والا لا. (نزل الابرار ص ۲۴ ج ۱)

"اگر حشفہ پر کپڑا لپیٹا پھر داخل کیا اگر جماع کی لذت پائی تو غسل کرے ورنہ نہیں۔"

اعتراض نمبر ۸:

شبہ کی وجہ سے حد کا ساقط ہونا

قال محمد رحمه الله تعالى في الاصل اربعة شهدوا على رجل بالزنا فشهد اثنان انه استكرهها وشهد اثنان انها طاوعته قال ابو حنيفة رحمه الله

تعالی ادرا عنهم الحدود جمیعًا یعنی الرجل والمراة والشهود

(ص۱۵۳ ج۲)

''اگر دو شاہد کسی ملزم کے بارے میں یہ شہادت دیں کہ اس نے فلاں عورت پر مجرمانہ حملہ کیا مگر دوسرے یہ کہیں کہ اس نے اس جرم کا ارتکاب عورت کی رضا مرضی سے کیا ہے تو کسی پر حد کی سزا جاری نہ ہوگی۔'' (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۶۲ مسئلہ نمبر ۱۶۵)

جواب:

مفتی صاحب نے عبارت کا ترجمہ درست نہیں کیا۔ سید امیر علی غیر مقلد نے جو فتاویٰ عالمگیری کا ترجمہ کیا ہے اس میں اس عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''چار مردوں نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی جن میں سے دو گواہوں نے کہا کہ اس مرد نے اس عورت کو باکراہ مجبور کرکے زنا کیا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے کہا کہ اس عورت نے خود اس کو مطاوعت کی ہے تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ حد ان سب سے دور کردی جائے گی۔ یعنی مرد و عورت و گواہوں سب سے رفع کی جائے گی۔'' (ج۳ ص۳۳۴)

قارئین اس ترجمہ میں اور مفتی صاحب کے ترجمہ میں کتنا فرق ہے۔

مفتی صاحب نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ عورت کی رضامندی کی صورت میں اگر زنا واقع ہو تو فتاویٰ عالمگیری کے مطابق حد زنا کی سزا قائم نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ یہ مطلب غلط ہے اور یہ تاثر گمراہ کن ہے۔ بلکہ صحیح مطلب عبارت مذکورہ کا یہ ہے کہ چونکہ ثبوت زنا کے لیے چار عادل گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج۲ ص۱۴۳)

اس جگہ سب گواہ عادل نہیں ہیں۔ ان میں سے دو یقیناً جھوٹے ہیں۔ کیوں کہ اگر عورت رضامند نہ تھی اور مرد نے اس پر زبردستی کی تو رضامندی و مطاوعت کے گواہ جھوٹے ہیں اور اگر رضامند تھی تو اکراہ و زبردستی کے گواہ جھوٹے ہیں۔ جب اس کیس میں چار عادل گواہ پیش نہیں کیے گئے تو زنا ثابت نہ ہوا۔ لہٰذا حد زنا کسی پر قائم نہیں کی جا سکتی۔

اعتراض نمبر ۹_۳۲:

دباغت دینے سے کھال پاک ہوجاتی ہے

کل اھاب دبغ دباغة...... حکمیة بالترتیب والتشمیس والا لقاء فی الریح فقد طھر وجازت الصلوٰة فیه والوضوء منه الا جلد الأدمی والخنزیر ھکذا فی الزاھدی۔ (ص۲۵ج۱)

"جس چمڑے کی حکمی دباغت کی جائے یعنی مٹی لگا کر یا دھوپ میں سوکھا کر یا ہوا میں ڈال کر تو پاک ہو جاوے تو اس پر نماز اور وضو اس کے ڈول سے جائز ہو گا مگر آدمی اور سور کے چمڑے کا یہ حکم نہیں یہ زاہدی میں لکھا ہے۔"

اس عبارت سے درج ذیل مسائل نکلتے ہیں۔

۲۰۔ مثلاً کتے کی کھال رنگنے کی بجائے مٹی میں رگیدنے سے پاک ہو جاتی ہے اس پر نماز پڑھنی جائز ہے اور اس کے لوٹے میں وضو کرنا بھی جائز ہے۔

۲۱۔ مٹی میں رگیدنے کے بجائے اگر دھوپ میں خشک کر لی جائے تو بھی پاک ہو جاتی ہے اور اس کے لوٹے اور مصلے بنانا جائز ہو جاتے ہیں۔

۲۲۔ مٹی میں رگیدنے اور دھوپ میں خشک کرنے کے بجائے صرف ہوا میں خشک کر لی جائے تو بھی پاک ہو جاتی ہے اور لوٹے اور مصلے بھی بنائے جا سکتے ہیں۔

۲۳۔ اس طرح اگر ریچھ کی کھال مٹی میں رگید لی جائے تو پاک ہو جاتی ہے اس کا لوٹا اور مصلے بنانا بھی جائز ہے۔

۲۴۔ اگر مٹی میں رگیدنے کے بجائے دھوپ میں خشک کر لی جائے تو بھی پاک ہو جاتی ہے تو بھی پاک قرار پاتی ہے بلکہ اس کھال کے لوٹے مصلے بنانا بھی جائز ہے۔

۲۶۔ بھیڑیے کی کھال بھی مٹی میں رگیدنے سے نہ صرف پاک ہو جاتی ہے بلکہ اس سے لوٹے مصلے بھی بنانے جائز ہو جاتے ہیں۔

۲۷۔رگیدنے کی جگہ اگر دھوپ میں خشک کر لی جائے تو بھی پاک ہو جاتی ہے۔

۲۸۔رگیدنے اور دھوپ میں سوکھانے کے بجائے اگر صرف ہوا میں خشک کر لی جائے تو بھی پاک ہو جاتی ہے۔لوٹے مصلے بنانا بھی جائز ہے۔

۲۹۔چیتے کی کھال کو بھی اگر مٹی میں رگید لیا جائے تو پاک ہو جاتی ہے اور لوٹوں اور مصلوں کے قابل ہو جاتی ہے۔

۳۰۔اور رگیدنے کے علاوہ دھوپ میں خشک کر لینے سے بھی پاک ہو جاتی ہے۔

۳۱۔اور اسی طرح رگیدنے اور دھوپ میں خشک کرنے کے بجائے ہوا میں بھی خشک کر کے پاک کی جا سکتی ہے۔لوٹے مصلے کے قابل!!

۳۲۔شیر کی کھال بھی مٹی میں رگیدنے سے پاک ہو جاتی ہے اور منقش دھاری دار پکے رنگوں والے لوٹے اور مصلے بھی بنانے جائز ہیں۔

۳۳۔شیر کی کھال دھوپ میں خشک کرنے سے پاک ہو جاتی ہے۔

۳۴۔اسی طرح صرف ہوا میں خشک کرنے سے پاک ہو جاتی ہے۔

۳۵۔اسی طرح لومڑ کی کھال بھی مٹی میں لتھیڑنے سے پاک ہو جاتی ہے اور لوٹے مصلے کے قابل قرار پاتی ہے۔

۳۶۔اسی طرح دھوپ میں سوکھانے سے بھی پاک ہو جاتی ہے۔

۳۷۔اسی طرح ہوا میں خشک کرنے سے بھی پاک ہو جاتی ہے۔

۳۸۔اسی طرح بندر کی کھال بھی مٹی میں رگید لینے سے نہ صرف پاک ہو جاتی ہے بلکہ جائے نماز اور وضو کے برتن بنانے بھی اس کھال سے جائز ہو جاتے ہیں۔

۳۹۔اسی طرح دھوپ میں خشک کر لینے سے بھی پاک قرار پاتی ہے۔

۴۰۔بندر کی کھال ہوا میں خشک کر لینے سے بھی پاک ہو جاتی ہے۔

۴۱۔اسی طرح بلی کی کھال بھی مٹی میں رگیدنے سے پاک ہو جاتی ہے۔

۴۲۔اسی طرح دھوپ میں خشک کرنے سے بھی پاک ہو جائے گی۔

۱۴۳۔اسی طرح ہوا میں خشک کرنے سے بھی پاک ہو جائے گی۔اور اس سے مصلے اور لوٹے بنانے جائز ٹھہریں گے اور اسی طرح گیدڑ کی کھال بھی تینوں طریقوں سے پاک ہو جاتی ہے۔

نتیجہ:

جب کتے اور دوسرے حرام جانوروں کی کھالیں تینوں طریقوں سے پاک ہو جاتی ہیں اور نماز اور وضو کے لیے ان کھالوں کا استعمال جائز ہے تو لامحالہ ان کی خرید و فروخت بھی جائز ہوتی ہے۔لہٰذا نتیجہ بالکل صاف ہے کہ اس فتاویٰ کو بطور اسلامی قانون کے پاکستان میں نافذ کرنے سے اسلامی معاشرہ کی تشکیل ہو یا نہ ہو اور اسلامی نظام کے مطلوبہ ثمرات حاصل ہوں یا نہ ہوں ہماری بلا سے تاہم معاشی مسائل بہت حد تک بڑی خوش اسلوبی سے بہرحال حل ہو جائیں گے۔(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۹ تا ۱۱)

جواب:

ان ۱۴۳ اعتراضوں کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں:

امام مسلم نے مسلم شریف (کتاب الحیض) میں ایک باب قائم کیا ہے۔

((بَابُ طَهَارَةِ جُلُوْدِ الْمَيْتَةِ بِالدِّبَاغِ))

"باب مردہ جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔"

اس باب میں امام مسلم نے آٹھ احادیث نقل کی ہیں۔جن سے ثابت ہوتا ہے کہ دباغت سے کھال پاک ہو جاتی ہے۔

حدیث نمبرا:

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کو کسی نے ایک بکری صدقہ میں دی وہ مر گئی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پڑا ہوا دیکھا تو فرمایا تم نے اس کی کھال کیوں نہ لی دباغت کر کے کام میں لاتے۔لوگوں نے کہا یا رسول اللہ وہ مردار تھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا مردار کا کھانا حرام ہے۔

حدیث نمبر ۲:

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا رسول اللہ ﷺ کی ایک بی بی رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک جانور پالا تھا وہ مرگیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کی کھال کیوں نہ لی اس کو کام میں لاتے۔

حدیث نمبر ۳:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے۔ جب کھال پر دباغت ہوگئی تو وہ پاک ہے۔

حدیث نمبر ۴:

ابوالخیر سے روایت ہے میں نے ابن وعلہ کو ایک پوستین (چمڑے کی قمیص یا کوٹ) پہنے دیکھا میں نے اس کو چھوا۔ انہوں نے کہا کیوں چھوتے ہو (کیا اس کو نجس جانتے ہو؟) میں نے عبداللہ سے کہا کہ ہم مغرب کے ملک میں رہتے ہیں وہاں بربر کے کافر اور آتش پرست بہت ہیں وہ بکری لاتے ہیں ذبح کر کے ہم تو ان کا ذبح کیا ہوا جانور نہیں کھاتے اور مشکیں لاتے ہیں اُن میں چربی ڈال کر۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس کو پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا دباغت سے پاک ہو جاتی ہے (یعنی چمڑے پر جب دباغت ہوگئی تو وہ پاک ہے اگرچہ کافر نے دباغت کی ہو)۔

حدیث نمبر ۵:

ابن وعلہ سبئی سے روایت ہے میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا ہم مغرب کے ملک میں رہتے ہیں۔ وہاں مجوسی (آتش پرست) مشکیں لے کر آتے ہیں پانی کی ان میں چربی پڑی ہوتی ہے تو انہوں نے کہا کھا پی لو۔ میں نے کہا کیا تم اپنی رائے سے کہتے ہو؟ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ دباغت سے

کھال پاک ہو جاتی ہے۔

ناظرین ہم نے صرف مسلم شریف ہی کی پانچ روایات نقل کی ہیں۔اس مسئلہ پر بے شمار احادیث کتب احادیث میں موجود ہیں۔جن سے ثابت ہوتا ہے کہ دباغت سے کھال پاک ہو جاتی ہے۔

حدیث نمبر۶:

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مردار کا صرف گوشت (کھانا) حرام فرمایا ہے اور باقی کھال اور بال اور اون ان (کے استعمال) کا کچھ حرج نہیں ہے۔(دار قطنی باب الدباغ)

حدیث نمبر۷:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو مولیٰ (غلام آزاد) رسول اللہ ﷺ کے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کہیں سفر کا ارادہ فرماتے تو گھر کے سب آدمیوں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی آخری بات چیت ہوتی اور جب آپ ﷺ سفر سے تشریف لاتے تو (سب سے) پہلے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کرتے تو آپ ﷺ ایک جنگ سے واپس تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دروازہ پر پردہ یا ٹاٹ لٹکایا تھا اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما دونوں کو چاندی کے دو کنگن پہنائے تھے۔آنحضرت ﷺ نے جو تشریف لا کر دیکھا تو گھر میں آپ ﷺ نہ آئے (یعنی جیسے آپ ﷺ کی عادت تھی) تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے گمان کیا کہ آپ کو گھر میں تشریف لانے سے ان چیزوں نے روکا دریافت کیا تو یہی معلوم ہوا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دروازہ سے پردہ نکالا پھر دونوں صاحبزادوں سے اس زیور کو بھی اتار لیا اور کاٹ کر ان کے سامنے ڈال دیا۔دونوں کے دونوں آنحضرت ﷺ کے پاس روتے ہوئے چلے گئے۔آپ ﷺ نے ان سے وہ کٹے ہوئے ٹکڑے لے کر فرمایا اے ثوبان یہ جا کر فلاں گھر والوں کو دے آؤ کوئی تھے مدینے میں پھر فرمایا یہ لوگ میرے اہل

بیت ہیں (یعنی فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم) میں برا جانتا ہوں کہ یہ اپنے مزے دنیا ہی میں لوٹ لیں، اے ثوبان فاطمہ کے لیے ایک ہار پٹھوں کا خرید لے اور دو کنگن ہاتھی دانت کے۔(ابو داؤد، باب فی الانتفاع بالعاج، کتاب الترجل)

علامہ وحید الزمان غیر مقلد اس کے فائدہ میں لکھتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہاتھی دانت پاک ہے اور اس کا استعمال درست ہے۔ بخاری میں ہے کہ علمائے سلف اس سے کنگھی کرتے تھے اور اس میں تیل رکھتے تھے۔

(ابوداؤد مترجم جلد سوم ص ۲۹۸ مطبوعہ اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مردار کی ہڈی پاک ہے۔

حدیث نمبر ۸:

سیدہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہماری ایک بکری مر گئی۔ تو ہم نے اس کی کھال کو رنگا پھر ہم اس میں ہمیشہ نبیذ بناتے۔ حتیٰ کہ وہ پرانی ہو گئی۔

(نسائی باب جلود المیتۃ)

حدیث نمبر ۹:

سلمہ بن محبق سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ تبوک میں ایک عورت سے، پانی منگوایا۔ اس عورت نے عرض کیا کہ میرے پاس پانی تو مردہ جانور کی مشک میں بھرا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تو نے اس کی دباغت کی تھی؟ اس عورت نے عرض کیا ہاں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تو یہ دباغت سے پاک ہو گئی۔ (نسائی باب جلود المیتۃ)

یہ نو احادیث ہم نے نقل کی ہیں جن میں واضح طور پر یہ حکم موجود ہے کہ ہر قسم کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔

ایک مسئلہ کی وضاحت:

اب مسئلہ یہ رہ جاتا ہے کہ دباغت کس کس چیز کے ساتھ دی جا سکتی ہے اور اس کا

طریقہ کیا ہے۔

اس کا عام فہم اور آسان جواب یہ ہے کہ جس چیز سے بھی دباغت حاصل ہو جائے اس سے دباغت دینا درست ہے اور جس طرح آسانی ہو وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ اصل چیز دباغت دینا ہے۔

احادیث میں بعض اشیاء کا ذکر بھی ملتا ہے۔ جیسا کہ امام نسائی نے ایک باب باندھا ہے (مَا يُدْبَغُ بِهِ جُلُوْدُ الْمَيْتَةِ) مردار کی کھال کو کس چیز سے پاک کیا جائے۔ پھر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل کی ہے۔

حدیث نمبر ۱۰:

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قریش کے بعض لوگ نکلے اور وہ ایک بکری کو گدھے کی طرح گھسیٹ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اس کی کھال اتار لیتے تو اچھا ہوتا۔ انہوں نے عرض کیا یہ مردار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے پانی اور قرظ پاک وصاف کر دیتا ہے۔

نوٹ: قرظ ایک گھاس یا چھال ہے جس سے چمڑا کو دباغت دیتے ہیں۔

(نسائی باب ما یدبغ به جلود المیتة)

حدیث نمبر ۱۱:

امام بخاری نقل کرتے ہیں:

وَقَالَ حَمَّادٌ لَا بَأْسَ بِرِيْشِ الْمَيْتَةِ

اور حماد نے کہا مردار پرندے کے پر میں کوئی حرج نہیں۔

(بخاری، باب ما یقع من النجاسات فی السمن والماء، کتاب الوضوء الطهارة)

حدیث نمبر ۱۲:

حماد سے روایت ہے کہ مردار کی اون گرنے سے کوئی حرج نہیں لیکن اس کو دھویا

جائے گا اور مردار کے پر سے کوئی حرج نہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۲۰۶)

حدیث نمبر ۱۳:

امام بخاری نقل کرتے ہیں:

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي عِظَامِ الْمَوْتَى نَحْوَ الْفِيلِ وَغَيْرِهِ أَدْرَكْتُ نَاسًا مِنْ سَلَفِ الْعُلَمَاءِ يَمْتَشِطُونَ بِهَا وَيَدَّهِنُونَ فِيهَا لَا يَرَوْنَ بِهِ بَأْسًا

اور زہری نے مردار مثلاً ہاتھی وغیرہ کی ہڈیوں کے متعلق کہا میں نے متقدمین علماء کو پایا وہ اس سے کنگھی کرتے تھے اور اس میں تیل رکھتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (بخاری، کتاب الوضوء الطهارة، باب ما یقع من النجاسات)

حدیث نمبر ۱۴:

امام بخاری نقل کرتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ وَإِبْرَاهِيمُ وَلَا بَأْسَ بِتِجَارَةِ الْعَاجِ

اور ابن سیرین اور ابراہیم نے کہا: ہاتھی کے دانت کی تجارت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (بخاری، باب ما یقع من النجاسات، مصنف عبدالرزاق ص ۲۱۱)

حدیث نمبر ۱۵:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مشکیزہ سے وضو کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ سے کہا گیا کہ یہ مردار جانور کا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو دباغت دینے سے اس کی گندگی، نجاست اور پلیدی دور ہو جاتی ہے۔

(صحیح ابن خزیمة ج ۱ ص ۶۰ رقم ۱۱۴ باب الرخصة فی الوضوء من الماء یکون فی جلود المیتة اذا دبغت. والمستدرک علی الصحیحین ج ۱ ص ۲۶۵ حدیث نمبر ۵۷۴۔ والسنن الکبری للبیہقی ج ۱/ ۱۷ حدیث نمبر ۵۱ وجلد نمبر ۱ ص ۱۱۰ حدیث نمبر ۵۳۳۔ ومسند احمد ج ۱ ص ۲۳۷ حدیث نمبر ۲۱۱۷)

شرعی طریق سے ذبح کیا جائے تو گو اس میں حلت نہیں ہوتی مگر دوسرا وصف جو پاکی ہے، رطوبت نجسہ کے دور ہونے کی وجہ سے ثابت ہو جاتی ہے اس بنا پر جن جانوروں کا گوشت کھایا نہیں جاتا اون کے چمڑے ذبح کرنے سے پاک ہو جاتے ہیں اور ان پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ کیوں کہ ذبح کرنا اس کو میتہ کرتا نہیں ہے تاکہ اس پر نجس ہونے کا حکم لگایا جائے۔

آنحضرت ﷺ نے مردار کے چمڑے کو دباغت دینے کے بعد پاک فرمایا ہے اور اس کے واسطے طہارت کا حکم دیا ہے۔

حدیث:

عن عائشة عن النبی صلی اللہ علیه و سلم قال طهور کل ادیم دباغه إسناد حسن کلهم ثقات (دار قطنی ص ۱۸ ج ۱)

حدیث:

عن عائشة عن النبی صلی اللہ علیه و سلم قال ذکاة المیتة دباغها (دار قطنی ص ۱۷ ج ۱)

حدیث:

وقال دباغها ذکاة له. (دار قطنی ص ۱۷ ج ۱)

حدیث:

الا دبغتموه فانه ذکاة له. (دار قطنی ص ۱۷ ج ۱)

آنحضرت ﷺ نے ان روایات میں دباغت اور زکوۃ کو جس کو ذبح بھی کہتے ہیں اور طہارت بھی ایک فرمایا ہوا ہے جو فائدہ ذبح کرنے سے حاصل ہوتا ہے وہی دباغت سے حاصل ہوتا ہے۔

جس طرح دباغت کے ذریعہ سے اجزاء نجس اور رطوبات زائل ہو جاتے ہیں، اسی طرح ذبح کرنے سے نجس اجزاء زائل ہو جاتے ہیں۔ پس ایسے ذبیحہ کی طہارت میں جو نجس

اعتراض نمبر ۳۴:

ذبح سے پاک ہونا

وما طهر جلده بالدباغ طهر جلده بالزكاة وكذالك جميع اجزائه طهر بالزكاة الا الدم وهو الصحيح من المذاهب كذا في المحيط

(ص ۴۳ ج ۱)

"اور جس (جانور) کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے اس کا چمڑا ذبح سے بھی پاک ہو جاتا ہے اور اسی طرح خون کے سوا تمام اجزا پاک ہو جاتے ہیں۔"

وضاحت:

یعنی کتا پکڑا اسے ذبح کیا بس اس کے خون کے سوا کھال سمیت اس کے تمام اجزا پاک ہو جاتے ہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۱۔۱۲)

جواب:

شریعت نے پاک ہونے کے لیے دو قاعدے بیان کیے ہیں ایک چمڑے کو دباغت کیا جائے تو پاک ہو جاتا ہے چنانچہ اوس کی بحث گزر چکی دوسرا قاعدہ پاک ہونے کے واسطے ذبح کرنا ہے۔ اگر بکری، اونٹ، گائے، بیل بھیڑ، دنبہ، ہرن وغیرہ کو شریعت کے قاعدہ کے مطابق ذبح کیا جائے تو پاک بھی ہو جاتا ہے اور حلال بھی ہوتا ہے۔ اس کے پاک ہونے کی وجہ یہی ہے کہ جو رطوبت نجسہ اور دم مسفوح (بہنے والا خون) ناپاک ہے، ذبح کرنے سے نکل جاتا ہے جو قرآن واحادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ الا ما ذکیتم تمہارے لیے وہ جانور حلال و پاک ہیں جن کو تم شرعی قاعدے سے ذبح کرو۔

چونکہ جانور دو قسم کے ہیں ایک حلال، دوسرے حرام۔ اسی طرح ایک حلت ہے اور ایک طہارت اور ایک حرمت اور ایک نجاست۔ اگر کسی حلال جانور کو شریعت کے قاعدے سے ذبح نہ کیا جائے تو وہ حرام اور ناپاک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی حرام جانور کو کسی

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

البحث عما لا یوجد فیه نص علی قسمین احدهما ان یبحث عن دخوله فی دلالة النص علی اختلاف وجوها فهذا مطلوب لا مکروه بل ربما کان فرضا علی من تعین علیه من المجتهدین.

(نیل الاوطار ص۳۲۴ ج۸)

اعتراض نمبر۳۴:

کتا نجس عین نہیں

والصحیح ان الکلب لیس بنجس العین فلا یفسد الماء ما لم یدخل فاه هکذا فی التبیین. (ص۱۹)

اور صحیح یہ ہے کہ کتا نجس العین نہیں جب تک اس کا منہ (پانی میں) داخل نہ ہوا ہو پانی نجس نہیں ہوتا یہ تبیین میں لکھا ہے۔ (ص۳۲ ج۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۱۳)

جواب:

کتے کے نجس العین ہونے پر کوئی دلیل نہیں اگر ہے تو پیش کرو زمانہ نبوی میں کتے برابر مسجد نبوی میں آتے جاتے رہتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو کبھی کتوں کو مسجد سے روکا، اور نہ ان کی آمدورفت کی جگہ کبھی دھلوائی اور صاف کرائی۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

کانت الکلاب تقبل وتدبر فی المسجد فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ولم یرشون شیئا من ذلك.

تنبیہ:

کتے کے نجس العین نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ زندہ کتا نجس نہیں ہے اور اس کی کھال

العین نہ ہو بنا بر روایات مذکورہ کے کوئی شک نہیں کیوں کہ دونوں دباغت اور ذبح جب ازالہ رطوبات نجسہ میں شریک ہیں تو طہارت میں بھی شریک ہوں گے تفریق بغیر دلیل تحکم پر مبنی ہے۔

غیر مقلدین سے سوال:

جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے اگر اون کو بسم اللہ کہہ کر شرعی طریق سے کوئی ذبح کر دے تو مفتی صاحب فرمایئے کہ وہ ناپاک رہیں گے یا پاک ہو جائیں گے۔ اگر صورت اول ہے تو اس کے لیے کوئی صریح صحیح حدیث پیش کریں کہ وہ ناپاک ہی رہتے ہیں۔ اگر پاک ہو جاتے ہیں تو آپ اپنے مذہب کے صحیح ہونے کے واسطے حدیث صحیح پیش کریں اور پھر وہی ہماری دلیل ہوگی اور آپ کا شور وغل مچانا بے کار ہوگا۔ لیکن اس کا خیال رہے کہ عام لوگوں کو دھوکہ میں نہ ڈالیے گا کہ یہ لوگ پاک کہتے ہیں تو حلال بھی ہونا چاہیے۔ حلال ہونا اور چیز ہے اور پاک ہونا اور شے ہے۔ دونوں میں فرق ہے ایک چیز شرع سے پاک ہے لیکن حلال نہیں ہوتی۔

پھر حنفیہ مطلقاً ذبح کو طہارت نہیں کہتے بلکہ اس کے لیے صحیح قول کی بنا پر ذبح شرعی کی شرط لگائی ہوئی ہے کہ ذبح کرنے والا مسلمان یا اہل کتاب ہو بسم اللہ کہہ کر ذبح کرے جو محل ذبح ہے اسی پر فعل ذبح واقع ہو اگر ان میں سے ایک امر بھی مفقود ہوگا تو طہارت کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

اسی طرح محققین حنفیہ نے تصریح کی ہے اس ذبح سے فقط چمڑا اس کا پاک ہوتا ہے باقی اور اجزا جن میں حیات حلول کیے ہے پاک نہیں ہوتے لیکن اول راجح ہے ساتھ ہی ساتھ اس کی بھی تصریح ہے کہ جو جانور نجس العین ہیں وہ ذبح سے پاک نہیں ہوتے اسی طرح یہ بھی مصرح ہے کہ جن کا چمڑا دباغت کو قبول نہیں کرتا وہ بھی ذبح کرنے سے پاک نہیں ہوتے۔

تعجب ہے مفتی صاحب کو یہ خیال نہیں آیا کہ میں یہ اعتراض عالمگیری پر کر رہا ہوں یا رسول کریم ﷺ پر۔ فتاوی عالمگیری نے وہی کہا ہے جو حضور ﷺ نے فرمایا ہے پھر اگر یہ گندا مسئلہ ہے تو شرم کرو کہ اس کی نوبت کہاں تک پہنچی ہے؟

تمہارا مولوی وحید الزماں بڑا پکا غیر مقلد، تقلید کو برا کہنے والا، صحاح ستہ کا ترجمہ کرنے، قرآن مجید کی تفسیر لکھنے والا اور فقہ محمدی لکھنے والا، کتے، درندے، بھیڑیے تو ایک طرف خنزیر کے چمڑے کو بھی دباغت سے پاک لکھتا ہے۔

فقہاء رحمہم اللہ نے تو خنزیر کو مستثنیٰ کیا ہے مگر یہ حضرت تو اس کو بھی مستثنیٰ نہیں کرتے۔

چنانچہ نزل الابرار کے ص ۲۹ ج اول میں لکھتے ہیں:

ایما اھاب دبغ فقد طھر ومثلہ المثانۃ والکرش واستثنی بعض اصحابنا جلد الخنزیر والآدمی الصحیح عدم الاستثناء.

کہ جس چمڑے کو دباغت دی جائے پاک ہو جاتا ہے مثانہ اور اوجری میں بھی اسی طرح ہے۔ ہمارے بعض اصحاب نے خنزیر اور آدمی کو مستثنیٰ کیا ہے۔ حالانکہ صحیح یہ ہے کہ یہ بھی مستثنیٰ نہیں۔

جب آپ کے بڑے یہی مسئلہ لکھتے ہیں تو آپ حنفیہ کو کیوں آنکھیں دکھاتے ہیں۔

پہلے اپنے گھر کی خبر لیجیے۔ اپنے وحید الزمان پر اعتراض کیجیے۔ آپ یہی کہیں گے کہ ہم وحید الزمان کے مقلد نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ تم ان کے فتاویٰ پر بلا دلیل عمل کرتے ہو یا نہیں؟ اگر کہو کہ نہیں تو بالکل غلط ہے۔ مولانا ثناء اللہ ایڈیٹر اہل حدیث کے کئی ایسے فتاویٰ ہیں جن پر انہوں نے کوئی دلیل نہیں لکھی مگر پوچھنے والوں نے ان کو مان لیا۔

کیا مولوی وحید الزمان، نواب صدیق حسن وغیرہ غلطی نہیں کر سکتے؟ تو کیا وجہ ہے کہ ان مسائل پر تو بلا تحقیق عمل کیا جائے اور ائمہ احناف کے مسائل پر تنقید ہی تنقید روا رکھی جائے۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ آپ لوگ برائے نام غیر مقلد ہیں۔

دباغت سے پاک ہوسکتی ہے۔ دیکھو شامی ج ۱ ص ۱۴۶، ہاں اس کا گوشت، خون، لعاب ناپاک ہیں۔ (شامی ص ۱۴۵ ج ۱)

مندرجہ بالا عبارت سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ کتا نجس نہیں، معترض اتنا بے خبر ہے کہ نجس اور نجس العین میں فرق نہیں جانتا، بعض فقہاء رحمہم اللہ نے کتے کو نجس العین بھی لکھا ہے اور نجس العین نہ ہونے کی بھی روایت ہے۔ کتا نجس العین نہ سہی، نجس تو ہے۔ اس کا گوشت اور خون بالاتفاق پلید ہے۔

لو ہم تمہارے پیشواؤں سے دکھا دیتے ہیں کہ وہ کتا کو پلید ہی نہیں سمجھتے۔ علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں:

دم السمک طاهر و کذا الکلب وریقه عند المحققین من اصحابنا

(نزل الابرار ج ۱ ص ۳۰)

"ہمارے محققین کے نزدیک مچھلی کا خون پاک ہے۔ اسی طرح کتا اور اس کا لعاب (بھی پاک ہے)۔

امام بخاری بھی ان محققین میں ہیں جو کتے کو پاک سمجھتے ہیں۔

عرف الجادی کے ص ۱۰ میں تصریح ہے کہ کتے کے ناپاک ہونے میں کوئی دلیل نہیں، نواب صدیق حسن بھی بدور الاہلہ میں کتے کو پاک لکھتا ہے۔ تو یہ مسئلہ بھی غیر مقلدین کے اپنے ہی گھر سے نکل آیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری جلد اول ص ۱۳۸ میں مالکیہ کا مذہب نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

لکون الکلب طاهر عندهم

"کہ کتا مالکیہ کے نزدیک پاک ہے۔"

امام شعرانی میزان الکبریٰ میں لکھتے ہیں:

ومن ذالک قول الامام الشافعی واحمد وابی حنیفة بنجاسة الکلب

مع قول الامام مالك بطهارته

"دوسرا قول وہ ہے جس کے امام شافعی اور امام احمد اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ قائل ہیں اور وہ یہ ہے کہ کتا نجس ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کا قول اس کے پاک ہونے کا مخالف ہے۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری جلد ا ص ۲۴۰ میں نقل کرتے ہیں:

و انما ساق المصنف هذا الحديث هنا ليستدل به مذهبه في طهارة سؤر الكلب

"یعنی امام بخاری اس حدیث کو اس لیے لائے ہیں تاکہ کتے کے جوٹھے کے پاک ہونے پر اپنے مذہب کے لیے استدلال کریں۔"

کہیے جناب امام مالک اور امام بخاری کے متعلق کیا خیال ہے اور اپنے وحید الزمان اور نواب صدیق حسن خان اور نواب نور الحسن خان کے بارے میں کیا رائے ہے؟ لیکن افسوس کہ آپ کو تو صرف اور صرف امام اعظم سے ہی بغض و عناد ہے۔

اعتراض نمبر ۳۵:

صاف چکنے پتھر پر تیمم جائز ہے اگر یہ دھلا ہوا بھی ہو

وبالحجر عليه غبارا ولم يكن بان كان مغسولا او املس مدقوقًا او غير مدقوق كذا في قاضي خان. (ص ۲۷ ج ۱)

"اور پتھر پر تیمم جائز ہے خواہ اس پر غبار ہو یا نہ ہو مثلاً دھلا ہوا ہو یا چکنا ہو خواہ پسا ہوا ہو یا بے پسا ہو۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۵)

جواب:

کیا تمہارے پاس کوئی حدیث ہے جس میں یہ حکم ہو کہ ان اشیاء پر تیمم درست نہیں۔ اگر ہے تو بیان کرو ورنہ اپنا اعتراض واپس لو۔

سنیے! ہدایہ شریف میں اس کی دلیل موجود ہے۔ یعنی

ان الصعید اسم لوجه الارض

''سعید مٹی ہی کو نہیں کہتے بلکہ صعید روئے زمین کا نام ہے۔''

علامہ عینی شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

لان الصعید لیس التراب انما هو وجه الارض ترابا کان او صخرا لاتراب علیه او غیره

''کیوں کہ صعید مٹی نہیں بلکہ روئے زمین ہے، مٹی ہو یا پتھر جس پر مٹی نہ ہو یا اس کا غیر ہو۔''

اور حدیث بخاری و مسلم میں آیا ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا

''کہ میرے لیے جنس زمین کو مسجد اور طہور بنایا گیا۔''

ایک حدیث میں آیا ہے ''التراب طهور المسلم''

علامہ عینی شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

هذا الذی ذکره فی الحقیقة استدلال لابی حنیفة و محمد علی جواز التیمم بجمیع اجزاء الارض لان اللام فیها للجنس فلا یخرج شیء منها و کان الارض کلها جعلت مسجدا وما جعل مسجدا هو الذی جعل طهورا

(عینی ج ۱ ص ۳۱۱)

''درحقیقت اس میں ابو حنیفہ و محمد کی دلیل ہے کہ زمین کے جمیع اجزاء کے ساتھ تیمم جائز ہے۔ کیوں کہ اس میں ''لام'' جنس کے لیے ہے تو کوئی چیز اس لیے خارج نہ ہوگی اور سب زمین مسجد بنائی گئی ہے تو جو مسجد بنائی گئی وہی پاک کرنے والی بنائی گئی۔''

تو اس سے تیمم بھی درست ہوا۔ کیوں کہ ریت، چونہ، پتھر اور گچ یہ سب چیزیں مسجد ہیں اور ان پر نماز جائز ہے جن پر نماز پڑھنا جائز ہوا [illegible] تیمم کرنا بھی جائز ہے۔

نواب حسن صدیق بھوپالی روضۃ الندیہ کے ص ۹ میں لکھتے ہیں:

قال في القاموس والصعيد التراب او وجه الارض انتهى والثاني هو الظاهر من لفظ الصعيد لانه ما صعد اى علا وارتفع على وجه الارض وهذه الصفة لا تختص بالتراب ويويد ذالك حديث جعلت لي الارض مسجدا وطهورا.

"قاموس میں ہے کہ صعید تراب ہے یا روئے زمین، اور دوسرا معنی لفظ صعید سے ظاہر ہے۔ صعید وہ ہے جو بلند ہو اور زمین کے اوپر ہو۔ اور یہ صفت یعنی روئے زمین پر ہونا، مٹی کے ساتھ مختص نہیں (کہ تیمم اسی کے ساتھ مختص ہو) اور حدیث جعلت لي الارض مسجدا و طهورا بھی اس کی تائید کرتی ہے۔"

عرف الجادی میں ہے:

تخصیص صعید بتراب ممنوع است

صعید کی تخصیص مٹی سے کرنا صحیح نہیں

معلوم ہوا کہ قرآن حکیم نے تیمم کے لیے صعیدا طیبا فرمایا ہے۔ صعید روئے زمین کو کہتے ہیں اور روئے زمین میں ہر جگہ مٹی نہیں ہوتی۔ ریگستان میں ریت ہے، پتھریلی زمین میں پتھر ہے۔ لہٰذا ہر وہ چیز جو جنس زمین سے ہوگی اس پر تیمم جائز ہے۔

اس مسئلہ کو جس کا ماخذ قرآن وسنت ہے، خلاف عقل ونقل قرار دینا فرقہ غیر مقلدین کا خاصہ ہے۔

اعتراض نمبر ۳۶:

ایک مثقال نجاست مغلظہ کی چھوٹ

وهي نوعان الاول المغلظة وعفى منه قدر الدرهم والصحيح ان يعتبر بالوزن في النجاسة المتجسدة وهو ان يكون وزنه قدر الدرهم الكبير المثقال. (ص۴۵ ج۱)

"نجس چیزیں دو قسم ہیں اول مغلظہ وہ بقدر درہم کے عفو (معاف) ہے اور درہم کے اعتبار میں روایتیں مختلف ہیں صحیح یہ ہے کہ اگر جسم دار نجاست ہو تو وزن کا اعتبار کریں اور وہ یہ ہے کہ وزن اس کا درہم کبیر کے برابر ہو جو ایک مثقال ہوتا ہے۔ اور مثقال بیس قیراط ہوتا ہے۔" (ص ۸۳ ج ۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۵)

جواب:

بے شک فقہاء رحمہم اللہ نے ایسا لکھا ہے لیکن یہ معافی بہ نسبت صحتِ نماز ہے نہ بہ نسبت گناہ کے۔ یعنی اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایسا کرنے والے کو گناہ بھی نہیں۔ خود فقہاء رحمہم اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ ایسا کرنا مکروہ تحریمہ ہے۔

درمختار میں ہے:

عفا الشارع عن قدر درهم وان كره تحريما فيجب غسله (درمختار)

شارع نے قدر درہم معاف کیا ہے اگرچہ مکروہ تحریمہ ہے پس اس کا دھونا واجب ہے۔

معلوم ہوا کہ جس کپڑے کو بقدر درہم نجاست لگی ہوگی۔ اس میں نماز پڑھنا ہمارے نزدیک مکروہ تحریمہ ہے۔ اس کا دھونا واجب اور نماز کا اعادہ واجب ہے۔

كما قال الشيخ عبدالحئ لكهنوى فى عمدة الرعاية (ص ۱۵۰ ج ۱)

اشار الى ان العفو عنه بالنسبة الى صحة الصلوة به فلا ينافى الاثم.

"کہ یہ معافی بہ نسبت صحت نماز ہے نہ یہ کہ اس کو گناہ نہیں۔"

اور یہ اجازت ہی اس صورت میں ہے کہ دھونے کے لیے پانی یا دوسرا پاک کپڑا نہ ملے۔ اگر پانی میسر ہے اور وقت کی گنجائش بھی ہے تو اسے دھو لینا چاہیے۔

چنانچہ فتاویٰ غیاثیہ ص ۱۲ میں ہے:

دخل فی الصلوٰۃ فری فی ثوبہ نجاسۃ اقل من قدر الدرھم وکان فی الوقت سعۃ فالافضل ان یقطع او یغسل الثوب ویستقبلھا فی جماعۃ اخری وان فاتتہ ھذہ لیکون مؤدیا فرضہ علی الجواز بیقین فان کان علمًا للماء او لم یمکن فی الوقت سعۃ او لا یرجو جماعۃ اخری مضی علیھا وھو الصحیح.

"یعنی نماز شروع کی تو دیکھا کہ کپڑے میں قدر درہم سے کم نجاست ہے اور وقت میں فراخی ہے تو افضل یہ ہے کہ نماز قطع کر کے کپڑا دھوڈالے اور دوسری جماعت میں نئے سرے سے شروع کرے اگرچہ یہ جماعت اس کی فوت بھی کیوں نہ ہو جائے۔ تاکہ اس کے فرض یقیناً ادا ہو جائیں اور اگر پانی نہیں یا وقت میں وسعت نہیں یا دوسری جماعت ملنے کی امید نہیں تو اسی کے ساتھ نماز پڑھ لے۔

امام طحطاوی فرماتے ہیں:

المراد عفا عن الفساد بہ والا فکراھۃ التحریم باقیۃ اجماعا ان بلغت الدرھم وتنزیھا ان لم تبلغ. (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۹۰)

"یعنی عفو سے مراد ہے کہ نماز فاسد نہیں ورنہ کراہت تحریمی اجماعاً باقی رہتی ہے اگر درہم کو نجاست پہنچے اگر درہم سے کم ہو تو کراہت تنزیہی رہتی ہے۔"

معلوم ہوا کہ اگر بقدر درہم نجاست کے ساتھ نماز پڑھے گا تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ جس کا اعادہ واجب اور کپڑے کا دھونا واجب ہے۔

پس دیانت کا تقاضا تو یہ تھا کہ معترض ان تمام باتوں کو بھی لکھتا پھر اعتراض کرتا تاکہ ناظرین کو اصل مذہب کا پتہ لگ جاتا۔ مگر یہاں تو عوام کو صرف مغالطہ میں ڈال کر مذہب حنفی سے بیگانہ کرنا مقصود تھا۔ دیانت سے کیا کام؟ جب اصل مسئلہ معلوم کر چکے تو اس معافی کا ماخذ بھی معلوم کر لینا چاہیے۔ یہ معافی فقہاء نے استنجاء بالاحجار سے اخذ کی ہے کیوں کہ ظاہر ہے پتھر ڈھیلے مزیل نجاست نہیں ہیں بلکہ مخفف اور منشف ہیں تو موضوع غائط کا نجس

ہونا شریعت نے نماز کے لیے معاف کیا ہے اور وہ قدر درہم ہوتا ہے۔ اس لیے فقہاء نے نماز کے لیے بقدر درہم معاف لکھا ہے۔

امام نووی شرح صحیح مسلم میں حدیث اذا استیقظ احدکم من منامہ کے بعض فوائد میں سے لکھتے ہیں:

منها ان موضع الاستجاء لا يطهر بالاحجار بل يبقى نجسا معفوا عنه في حق الصلوٰة. (نووی ص۱۳۶)

''یعنی بعض فوائد میں سے یہ ہے کہ استنجاء کی جگہ پتھروں سے پاک نہیں ہوتی بلکہ نجس رہتی ہے جو نماز کے حق میں معاف ہے۔''

اسی طرح حافظ ابن حجر فتح الباری پارہ نمبرا میں لکھتے ہیں ہدایہ شریف میں ہے:

قدرناه بقدر الدرهم اخذا عن موضع الاستجاء (ص۵۸)

''کہ وہ قلیل نجاست جو کہ عفو ہے ہم نے اس کا اندازہ بقدر درہم رکھا اور اس کا ماخذ استنجاء کی جگہ (کا معاف ہونا ہے)''

علامہ شامی فرماتے ہیں:

قال في شرح المنية ان القليل عفوًا جماعا اذا الاستجاء بالحجر كاف بالاجماع وهو لا يستاصل النجاسة والتقدير بالدرهم مروى عن عمر و علي وابن مسعود وهو مما لا يعرف بالرائے فيحمل على السماع اھ وفي الحلية التقدير بالدرهم وقع على سبيل الكناية عن موضع خروج الحدث من الدبر كما افاده ابراهيم النخعي بقوله انهم استكرهوا ذكر المقاعد في مجالسهم فكنوا عنه بالدرهم ويعضده ما ذكره المشائخ عن عمر انه سئل عن القليل من النجاسة في الثوب فقال اذ كان مثل ظفرى هذا يمنع جواز الصلوٰة قالوا وظفره كان قريبا من كفنا اھ. (شامی ص۲۳۱ ج۱)

''شرح منیہ میں کہا ہے کہ نجاست قلیل اجماعاً معاف ہے کیوں کہ پتھروں سے

استنجاء کرنا بالاجماع کافی ہے اور وہ نجاست کو بالکل ختم نہیں کرتا۔ اور درہم کا اندازہ حضرت عمر و علی و ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے چونکہ اس میں رائے کا دخل نہیں اس لیے سماع پر محمول ہوگا۔ اور حلیہ میں ہے کہ درہم کا اندازہ بطور کنایہ ہے دبر سے جیسے کہ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اپنے مجالس میں مقاعد کا ذکر برا سمجھا تو کنایۃً درہم سے تعبیر کیا۔ اور اسی کی تائید کرتا ہے جو مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر سے جب قلیل نجاست کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا جب میرے ناخن کے مثل ہو تو نماز کے جواز کو منع نہیں کرتا۔ کہتے ہیں کہ آپ کا ناخن ہماری ہتھیلی (کے مقعر) کے برابر تھا۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ قدر درہم بھی صحابہ سے مروی ہے۔ وللہ الحمد

اعتراض نمبر ۳۷:

پلید انگلی چاٹنے سے پاک

. اذا اصابت النجاسة بعض اعضائه ولحسها بلسانه حتى ذهب اثرها يطهر. (ص۴۵ ج۱)

"اگر کسی عضو پر نجاست لگ جاوے اور اس کو زبان سے چاٹ لے یہاں تک کہ اس نجاست کا اثر جاتا رہے تو پاک ہو جاوے گا۔" (ص۸۳ ج۱)

سبحان اللہ غذا کی غذا ملذت کی لذت، پاکی کی پاکی، حرامفت، مفت راچہ باید گفت۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۱۶)

اعتراض نمبر ۳۸:

پلید چھری چاٹنے سے پاک

وكذا السكين اذا تنجس فلحسه بلسانه او مسحه بريقه هكذا في فتاوى قاضي خان. (ص۴۵ ج۱)

"اور اسی طرح اگر چھری نجس ہو جاوے اور اس کو زبان سے چاٹ لے یا اپنا تھوک

انگارا س کو پونچھ لے تو پاک ہو جاوے گی۔" (ص ۸۳ ج ۱)
سبحان اللہ، ناشتے کا ناشتہ اور چھری بھی پاک اور حرافت۔
(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۶

اعتراض نمبر ۳۹:

پلید کپڑا چاٹنے سے پاک

ولو لحس الثوب بلسانه حتى ذهب الاثر فقد طهر. (ص ۴۵ ج ۱)

"اگر کپڑے کو زبان سے چاٹے، یہاں تک کہ نجاست کا اثر جاتا رہے تو پاک ہو جاوے گا۔" (ص ۸۳ ج ۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۶

جواب:

ان تینوں اعتراضوں کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

غیر مقلدین نے اپنی ناقص الفہمی کی بنا پر فتاویٰ عالمگیری کی عالمی حیثیت نہیں سمجھی یہ فتاویٰ بفضلہ تعالیٰ عالمی فتاویٰ ہے۔ اس میں وہ تمام مسائل حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو عالم اسلام میں عموماً یا خصوصاً پیش آتے رہتے ہیں یا آسکتے ہیں تا کہ مملکت اسلامیہ کے قاضی صاحبان ان سے استفادہ کر کے ان سے نادر سے نادر واقعات و مقدمات کا حل دریافت کر سکیں۔ دنیائے عالم میں جہاں عاقل بالغ آباد ہیں وہاں پاگل اور بچے بھی رہتے ہیں۔ ان کی وجہ سے بھی کئی مسئلے جنم لیتے رہتے ہیں۔ مندرجہ بالا مسئلہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے ہاتھ کی کسی انگلی پر اگر پیشاب یا شراب یا خون لگ جائے تو انگلی کو اس نجاست سے صاف کرنے کے لیے پانی ہی استعمال کیا جاتا ہے مگر بچوں اور پاگلوں سے یہ امید نہیں رکھی جاسکتی کہ وہ اس نجاست کو پانی سے ہی صاف کریں گے بلکہ یہاں ممکن ہے کہ بجائے انگلی دھونے کے [illegible] چاٹ لیں۔ (العیاذ باللہ) اور چاٹنے کے بعد وہی انگلی کسی شخص کے

پانی میں ڈبو دیں اور وہ شخص اسلامی عدالت میں اس نوعیت کا مقدمہ دائر کر دے کہ میں پچاس روپے کا پانی خرید کر مٹکے میں ڈالا تھا فلاں پاگل نے نجاست سے لبریز انگلی کو پہلے اچھی طرح چاٹا پھر اپنی انگلی میرے پانی میں ڈبو دی جس سے پانی پلید اور بیکار ہو گیا۔ لہٰذا مجھے پاگل کے مال سے پانی کی قیمت دلائی جائے تو جس قاضی نے فتاویٰ عالمگیری کا مندرجہ بالا مسئلہ پڑھا ہو گا وہ یہ کہہ کر مقدمہ خارج کر دے گا کہ جب مدعی خود تسلیم کرتا ہے کہ پاگل نے پہلے انگلی سے نجاست کو چاٹ کر زائل کر دیا تھا پھر پانی میں ڈبو دیا تھا تو پاگل کی انگلی کے سبب پانی پلید نہ ہوا کیونکہ جب انگلی پر سے نجاست زائل کر دی گئی تو نہ انگلی پلید رہی نہ پانی پلید ہوا۔ فتاویٰ عالمگیری کی عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ نجاست کو چاٹنا جائز ہے۔ یا یہ کہ فقہ حنفی میں انگلی پاک کرنے کا یہی طریقہ ہے یہ نجس فہمی صرف مخالفین کی دماغی نجاست کا نتیجہ ہے بلکہ فتاویٰ عالمگیری میں تو یہاں تک نفاست پسندی فرمائی گئی ہے کہ جو حلال جانور نجاست کھاتا ہو اسے نہ کھائیں بلکہ کئی دن تک باندھ رکھیں کہ نجاست نہ کھانے پائے پھر جب اس کا گوشت نجاست کے اثر سے پاک ہو جائے تو ذبح کر کے کھائیں اونٹ چالیس دن تک باندھا جائے گا۔ گائے بیس دن تک، مرغی تین دن تک اور چڑیا ایک دن تک۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۲۹۸)

اعتراض نمبر ۴۰:

کتے کے بالوں کا ازار بند استعمال کریں

اذا جعلت التكة من شعر الكلب لا باس به

اگر کتے کے بالوں سے ازار بند بنا دیں تو مضائقہ نہیں۔ (ص ۴۸ ج ۱)

وضاحت:

یعنی ریشم اور سلک نہ سہی تو کتے کے بال ہی سہی شاید نرم ہوتے ہوں گے؟ ملیں گے بھی مفت۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۷)

جواب:

مفتی صاحب کو اپنے گھر کی خبر نہیں۔ نواب نورالحسن کی عرف الجادی کے ایک مسئلہ سے تو یہاں تک ثابت ہوتا ہے کہ سور کے بالوں سے ازار بند بنانا جائز ہے اور تکیہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب دباغت سے کھال پاک ہوگئی تو بال بھی تو کھال کے ساتھ ہی ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ مفتی صاحب کتے کے بالوں کو ناپاک یا حرام ثابت کرنے کی کوئی دلیل بیان کریں۔ جب حدیث میں آتا ہے ((اَیُّمَا اِھَابٌ دُبِغَ فَقَدْ طَھُرَ))

ترمذی ابواب اللباس اور مسلم باب طهارة جلود الميتة بالدباغ میں ہے ((اِذَا دُبِغَ الْاِھَابُ فَقَدْ طَھُرَ))

اور مسلم ہی میں ہے فَقَالَ ھَلَّا اَخَذْتُمْ اِھَابَھَا فَانْتَفَعْتُمْ بِهٖ

اور بخاری کتاب الزکاۃ باب الصدقة علی موالی میں ہے۔

قَالُوْا اِنَّھَا مَیْتَةٌ قَالَ اِنَّمَا حَرُمَ اَکْلُھَا

ان تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ دباغت سے چمڑا پاک ہو جاتا ہے اور بال چمڑے کے ساتھ ہی ہوتے ہیں کیونکہ اہاب الجمعہ بالوں کے چمڑے کا نام ہے۔ جب وہ پاک ہو گیا تو بال بھی پاک ہو گئے ورنہ حضور ﷺ تصریح فرما دیتے کہ بال کاٹ لو پھر کھال سے نفع اٹھاؤ۔ یا یہ فرماتے کہ چمڑا تو پاک ہو جاتا ہے لیکن بال پاک نہیں ہوتے۔

جوہر النقی جلد اص ۱۲ میں ہے

فھو اسم للجلد بشعره فدل علی طھارة شعره ایضا لولا ذالك لقال احلقوا شعره ثم اطھروا به

(اہاب) نام ہے کھال مع بال کا پس یہ بالوں کے پاک ہونے کی بھی دلیل ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضور ﷺ فرما دیتے کہ بال اتار کر (کھال سے) نفع حاصل کرو۔

اعتراض نمبر ۴۱:

تکبیر کہتے وقت اللہ اکبر کی جگہ کوئی اور لفظ استعمال کرنا

مسئلہ: رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کے ساتھ ہی اپنی نمازوں کا آغاز کیا کرتے تھے اور اس مسئلہ میں قولی اور فعلی دونوں قسم کی احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ بیش از بیش مروی ہیں۔ چند یہ ہیں۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے (انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا الخ) (صحیح بخاری ص ۱۰۱ ج ۱)

''کہ امام اس لیے بنایا گیا ہے تاکہ تم اس کی اقتدا کرو پس جب وہ تکبیر یعنی اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو۔''

۲۔ رفاعہ بن رافع سے مرفوع حدیث ہے: (فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم لا تتم صلوٰۃ لاحد من الناس حتی یتوضا فیضع الوضوء یعنی مواضعه ثم یکبر ویحمد اللہ عز وجل.) (ابوداؤد مع عون المعبود ص ۳۲۰ ج ۱)

''پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کی اس وقت تک نماز پوری ادا نہیں ہوتی جب تک وہ اچھی طرح وضو کر کے اللہ اکبر کے ساتھ اپنی نماز شروع نہ کرے اور بعد ازاں اللہ عز وجل کی حمد نہ کرے اور طبرانی کے الفاظ ہیں ثم یقول اللہ اکبر

(فتح الباری ص ۲۱۷ ج ۲)

۳۔ ابوحمید سے روایت ہے: (کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا قام الی الصلوٰۃ اعتدل قائما ورفع یدیه ثم قال اللہ اکبر اخرجه ابن ماجة وصححه ابن خزیمة وابن حبان فتح الباری) (فتح الباری ص ۲۱۷ ج ۲)

۴۔ وروی البزار باسناد صحیح علی شرط مسلم عن علی ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان اذا قام الی الصلوٰۃ قال اللہ اکبر ولا حمد

والنسائی من طریق واسع بن حبان انه سأل ابن عمر عن صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال الله اکبر کلما وضع ورفع.

(فتح الباری، باب ابجا التکبیر، ص۲۱۷ ج۲)

ان تمام احادیث صحیحہ قولیہ اور فعلیہ کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہمیشہ اللہ اکبر ہی کے لیے ساتھ نماز کا آغاز فرمایا کرتے تھے۔ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اللہ اکبر ہی کے ساتھ اپنی نماز شروع کیا کرتے تھے اور کسی صحابی سے یہ ثابت نہیں کہ اس نے کبھی سبحان اللہ یالا الٰہ الا اللہ کے ساتھ اپنی کسی نماز کی ابتدا کی ہو۔ مگر فتاویٰ عالمگیری ان حدیثوں کو نہیں مانتا۔

اعتراض نمبر۴۲:

اللہ اکبر کی جگہ سبحان اللہ کہنا

لو شرع بالتسبیح او بالتهلیل صح. (ص۶۸ ج۱)

"اگر نماز کو سبحان اللہ یالا الٰہ الا اللہ سے شروع کیا تو صحیح ہے۔" (ص۱۴۳ ج۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۲۱)

نوٹ: اس عبارت کے آگے لکھا ہے۔ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ تکبیر سے شروع کرے یہ تبیین میں لکھا ہے نماز بغیر تکبیر کے شروع کرنے میں مشائخ کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کہ مکروہ ہے اور یہی اصح ہے۔ یہ ذخیرہ اور محیط اور ظہیریہ میں لکھا ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری اردو ج۱ ص۱۰۶)

اعتراض نمبر۴۳:

اللہ اکبر کی جگہ اللہ کے ناموں سے کوئی نام لینا

ثم الاصل عند ابی حنیفة رحمه الله ان ما تجرد للتعظیم من اسماء الله تعالٰی جاز الافتتاح به نحو الله الٰه وسبحان الله ولا اله الا الله کذا فی

التعيين. (ص ٦٨ ج ١)

"امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ اللہ کے ناموں میں سے جو نام صرف تعظیم کے واسطے ہیں ان سے نماز شروع کرنا جائز ہے جیسے اللہ الٰہ اور سبحان اللہ اور لا الٰہ الا اللہ" (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ٢١)

اعتراض نمبر ٤٤:

اللہ اکبر کی جگہ الحمد للہ

وكذا الحمد لله ولا اله غيره وتبارك الله. (ص ٦٨ ج ١)

"اور اسی طرح الحمد للہ اور لا الٰہ غیرہ اور تبارک اللہ کا حکم یہ محیط میں لکھا ہے۔"

(ص ١٤٣ ج ١)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ٢١)

اعتراض نمبر ٤٥:

اللہ اکبر کی جگہ اللہ اجل

وكذا اذا قال الله اجل او اعظم او الرحمن اكبر اجزا عندهما.

(ص ٦٨ ج ١)

"اسی طرح اگر (تکبیر اللہ اکبر کی جگہ) اللہ اجل یا اللہ اعظم یا الرحمن اکبر کہا تو امام محمد اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے۔" (ص ١٤٣ ج ١)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ٢١)

اعتراض نمبر ٤٦:

اللہ اکبر کی جگہ اللھم

ولو قال اللهم يصير شارعا عند الفقهاء. (ص ٦٨ ج ١)

اور اگر اللّٰھم کہا تو فقہاء (حنیفہ) کے نزدیک نماز شروع ہو جاوے گی (ص۱۲۴ ج۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۲۲)

اعتراض نمبر ۴۷:

اللہ اکبر کی جگہ اللہ اکبر

ولو قال الله اکبر بالکاف الفارسیة یصیر شارعًا کذا فی المحیط.

(ص۶۸ ج۱)

"اور اگر اللہ اکبر کاف فارسی (گ) سے کہا تو نماز شروع ہو جاوے گی۔"

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۲۲)

اعتراض نمبر ۴۸:

اللہ اکبر کی جگہ خدا بزرگ تر

لو کبر بالفارسیة جاز هکذا فی المتون کان یحسن العربیة او لا.

(ص۶۹ ج۱)

"اگر فارسی میں تکبیر (خدا بزرگ تر) کہی تو نماز جائز ہو جاوے گی خواہ عربی میں کہہ سکتا ہو یا نہ کہہ سکتا ہو۔" (ص۱۲۶ ج۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۲۲)

اعتراض نمبر ۴۹:

جب عربی میں کہہ سکتا ہو تو فارسی میں کہنی مکروہ ہے

وإذا کان یحسنها یکره هکذا فی المتون (ص۶۹ ج۱)

اور جب عربی میں اچھی طرح کہہ سکتا ہو تو فارسی میں تکبیر کہنی مکروہ ہے۔

کھلا تضاد: اوپر کے فتویٰ میں حنفی متون کا حوالہ ہے مگر عربی میں تکبیر کہہ سکتا ہو تو پھر بھی

فارسی میں تکبیر کہنی جائز ہے اور اس فتویٰ میں حنفی متون کے حوالہ سے کہا کہ اگر عربی میں تکبیر کہہ سکتا ہے تو پھر اس کو فارسی میں تکبیر کہنی مکروہ ہے۔ آخر یہ کھلا تضاد کیوں۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۲)

اعتراض نمبر ۵۰:

فارسی زبان میں صرف تکبیر ہی نہیں بلکہ اور کچھ بھی

وعلى هذا الخلاف جميع اذكار الصلوٰة من التشهد والقنوت والدعاء وتسبيحات الركوع والسجود. (ص ٦٩ ج ١)

''اور نماز کے سارے ذکروں میں جیسے تشہد اور قنوت اور دعا اور رکوع اور سجود کی تسبیح میں خلاف جاری ہے۔'' (ص ۱۲۶ ج ۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۲، ۲۳)

اعتراض نمبر ۵۱:

صرف فارسی ہی میں نہیں

وكذا كل ما ليس بعربية كالتركية والزنجية والحبشية والنبطية هكذا في فتاوىٰ قاضي خان. (ص ٦٩ ج ١)

''اور جو حکم فارسی کا ہے وہی ان سب زبانوں کا ہے جو عربی نہیں جیسے ترکی اور زنجی اور حبشی اور نبطی'' (ص ۱۲۶ ج ۱)

نتیجہ:

ظاہر ہے کہ انگریزی، فرنچ، چینی، لاطینی، اردو، پنجابی، سرائیکی، بلوچی، سندھی، ہندی، پشتو، بلتی اور دوسری علاقائی زبانیں بھی اس فتویٰ کی وسعتوں میں ہیں۔ لہٰذا ان زبانوں میں بھی تکبیر تحریمہ اور اذکار لامحالہ جائز ہیں لہٰذا عربی زبان کا مصرف پھر ختم ہی رہا ناں۔

جناب سلمان رضی اللہ عنہ کی زبان فارسی، جناب بلال رضی اللہ عنہ کی زبان حبشی اور جناب صہیب رضی اللہ عنہ کی زبان رومن تھی۔ کیا کوئی مثال ایسی موجود ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابہ کرام کو ان کی علاقائی اور مادری زبانوں میں تکبیر تحریمہ اور دیگر اذکار نماز کی اجازت دی ہو۔ هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين. (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۲، ۲۳)

جواب:

ان دس اعتراضوں کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

افسوس کہ معترض کو تعصب نے اندھا کر دیا کہ اس کو ہدایہ شریف میں یہ عبارت نظر نہ آئی۔

یروی رجوعه فی اصل المسئلة الی قولهما وعلیه الاعتماد.

(ہدایہ ص ۸۶ ج ۱)

"امام اعظم کا اس مسئلہ میں صاحبین کے قول کی جانب رجوع مروی ہے اور اسی پر اعتماد (فتویٰ) ہے۔"

درمختار میں اسی پر فتویٰ لکھا ہوا ہے اور توضیح تلویح ص ۷۹ میں بھی موجود ہے۔

پس جس مسئلہ میں امام صاحب کا رجوع ثابت ہے اور فقہاء نے تصریح بھی کی اور فقہاء کا اس پر فتویٰ بھی نہ ہو اس کو ذکر کر کے طعن کرنا، تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟ جب صاحب ہدایہ نے اور دیگر فقہاء علیہم الرحمۃ نے تصریح فرما دی کہ قرآن کے معنی ہی نماز میں پڑھنے سے نماز جائز نہیں۔ امام صاحب نے اپنے پہلے قول جواز سے رجوع فرما لیا ہے۔ تو اب قول مرجوع عنہ کو پیش کر کے طعن کرنا کوئی اچھی بات نہیں۔

اہل سنت والجماعت حنفی مسلک کی آج تک جتنی بھی کتابیں نماز کے مسائل پر لکھی گئی ہیں ان سب میں لکھا ہے کہ نماز کا آغاز تکبیر تحریمہ اللہ اکبر سے کرے۔ چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) مفتی کفایت اللہ حنفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

نماز کی نیت کر کے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھ لو۔ (تعلیم الاسلام حصہ اول ص ۲۶، ۲۷ تاج کمپنی)

(۲) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مسئلہ نمبرا: نماز کی نیت کر کے اللہ اکبر کہے۔

(بہشتی زیور حصہ دوم فرض نماز پڑھنے کے طریقے کا بیان ص ۱۱۶)

(۳) مولانا فیض احمد صاحب حنفی نے "نماز مدلل" ص ۶۸ پر نماز کا طریقہ کا عنوان قائم کر کے وہی حدیث ابو حمید والی جو مفتی صاحب نے اپنے رسالہ کے ص ۲۰ نمبر ۳ پر تعارض ثابت کرنے کے لیے نقل کی ہے، نقل فرمائی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارا اس حدیث پر عمل ہے اور مفتی صاحب دھوکہ دے رہے ہیں۔

(۴) مولانا مفتی جمیل احمد نذیری حنفی انڈیا "رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز" ص ۹۰ پر لکھتے ہیں:

تکبیر تحریمہ کا مطلب ہے اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھنا

(۵) الشیخ محمد الیاس فیصل مدینہ منورہ "نماز پیمبر ﷺ" کے ص ۱۰۰، ۱۰۱ پر لکھتے ہیں:

انگوٹھے کانوں کی لو کے بالمقابل ہوں، اس وقت اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لو۔

(۶) مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی "سنت کے مطابق نماز پڑھیے" کے ص ۱۹ پر لکھتے ہیں:

فائدہ: خواہ کوئی بھی نماز ہو شروع کرنے کے لیے تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہنا شرط اور فرض ہے۔ علامہ حلبی نے شرح منیہ میں اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ (السعایہ ص ۱۰۶)

(۷) مولانا ارشاد احمد فاروقی کراچی "احکام و آداب طہارت وضو اور نماز" کے ص ۸۸ پر لکھتے ہیں:

(۲۱) اللہ اکبر کہنا واجب ہے اور اللہ اکبر کے علاوہ سے افتتاح کرنا مکروہ ہے۔ یہ اصح

ہے۔(شامی ص ۴۸۰ ج ۱۔ ہندیہ ص ۶۸ ج ۱۔ بحرص ۳۰۶ ج ۱)

(۸) مولانا حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی "الکتاب المقبول فی صلاۃ الرسول ﷺ" کے ص ۲۴۵ میں لکھتے ہیں:

تکبیر تحریمہ کا مطلب ہے "اللہ اکبر" کہہ کر نیت باندھنا۔قرآن حکیم میں ہے وربك فکبر اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر (مدثر:۳)

(۹) مولانا ابوضیاء عبداللہ ہزاروی کراچی "صفۃ صلاۃ النبی ﷺ" کے ص ۱۲۶ پر لکھتے ہیں:

یعنی اللہ اکبر کہہ کر نمازی نماز میں داخل ہو جاتا ہے اور آخر میں السلام علیکم کہہ کر نماز سے نکل کیا جاتا ہے۔

(۱۰) علامہ ظہیر احسن شوق نیموی حنفی "آثار السنن، باب افتتاح الصلاۃ بالتکبیر" میں حضرت ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرتے ہیں۔حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو قبلہ کی طرف منہ کرتے ،ہاتھوں کو اٹھاتے اور فرماتے اللہ اکبر۔یہ روایت ابن ماجہ باب افتتاح الصلوٰۃ میں موجود ہے۔

اور مفتی صاحب نے اس کو تعارض ثابت کرنے کے لیے فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر کے ص ۲۰،۲۱ پر ہمارے خلاف نقل کیا ہے۔(سبحان اللہ)

ناظرین ہم نے صرف دس حنفی علماء کے حوالے نقل کیے ہیں۔ان کے علاوہ اور بہت سے حوالے ہم پیش کر سکتے ہیں۔مفتی صاحب کو یہ حوالے نظر نہ آئے۔حنفیوں کا جو مذہب ہے وہ حنفیوں نے اپنی اردو کتابوں میں بھی عوام کے لیے نقل کیا ہوا ہے۔(اللہ ہم سب کو ہدایت دے)

اعتراض نمبر ۵۲:

عورت کی شرمگاہ دیکھنے سے نماز نہیں ٹوٹتی

ولو نظر الی فرج المطلقۃ طلاقا رجعیا عن شھوۃ فیصیر مراجعًا لا

تفسد صلواته في رواية هو المختار كذا في الخلاصة. (ص۱۰۴ ج۱)

''جس عورت کو طلاق رجعی دے چکا ہے اگر نماز کے اندر شہوت سے اس کی فرج کو دیکھا تو طلاق سے رجعت ہو جاوے گی اور ایک روایت کے بموجب اس کی نماز فاسد نہ ہو گی یہی مختار ہے۔'' (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۲۶)

جواب:

یہ مسئلہ کتاب الطلاق سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ عبارات بالذات بالاصالت رجعت کے ثبوت کے لیے تحریر کی گئی ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی تو عدت میں اگر اس شخص کی نظر نماز کی حالت میں شہوت سے عورت کی شرمگاہ پر پڑ گئی تب بھی رجوع ثابت ہو جائے گا مگر نماز فاسد نہ ہو گی کیوں کہ فقط نظر تو کسی چیز پر بھی پڑ سکتی ہے۔ اس میں نمازی کا کیا قصور ہے؟ نمازی کے سامنے سے انسان، حیوان، مرد، عورت، چھوٹا، بڑا، عریاں، غیر عریاں سب ہی گزر سکتے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ فقہ حنفی یہ نہیں کہتی کہ نمازی جان بوجھ کر ایسا کرے۔ ہٰذا اگر ایسا ہو گیا تو رجوع ثابت ہو جائے گا۔

نوٹ: غیر مقلدین اس عبارت کے خلاف نہ تو کوئی قرآن کی آیت پیش کر سکتے ہیں اور نہ حدیث۔

اعتراض نمبر۵۳:

فقہ حنفی میں امام کی شرائط

چونکہ حنفی امام جی کی بات چل نکلی ہے۔ اس لیے اب لگے ہاتھوں حنفی بھائی اپنے پیش امام میں مطلوبہ شرائط بھی ملاحظہ فرمالیں۔ تاکہ ان کی نمازیں ضائع نہ ہوں۔ ثم الاحسن زوجة ثم الاكثر مالا ثم الاكثر جاها ثم الانظف ثوبا ثم الاكبر راسا والاصغر عضوا. (رد المحتار مطلب في تكرار الجماعة ج۱ ص۵۵۸)

یعنی امام خوبصورت بیوی والا، صاحب مال، صاحب مرتبہ، خوش لباس، بڑے سر والا

اور چھوٹے آلہ تناسل والا ہونا چاہیے۔

میرے حنفی بزرگو! موخر الذکر وصف یعنی ہونے والے امام کا آلہ تناسل چھوٹا ہو اس کا پتہ کیسے چلے گا؟ بیوی کا وضاحتی بیان قبول کرو گے یا ڈاکٹری رپورٹ پر اعتماد کرو گے آج کل تو رشوت ستانی نے آپ کی مشکلات میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۷، ۲۸)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ اس عبارت میں حسن سیرت مراد ہے یعنی جس کی عورت بری نہ ہو نیک ہو۔ اس کے اوصاف اچھے ہوں۔ کیوں کہ بری بیوی سے مرد کو نفرت ہوتی ہے اور نیک سے محبت۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے:

اجعلوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم.

"اپنے امام برگزیدہ بنایا کرو کیوں کہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان ایلچی ہیں۔" (سنن الکبریٰ ج ۳ ص ۹۰۔ کنز العمال اردو جلد ۷ ص ۲۷۹)

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:

خیارکم خیارکم لنسائھم (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۷۹)

"تم میں سے برگزیدہ وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھے ہیں۔"

اور ایک روایت میں ہے: **"خیرکم خیرکم لأھلہ"** (طبرانی)

"تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہو۔"

ظاہر ہے کہ جس شخص کی بیوی نیک سیرت ہو گی اس کا مرد بھی اس کے ساتھ اچھا ہو گا الا ماشاء اللہ۔ اور جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرتا ہے۔ حضور ﷺ نے اسے برگزیدہ فرمایا ہے اور برگزیدہ کو امام بنانے کا حکم فرمایا تو معلوم ہوا کہ نیک اور خوش خصال بیوی کا شوہر امامت میں اولیت کا حق رکھتا ہے۔ دیکھیے مسئلہ تو بالکل صاف ہے۔ رہی یہ بات کہ کس شخص کی عورت اور اوصاف حمیدہ رکھتی ہے۔ اس میں یہ ضروری نہیں کہ دریافت کرتے

اعتراض نمبر ۵۴:

وطی سے حرمت مصاہرہ ثابت نہیں ہوتی

ولو وطیھا فافضاھا لا تحرم علیہ امھا لعدم تیقن کونہ فی الفرج کذا فی البحر الرائق. (ص ۴۷۴ ج ۱)

"اگر کسی عورت سے وطی کی اور یہ صورت ہوئی کہ اس عورت کا پیشاب کا مقام اور پاخانہ کا مقام پھاڑ کر ایک کر دیا تو اس عورت کی ماں اس مرد پر حرام نہ ہوگی کیوں کہ اس امر کا یقین نہیں ہے کہ یہ وطی فرج میں واقع ہوئی۔" (ص ۱۴۹، ۱۵۰ ج ۲)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۳۴)

جواب:

ہدایہ شریف میں اس مسئلہ کو مدلل بیان کیا گیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ واطی اور موطوہ کے درمیان وطی سبب جزئیہ ہے یعنی وہ دونوں مثل ایک شخص کے ہو جاتے ہیں۔ عورت کے والدین اور اولاد اس مرد کے والدین اور اولاد کی طرح ہو جاتے ہیں اور مرد کے والدین اور اولاد اس عورت کے والدین اور اولاد کی طرح ہو جاتے ہیں۔ چاہے وطی حلال ہو یا حرام۔ پس جس طرح حلال وطی سے عورت کی ماں بیٹی حرام ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جس عورت کے ساتھ زنا کرے اس کی ماں بیٹی بھی اس پر حرام ہو جاتی ہیں۔ جب یہاں پر یہ یقین ہی نہیں کہ وطی کہاں پر ہوئی ہے تو حرمت کا حکم سے کیسے لگ سکتا ہے۔ معترض کے پاس اگر کوئی حرمت ثابت کرنے کی ایسے مسئلہ میں قرآن و حدیث کی دلیل ہو تو بیان کرے۔

اعتراض نمبر ۵۵، ۵۶:

شراب اور خنزیر مہر میں

شراب اور خنزیر نص قطعی حرام ہیں۔ اس مسئلہ کو یاد رکھ کر فتاویٰ عالمگیر یہ پڑھئے۔

فان تزوج ذمی علی خمرٍ او خنزیر ثم اسلمااو اسلم احدھما فان کان الخمر او الخنزیر بعینہ ولم تقبض فلیس لھا الا المعین.

(ص ۲۲۷ ج ۱ فصل ۱۵)

اگر ذمی مرد نے کسی ذمیہ عورت سے شراب یا سور پر نکاح کیا پھر دونوں مسلمان ہو گئے یا ایک مسلمان ہو گیا پس اگر شراب یا سور معین ہو اور ہنوز اس پر قبضہ نہیں ہوا تو عورت کو سوائے اس معین کے کچھ نہ ملے گا۔ (ص ۲۵۹ ج ۲)

وضاحت:

اب تک سور کو نجس العین سنتے چلے آرہے تھے آج یہی مال قرار پایا۔

(فتاوی عالمگیری پر ایک نظر ص ۳۷، ۳۸)

جواب:

دونوں اعتراضوں کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں۔ ہدایہ سے ان مسائل کی وضاحت کی جاتی ہے۔

ہدایہ میں یہ مسئلہ شراب اور سور معین کے بارے میں لکھا ہے اور شراب یا سور غیر معین کے بارے میں خمر میں قیمت اور سور مہر مثل ہے۔ چنانچہ فرمایا

ان کانا بغیر اعیانھما فلھا فی الخمر القیمة وفی الخنزیر مھر المثل

امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل جو ہدایہ میں ہے وہ یہ ہے کہ شراب یا سور معین کو اشارہ کر کے ذمی ذمیہ نے اپنا مہر مقرر کیا تو عقد کرتے ہی وہ عورت اس شراب یا سور معین کی مالک ہو گئی۔ وہ اس کو فروخت یا ہبہ وغیرہ تصرف کر سکتی ہے۔ رہا یہ کہ ابھی عورت نے وہ شراب یا سور قبض نہیں کیا تو دونوں یا ان میں سے ایک مسلمان ہو گیا۔ اب وہ عورت اسلام کی حالت میں بھی قبض کر سکتی کیوں کہ قبض میں زوج کی ضمانت سے عورت کی ضمان میں انتقال ہے اور یہ اسلام کے ساتھ منع نہیں۔ چنانچہ فرمایا:

لابی حنیفة ان الملك فی الصداق المعین یتم بنفس العقد ولهذا ملك التصرف فیه وبالقبض ینتقل من ضمان الزوج الی ضمانها وذالك یمتنع بالاسلام کاسترداد الخمر المغصوب.

رہی یہ بات کہ وہ عورت اس سور یا شراب کو کیا کرے؟

درمختار میں ہے:

فتخلل الخمر و تسیب الخنزیر.

''شراب کو سرکہ بنائے اور خنزیر کو چھوڑ دے۔''

اور حاشیہ مدنی میں لکھا ہے:

بہتر یہ ہے کہ سور کو قتل کر دے۔

بتاؤ! یہ مسئلہ کس آیت یا حدیث کے خلاف ہے؟

اعتراض نمبر ۵۷:

زانی کے انکار سے دونوں پر حد واجب نہیں

او هی فکلبها فلا حد علیهما عند الامام کذا فی النهر الفائق.

(ص۱۴۳ ج۲ آخری سطور)

یعنی اگر مرد نے زنا کا اقرار کیا اور عورت نے جس کے ساتھ اس فعل کا اقرار کرتا ہے۔ انکار کیا یا عورت نے اقرار کیا اور مرد نے انکار کیا تو امام رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں (شخصوں) میں سے کسی پر حد واجب نہ ہوگی۔ یہ نہر الفائق میں ہے۔ (ص۳۴۲ ج۳)

عرض: تو بتایئے ایسی صورت حال سے کون ناجائز فائدہ نہ اٹھائے گا؟

نیز کیا حضرت عویمر عجلانی اور حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہما حد کھانے کے لیے اپنے زنا کے ثبوت میں اپنی اپنی مزنیہ کو بھی ساتھ لائے تھے کیا رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں پر زنا کی حد جاری کرنے سے پہلے ان دونوں عورتوں سے اقرار زنا کروالیا تھا۔ اگر کوئی سند ہو تو ہمیں بھی عطا فرمادیں۔ (فتاویٰ عالمگیری پہ ایک نظر ص۵۰)

جواب:

اس کی وجہ یہ ہے کہ جو ساتھی ارتکابِ زنا سے انکار کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ ہم دونوں نے جو جرم کیا ہے وہ اتنا سنگین نہیں کہ اس کے لیے ''زنا'' کا لفظ استعمال کیا جائے اور بصورت عدمِ احصان سو سو کوڑے کھائے جائیں بلکہ وہ جرم چھوٹا (تقبیل غمزہ لمس وغیرہ) ہے۔ اس کی سزا سو کوڑے مقرر نہیں۔ میرا ساتھی بنا بر جہالت زنا اور غیر زنا میں فرق نہیں کر سکا۔ اس شبہ کی بنا پر ''فتاویٰ عالمگیری'' نے دونوں کو حدِ زنا کی سزا سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ کیوں کہ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ادرؤا الحدود بالشبہات. شبہ پڑنے پر حد ختم کر دو۔ (الجامع الصغیر ص ۱۴)

اعتراض نمبر ۵۸:

بے حسی کا شاہکار

وكذا اذا وطى الا بن جارية ابيه على انها تحل له لشبهه الاشتباه هكذا في النهاية. (ص ۱۴۳ ج ۲)

اسی طرح اگر بیٹے نے اپنے باپ کی باندی سے اس شبہ پر وطی کی کہ میرے واسطے حلال ہے تو زنا نہیں ہے کیوں کہ یہ شبہ اشتباہ ہے۔ (ص ۳۲۰ ج ۳)

لا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم ونعوذ بالله من وسواس الشيطان الرجيم. (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۱)

جواب:

یہ مثال شبہ محل کی ہے۔ شبہ محل سے بھی حدود ساقط ہو جاتی ہیں شبہ محل وہ ہے جس میں محل کی حلت کا شبہ بحکم شرع ثابت ہو، شبہ محل میں اسقاط حد کا مدار دلیل شرعی پر ہے نہ کہ زانی کے اعتقاد پر اس لیے کہ دلیل کے ثابت ہونے کے سبب نفس الامر میں شبہ قائم ہے۔ زانی اس کو جانے یا نہ جانے۔

ابن ماجہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ! میرا مال ہے اور میرا بیٹا ہے۔ میرا باپ مال مانگتا ہے حالانکہ وہ میرے مال کا محتاج نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انت ومالك لابيك "تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیٹے کا مال، والد کا ہے۔ لہٰذا بیٹے کی لونڈی سے وطی پر حلت کا شبہ ثابت ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حد ساقط ہوگی۔

ہدایہ شریف میں ہے:

لان الشبهة حكمية لانها نشأت عن دليل وهو قوله عليه السلام انت ومالك لابيك.

"یہ شبہ حکمیہ ہے اس لیے کہ دلیل سے پیدا ہوا ہے۔ وہ دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔"

اس حدیث کو طبرانی اور بیہقی نے بھی روایت کیا۔ مفتی صاحب سے گزارش ہے کہ اگر ایسی صورت میں زنا کی حد سو کوڑے یا رجم کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے تو دلیل پیش کریں۔

اعتراض نمبر ۵۹:

شہادت اور اقرار کے بعد انکار پر حد کی چھوٹ

اربعة شهدوا على رجل بالزنا فاقر الرجل بعد شهادتهم ثم انكر ولم يقر اربع مرات لا حد عليه كذا في فتاوىٰ قاضي خان. (ص۱۴۴ ج۲)

چار گواہوں نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی۔ پھر اس شخص نے بعد ان کی گواہی کے اقرار کیا پھر انکار کر گیا اور چار مرتبہ اس نے اقرار نہیں کیا ہے تو اس پر حد واجب نہ ہوگی۔ (ص۳۲۲ ج۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۳)

جواب:

پہلے جو چار گواہوں نے گواہی دی اس پر ابھی قاضی نے فیصلہ نہیں سنایا تھا اور نہ ہی گواہی ابھی مکمل ہوئی نہ گواہوں کی شہادت کی پڑتال ہوئی۔ اس سے پہلے ہی اس نے خ اقرار کرلیا۔ اس کے اقرار کر لینے سے پہلی بات گواہوں والی ختم ہو گئی۔ اب اس کے خ اقرار کرنے والی بات کو ہی اصل سمجھا جائے گا۔ پھر اس مجرم نے خود ہی انکار کر دیا۔ جب انکار کر دیا تو حد کیسے واجب ہو گی۔ اس کی تفصیل فتح القدیر شرح ہدایہ جلد۴ ۱۲۴ اور الاقنا جلد۴ص۲۵۶ طبع مصر میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس مسئلہ کی دلیل حضور ﷺ کا (حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے بارے میں جب کہ وہ ر کے دوران بھاگ کھڑے ہوئے تھے اور حضرت عبداللہ بن انیس نے اونٹ کی ایک ہڈ سے ایسا مارا کہ وہ ہلاک ہو گئے) یہ فرمان ہے۔

((هلا تركتموه لعله ان يتوب فيتوب الله عليه))

''تم لوگوں نے (جب کہ وہ بھاگ رہا تھا) اسے چھوڑ کیوں نہ دیا ہو سکتا تھا کہ وہ تو کر لیتا اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا۔ (ابو داؤد، کتاب الحدود)

اگر مفتی صاحب کے پاس بالکل ایسی صورت میں کوئی دلیل قرآن و حدیث میں موجود ہو تو ہمیں بتائیں ہم صرتح مان لیں گے۔ فتاویٰ کی بات کو غلط کہہ دیں گے۔

اعتراض نمبر ۶۰:

پاگل جوان سے زنا کرنے والی کو حد کی چھوٹ

ولو اقرت انها زنت بمجنون. (ص۱۴۴ ج۲)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۵۳

اعتراض نمبر ۶۱:

بچے کے ساتھ زنا کرنے والی کو چھوٹ

او صبی فلا حد علیہا. (ع ص ۱۴۴ ج ۲)

ان دونوں عبارتوں کا ترجمہ یہ ہے "اگر عورت نے اقرار کیا کہ میں نے پاگل سے طفل سے زنا کیا ہے تو اس پر حد واجب نہ ہوگی۔" (ص ۲۴۴ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۳)

جواب:

نابالغ اور دیوانے پر تو سقوط حد ظاہر ہے کہ دونوں مکلف نہیں۔ رہی بات عورت کی تو اس پر حد اس لیے نہ ہوگی کہ زنا فعل مرد کا ہے۔ عورت فعل کا محل ہے۔ اسی لیے مرد کو واطی زنی کہتے ہیں۔ اور عورت کو موطوءہ مزنیہ، البتہ مجازاً عورت کو بھی زانیہ کہہ لیتے ہیں۔ زنا اس مخص کے فعل کو کہتے ہیں جو فعل سے بچنے کا مخاطب ہو اور کرنے سے عاصی۔ اور وہ عاقل بالغ ہوگا نہ کہ دیوانہ اور نابالغ۔ کیوں کہ یہ دونوں احکام شرعیہ کے مکلف نہیں۔ عورت اگرچہ فعل زنا کا محل ہے لیکن اس کو حد اس وقت ہوگی جب وہ زنا کرنے پر ایسے مرد کو موقعہ دے جو اس سے بچنے کا مخاطب ہو اور کرنے پر آثم۔ صورتِ مذکورہ میں عورت نے جس لڑکے یا دیوانہ کو زنا کا موقعہ دیا ہے وہ نہ عاقل ہے نہ بالغ۔ اس لیے عورت پر بھی حد نہیں۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

ولنا ان فعل الزنا یتحقق منه وانما هی محل الفعل ولهذا یسمی هو واطأ وزانیا مجانا والمرأة موطوءة ومزنیا بها الا انها سمیت زانیة مجازا تسمیة المفعول باسم الفاعل کالراضیة فی معنی المرضیة او لکونها مسببة بالتمکین فیتعلق الحد فی حقها بالتمکین من قبیح الزنا وهو فعل من هو مخاطب بالکف عنه و مؤثم علی مباشرته وفعل الصبی لیس بهذه

اعتراض نمبر۶۲:

حد کی جھوٹ کی ایک معصوم صورت

قال محمد رحمه الله تعالى في الجامع الصغير رجل اقرار اربع مرات

انه زنا بفلانة وفلانة تقول تزوجني. (ص۱۴۵ج۲)

"امام محمد رحمہ اللہ نے جامع صغیر میں فرمایا ہے کہ ایک مرد نے چار مرتبہ اقرار کیا کہ میں نے فلاں عورت سے زنا کیا اور فلانہ کہتی ہے کہ اس نے مجھ سے نکاح کیا ہے (تو دونوں پر حد واجب نہ ہوگی)" (ص۳۲۴ج۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۵۴)

جواب:

مفتی صاحب اس عبارت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ فقہ حنفی میں زنا کی سزا ہی نہیں اور اپنے اس رسالہ میں کئی جگہ یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے۔ ہم پہلے یہ غلط فہمی دور کرنا چاہتے ہیں کہ فقہ حنفی میں زنا کی سزا ہے یا نہیں۔

فقہ حنفی میں زنا کی سزا موجود ہے:

(۱) فقہ حنفی کی مشہور کتاب قدوری میں ہے:

جب وہ ان سب باتوں کو بیان کردے گا تو اس پر حد واجب ہو جائے گی۔ پس اگر زانی محصن ہے تو اسے سنگسار کیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

(اشراق نوری ترجمہ اردو قدوری کتاب الحدود ص۲۹۸ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

صاحب قدوری آگے لکھتے ہیں:

اور اگر محصن نہیں ہے اور آزاد ہے تو اس کی حد سو کوڑے ہیں۔

(اشراق نوری ترجمہ اردو قدوری کتاب الحدود ص۲۹۹ مطبوعہ رحمانیہ لاہور)

(۲) کنز الدقائق میں ہے:

پس اگر زانی محصن ہے (یعنی اپنی لکاحیہ سے صحبت کر چکا ہے) تو اسے کھلے میدان میں سنگسار کرے یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

(احسن المسائل اردو ترجمہ کنز الدقائق کتاب الحدود ص ۱۷۸ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

صاحب کنز آگے لکھتے ہیں:

اور اگر زانی محصن نہیں ہے تو اس کے سو کوڑے لگائے (یعنی اس کی حد سو کوڑے ہیں)۔

(۳) شرح وقایہ میں ہے:

ورنہ حد لگایا جاوے پھر اگر وہ زانی محصن ہو یعنی آزاد مکلف مسلمان اور وطی کر چکا ہو نکاح صحیح سے اور مرد و عورت دونوں صفتِ احسان پر ہوں وقت وطی کے تو اس کو ایک میدان میں سنگسار کرے یہاں تک کہ مر جاوے..........................

اور اگر زانی محصن نہ ہو تو اس کی حد یہ ہے کہ آزاد ہو تو سو کوڑے اور مملوک ہو تو پچاس۔ (نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ جلد ثانی کتاب الحدود در مطبع مجیدی کانپور)

(۴) ہدایہ میں ہے:

اور جب حد واجب ہو گئی اور زانی محصن (شادی شدہ) ہے تو حاکم (یا قاضی) اسے پتھروں سے رجم (سنگسار) کرے حتی کہ موت واقع ہو جائے۔

(ہدایہ کتاب الحدود، فصل فی کیفیۃ الحد واقامتہ)

صاحب ہدایہ مزید آگے لکھتے ہیں:

اور اگر وہ (زانی) محصن نہ ہو اور آزاد ہو تو اس کی حد سو/۱۰۰ کوڑے ہے۔

(ہدایہ کتاب الحدود، فصل فی کیفیۃ الحد واقامتہ)

(۵) درمختار میں ہے:

اور زانی محصن کو پتھر مارے جائیں میدان میں یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

(درمختار مترجم جلد دوم ص ۲۶۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی)

درمختار میں اس سے کچھ آگے لکھا ہے:

اور زانی غیر محصن کو سو کوڑے مارے جائیں اگر وہ آزاد ہو۔

(درمختار مترجم جلد دوم کتاب الحدود ص ۲۶۵)

(۶) **الفقه الحنفی و ادلته اردو میں ہے:**

زانی اگر محصن ہو تو اس کی سزا یہ ہے کہ اسے پتھروں سے رجم کیا جائے حتی کہ وہ مر جائے۔اس کی دلیل حدیث ماعز اسلمی ﷺ ہے۔

(جلد دوم ص ۲۹۰، ۲۹۱ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور)

آگے مزید لکھا ہے:

اگر زانی غیر محصن ہو تو اس کی سزا سو کوڑے ہیں۔(جلد دوم ص ۲۹۴)

(۷) فتاویٰ عالمگیری اردو جلد سوم ص ۲۵۸ کتاب الحدود فصل حدود ان کی اقامت کی کیفیت کے بیان میں ہے۔

جب حد واجب ہوگئی اور مرد زانی محصن ہے تو اس کو پتھروں سے رجم کیا جاوے یہاں تک کہ وہ مر جاوے۔

اور غیر محصن کے متعلق لکھا ہے:

اور اگر غیر محصن ہو تو اس کی حد سو کوڑے ہیں۔

(فتاویٰ ہندیہ ترجمہ فتاویٰ عالمگیریہ جلد سوم کتاب الحدود: باب دوم باب زنا ص ۲۶۰ مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور)

(۸) ہمارے حنفی علماء نے تو مستقل حدود پر اور تعزیر پر خاص کر حد رجم کے متعلق کئی کتابیں لکھی ہیں۔اور فقہ حنفی کی تقریباً سب ہی وہ کتابیں اور فتاویٰ جات جو تمام احکام پر

حاوی ہیں ان میں کتاب الحدود موجود ہے۔ مفتی صاحب صرف مولانا محمد متین ہاشمی کی اسلامی حدود، اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ، اسلام کا قانون شہادت جلد اول حصہ فوجداری وغیرہ دیکھ لیں۔ خوب تسلی ہو جائے گی۔

ہم نے صرف یہاں پر سات کتابوں کے حوالہ جات نقل کر دیئے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ فقہ حنفی میں زنا کی سزا موجود ہے اور وہی سزا ہے جو قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ رہا فتاویٰ عالمگیری کا یہ مسئلہ جو مفتی صاحب نے بطور اعتراض نقل کیا ہے۔ اس میں حد اس لیے واجب نہیں کہ اس میں شبہ ہے اور شبہات سے حد ساقط ہو جاتی ہے جیسا کہ حدیث میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

شبہات سے حد کا ساقط ہونا

حدیث نمبر ۱:

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دفع کرو اور ٹالو حدودوں کو مسلمانوں سے جہاں تک کہ تم سے ہو سکے پھر اگر ہو سکے مجرم کی کوئی شکل رہائی کی تو چھوڑ دو اس کی، اس لیے امام خطا کار کو اگر بخش دے تو یہ بہتر ہے اس سے کہ خطا کار کو عذاب کرے۔ (ترمذی، ابواب الحدود، باب ماجاء فی درء الحدود رقم ۱۴۲۴)

امام ترمذی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد یہ بات بھی ذکر کی ہے اور مروی ہے اسی کی مانند کئی صحابیوں رضی اللہ عنہم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ انہوں نے بھی اسی کی مانند کہا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اور اس باب میں ابوہریرہ اور عبداللہ بن عمرو (بن العاص) رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے۔

(ترمذی مترجم جلد اول ص ۵۳۵ ترجمہ علامہ بدیع الزمان غیر مقلد)

حدیث نمبر ۲:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تمہیں ہٹانے

کی کوئی صورت ملتی ہے حدود کو ہٹاؤ۔

(ابن ماجہ ابواب الحدود باب الستر علی المؤمن ودفع الحدود بالشبہات)

حدیث نمبر۳:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا جہاں تک ہو سکے حدود کو مسلمانوں سے دور کیا کرو اس لیے کہ امام کا معاف کرنے میں غلطی کرنا یہ اس سے بہتر ہے کہ سزا دینے میں غلطی کرے اور تم جب مسلمانوں کے لیے کوئی راستہ اور خلاصی کی سبیل پاؤ تو اس سے حد کو دور کر دیا کرو۔

امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ ہمارا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار امام محمد مترجم باب درء الحدود رقم ۶۲۱ ص ۳۶۱)

حدیث نمبر۴:

حضرت حرقوص سے مروی ہے کہ ایک عورت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور عرض کیا میرے شوہر نے میری باندی سے وطی کی ہے اس شوہر نے عرض کیا اس نے بالکل سچ کہا ہے یہ اور اس کا مال میرے لیے ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاؤ آئندہ ایسا نہ کرنا۔

امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا اس سے حد دور کر دی جائے گی اس لیے کہ یہ شبہ ہے۔

(کتاب الآثار امام محمد باب من اتی فرجا بشبھۃ)

حدیث نمبر۵:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شبہات کی بنا پر حدود کو دفع کرو اور جہاں تک تم سے ہو سکے مسلمانوں سے قتل کو دفع کرو۔ (سنن الکبریٰ بیہقی)

یہ روایت مصنف عبدالرزاق میں اس طرح مروی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جہاں تک تم سے ہو سکے حدود کو دور کرو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نیل الاوطار میں نقل فرمایا ہے۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے نیل الاوطار میں باب قائم کیا ہے۔

کسی کے تہمت لگانے سے شرعی حد واجب نہیں ہوتی اور شک وشبہ کی وجہ سے حد کا نفاذ ساقط ہو جاتا ہے۔

آگے لکھتے ہیں:

اس حدیث (یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ) کے الفاظ یہ ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو شبہات کی بنا پر شرعی حدود کے نفاذ کو دور کرو۔ اور جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کو قتل سے بچاؤ۔

(نیل الاوطار اردو جلد نمبر ۴ ص ۹۱ مطبوعہ دوست ایسوسی ایٹس اردو بازار لاہور)

حدیث نمبر ۶:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شبہات (پڑ جانے) پر حدود کو ٹال دو۔

(مسند امام اعظم مترجم باب درء الحدود ص ۲۸۲ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

حدیث نمبر ۷:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اِدْرَؤُا الْحُدُوْدَ وَلَا یَنْبَغِیْ لِلْاِمَامِ تَعْطِیْلُ الْحُدُوْدِ)) "حدود کو جہاں تک ممکن ہو سکے دور کرو اور امام کے لیے یہ جائز نہیں کہ حدود کو بالکل معطل کر دے۔"

(سنن دار قطنی، سنن الکبریٰ بیہقی، جامع صغیر سیوطی، بحوالہ اعلاء السنن مترجم ج ۳ ص ۵۲۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بلوغ المرام کتاب الحدود میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔

ورواہ البیہقی عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ من قولہ بلفظ اِدْرَءُ

الحُدُوْدُ بِالشُّبُهَاتِ

''اور بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان لفظوں سے روایت کیا ہے کہ اگر تھوڑا سا بھی شبہ ہو جائے تو حد نہ لگایا کرو۔''

حدیث نمبر ۸:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ((ادرا الحدود بالشبهة)) شبہات کی وجہ سے حدود ساقط کر دو۔

(کنز العمال حصہ پنجم کتاب الحدود)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی اس مرسل روایت کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے دور حکومت میں یہی حکم اپنے عمال وقضاۃ کو لکھا تھا۔

آپ کے سوانح نگار عبدالعزیز سید الاہل، خلیفہ الزاہد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے صفحہ ۱۸۰ پر لکھتے ہیں:

جہاں تک ہو سکے حدوں کو شبہات سے ہٹا دو ہر شبہ میں یہی کیا کرو کیوں کہ حاکم کا معافی میں خطا کرنا سزا میں خطا کرنے سے بہتر ہے۔ آپ نے اس مسئلے میں اپنے نانا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا طریقہ اختیار کیا تھا۔

(خلیفہ الزاہد ترجمہ مولانا راغب رحمانی غیر مقلد مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ:

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

زنا کی سزا شبہات پیدا ہونے یا افراد سے رجوع کر لینے اور عورت اور مرد کے جماع کے قابل نہ ہونے کی بنا پر ساقط ہو جائے گی۔

(اردو ترجمہ الدرر البہیہ ص ۱۳۶ اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد کا حوالہ:

نواب صدیق حسن صاحب پہلے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں:

وروی نحوہ عن عمر و ابن مسعود باسناد صحیح کہ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے ثابت ہے اور اس باب کی احادیث ایک دوسرے کو قوت دیتی ہیں اور خود بخاری و مسلم کی حدیث ((لو کنت راجمًا احدًا بغیر بینۃ لرجمتھا)) بھی اسی مسئلہ کی مؤید ہے۔

(الروضۃ الندیہ ج ۲ ص ۲۷۰ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

امام عبدالوہاب شعرانی المتوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

پہلے قول کی وجہ اس حدیث پر عمل کرنا ہے کہ ادرؤ الحدود بالشبہات "شبہات کی وجہ سے حدود کو ساقط کردو"

(مواہب رحمانی ترجمہ میزان شعرانی جلد دوم ص ۹۲۰ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور)

ناظرین ہم نے کئی احادیث سے ثابت کیا ہے کہ شبہات سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔

اعتراض نمبر ۶۳:

عورت کہتی ہے زنا کیا، مرد کہتا ہے نکاح کیا تو دونوں پر حد نہیں:

او اقرت المراۃ بالزنا بفلانٍ اربع مراتٍ وفلانٌ یقول تزوجھا فلا حد علی واحد منھما وعلیہ المھر کذا فی المحیط. (ص ۱۴۴ ج ۲)

"یا عورت نے چار مرتبہ اقرار کیا کہ میں نے فلاں مرد سے زنا کیا ہے اور فلاں کہتا ہے کہ میں نے اس سے نکاح کیا تو دونوں میں سے کسی پر حد واجب نہ ہوگی اور مرد پر اس کا مہر لازم آوے گا۔ یہ محیط میں ہے۔" (ص ۳۲۴ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵)

جواب:

دو گواہوں کی موجودگی میں باہمی ''ایجاب وقبول'' کا نام نکاح ہے تو اگر (مثلاً) عورت و مرد نے اپنے باپوں یا بالغ بیٹوں کی موجودگی میں باہم ایجاب وقبول کر لیا تو شرعاً نکاح منعقد ہو گیا۔ لیکن یہ مسئلہ ایک کو معلوم ہے دوسرے کو نہیں پھر دونوں ہم بستر ہوئے تو جسے علم نہیں اس نے اس ہم بستری کو ''زنا'' کہا اور دوسرے نے نکاح۔ جب یہ کیس قاضی الاسلام کے سامنے پیش ہوگا کہ دونوں میں سے ایک زنا کا اعتراف کرتا ہے اور دوسرا نکاح کا مدعی ہے تو قاضی اسلام پر لازم ہوگا کہ وہ اس صورت ممکنہ کی بنا پر کسی پر حد زنا قائم نہ کرے دونوں کو معاف کر دے۔ کیوں کہ حدیث شریف میں ہے (فَاِنَّ الْاِمَامَ اَنْ یُّخْطِیَٔ فِی الْعَفْوِ خَیْرٌ مِنْ اَنْ یُّخْطِیَٔ فِی الْعُقُوْبَۃِ) ''یعنی معافی دینے میں خطا کرنا بہتر ہے اس سے کہ سزا دینے میں خطا کی جائے'' (مشکوٰۃ ص ۳۱۱)

اعتراض نمبر ۶۴:

آزاد عورت سے زنا پر حد کی چھوٹ

واذا عتق امتہ وھو یطؤھا ثم نزع وعاد فی ذالک المجلس لا یحد کذا فی خزانۃ المفتین. (ص۱۴۸ ج۲)

''اگر اپنی باندی کو جس سے وطی کر رہا تھا اسی حالت میں آزاد کر دیا پھر اس سے جدا ہو گیا پھر اسی مجلس میں اس سے وطی کر لی تو اس کو حد نہ ماری جائے گی۔'' (ص ۳۲۲ ج۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ۵۴)

جواب:

چوں کہ اب وہ عورت آزاد ہے اس لیے ملک ثابت نہ ہوئی اور وطی حرام ہوئی مگر اس پر یہ عمل مشتبہ رہا۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: اشتبہ علیہ الأمر بظنہ الحل

"اس کے حلال ظن کرنے سے اس پر یہ امر مشتبہ ہوا۔"
یہ شبہ فعل ہے اور شبہات کے وقت حدود ساقط ہو جاتی ہے۔

اعتراض نمبر ۶۵:

محرمات ابدیہ سے نکاح کے بعد حد کی چھوٹ

فان العقد اذا وجد حلالا كان او حراما متفقا على تحريمه او مختلفا فيه علم الواطئ انه محرم اولم يعلم لا يحد عند ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ (ص۱۴۷ ج۲)

"کہ جب عقد پایا گیا خواہ حلال ہو یا حرام ہو خواہ ایسا حرام کہ اس کی تحریم پر اتفاق ہے یا اس میں اختلاف ہے خواہ وطی کنندہ حرام ہونے کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو بہر حال امام اعظم کے نزدیک اس کو حد نہ ماری جائے گی۔" (ص۳۲۲ ج۳)
(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۵۵)

جواب:

زانی کے لیے جو شرعاً حد مقرر ہے وہ رجم یا جلد ہے۔ کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ جو شخص محرمات ابدیہ سے نکاح کر کے وطی کرے اس کو رجم کیا جائے یا کوڑے مارے جائیں اسی لیے امام اعظم نے ایسے شخص کے لیے یہ حد (رجم یا جلد) نہیں فرمائی۔

امام اعظم کے اس مسئلہ کو معترض اگر حدیث کے خلاف سمجھتا ہے تو وہ حدیث نقل کرے جس میں صراحت کے ساتھ ایسے شخص کے لیے حد آئی ہو۔ البتہ قتل کا حکم آیا ہے جس سے امام اعظم کا ہی مذہب ثابت ہوتا ہے۔ کیوں کہ قتل کرنا یا مال ضبط کرنا حد زنا نہیں ہے۔ امام اعظم ہی فرماتے ہیں ایسے شخص کو جو بھی سزا دی جائے کم ہے لہٰذا حاکم اس کو سخت سے سخت سزا دے۔

فتح القدیر میں ہے:

الا ترى ان اباحنيفة الزم عقوبة باشد ما يكون وانما لم يثبت عقوبة هي الحد فعرف انه زنا محض عنده الا ان فيه شبهة

''کیا آپ نہیں دیکھتے کہ امام ابوحنیفہ اس کے لیے سخت سے سخت سزا تجویز کرتے ہیں (البتہ نکاح کے سبب) حد ثابت نہیں۔ پس وہ اس کو زنا ہی سمجھتے ہیں مگر نکاح کے سبب اس میں شبہ پیدا ہو گیا۔''

اس لیے حد مقرر رجم یا جلد اس سے ساقط ہو گئی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس پر کوئی سزا ہی نہیں جیسے عوام کو مغالطہ میں ڈالا جاتا ہے۔ فقہ حنفی میں ایسا کرنے والے پر سزا ضروری ہے۔ قاضی ایسے مجرم کو سخت سے سخت سزا دے یہاں تک کہ اس کو قتل بھی کروا سکتا ہے۔ اور بعض حنفی فقہاء نے اس کی سزا قتل ہی تجویز کی ہے۔

اعتراض نمبر ۶۶:

شبہ در محل میں حد نہیں

والشبهة في المحل في وطئ امة ولده وولد ولده كذا في الكافي سواء كان ولده حيا او ميتا هكذا في العناية. (ص۱۴۸ ج۲)

''شبہ در محل کی یہ صورتیں ہیں کہ اپنے بیٹے کی باندی یا پوتے کی باندی سے وطی کی خواہ اس کا بیٹا زندہ ہو یا مر گیا ہو۔'' (ص ۳۳۳ ج ۳)

(تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ) یعنی ان صورتوں میں حد نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۷)

جواب:

ہدایہ شریف میں اس کی وجہ لکھی ہے کہ یہ شبہ اشتباہ ہے اس لیے کہ بیٹا ماں باپ کے مال سے نفع اٹھا سکتا ہے اسی طرح خاوند اپنی بیوی کے مال سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ اس کا ماں باپ یا بیوی کی لونڈی کو حلال ظن کر لینا محتمل ہے جب اس نے حلت کا ظن کیا تو

یہ شبہ اشتباہ ہے اور شبہات کے سبب حدود کا ٹال دینا احادیث میں آیا ہے۔ چنانچہ ادرؤا الحدود ما استطعتم جو کہ ابو یعلیٰ کی مسند میں مرفوعاً مروی ہے۔

مسند امام اعظم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

(ادرؤا الحدود بالشبہات) ''کہ شبہات کی بنا پر سزاؤں کو ٹالو''

ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں حدود کو شبہات کے سبب معطل رکھوں تو میرے نزدیک اس سے محبوب تر ہے کہ شبہات پر اقامت حد کروں۔

معاذ، عبداللہ بن مسعود اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جب تمہیں حد میں شبہ پڑ جائے تو حد کو ٹال دو۔

(نہایۃ الاوطار ج ۲ ص ۳۱۰)

القسال املاک بین الفروع والاصول سے یہ گمان ہوتا ہے کہ بیٹے کو ماں باپ کی لونڈی سے جماع میں ولایت ہے اسی طرح زوجہ کی لونڈی میں۔

کیا یہ اشتباہ نہیں؟ اور کیا شبہات سے سزا کا ٹال دینا احادیث میں نہیں؟ اگر ہے تو فقہ حنفیہ پر اعتراض کیوں؟

اعتراض نمبر ۶۷:

کرائے کی عورت سے زنا پر حد نہیں

استاجر امراۃ لیزنی بہا او لیطأہا او قال خذی ھذہ الدراہم الاطاك او قال مکنینی بکذا ففعلت لم یحد. (ص ۱۳۹ ج ۲)

''اگر ایک عورت کو اجارہ (کرایہ) پر لیا تاکہ اس سے زنا کرے یا یہ کہا کہ تو یہ دراہم لے تاکہ میں تجھ سے وطی کروں یا کہا کہ مجھے اپنے اوپر اس قدر درہموں کے عوض قابو دے

پس عورت نے منظور کیا اور ایسا واقعہ ہوا تو اس کو حد نہ ماری جائے گی۔" (ص ۳۲۵ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۷)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ تعصب ایسی بری بلا ہے جو اچھے خاصے آدمی کو اندھا کر دیتا ہے۔

درمختار میں لکھا ہے:

والحق وجوب الحد "حق یہ ہے کہ حد واجب ہے۔"

افسوس کہ معترض کو فقہ حنفی کی حق بات نظر نہ آئی۔

اعتراض نمبر ۶۸:

متعہ کی حرمت مشتبہ ہے

بخلاف ما إذا قال خذي هذه الدراهم لأتمتع بك لان المتعة كانت سبب الاباحة في الابتداء فبقيت الشبهة كذا في التمرتاشي. (ص ۱۴۹ ج ۱)

"بخلاف اس کے اگر یوں کہا کہ تو یہ دراہم لے تاکہ میں تجھ سے تمتع حاصل کروں تو حکم (یعنی حد) نہیں اس واسطے کہ متعہ ابتدائے اسلام میں سبب اباحت تھا پس شبہ باقی رہا۔ یہ تمرتاشی میں ہے۔" (ص ۳۲۵ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۰ مسئلہ نمبر ۱۳۰)

جواب:

فقہ حنفی میں نکاح متعہ حرام ہے اس کے مرتکبین کی بابت "فتاویٰ عالمگیری" میں لکھا ہے کہ يُوجَعَانِ عُقُوبَةً وَيُحْبَسَانِ حَتّٰى يَتُوبَا دونوں کو سخت سزا دی جائے گی اور جب تک یہ توبہ نہیں کرتے جیل میں قید کیے جائیں گے۔ (ج ۲ ص ۱۴۹)

لیکن اس کی حرمت زنا کی طرح ہمیشہ سے نہیں۔ پہلے مباح تھا خیبر کے دن حرام قرار

دیا گیا۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۰۳)

پھر فتح مکہ کے دن مباح فرمایا گیا۔ (مسلم ج ۱ ص ۴۵۱)

پھر قیامت تک کے لیے حرام فرما دیا گیا۔ بنا بریں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابتداءً اس کی اباحت کے قائل تھے۔ انہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سمجھایا تو انہوں نے اس کی اباحت سے رجوع فرمالیا اور قیامت تک کی حرمت کے قائل ہو گئے۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۹)

معلوم ہوا کہ متعہ کی حرمت ابدی ہونے کے باوجود ازلی نہیں اور قطعی ہونے کے باوجود زنا کی طرح شدید نہیں۔ لہٰذا جو سزا قرآن و حدیث نے زنا کی بیان فرمائی ہے وہ متعہ کے مرتکبین پر نافذ نہیں کی جا سکتی۔ کیوں کہ حد کا معاملہ بڑا نازک ہوتا ہے۔ اللہ کے مسلمان بندوں پر اللہ سے اجازت لیے بغیر حد نافذ نہیں کی جا سکتی۔ حدیث شریف میں ہے ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم "مسلمانوں سے حتی الوسع حدیں گراؤ۔"

(مشکوۃ ص ۳۱۱)

اعتراض نمبر ۶۹:

زنا کی خرچی دینے سے حد کی چھوٹ

لو قال امھرتك كذا لازنى بك لم يجب الحد. كذا فى الكافى.

(ص ۱۴۹ ج ۲)

"اگر کہا کہ میں نے تجھے اس قدر مہر دیا تاکہ تجھ سے زنا کروں تو حد واجب نہ ہو گی۔" (ص ۳۳۵ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۰)

جواب:

فقہ حنفی میں حد موجود ہے۔

در مختار میں لکھا ہے: والحق وجوب الحد "حق یہ ہے کہ حد واجب ہے۔"

دارالحرب میں زنا پر حد کی چھوٹ

من زنی فی دار الحرب او فی دار البغی ثم خرج الینا لا یقام علیه الحد. کذا فی الهدایة (ص۱۴۹ ج۲)

"جس نے دارالحرب میں یادار البغی میں زنا کیا پھر وہ ہمارے یہاں آ گیا تو اس پر حد جاری نہ ہوگی۔ یہ ہدایہ میں ہے۔(ص۳۳۶ ج۳)

جواب:

معترض اگر فتح القدیر شرح ہدایہ کا یہ مقام دیکھتا تو اسے حدیث مل جاتی اور شاید وہ اعتراض نہ کرتا وہ حدیث یہ ہے:

روی محمد فی السیر الکبیر عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال من زنی او سرق فی دار الحرب واصاب بها حدا ثم هرب فخرج الینا فانه لا یقام علیه الحد.

"السیر الکبیر میں امام محمد نے نبی ﷺ سے روایت کیا، آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص دارالحرب میں زنا یا چوری کرے اور حد کو پہنچ جائے۔ پھر وہاں سے بھاگ کر اسلامی حکومت میں پہنچ جائے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔

معترض چونکہ اعتراض کر چکا ہے۔ اس لیے امید نہیں کہ وہ اپنے قول کے خلاف حضور کے اس ارشاد کو دیکھ کر مان جائے۔ بلکہ اس پر کوئی نہ کوئی اعتراض ہی کرے گا۔

اعتراض نمبر ۷۱، ۷۲:

بچے اور پاگل کی وجہ سے حد نہیں

اذ زنی صبی او مجنون بامراة عاقلة وهی مطاوعة فلا حد علی الصبی والمجنون بلا خلاف وهل تحد المراة فعلی قول علمائنا رحمهم الله

تعالیٰ لا تحد. (ص ۱۴۹،۱۵۰ ج ۲)

''اگر نابالغ یا مجنون نے عورت بالغہ عاقلہ سے زنا کیا اور عورت مذکورہ نے بخوشی قابو دیا تو بلا خلاف طفل و مجنون پر حد واجب نہ ہوگی اور رہی عورت سو ہمارے علماء کے قول پر اس کو حد کی سزا نہ دی جائے گی۔'' (ص ۳۳۷ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۱،۶۰)

جواب:

غیر مکلف بالاتفاق مرفوع القلم ہے اس پر حد کیوں کر جاری ہو عرف الجادی کے صفحہ ۸۳ میں آپ کے مجتہد العصر نواب صدیق حسن کے خلف الرشید نواب نور الحسن لکھتے ہیں۔

وزوال عقل رافع قلم تکلیف است جب عاقل کی عقل زائل ہونے نے قلم تکلیف کو اٹھا دیا تو جس کو اب تک عقل آئی ہی نہیں تو وہ کیونکر قلم تکلیف کے نیچے آ کر حد مارا جاوے اور عورت اس لیے حد سے محفوظ ہے کہ زنا نام مرد کی وطی کا ہے غیر ملک میں۔ اور نابالغ مرد نہیں کہ اس کا زنا متصور ہو۔ پس عورت سے بھی وہ زنا نہیں ہوا جسے وہ حد ماری جاتی جب اصل پر حد نہ ہوئی تو تابع پر کیونکر ہو کذا فی رد المحتار والنہر وغیرہما۔

اور شبہوں سے حد کا دفع کرنا عمل بالحدیث ہے۔ اگر ہماری بات کا اعتبار نہیں تو دیکھو تمہارے مجتہد العصر کے فرزند منہج مقبول کے صفحہ ۸۴ میں لکھتے ہیں:

و ساقط میشود حد بشبهات محتمله اور عرف الجادی کے صفحہ ۲۱۵ میں بھی اس امر کو کئی حدیثوں سے ثابت کیا ہے۔ اور یہ دونوں کتابیں آپ کی ہیں۔

اعتراض نمبر ۳۷:

بچی کے ساتھ منہ کالا کرنے پر حد کی چھوٹ

واذ زنی بصبیة فلا حد علیهما وعلیه الـ ... (ص ۱۵۰ ج ۲)

"اور اگر صغیرہ نابالغہ سے زنا کیا تو دونوں پر حد نہ ہوگی اور زانی پر اس کا مہر واجب ہو گا۔" (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۱)

جواب:

اس عبارت سے پہلے فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ان زنی صحیح بمجنونۃ او صغیرۃ یجامع مثلها حد الرجل خاصۃ

"اگر کسی شخص نے مجنون عورت سے یا ایسی نابالغ لڑکی سے زنا کیا جس سے مجامعت ہو سکتی ہے تو مرد کو حد کی سزا دی جائے گی۔" (ج ۲ ص ۱۴۹)

ہاں اگر کسی بدکار نے ایسی نوعمر لڑکی سے زنا کرنے کی کوشش کی جس سے مجامعت نہیں ہو سکتی تو چونکہ اس نے حقیقتاً زنا نہیں کیا لہٰذا اسے زنا کی سزا نہ دی جائے گی۔ بلکہ اگر لڑکی اس کے فعل بد سے مرگئی تو قتل کی سزا کا مستوجب ہوگا۔ ورنہ دوسری سزاؤں کا۔ جب صغر سنی کی وجہ سے زنا ہو ہی نہیں سکتا تو زنا کی سزا کیسی؟ اس عبارت واذ زنی بصبیۃ فلا حد علیهما کا یہی مطلب ہے جو عرض کیا گیا۔

اعتراض نمبر ۲۷:

سوئے ہوئے مرد سے عورت زنا کرے تو حد کی چھوٹ

لو مکنت نفسها من النائم لا یجب علیهما الحد. (ص ۱۵۰ ج ۲)

"اگر سوئے ہوئے مرد سے عورت نے خود وطی کی اور اپنے نفس پر قابو دے دیا تو دونوں پر حد واجب نہ ہوگی۔ یہ محیط میں ہے۔" (ص ۳۳۷ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۱)

جواب:

اس عبارت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ مرد سویا ہوا ہے عورت نے اپنے آپ کو اس کے قابو میں دے دیا ہے کہ وہ جو چاہے اس سے کر لے۔ عبارت میں مرد کے جاگنے کا ذکر

نہیں شہوت میں آنے کا ذکر نہیں دخول کرنے کا ذکر نہیں اور ان سب چیزوں کے پائے جانے کے بغیر زنا متحقق نہیں ہوسکتا۔ کیوں کہ زنا مرد کا فعل ہے عورت کا نہیں۔ عورت فاعل نہیں ہوا کرتی مفعول بہا ہوا کرتی ہے۔ جب فاعل سویا ہوا ہے اور فعل ثابت ہی نہیں تو حد زنا کا مستوجب کون ہوگا؟ ہاں وہ عورت اپنی اس ناپاک حرکت اور غلیظ جسارت کی بنا پر "حد زنا" کے علاوہ تعزیر کی ضرور مستحق ہوگی۔

اعتراض نمبر ۷۵

مردہ عورت سے زنا پر حد کی چھوٹ

رجل زنا بامرأة میتة اختلفوا فیه قال اهل المدینة یحد وقال اهل البصرة یعزر ولا یحد وقال الفقیه ابو اللیث رحمه الله وبه ناخذ. (ص ۱۵۰ ج ۲)

"ایک مرد نے مردہ عورت سے زنا کیا تو اس میں اختلاف ہے۔ اہل مدینہ نے فرمایا کہ اس پر حد جاری کی جائے گی اور اہل بصرہ نے فرمایا کہ حد نہ ہوگی بلکہ تعزیر دی جائے گی اور فقیہ ابو لیث نے فرمایا کہ ہم اسی (حد نہ ہونے) کو لیتے ہیں۔" (ص ۳۳۰ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۱)

جواب:

فرمائیے یہ مسئلہ کس آیت یا حدیث کے خلاف ہے۔ اگر کسی حدیث میں مردہ عورت سے صحبت کرنے پر حد زنا، رجم یا سو کوڑے آتے ہیں تو بیان کریں۔ ورنہ تعزیر کی سزا تو خود اس عبارت میں موجود ہے۔

اعتراض نمبر ۷۶ (الف):

عورت اور بچے سے غیر وضع فطری فعل

لو وطی امرأة فی دبرها او لاط بغلام لم یحد عند ابی حنیفة رحمه الله ویعزر. (ص ۱۵۰ ج ۲)

''اگر کسی عورت سے اس کے دبر میں وطی کی یا طفل سے لواطت کی تو امام اعظم کے نزدیک حد نہ ہوگی مگر اس کو تعزیر دی جائے گی۔'' (ص ۳۳۹ ج ۳)

اعتراض نمبر ۷۶ (ب):

لو فعل هذا بعبده او امته او بزوجته بنكاح صحيح او فاسد لا يحد اجماعا. (ص ۱۵۰ ج ۲)

''اگر ایسا امر (لواطت) اپنے غلام یا باندی یا جورو کے ساتھ کیا خواہ جورو سے نکاح صحیح ہو یا فاسد ہو تو بالاجماع (اجماع حنفیہ) اس پر حد واجب نہ ہوگی یہ کافی میں ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۲)

جواب:

زنا کے لیے ایلاج فی القبل ضروری ہے ایلاج فی الدبر کا نام زنا نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا وہ مجرم جس نے زنا نہیں کیا اس پر حد زنا کی سزا کس طرح نافذ ہوسکتی ہے۔ غیر فطری حملہ کرنے والے کی جو سزا قرآن وحدیث نے مقرر نہیں فرمائی وہ سزا فتاویٰ عالمگیری مقرر نہیں کرسکتا۔ ہاں اس گھناؤنے جرم کی سزا کے متعلق فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے: لو اعتاد اللواطة قتله الامام ''اگر کوئی شخص غیر فطری حملہ کرنے کا عادی ہو تو اس کو امام قتل کر دے۔'' (ج ۲ ص ۱۵۰)

اعتراض نمبر ۷۷:

آزاد عورت کو خریدے تو؟

اذا زنى بامرأة ثم قال اشتريتها لاحد عليه سواء كان حرة او امة.

''اگر ایک عورت سے زنا کیا پھر کہا کہ میں اس کو خرید کر چکا تھا تو اس پر حد واجب نہ ہوگی خواہ یہ عورت آزاد ہو یا باندی ہو'' (ص ۳۴۰ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۲)

جواب:

میں کہتا ہوں جب اس نے کہا کہ میں نے اسے خریدا ہے تو اس کے حلال ظن کرنے سے اشتباہ ہو گیا۔ کیوں کہ وہ ملک کا مدعی ہوا۔ اگر مِلک ثابت ہو جاتی تو وطی حرام نہ ہوئی۔ چوں کہ وہ عورت آزاد ہے اس لیے ملک ثابت نہ ہوئی اور وطی حرام ہوئی مگر اس پر یہ عمل مشتبہ رہا۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

اشتبه علیه الأمر بظنه الحل

"اس کے حلال ظن کرنے سے اس پر یہ امر مشتبہ ہوا۔"

یہ شبہ فعل ہے اور شبہات کے وقت حدود ساقط ہو جاتی ہے۔

اعتراض نمبر ۷۸:

چھینی ہوئی لونڈی سے زنا پر حد نہیں

قال محمد فی الاصل اذا غصب جاریةً و زنی بها ثم ضمن قیمتها فلاحد علیه عندهم جمیعًا. (ص ۱۵۱ ج ۲)

"امام محمد نے اصل میں فرمایا کہ اگر کسی نے باندی غصب کر کے اس سے زنا کیا پھر اس کی قیمت تاوان دے دی تو بالاتفاق اس پر حد نہ ہوگی۔" (ص ۳۴۰ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۳)

جواب:

میں کہتا ہوں قیمت کا ضامن ہونا اس لونڈی کی ملک کا سبب ہے جب وہ قیمت کا ضامن ہو گیا تو لونڈی اس کی ملک ہو گئی۔ اقامت حد سے پہلے لونڈی کا مالک ہو جانا ملک منافع میں شبہ پیدا کرتا ہے۔ شبہ سے چونکہ حدود ساقط ہو جاتی ہے اس لیے اس پر حد ساقط ہو گئی۔ من ادعی خلاف ذالك فعلیه البیان

اعتراض نمبر ۷۹:

مالک کہے میں نے لونڈی نہیں بیچی تب بھی حد نہیں

واذا زنی بامة ثم قال اشتریتها وصاحبها فیها بالخیار وقال مولاها کذب ثم ابیعها قال لا حد علیه. (ص ۱۵۱ ج ۲)

''اگر باندی سے زنا کیا پھر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو خرید ابدیں شرط کہ اس کے مولیٰ کو خیار حاصل ہے اور اس کے مولیٰ نے کہا یہ جھوٹا ہے میں نے اس باندی کو فروخت نہیں کیا تو فرمایا کہ واطی پر حد واجب نہ ہوگی۔'' (ص ۳۴۰ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۳)

جواب:

اس اعتراض کا وہی جواب ہے جو اعتراض نمبر ۷۷ کے تحت گزرا ہے۔

اعتراض نمبر ۸۰:

بادشاہ زنا کرلے تو اس پر حد نہیں

کل شیء صنعه الامام لیس فوقه امام مما یجب به الحد کالزنا والسرقة والشراب والقذف لا یواخذ به الا القصاص والمال کذا فی الکافی. (ص ۱۵۱ ج ۲)

''ایسے امام المسلمین نے جس کے اوپر امام نہیں (یعنی خلیفہ، بادشاہ، وزیر اعظم، صدر، ڈکٹیٹر) ہے اگر ایسی بات کی جس سے حد واجب ہوتی ہے جیسے زنا، سرقہ (چوری) شراب خوری وقذف (بے گناہ پر زنا کا الزام) تو اس سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا سوائے قصاص وجرم مال کے یہ کافی میں ہے۔'' (ص ۳۴۱، ۳۴۲ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۵)

جواب:

چونکہ قصاص حقوق العباد میں سے ہے اور اس کا مدعی صاحب حق ہے۔ اس لیے صاحب حق کے طلب کرنے پر قصاص لیا جائے گا۔ لیکن حدود حقوق اللہ میں سے ہے اور حدود کا اجراء واقامت بادشاہ سے متعلق ہے۔ جب بادشاہ ایسا ہو کہ اس کے اوپر کوئی بادشاہ نہ ہو تو وہ اپنے آپ پر اقامت حدود نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر اس پر بھی بادشاہ ہو تو وہ اپنے ماتحت بادشاہ پر حدود قائم کر سکتا ہے۔ اور یہ دلیل صاحب ہدایہ نے لکھی ہے۔

حنفی فقہائے کرام ایسے بدکردار بادشاہ کو اولاً تو سربراہ مملکت بننے نہیں دیتے۔ اگر بدقسمتی سے سربراہ مملکت بن ہی جائے تو اس کے معزول کرنے کے مناسب اقدامات فرماتے ہیں۔ کیوں کہ جب تک وہ ریاست کا سربراہ اعلیٰ ہے تب تک اس کے اوپر قوت نافذہ قائم نہیں ہو سکتی اور حدود خداوندی کا نفاذ قوۃ نافذہ کے بغیر ممکن نہیں پہلے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ فتنہ نہ پھیلے۔ فتنہ کے بغیر اس بدکردار سربراہ کو معزول کیا جائے گا پھر اس پر مقدمہ چلایا جائے گا پھر حدود نافذ کی جائیں گی۔

(ملاحظہ فرمائیں فقہ حنفی کی مشہور کتاب تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ص ۱۸۷ ج ۳)

اعتراض نمبر ۸۱:

فقہ حنفی میں زنا کی چھوٹ

ولو شهد ثلاثة منهم على الزنا والرابع قال رايتهما فى لحاف واحد فانه لايحد المشهود عليه ويحد الشهود الثلاثة حد القذف والشاهد الرابع لاحد عليه. (ص ۱۵۲ ج ۳)

”پھر اگر زنا کے کیس میں تین گواہ یہ شہادت دیں کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے مجرم کو جرم کرتے دیکھا اور چوتھا یہ گواہی دے کہ اس نے ملزمین کو بستر میں ملفوف دیکھا ہے تو حد کی سزا نافذ نہ ہو گی بلکہ اس کی بجائے پہلے تین گواہوں پر قذف کی سزا جو اسی کوڑے

ہے جاری کی جائے گی۔'' گویا الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۶،۶۵)

جواب:

اگر ملزم اعتراف نہ کرے تو ثبوت زنا کے لیے چار گواہوں کی شرط اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور آیت نمبر ۱۳ میں صراحۃً ذکر فرمائی ہے۔ اور کسی پر زنا کی تہمت لگائی جائے اور چار گواہ نہ پیش کیے جائیں تو اسی آیت میں تہمت لگانے والے کو عند اللہ کاذب کہا گیا ہے۔ پھر اس سورت کی آیت نمبر ۴ میں ان تہمت لگانے والوں کو اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا کا مستوجب قرار دیا گیا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری کا مسئلہ مذکورہ ان دو آیتوں کی روشنی میں مرتب فرمایا گیا ہے۔ کیوں کہ اس صورت میں گواہ صرف تین ہیں، چوتھا ملفوف ہونے کا گواہ ہے، زنا کا گواہ نہیں اور ملفوف ہونا دخول کو مستلزم نہیں اور دخول کے بغیر زنا نہیں ہوسکتا۔ کیوں کہ ممکن ہے عورت رتقاء ہو ممکن ہے مرد مجبوب ہو ممکن ہے دونوں پر یا کسی ایک پر یکدم خوف خدا طاری ہوگیا اور وہ سنگین جرم کے ارتکاب سے بچ گئے ہوں جیسا کہ حدیث شریف میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ عین برہنگی و تنہائی کی حالت میں عورت نے مرد کو ''اتق اللہ'' کہہ کر فعل بد سے بچالیا۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۱)

جب ملفوف ہونے کا گواہ زنا کا گواہ نہیں تو حد زنا کس طرح لگائی جاسکتی ہے۔ مفتی صاحب کا اس مسئلہ پر اعتراض کرنا جو قرآن مجید سے صراحۃً ثابت ہو رہا ہے یقیناً علامات قیامت سے ہے۔

مفتی صاحب بیچارے علم حدیث میں کافی کمزور ہیں ورنہ انہیں معلوم ہوتا کہ یہ کیس تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ عدالت میں پیش ہونے والے کیس کے بالکل موافق ہے اور آپ نے وہی فیصلہ فرمایا تھا جو فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہے۔

(سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۳۴۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۵۷)

اعتراض نمبر۸۲:

فقہ حنفی میں زنا کی حد معاف

وان شهد وانه زنى بامرأة لا يعرفونها لم يحد كذا في الهداية

(ص۱۵۲ج۲)

"اگر شاہد اس عورت کو نہیں پہچانتے جس کے ساتھ جرم کا ارتکاب کیا گیا ہے تو کسی پر حد کی سزا جاری نہ ہوگی۔" (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ٦٦)

جواب:

ہدایہ میں اس کی نہایت معقول وجہ لکھی ہے۔ لکھا ہے:

لاحتمال انها امرأته أو أمته بل هو الظاهر

ممکن ہے کہ وہ عورت اس کی بیوی یا لونڈی ہو۔ بلکہ ظاہر یہی ہے۔ کیوں کہ مسلمان کا ظاہر حال یہی ہے کہ وہ زنا کار نہیں۔ گواہوں کے لیے لازم تھا کہ وہ عورت کی پہچان رکھتے بعد میں گواہی دیتے۔ جب وہ عورت کو پہچانتے ہی نہیں تو ان کی گواہی غیر معتبر اور مجہول قرار دی جائے گی۔

اعتراض نمبر۸۳:

عورت کی رضامندی سے زنا کی حد معاف

قال محمد رحمه الله تعالىٰ في الاصل اربعة شهدوا على رجل بالزنا فشهدا اثنان انه استكرهها وشهدا الثان انها طاوعته قال ابو حنيفة رحمه الله تعالىٰ ادرا عنهم الحدود جميعًا يعني الرجل والمرأة والشهود.

(ص۱۵۳ج۲)

"اگر دو شاہد کسی ملزم کے بارے میں یہ شہادت دیں کہ اس نے فلاں عورت پر

مجرمانہ حملہ کیا مگر دوسرے یہ کہیں کہ اس نے اس جرم کا ارتکاب عورت کی رضا مرضی سے کیا ہے تو کسی پر حد کی سزا جاری نہ ہوگی۔" (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ٦٦)

جواب:

مفتی صاحب نے عبارت کا ترجمہ درست نہیں کیا۔ سید امیر علی غیر مقلد نے جو فتاویٰ عالمگیری کا ترجمہ کیا ہے اس میں وہ اس عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"چار مردوں نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی جن میں سے دو گواہوں نے کہا کہ اس مرد نے اس عورت کو باکراہ مجبور کر کے زنا کیا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے کہا کہ اس عورت نے خود اس کی مطاوعت کی ہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حد ان سب سے دور کردی جائے گی یعنی مرد وعورت و گواہوں سب سے رفع کی جائے گی۔" (ج۳ ص ۲۳۴)

ناظرین اس ترجمہ میں اور مفتی صاحب کے ترجمہ میں کتنا فرق ہے؟

مفتی صاحب نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ عورت کی رضامندی کی صورت میں اگر زنا واقع ہو تو فتاویٰ عالمگیری کے مطابق حد زنا کی سزا قائم نہیں ہوسکتی۔ حالانکہ یہ مطلب غلط ہے اور تاثر گمراہ کن ہے۔ بلکہ صحیح مطلب عبارت مذکور کا یہ ہے کہ چونکہ ثبوت زنا کے لیے چار عادل گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۴۳)

اس جگہ سب گواہ عادل نہیں ہیں ان میں سے دو یقیناً جھوٹے ہیں کیوں کہ اگر عورت رضامند نہ تھی اور مرد نے اس پر زبردستی کی تو رضامندی و مطاوعت کے گواہ جھوٹے ہیں اور اگر رضامندی تھی تو اکراہ و زبردستی کے گواہ جھوٹے ہیں۔ جب اس کیس میں چار عادل گواہ پیش نہیں کیے گئے تو زنا ثابت نہ ہوا۔ لہٰذا حد زنا کسی پر قائم نہیں کی جاسکتی۔

اعتراض نمبر ۸۴:

شراب کی بدبو چلی جانے سے حد کی چھوٹ

ان اقر بعد ذھاب ریحھا لم یحد عند ابی حنیفۃ وابی یوسف

رحمهما الله. (ص۱۵۹ ج ۲)

"اگر اس نے بدبو جاتی رہنے کے بعد اقرار کیا تو امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس کو حد نہ ماری جائے گی۔" (ص ۳۶۰ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۷)

جواب:

ہدایہ میں امام محمد کا قول لکھا ہے وقال محمد یحد. شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں اس کو صحیح لکھا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں فقول محمد لمحو الصحیح ج ۲ ص ۶۱۸ اور غایۃ البیان میں بھی امام محمد کے قول کو ہی ترجیح دی گئی ہے۔ بحر الرائق میں بھی امام محمد کے قول کو ارجح من جہت الحق کہا گیا ہے۔ جب فقہائے احناف نے امام محمد کے قول کو ہی صحیح فرمایا ہے تو پھر فقہ حنفی پر اعتراض کیسا؟

اعتراض نمبر ۸۵:

شرعی گواہی کے باوجود حد کی چھوٹ

وكذا اذا شهدوا عليه بعد ما ذهب ريحها والسكر لم يحد عندهما ايضًا. (ص ۱۵۹)

"اور اسی طرح بدبو جاتی رہنے کے بعد اور نشہ زائل ہونے کے بعد اس پر گواہوں نے گواہی دی تو بھی شیخین (امام اعظم اور امام ابو یوسف) کے نزدیک اس کو حد نہ ماری جائے گی۔" (ص ۳۶۰ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۷)

جواب:

اس مسئلہ میں بھی امام محمد کا قول ہدایہ میں مرقوم ہے کہ حد لگائی جائے گی۔ حاصل یہ ہے کہ تصادم قبول شہادت کا مانع ہے۔ یعنی گواہوں کا پہلے خاموش رہنا پھر دیر کے بعد

شہادت دینا اثبات کی تہمت پیدا کردیتا ہے کہ شاید ان کو کسی عداوت نے ادائے شہادت پر اکسایا ہے۔ اور متہم کی شہادت معتبر نہیں اور اس دیر کی حد امام محمد کے نزدیک ایک مہینہ ہے۔ امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک بو کے زائل ہونے تک ہے یعنی بو کے زائل ہونے تک بلا عذر گواہوں کا ادائے شہادت سے خاموش رہنا تہمت پیدا کردیتا ہے۔ اس لیے ان کی گواہی قبول نہ ہوگی۔ نہ حد لگے گی۔ ہدایہ میں اس مسئلہ کی دلیل میں قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ نقل کیا گیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وجدتم رائحة الخمر فاجلدوه

''اگر تم شراب کی بو پاؤ تو حد لگاؤ۔''

ہم نے فقہ حنفی کے دونوں قول واضح کر دیئے دونوں صحیح ہیں مگر فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے۔

اعتراض نمبر ۸۶:

شراب کا سرکہ بنانا جائز ہے

ویباح تخلیها کذا فی محیط السرخسی. (ص ۴۱۰ ج ۵)

''اور شراب (حرام) کو سرکہ کو ڈالنا مباح ہے۔'' (ص ۲۰۰ ج ۹)

یعنی بالاتفاق حلال ہو جائے گی۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۷۰)

جواب:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح مسلم کی حدیث میں سرکہ کی تعریف آئی ہے کہ نعم الادام الخل رواہ مسلم۔ یعنی سرکہ عمدہ سالن ہے۔ اور یہ حنفیہ کا ہی مذہب نہیں ہے بلکہ امام اوزاعی اور لیث کا بھی یہی مذہب ہے۔ پس شراب بھی جب سرکہ بن جاوے یا بنائی جاوے تو اس کے استعمال میں کون سی قباحت ہے۔ بلکہ وہ سرکہ بھی عمدہ سالن ہے اور نیز یوں بھی حدیث

میں وارد ہے کہ شراب کا سرکہ اچھا ہوتا ہے۔ کہ خیر خلکم خل خمرکم
(سنن الکبریٰ بیہقی)

شرح مشکوٰۃ جلد ثالث صفحہ ۵ ۷ امطبوعہ مصطفائی دہلی اور بھی آیا ہے کہ مردار کی کھال کو دباغت پاک کر دیتی ہے۔ جس طرح شراب کا سرکہ حلال ہو جاتا ہے۔ کذا فی العینی۔ (دار قطنی ج ۴ ص ۲۶۶)

پس جو شخص ان حدیثوں کے مضمون کو برا سمجھتا ہے وہ اپنا نامہ اعمال سیاہ کرتا ہے اور حدیث کا منکر ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ خود غیر مقلدین کی فقہ الحدیث مقبولہ اور معمولہ کتاب کے رو سے شراب تو پاک اور طیبات سے ہے پھر وہ کیوں حنفیوں پر اعتراض کرتے ہیں اور ان کے مجتہد العصر نواب سید محمد صدیق حسن خاں صاحب روضۃ الندیہ کے صفحہ ۱۱، ۱۲ میں شراب کی پاکی کو بڑے مبالغے سے ثابت کر چکے ہیں اور ان کے امام الحدیث شیخ الاسلام سید نذیر حسین صاحب کے شاگرد مولوی عبدالغفور محمدی استفتاء میں سور کی چربی اور منی کے پاک ہونے سے کھانے اور چاٹنے کی اجازت دے رہے ہیں۔ بحکم آیت کلوا من الطیبات پس ان کے نزدیک تو خود شراب ماکولات اور مشروبات سے ہوگئی۔ پس ان کی فقہ الحدیث میں جو لکھا ہے اور حرام ہے سرکہ بنانا شراب کا سراسر خلاف ان کے اصول کے ہے کیوں کہ روضۃ الندیہ میں جواز و عدم جواز دونوں پر حدیثیں نقل کی ہیں۔ اور ان کے نزدیک اختلاف سے اصلی حکم میں کچھ خلل نہیں پڑتا ہے جیسا کہ روضۃ الندیہ کے صفحہ ۱۰ میں ثابت ہے۔ اور اصل میں ہر شے حلال ہے جب تک اس کی اتفاقی حرمت قرآن اور حدیث سے ثابت نہ ہو۔ چنانچہ روضۃ الندیہ کے صفحہ ۲۰۹ میں لکھا ہے۔ پس جب بعض اصحاب اور اہل بیت اطہار سے شراب کے سرکہ بنانے کا جواز ثابت ہوا جیسا کہ صفحہ ۲۲۲ میں ہے۔ تو ثابت ہوا کہ عدم جواز اس کا ابتدا اور اسلام میں تھا۔ چنانچہ ابتدا میں استعمال ظروف شراب سے ممانعت تھی۔ پھر جب مسلمان شراب سے بکلی ممتنع ہو گئے تو ممانعت رفع ہوگئی۔ پس شراب کو سرکہ بنانے اور کھانے کو حرام کہنا حلال کو حرام کہنا ہے۔

اعتراض نمبر ۸۷:

شراب کھانے پر حد کی جھوٹ

اذا عجن الدقیق بالخمر و خبزہ لا یو کل ولو اکل لایحد (ص ۴۱۱ ج ۵)

"اگر شراب سے آٹا گوندھا اور اس کی روٹی پکائی تو وہ نہ کھائی جائے گی اور اگر کسی نے کھائی تو اس کو حد نہ ماری جائے گی۔" (ص ۲۰۱ ج ۹)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۷۰)

جواب:

اگر ایسی روٹی کھانے پر شراب کی حد قرآن و حدیث میں موجود ہے تو مفتی صاحب بتائیں ورنہ فقہاء پر اعتراض نہ کریں۔ ہمارے علامہ عبدالحئی لکھنوی نے ہدایہ کے حاشیہ میں لکھا ہے:

فھذا الخبز نجس کما لو عجن بالبول

یہ روٹی ناپاک ہے جیسا کہ پیشاب ناپاک ہے

اعتراض نمبر ۸۸:

شراب کے نو پیالوں پر حد نہیں

اذا شرب تسعۃ اقداح من نبیذ التمر فاوجر العاشر فسکر لم یحد لان السکر یضاف الی ما ھو اقرب الیہ کذا فی السراجیہ ص ۴۱۲ ج ۵ الباب الثانی.

"اگر ایک شخص نے نو پیالے نبیذ تمر کے پیے پھر دسواں پیالہ اس کے منہ میں ڈالا گیا پس نشہ ہو گیا تو اس کو حد نہ ماری جائے گی اس واسطے کہ سکر اس کے اقرب کی طرف مضاف

ہوتا ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ (ص ۲۰۴ ج ۹)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۷۲)

جواب:

وجہ اس کی یہ ہے کہ نبیذ تمر شراب بمعنی خمر کا نام نہیں بلکہ اس پانی کا نام ہے جس میں چند کھجوریں ڈال دی جائیں تاکہ پانی میٹھا ہو جائے جس طرح آج کل شکر ڈال کر پانی میٹھا کیا جاتا ہے۔ اسی طرح زمانہ رسالت مآب ﷺ میں کھجوریں ڈال کر پانی میٹھا کیا جاتا تھا۔ شرعاً اس مشروب کا پینا بلا کراہت درست ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے اسے بارہا نوش فرمایا۔ چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

حدیث نمبر ۱:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اپنے اس پیالے میں رسول اکرم سید عالم ﷺ کو درج ذیل مشروبات پلانے کی سعادت حاصل کی (العسل والنبیذ والماء واللبن) شہد، نبیذ، پانی اور دودھ۔

حدیث نمبر ۲:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کنا ننبذ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سقاء ہم رسول اللہ کے لیے مشک میں نبیذ تیار کیا کرتی تھیں۔

حدیث نمبر ۳:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے لیے شروع رات پانی میں کھجوریں ڈال دی جاتیں پھر آپ ﷺ اس نبیذ تمر کو صبح سے لے کر تیسرے دن کی عصر تک جب چاہتے نوش فرماتے۔ فان بقی شیء سقاہ الخادم او امر بہ فصب پھر اگر کچھ بچ رہتا تو خادم کو پلا دیتے یا حکم فرماتے تو گرا دیا جاتا۔ (مشکوٰۃ ص ۳۷۲)

تیسری حدیث کی تشریح میں محدثین کرام نے فرمایا کہ اگر بوجہ گرمی وغیرہ کے نبیذ میں

نشہ پیدا ہو جاتا (جس کی پہچان رنگ بدلنے جھاگ پیدا ہونے وغیرہ سے ہو جاتی ہے) تو حضور اقدس ﷺ اس کے گرانے کا حکم دے دیتے اور اگر نشہ پیدا نہ ہوتا تو خادم کو پلا دیتے۔ (مرقاۃ جدید ص ۲۲۷ ج ۸)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نبیذ تمر عمدہ و پسندیدہ مشروب ہے۔ البتہ اسے اگر زیادہ دیر تک رکھا جائے تو اس میں کبھی نشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ مشروب نشہ آور ہونے سے پہلے بلا کراہت حلال ہے اور نشہ آور ہونے کے بعد بلا شبہ حرام ہے۔

فتاویٰ عالمگیری کی مندرجہ عبارت ان احادیث کی روشنی میں مرتب فرمائی گئی ہے۔ یعنی اگر کسی شخص نے نبیذ تمر کے ایسے نو پیالے پیے جن میں نشہ نہ تھا اور دسواں پیالہ جس میں نشہ تھا اس نے خود نہ پیا بلکہ کسی نے اس کے منہ میں زبردستی ڈال دیا جس سے وہ نشہ میں ہو گیا تو اس کو حد نہ ماری جائے گی کیوں کہ جس نبیذ کو اس نے خود پیا اس میں نشہ نہ تھا اور جس میں نشہ تھا اسے اس نے خود نہ پیا جب نشہ آور چیز بغیر اکراہ کے خود نہ پی جائے تو حد نہیں لگائی جا سکتی۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ﴾ یعنی جو شخص حرام چیز کے کھانے یا پینے پر مجبور ہوا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ (البقرہ: ۱۷۳)

غیر مقلدین کا مذہب، پہلا مسئلہ:

اگر کتا کنویں میں گر پڑے اور پانی کا رنگ یا مزہ یا بو تبدیل نہ ہو تو وہ پاک ہے۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳۴۸)

دوسرا مسئلہ:

زیادہ ترجیح قول یہ ہے کہ کتے اور خنزیر کے سوا سب جانوروں کی منی پاک ہے۔

(فقہ محمدیہ کلاں ج ۱ ص ۴۱)

تیسرا مسئلہ:

”جب تک پانی کا کوئی وصف نہ بدلے قلیل ہو یا کثیر نجاست گرنے سے وہ نجس نہیں

ہوتا۔" اہل حدیث نے اسی کو اختیار کیا ہے۔(لغات الحدیث ج ۶ ص ۳۲۰)

چوتھا مسئلہ:

"خون کی نجاست پر کوئی قوی دلیل نہیں ہے۔ خصوصاً حلال جانور کے خون کی نجاست پر البتہ حیض کا خون نجس ہے اور اصل اشیاء طہارت ہے۔"

(لغات الحدیث ج ۴ ص ۶۸)

پانچواں مسئلہ:

جو روٹی شراب ملا کر پکائی جائے اس کا کھانا درست ہوگا، جن ادویہ میں شراب کی روح یعنی الکحل شریک ہوتی ہے اس کا بھی استعمال درست ہوگا ہمارے علماء اہل حدیث میں سے مفتی مصر نے ایسا ہی فتویٰ دیا ہے۔(لغات الحدیث ج ا ص ۶۰)

چھٹا مسئلہ:

"کپڑے یا جسم میں شراب لگ جائے تو دھونے کی ضرورت نہیں کیوں کہ شراب نجس نہیں ہے۔" (لغات الحدیث ج ۶ ص ۸)

اعتراض نمبر ۸۹:

چوری کے اقرار سے منحرف کرنا مستحب ہے

ویستحب للامام ان یلقن حتی لا یقر بالسرقة کذا فی الظهیرة.

(ص ۱۷۱ ج ۲)

"اگر کوئی چور مجرم ہونے کا اقرار کرے تو مسلمان حاکم کے لیے مستحب ہے کہ وہ اسے ایسی ترغیب دے کہ وہ چوری کا اعتراف ہی نہ کرے۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۴۷ مسئلہ نمبر ۱۹۳)

اعتراض نمبر ۹۰:

حاکم منحرف ہونے کا مشورہ دے

وینبغی ان یلقن لمقرّ الرجوع احتیالا للدرء

(فتاویٰ عالمگیری ص ۱۷۱ ج ۲)

''اگر کوئی چور چوری کا اقرار کرے تو مسلمان حاکم کا فرض ہوگا کہ وہ اسے اپنے اعتراف سے منحرف ہو جانے کی ترغیب دے تاکہ وہ حد کی سزا سے بچ جائے۔''

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۴۷ مسئلہ نمبر ۱۹۴)

جواب:

دونوں اعتراض کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

مفتی صاحب نے ''فرض ہوگا'' کے الفاظ اپنی طرف سے کہے ہیں۔ کتاب میں ان کا ذکر نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری کی مکمل عبارت مع ترجمہ ملاحظہ ہو۔ ینبغی ان یلقن لمقرّ الرجوع احتیالا للدرء واذا رجع عن الاقرار صح فی القطع ولا یصح فی المال یعنی اگر کوئی شخص اقرار کرے کہ میں نے فلاں شخص کی چوری کی ہے تو مناسب ہوگا کہ مقر کو اقرار سے رجوع کرنے کی تلقین کی جائے تاکہ وہ رجوع کے سبب حد سرقہ سے بچ جائے۔ لیکن رجوع سے صرف اتنا فائدہ ہوگا کہ اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ باقی رہا مال وہ ضروری طور پر حسب اعتراف اس سے برآمد کیا جائے گا۔ (ج ۲ ص ۱۷۱)

حدیث شریف:

یہ مسئلہ دل سے نہیں بنایا گیا بلکہ درج ذیل حدیث سے مستنبط ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے بارگاہ اقدس سید عالم ﷺ میں حاضر ہو کر اعتراف جرم کیا تو آپ نے اسے تلقین فرمائی کہ ارجع فاستغفر اللہ وتب الیہ ''رجوع کر۔ اللہ سے معافی مانگ اور توبہ کر۔'' (مشکوٰۃ ص ۳۱۰)

مگر اس نے اعتراف جرم سے رجوع نہ کیا تو آپ ﷺ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ جب اس پر سنگساری شروع کی گئی تو وہ بھاگ پڑا۔ سنگسار کنندگان میں سے بعض نے تعاقب کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پھر یہ واقعہ سید عالم ﷺ کے حضور عرض کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: هلّا ترکتموه لعلّه ان یتوب فیتوب الله علیه.
"تم نے اسے (چھوڑ دینا تھا) چھوڑا کیوں نہیں۔ (بھاگنے کے بعد کیوں قتل کیا) شاید کہ وہ اعتراف جرم سے رجوع کر لیتا تو اللہ تعالیٰ اس کا رجوع قبول فرما لیتا۔"
(مشکوۃ ص ۳۱۱، ۳۱۲)

اعتراض نمبر ۱۹۱:

اقرار کے بعد بھاگ جائے تعاقب ختم

واذا اقر بالسرقة ثم هرب لا یتبع (ص ۱۷۳ ج ۲)

"اگر چور اعتراف جرم کے بعد عدالت یا حد کی جگہ سے بھاگ جائے تو اس کا پیچھا نہیں کیا جائے گا۔" (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۴۷ مسئلہ نمبر ۱۹۵)

جواب:

پچھلے اعتراض کے جواب میں غور کرنے سے اس اعتراض کا جواب بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ جو جرم شہادت کے بغیر محض اعتراف جرم کی بنیاد پر ثابت ہو اس سے اگر مجرم رجوع کر لے تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔ پھر چونکہ حدیث مذکور سے پتہ چلتا ہے کہ فرار بھی رجوع کی دلیل بن سکتا ہے لہٰذا جو شخص سزا کی جگہ سے فرار ہو جائے گا۔ اس کا تعاقب حد قائم کرنے کے لیے ہرگز نہیں کیا جائے گا۔ جس رقم کا اس نے اعتراف کیا ہے وہ ضرور وصول کی جائے گی۔

اعتراض نمبر۹۲:

دس درہم سے کم کی چوری پر ہاتھ کاٹنا

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال قطع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ید السارق فی مجنۃ ثمنۃ ثلاثۃ دراھم

(صحیح بخاری ص۱۰۰۳ ج۲)

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک چور کا ہاتھ تین درہم کی ڈھال میں کاٹا تھا۔ مگر فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

اقل النصاب فی السرقۃ عشرۃ دراھم. ص۱۷۰ ج۲

سرقہ (چوری) کا کم سے کم نصاب دس درہم ہے۔ (ص۳۸۷ ج۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۴۷ مسئلہ نمبر ۴۷)

جواب:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے موقف کی دلیل یہ ہے کہ نصاب سرقہ کے باب میں اصل کی حیثیت آنحضرت ﷺ کے اس فرمان کو حاصل ہے کہ چوری کرنے والے کا ہاتھ ایک ڈھال کی قیمت سے کم مال میں نہ کاٹا جائے۔ (نسائی ج۲ص۲۲۳)

اور اس اصولی حکم پر ہی آنحضرت ﷺ کی زندگی میں عمل ہوا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں کسی چور کا ہاتھ ایک لاٹھی یا ڈھال کی قیمت سے کم میں نہیں کاٹا گیا۔

(صحیح بخاری کتاب الحدود پارہ ۲۷)

ان دو احادیث سے معلوم ہوا کہ ڈھال کی قیمت پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔

اب یہ معلوم کرنا ہے کہ ڈھال کی قیمت کیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں ڈھال کی قیمت کے متعلق روایات مختلف آئی ہیں۔ وہ

ہم یہاں درج کرتے ہیں:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت جس میں ربع دینار (یعنی تین درہم) کا ذکر آیا ہے۔

(۲) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کاٹا ایک ڈھال کے چرانے میں جس کی قیمت پانچ درہم تھی۔ (نسائی ج ۲ ص ۲۵۷)

(۳) حضرت قتادہ سے روایت ہے میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہتے تھے ایک شخص نے ڈھال چرائی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے۔ اس کی قیمت لگائی گئی پانچ درہم پھر اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ (نسائی ج ۲ ص ۲۵۷)

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا بہت عرصہ نہیں گزرا میں بھول گئی چوتھائی دینار میں ہاتھ کاٹا جاوے گا یا زیادہ میں۔ (نسائی ج ۲ ص ۲۵۷)

(۵) حضرت سلیمان بن یسار نے کہا نہ کاٹا جائے ہاتھ کا پنجہ مگر پنجے میں (یعنی پانچ درہم کی مالیت میں) (نسائی مترجم ج ۳ ص ۳۵۳ فرید بک سٹال لاہور)

(۶) حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے نہ کاٹا جاوے ہاتھ مگر ڈھال کی چوری میں اس کی قیمت کے برابر دوسری چیز میں۔ عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا ڈھال چار درہم کی ہوتی ہے۔

(نسائی مترجم ج ۳ ص ۳۵۳)

(۷) حضرت ایمن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ نہیں کٹوایا چور کا مگر ڈھال کی قیمت میں اور ڈھال کی قیمت ان دنوں ایک دینار تھی۔

(نسائی ج ۲ ص ۲۲۵)

(۸) حضرت ایمن سے روایت ہے چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا ڈھال کی قیمت میں اور ڈھال کی قیمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک دینار تھی او عشرۃ دراھم (یا دس درہم) (نسائی ج ۲ ص ۲۲۵)

(۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے تھے ڈھال کی قیمت ان دنوں دس درہم تھی۔

(سنن النسائی ج ۲ ص ۲۵۹)

(۱۰) حضرت عطاء نے کہا کم سے کم جس میں ہاتھ کاٹا جائے ڈھال کی قیمت ہے اور وہ ان دنوں میں دس درہم تھی۔

(نسائی مترجم ج ۳ ص ۳۵۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۴۔ مصنف عبد الرزاق ج ۱۰ ص ۲۳۳)

ان متعارض روایات میں تطبیق دینا ضروری ہے چنانچہ علمائے احناف نے ان میں یوں تطبیق دی ہے کہ ڈھال کی قیمت حضور ﷺ کے زمانے میں مختلف اوقات میں بدلتی رہی ہے۔ ابتدا میں ڈھال کی قیمت ربع دینار (تین درہم) تھی اس لیے حضور ﷺ نے اس زمانے میں حکم دیا کہ ربع دینار کی چوری میں چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ پھر ڈھال کی قیمت بڑھ کر پانچ درہم ہوگئی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں اسی کا ذکر ہے۔ پھر اس کے بعد ڈھال کی قیمت اور بڑھ کر دس درہم ہوگئی ابن عباس اور ایمن رضی اللہ عنہم کی روایات میں اسی زمانے کا ذکر ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے مثال کے طور پر پہلے اونٹوں کے سستا ہونے کی وجہ سے دیت چار سو درہم تھی بعد میں اونٹوں کے مہنگا ہو جانے کی وجہ سے یہ آٹھ سو درہم ہوگئی۔

(سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۷۹)

چونکہ سب سے آخر میں ڈھال کی قیمت دس درہم ہو گئی تھی۔ اس لیے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ یہ ہے کہ دس درہم سے کم مال میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جا سکتا۔ اس فتوے کے حق میں مزید روایات حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے تھے کہ حضور انور ﷺ کے زمانہ میں ڈھال کی قیمت دس درہم تھی۔ (نسائی مترجم ج ۳ ص ۳۵۴)

(۲) عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ڈھال کی قیمت دس درہم تھی۔ (نسائی)

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا چور کا ہاتھ دس درہم سے کم میں نہیں کاٹا جائے گا۔ (کتاب الآثار امام محمد ص ۱۰۹)

(۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ چور کا ہاتھ ڈھال سے کم قیمت کی چیز میں نہ کاٹا جائے۔ اور ڈھال کی قیمت دس درہم ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۴)

(۵) حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ڈھال کی قیمت دس درہم ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۴۔ مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۳۳)

(۶) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہاتھ نہ کاٹا جائے گا سوائے ایک دینار کے یا دس درہم کے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۴۔ مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۳۳)

(۷) حضرت ابو جعفر سے روایت ہے کہ ڈھال کی قیمت ایک دینار ہے۔ جس میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۴)

(۸) حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ ہاتھ نہیں کاٹا جاتا مگر ڈھال (کی قیمت) میں راوی نے کہا کہ میں نے ابراہیم سے کہا کہ اس کی کیا قیمت ہے (ابراہیم نے) کہا کہ ایک دینار۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۵۔ مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۳۴)

(۹) عمرو بن شعیب سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں سعید بن مسیب کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا کہ آپ کے ساتھی عروہ بن زبیر، محمد بن مسلم زہری اور ابن یسار کہتے ہیں کہ ڈھال کی قیمت پانچ درہم ہے؟ (میرے اس سوال کے جواب میں سعید بن المسیب نے) کہا کہ رہی یہ بات (ڈھال کی قیمت والی) تو اس بارے میں سنت نبوی چلی آ رہی ہے کہ ڈھال کی قیمت دس درہم ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۶)

(۱۰) قاسم بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ایک آدمی کو جس نے کپڑا چرایا تھا۔ حضرت عمر

بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو انہوں نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کپڑے کی قیمت دس درہم سے کم ہے۔ چنانچہ تحقیق کی گئی تو اس کپڑے کی قیمت آٹھ درہم نکلی۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۴۔ مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۳۳)

(۱۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (نصب الرایہ ۳۳۲)

(۱۲) حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا (عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جا سکتا۔ (نصب الرایہ)

(۱۳) عن ابن المسیب قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سرق السارق ما یبلغ ثمن المجن قطعت یدہ و کان ثمن المجن عشرۃ دراھم.

(مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۳۳)

ابن المسیب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب چور کوئی ایسی چیز چوری کرے جس کی قیمت ڈھال کی قیمت تک پہنچی ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے اور ڈھال کی قیمت دس درہم تھی۔

(۱۴) عن علی قال لا یقطع فی اقل من دینار او عشرۃ دراھم.

(مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۳۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دینار یا دس درہم سے کم مال کی چوری پر ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

(۱۵) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ دس درہم سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

(۱۶) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں

کہ چور کا ہاتھ دس درہم سے کم مال میں نہ کاٹا جائے۔

ناظرین فتاویٰ عالمگیری کا مسئلہ حدیث کے مطابق ہے یا مخالف فیصلہ آپ خود کریں۔

اعتراض نمبر۹۳:

جھوٹی گواہی پر قاضی کے فیصلہ کا حکم

جھوٹی گواہی پر قاضی کا فیصلہ باطن میں نافذ نہیں ہوتا چنانچہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَاِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِيَ لَهٗ عَلٰى نَحْوِ مَا اَسْمَعُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِشَيْءٍ مِنْ حَقِّ اَخِيْهِ فَلَا يَاْخُذْهُ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ (مشکوٰۃ ص۳۲۷)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میں ایک انسان ہوں اور تم جب اپنے جھگڑے میرے پاس لاتے ہو تو یہ ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی دوسرے کی بہ نسبت دلیل و حجت پیش کرنے میں چرب لسان ہو اور اس میں اس کی بات سن کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں یعنی دوسرے بھائی کے حق میں سے اس کے لیے کچھ دینے کا فیصلہ کر دوں تو وہ اپنے بھائی کے اس حق کو ہرگز قبول نہ کرے کیوں کہ میں ایسی صورت میں دراصل اس کے لیے دوزخ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوتا ہوں۔ مگر بقول فتاویٰ عالمگیری۔

قاضی کا فیصلہ باطن میں نافذ ہے:

رجل ادعی علی امرأة نکاحا وھی تجحد واقام علیھا شاھدی زور وقضی القاضی بالنکاح بینھما حل للرجل وطؤھا وحل للمرأة التمکین منه عند ابی حنیفة وابی یوسف الاول. (ص۳۵۰، ۳۵۱ ج۳ باب ۱۷)

''ایک شخص نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت انکار کرتی ہے اور اس شخص

نے دو جھوٹے گواہ پیش کیے اور قاضی (جج) نے فیصلہ کر دیا تو امام اعظم اور امام ابو یوسف کے پہلے قول کے موافق اس مرد کو اس (عورت) کے ساتھ وطی کرنا حلال اور عورت کو جائز ہے کہ اس کو اپنے اوپر قابو دے دے۔" (ص ۱۶۸ ج ۵)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۸۱،۸۰)

اعتراض نمبر ۹۴:

جھوٹی شہادت پر طلاق

امراة ادعت على زوجها انه طلقها واقامت على ذالك شهود زور وقضى القاضى بالفرقة بينهما وتزوجت بزوج اخر بعد انقضاء والعدة فعلى قول ابى حنيفة رحمه الله تعالى وقول ابى يوسف الاول لا يحل للزوج الاول وطؤها ظاهرا وباطنا ويحل للزوج الثانى وطؤها ظاهرا و باطنا علم بحقيقة الحال ان الزوج الاول لم يطلقها بان كان الزوج الثانى احد الشاهدين اولم يعلم بحقيقة الحال بان كان الزوج الثانى اجنبيا.

(ص ۳۲۱ ج ۳)

"ایک عورت نے اپنے شوہر پر تین طلاق کا دعویٰ کیا اور اس پر جھوٹے گواہ قائم کیے اور قاضی نے دونوں میں جدائی کا حکم دے دیا۔ پھر عدت گزارنے کے بعد اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور پہلے قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے موافق پہلے شوہر کو اس کے ساتھ وطی کرنا۔ ظاہراً و باطناً حلال نہیں اور دوسرے شوہر کو ظاہر باطن اس سے وطی کرنا حلال ہے خواہ اس کو یہ حال معلوم ہو کہ پہلے شوہر نے اس کو طلاق نہیں دی مثلاً دوسرا شوہر ان دونوں گواہوں میں سے ایک گواہ ہو یا اس کو یہ بات نہ معلوم ہو۔ مثلاً یہ شوہر دوسرا اجنبی شخص ہو۔" (ص ۱۶۸ ج ۵)

جواب:

دونوں اعتراضوں کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

ان مسائل کا تعلق قاضی کی قضا کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے کے ساتھ ہے امام اعظم کے نزدیک قاضی کی قضا ظاہر و باطن میں نافذ ہو جاتی ہے۔ عورت نے عدالت میں دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں اور اس پر گواہ بھی پیش کر دیئے۔ اسی طرح کسی مرد نے دعویٰ کیا اور گواہ گزار دیئے۔ قاضی نے مطابق حکم شرعی شہادت لے کر نکاح کا فیصلہ کر دیا تو یہ فیصلہ جس طرح ظاہر میں نافذ ہو جاتا ہے اسی طرح باطن میں نافذ ہو جائے گا۔ یہی فیصلہ اس کا نکاح ہے قاضی جو کہ ولی ہے۔ موجود ہے، اور گواہ بھی موجود ہے۔ قاضی کا فیصلہ مرد و عورت دونوں نے منظور کیا۔ ان کا یہ منظور کرنا ایجاب وقبول ہے۔ اس لیے نکاح ہو جائے گا۔ اگر یہ فیصلہ باطن میں نافذ نہ ہو تو بجائے اس کے قضاء قطع منازعہ کے لیے ہوتی ہے منازعۃ کی تمہید کے لیے ہو جائے گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی یہی فیصلہ فرمایا تھا جیسا کہ امام محمد نے مبسوط میں لکھا ہے۔ تو عورت بولی کہ آپ میرا نکاح تو کر دیں آپ (حضرت علی) نے فرمایا کہ میرے نکاح کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔ دو گواہوں نے تیرا نکاح کر دیا ہے۔

پھر یہ مسئلہ (قاضی کی قضا ظاہراً و باطناً والا) کسی حدیث صحیح کے خلاف نہیں۔ اگر معترض اس مسئلہ کو کسی حدیث صحیح کے مخالف سمجھتا ہے تو وہ صریح حدیث مع وجہ مخالفت و طریق استدلال لکھے۔

حدیث لعل بعضکم ان یکون الحن بحجۃ اس مسئلہ کے مخالف نہیں ہے۔ دیکھو لعان میں قاضی کی تفریق ظاہر باطن جاری ہو جاتی ہے حالانکہ ان دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہوا ہے۔

اسی طرح معترض کے نزدیک بھی مفقود کی عورت پر چار برس کے بعد قاضی تفریق کر

سکتا ہے پس کیا یہ تفریق باطن میں نہیں ہوتی؟ کیا وہ عورت اللہ کے نزدیک مطلقہ نہیں ہو جاتی؟ اگر ہو جاتی ہے تو ثابت ہوا کہ قاضی کی قضاء باطن میں بھی نافذ ہو جاتی ہے۔

علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کے ص ۱۷ میں لکھتے ہیں:

وابو حنيفة إمام مجتهد ادرك صحابة ومن التابعين خلقا كثيرا وقد تكلم في هذه المسألة بأصل وهو ان القضاء لقطع المنازعة بين الزوجين من كل وجه فلو لم ينفذ القضاء بشهادة الزور باطنا كان تمهيدا للمنازعة بينهما وقد عهدنا بنفوذ مثل ذلك في الشرع الا ترى ان التفريق باللعان ينفذ باطنا واحدهما كاذب بيقين

تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔ ادلہ کاملہ، ایضاء الادلہ، تالیفات حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن محدث دیوبند۔

اعتراض نمبر ۹۵:

سور کے بال قابل استعمال ہیں

وقال ابو حنيفة رحمه الله تعالى ولا ينتفع من الخنزير بجلده ولا غيره الا الشعر للاساكفة...... وقول ابى حنيفة اظهر كذا في المحيط.

(ص ۳۵۴ ج ۵)

"اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ سور کی کھال وغیرہ کسی چیز سے انتفاع نہیں جائز ہے۔ لیکن سور کے بالوں سے موزہ دوز (موچی) کو انتفاع لینا جائز ہے۔" (ص ۹۰ ج ۹)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۸۵)

جواب:

مفتی صاحب آپ کے مولانا محمد یوسف جے پوری صاحب نے "حقیقت الفقہ" مسئلہ نمبر ۲۶۴ میں درمختار ج ۱ ص ۱۰۲ کے حوالہ سے احناف کا مسلک تحریر کیا ہے کہ سور کی

کھال کے سوا ہر جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔

جب فقہ حنفی کا یہ مسئلہ درمختار میں لکھا تھا تو پھر اعتراض کیوں کیا۔ صرف عوام کو مغالطے میں ڈالنا ہے اور کچھ نہیں۔ جب سور کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی تو بال کیسے پاک ہو گئے۔ کھال کے ساتھ ہی بال ہوتے ہیں۔

غیر مقلدین کے نزدیک سور کے گوشت کے علاوہ کوئی اور چیز ناپاک ہی نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

امام شوکانی اور ان کے معتقد نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد کے نزدیک بجز گوشت سور کے اور کوئی چیز اس کی ناپاک ہی نہیں۔ شوکانی نے نجاستوں میں صرف گوشت سور کو شمار کیا ہے چنانچہ دربہیہ میں فرماتے ہیں و لحم الخنزیر اور خنزیر کا گوشت۔

نواب صاحب اس کی شرح میں فرماتے ہیں: الدلیل علی نجاسة ما قدمنا قریبا من الاٰیة الکریمة (الروضۃ الندیہ ص۱۲ مطبوعہ قدیمی ص۱۸)

''کہ سور کے گوشت کے ناپاک ہونے کی دلیل ہم قریب ہی بیان کر چکے ہیں جو آیت شریفہ ہے۔''

اس سے قبل پانچویں سطر میں آیت کے مضمون کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

والظاهر رجوعه الی الاقرب وهو لحم الخنزیر لافراد الضمیر ولهذا جزمنا ههنا بنجاسة لحم الخنزیر. (الروضۃ الندیہ ص۱۲ قدیمی ص۱۸)

''کہ چونکہ ضمیر مفرد ہے اس بناء پر ظاہر یہی ہے کہ اقرب کی طرف راجع ہے جو لحم خنزیر ہے اسی لیے ہم اس جگہ پر سور کے گوشت کے نجس و ناپاک ہونے کے قائل ہوئے باقی اور کوئی چیز اس کی ناپاک نہیں۔''

نواب نور الحسن خاں غیر مقلد لکھتے ہیں:

پس دعوائے نجس عین بودن سگ و خنزیر بعد پلید بودن خمر و دم مسفوح و حیوان مردار ناتمام است آرے اکل لحم ایشاں و آشامیدن خمر حرام است و نیست ملازمت میاں حرمت و

نجاست آرے ہر نجس حرام است نہ ہر حرام نجس۔ (عرف الجادی ص ۱۰)

نواب صاحب فرماتے ہیں:

''پس کتے اور سور کے اور شراب وخون مسفوح کے اور مرے ہوئے جانور کے ناپاک ونجس عین ہونے کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے۔ ہاں ان دونوں کا گوشت کھانا اور شراب پینا بے شک حرام ہے۔ لیکن حرمت وناپاکی میں لزوم نہیں۔ جو چیز ناپاک ہے وہ حرام ضرور ہے مگر ہر ایک حرام چیز ناپاک نہیں ہوتی۔

یہ قول تو باآواز دہل کہہ رہا ہے کہ سور کا کوئی جز بھی ناپاک نہیں حتی کہ اس کا گوشت بھی ناپاک نہیں صرف حرام ہے اور حرام اور نجس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔''

مفتی صاحب کو خاص طور پر اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے کہ ان کے اہل حدیث بھائی خنزیر و کتے دونوں کو ناپاک نہیں کہتے۔

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد فرماتے ہیں:

ہمچنیں استدلال بر نجاست خنزیر بلفظ رجس کما ینبغی نیست چه مراد بر جس چنانکه گذشت حرام است نه نجس دور دو آیت در تحریم اکل ست نه در نجاست و میان تحریم و نجاست تلازم نیست بسیار است که یک شیء حرام و طاہر می بود چنانکه در حرمت علیکم امہاتکم و نحو .ن بوده است وہمین است حال استدلال بغسل آنیه اہل کتب که دوران خوك پرند که آن بنا پر تحریم اکل و شرب است نه بنا بر نجاست و این حکم دیگر است مقصود شارع نیست۔

(بدور الاہلہ ص ۱۶)

''اسی طرح لفظ رجس سے سور کے ناپاک ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں کیوں کہ رجس سے مراد حرام ہے نہ ناپاک چنانچہ سبق میں گزر چکا ہے اور آیت کھانے کے حرام

ہونے میں نازل ہوئی ہے ناپاک ہونے کے بارے میں نہیں۔ اور تحریم و نجاست میں لزوم نہیں ہے بسا اوقات ایک شے حرام کے ساتھ ساتھ پاک بھی ہوتی ہے چنانچہ آیت حرمت علیکم امہاتکم وغیرہ میں ہے۔ اور یہی حال اس حدیث سے استدلال کا ہے۔ جس میں آنحضرت نے اہل کتاب کے برتنوں کے دھونے کا حکم دیا ہے جن میں وہ سور پکایا کرتے تھے کہ وہ حکم اس کی نجاست کی بنا پر نہ تھا کیوں کہ یہ حکم دوسرا ہے جو شارع علیہ السلام کا مقصود نہیں بلکہ وہ حکم اکل و شرب کی تحریم کی بنا پر تھا۔"

نواب صاحب کا ایک اور حوالہ:

اس کے بعد ایک جملہ اور بھی نواب صاحب نے تحریر فرمایا ہے اسے بھی نقل کیے دیتا ہوں۔

واگر تنزلا بتقدیر احتمال دویم محتمل از برائے احتجاج در محل نزاع منتہض نباشد (بدور الاہلہ ص ۱۶)

"اور اگر احتمال کے طریق پر چلیں (کہ ممکن ہے نجاست کی وجہ سے دھونے کا حکم فرمایا ہو) تو جو دلیل محتمل ہو محل نزاع میں وہ قابل استدلال نہیں ہے۔"

ناظرین ان عبارتوں کو دیکھ کر کیا کوئی عاقل انکار کر سکتا ہے کہ نواب صاحب وغیرہ سور کی طہارت کے قائل نہیں ہیں؟

اسی طرح نواب صاحب نے دلیل الطالب فی ارجح المطالب کے صفحہ ۴۴۰ میں بیان کیا ہے۔

علامہ وحید الزماں صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں:

کہ سور تو سور اس کا لعاب بھی پاک ہے اگر کسی برتن میں سور یا کتے نے منہ ڈال دیا تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔

والحق عدم النجاسۃ والامر بالغسل تعبدی او لما فیہ من السمیۃ

(ہدیۃ المہدی ص ۴۷)

نجس نہ ہونا ہی حق ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:

اسی پر بس نہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ علامہ وحید الزماں فرماتے ہیں:

واختارہ البخاری وغیرہ من اصحابنا. (ہدیۃ المہدی ص ۴۷)

اب فرمائیے کہ فتاویٰ عالمگیری پر کیوں اعتراض ہے۔ آپ کے اہل حدیث کے یہاں تو سور اپنے تمام اجزا کے ساتھ پاک ہے سوائے گوشت کے۔

فقہ حنفی کا متفق بہ قول کہ سور نجس عین ہے:

اب وہ عبارتیں ملاحظہ فرمالیں جو آپ کو یہ بتلائیں گی کہ حنفیوں کے مذہب میں سور بجمیع اجزاء نجس وناپاک ہے تاکہ کسی طرح کا وہم باقی نہ رہے۔

ثم قال الکرخی الا جلد الانسان والخنزیر جواب ظاهر قول اصحابنا (الی ماقلنه اولا) والصحیح ان جلد الخنزیر لا یطهر بالدباغ لان نجاسة لیست لما فیه من الدم والرطوبة بل هو نجس العین فکان وجود الدباغ فی حقه والعدم بمنزلة واحدة وقیل ان جلده لایحتمل الدباغ لان له جلودا مترادفة بعضها فوق بعض لما للآدمی. (بدائع الصنائع ص ۸۶ ج ۱)

”ہمارے تینوں اماموں کا ظاہر قول یہی ہے کہ سور نجس العین ہے دباغت دینے سے اس کا چمڑا پاک نہیں ہوتا کیوں کہ اس کی ناپاکی اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس میں خون اور رطوبات پائے جاتے ہیں بلکہ وہ تو سر سے لے کر پیر تک ناپاک ہی ناپاک ہے پس دباغت کا وجود وعدم دونوں یکساں ہیں لہٰذا دباغت سے کچھ فائدہ نہیں اور وہ پاک نہیں ہوسکتا۔ بلکہ بعض نے اس کی علت یہ بھی بیان کردی کہ اس کے چمڑے میں تہ بہ تہ ہونے کی وجہ سے دباغت اپنا اثر ہی نہیں کرتی۔ غرض کوئی بھی صورت ہو سور پاک نہیں ہوسکتا۔ اس سے قبل صاحب بدائع فرماتے ہیں:

ومنها الدباغ للجلود النجسة فالدباغ تطهير للجلود كلها الا جلد الانسان والخنزير كذا ذكر الكرخي. (ص۸۵)

"کہ دباغت تمام چمڑوں کو پاک کر دیتی ہے لیکن انسان اور سور کے چمڑے کو نہیں کرتی چنانچہ امام کرخی نے ذکر کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے مذہب سے کرخی طحاوی وغیرہ زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ اور ہمیشہ مذہب ہی کو نقل کرتے ہیں۔

صاحب درمختار لکھتے ہیں:

خلا جلد خنزير فلا يطهر (درمختار)

علامہ شامی لکھتے ہیں:

اى لانه نجس العين بمعنى ان ذاته بجميع اجزائه نجسة حيا و ميتا فليست نجاسة لما فيه من الدم كنجاسة غيره من الحيوانات فلذا لم يقبل التطهير فى ظاهر الرواية عن اصحابنا. (رد المحتار ج۱ ص۱۴۳)

"سور کا چمڑا پاک نہیں ہوتا کیوں کہ وہ نجس العین ہے یعنی اس کی ذات زندگی و موت کی حالت میں اپنی تمام اجزا کے اعتبار سے ناپاک ہے اس کی ناپاکی دوسرے جانوروں کی طرح خون کی وجہ سے نہیں ہے اسی بنا پر ہمارے ائمہ کے ظاہر مذہب میں وہ پاکی کو قبول نہیں کرتا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

واما الخنزير فجميع اجزائه نجسة كذا فى الاختيار شرح المختار.

(فتاویٰ عالمگیری ص۲۵ ج۱)

"خنزیر کے تمام اجزاء ناپاک ہیں چنانچہ اختیار میں مصرح ہے۔"

كل اهاب دبغ فقد طهر الا جلد الآدمي والخنزير كذا فى الزاهدى.

(عالمگیری ص۲۵ ج۱)

"تمام چمڑے دباغت سے پاک ہو جاتے ہیں مگر انسان اور خنزیر کا چمڑا پاک نہیں

ہوتا۔ چنانچہ زاہدی میں تصریح ہے۔"

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

وشعر الخنزير اذا وقع في الماء يفسده لانه نجس العين

(فتاویٰ قاضی خان ج۱ ص۱۰)

"سور چونکہ نجس العین ہے اس لیے اس کے بال اگر پانی میں گر پڑیں تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔"

ہدایہ میں ہے:

وكل اهاب دبغ فقد طهر وجازت الصلوٰة فيه والوضوء منه الا جلد الخنزير لآدمي بخلاف الخنزير لانه نجس العين اذا لهاء في قوله تعالىٰ فانه رجس منصرف اليه لقربه. (ہدایہ)

کفایہ شرح ہدایہ میں ہے:

قلنا جلد الخنزير لا ينديغ فلا يطهر لان شعره غليظ ينبت من لحمه ولانه نجس العين كالخمر. (کفایہ ج۱ ص۸۱)

عنایہ شرح ہدایہ میں ہے:

بخلاف جلد الخنزير فانه لا يطهر بالدباغ النجاسة عينه.

(عنایہ ج۱ ص۸۲)

کنز الدقائق میں ہے:

الا جلد الخنزير والادمي. (کنز)

شرح کنز میں ہے:

لنجاسة عينه. (بحر الرائق ج۱ ص۱۰۰)

مفتی صاحب ان عبارتوں کو ملاحظہ فرمائیں۔ کنز الدقائق، بحر الرائق، بدائع، ہدایہ، عنایہ، کفایہ، قاضی خاں، عالمگیری، درمختار، ردالمحتار، شامی۔ دس کتابوں سے میں نے اقوال

نقل کیے ہیں سب کے سب اس پر متفق ہیں کہ حنفیوں کا مذہب ہے کہ خنزیر نجس العین ہے اس کے تمام اجزا ناپاک ہیں اس کا چمڑا دباغت سے پاک نہیں ہوتا۔ یہی مذہب امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد کا ہے۔ روایات فقیہ اور بھی نقل کر سکتا ہوں۔ لیکن حق کی اتباع کے واسطے یہ کافی ہے۔

ایک بات اور سن لیجیے کہ گو حدیث تمام جلود کو شامل ہے جس میں جلد خنزیر بھی آ جاتی ہے لیکن حنفیوں نے خنزیر کے چمڑے کو اس سے علیحدہ کیا ہوا ہے وجہ یہ ہے کہ قرآن شریف کی آیت کے معارض ہے او لحم الخنزیر فانه رجس کہ خنزیر کا گوشت بھی حرام ہے۔ کیوں کہ خنزیر ناپاک ہے۔ ظاہراً ضمیر اقرب کی طرف راجع ہے اور ضمیر کے قریب تر خنزیر ہے خنزیر کے اعتبار سے لحم بعید ہے اور اس کو نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد بھی تسلیم کر رہے ہیں کہ ضمیر اقرب کی طرف راجع ہے مگر انہوں نے لحم کو اقرب قرار دیا ہے اور ہم خنزیر کو اقرب قرار دیتے ہیں جس پر مشاہدہ شاہد ہے اور ظاہری بصارت گواہ ہے اور مضاف الیہ کی طرف ضمیر کا رجوع بغیر انکار شائع ہے کلام عرب بلکہ قرآن و حدیث میں اس کے نظائر موجود ہیں گو مضاف کی طرف بھی ضمیر راجع ہوتی ہے لیکن موضع احتیاط میں طریق احتیاط کو اختیار کیا جاتا ہے۔ اور وہ اسی صورت میں ہے جو حنفیوں نے اختیار کی ہوئی ہے۔ بس حدیث مذکور چونکہ قرآن شریف کی آیت کے خنزیر کے بارے میں معارض ہے اور قرآن شریف کی آیت قطعی اور حدیث مذکور خبر واحد ظنی ہے۔ لہٰذا جلد خنزیر میں قرآن کی آیت کو مقدم رکھا جائے گا۔ اور خنزیر کے علاوہ حدیث دوسرے جلود پر محمول ہوگی۔ اس طرح قرآن و حدیث دونوں پر عمل ہو جائے گا اور آپ کے یہاں تو قرآن و حدیث دونوں کو چھوڑ دیا گیا۔ خنزیر بھی طاہر اور اس کے تمام اجزا طاہر اور لعاب بھی پاک ہے چنانچہ عبارتیں نقل کر چکا ہوں لہٰذا سچ سچ فرمایئے کہ قرآن و حدیث پر کون عامل ہے اس کو تحقیق کہتے ہیں اور اس کا نام اجتہاد صحیح ہے۔

ایک اور انداز سے:

ناظرین! صاحب درمختار بیان کرتے ہیں فلاں فلاں جانور سے شکار کرنا جائز ہے جس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ جانور نجس العین نہ ہو اگر نجس العین ہوگا تو اس سے شکار جائز نہیں۔

فرماتے ہیں:

فلا یجوز بخنزیر لنجاسة عینه (درمختار کتاب الصید)

''لہٰذا خنزیر سے شکار اکرانا جائز نہیں کیوں کہ وہ نجس العین ہے۔''

اعتراض نمبر۹۶:

خون کے ساتھ قرآن مجید لکھنا جائز ہے

والذی رعف فلا یرقا دمه فاراد ان یکتب بدمه علی جبهته شیئ من القرآن قال ابو بکر الاسکاف یجوز. (ص۳۵۶ ج۵)

اور جس شخص کی نکسیر پھوٹی اور اس کا خون بند نہیں ہوتا پس چاہا کہ اس کے خون سے اس کی پیشانی پر کوئی آیت قرآنی لکھے تو شیخ ابوبکر اسکاف نے فرمایا کہ جائز ہے۔

(ص۹۹ ج۹)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۸۷،۸۸)

جواب:

فقہ حنفی کی مشہور کتاب شامی میں تداوی بالحرام (یعنی حرام کے ساتھ علاج) کا عنوان ہے۔اس عنوان کو ذہن میں رکھیں اور اس عنوان کے تحت اس مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ مسئلہ دراصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے مرض میں مبتلا ہو جائے کہ جس کا علاج بالحلال (حلال اشیاء کے ساتھ علاج) ممکن نہیں اور سوائے علاج بالحرام کے کوئی چارہ نہیں تو اب کیا کیا جائے ایسے مریض کو مرنے اور ہلاک ہونے دیا جائے یا اس کی جان بچانے کے

لیے علاج بالحرام کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ اصل صورت مسئلہ کی یہ ہے جو اوپر بیان ہوئی اس میں بھی ہمارے فقہاء کرام نے اختلاف کیا ہے اور بالخصوص سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے علاج بالحرام کو جائز نہیں کہا کیوں کہ حرام میں شفا نہیں اور یہاں تک کہہ دیا کہ اگر موت واقع ہونے اور جان جانے کا خطرہ بھی ہو تب بھی حرام سے علاج کی اجازت نہ دی جائے گی جیسا کہ شامی میں امام حادی قدسی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

حتی یخشی علیه الموت وقد علم انه لو کتب فاتحة الکتاب او الاخلاص بذالك الدم علی جبهة ینقطع فلا یرخص فیه

اگر نکسیر والے کو موت کا خطرہ بھی ہو اور اسے کسی ذریعہ سے اس بات کا یقین بھی ہو کہ اگر نکسیر کے خون سے اس کی پیشانی پر سورۃ فاتحہ یا اخلاص لکھی جائے تو نکسیر ختم ہو جائے گی اور جان بچ جائے گی پھر بھی خون کے ساتھ لکھنے کی اجازت نہیں۔

مفتی صاحب شامی کی یہ عبارت پڑھیں تا کہ آپ کے علم میں بھی اضافہ ہو جائے۔ مگر بعض فقہاء کرام نے علاج بالحرام کو حالت اضطراری میں کسی ماہر ڈاکٹر یا حاذق حکیم جو دیندار بھی ہو اور مستند بھی کے تجویز کرنے کے بعد جائز کہا کیوں کہ حالت اضطراری و مجبوری میں حرام کی حرمت فی الوقت ساقط ہو جاتی ہے جیسا کہ خود قرآن مجید اس پر شاہد ہے ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ﴾ "مگر جو شخص مجبور ہو گیا"

(سورہ بقرہ پارہ ۲ آیت نمبر ۱۷۳، سورہ انعام پارہ ۸ آیت نمبر ۱۴۵)

کے الفاظ شاہد و عادل ہیں صورت مذکورہ میں اضطرار اس حد تک ہے کہ جان جانے اور ہلاک ہونے کا خطرہ ہے مگر اس کے باوجود ہمارے فقہاء کرام سوچ بچار کے ساتھ قدم رکھتے ہیں۔ مگر فقہ حنفی کا عمل امام حادی قدسی والا ہے۔

غیر مقلدین حضرات کے نزدیک بھی یہ بات مسلم ہے کہ حالت اضطرار میں علاج بالحرام جائز ہے۔ جیسا کہ نزل الابرار من فقہ نبی المختار ص ۳۰۱ میں علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں کہ اذا استعمل برای الطبیب الحاذق "جب کسی ماہر حکیم کی رائے سے

استعمال کی جائے"

اور اسی کتاب کے ص ۳۱ پر ہے **وقیل یرخص اذا علم فیه الشفاء ولم یوجد دواء اٰخر حلال یوثر اثره کما رخص الخمر العطشان واکل المیتة للمضطر**

"اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اجازت ہے اس بات کی کہ (علاج بالحرام) جائز ہے۔ جب کہ کوئی دوسری دوا حلال موثر نہ پائی ہے۔ جیسا کہ بوقت ضرورت پیاسے کے لیے شراب اور بھوکے کے لیے مردار جائز ہے۔"

امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: **واختلف اهل العلم فی التداوی بالشی النجس فاباح کثیر منهم التداوی به** (المسوی ص ۴۱۱)

"نجس چیز کے ساتھ دوا کرنے میں اہل علم کا اختلاف ہے بہت سے لوگوں نے اس (نجس) کے ساتھ علاج کو مباح قرار دیا ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک اونٹ کا پیشاب پینا جائز ہے:

مولانا ثناء اللہ امرتسری کے فتاوی سے ہم سوال و جواب نقل کرتے ہیں۔

سوال: اونٹ کا پیشاب پینا مریض کے لیے حدیث میں ہے۔ مگر بزن مکروہ چیز ہے کیسے جائز ہوا؟ ہندو لوگ عورت کو نفاس کی حالت میں گائے کا پیشاب پلاتے ہیں کیا باعث اعتراض ہے۔ (مسائل مذکور)

جواب: حدیث میں بطور دوائی استعمال کرنا جائز آیا ہے۔ جس کو نفرت ہو نہ پئے لیکن حلت کا اعتقاد رکھے ایسا ہی گائے بکری کے بول کے متعلق بھی آیا ہے۔

لا باس ببول ما یؤکل لحمه (ایضاً)

(فتاویٰ ثنائیہ جلد دوم ص ۶۷ باب ہفتم مسائل متفرقہ مطبوعہ مکتبہ اصحاب الحدیث مچھلی منڈی لاہور)

فقہ حنفی کا مذہب منع ہے لہٰذا ابو بکر سکاف کا یہ قول قابل عمل نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۹۷:

مردار کی کھال پر قرآن لکھنا جائز ہے

وکذا لو کتب علی جلد میتة اذا کان فیه شفاء کذا فی خزانة المفتین. (ص۳۵۶ ج۵)

''اسی طرح اگر مردار کی کھال پر لکھے تو بھی یہی (جواز کا) حکم دیا ہے بشرطیکہ اس میں شفا ہو۔ (ص۹۹ ج۹)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۸۸)

جواب:

حنفی کیا سارے اہل سنت کے نزدیک قرآن مجید کا اس قدر ادب ہے کہ اس کو بے وضو ہاتھ میں لینا درست نہیں ہے کذا فی عامة الکتب۔

باقی رہا چمڑا مردار کا سو بحکم حدیث شریف اذا دبغ الاهاب فقد طہر یعنی چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے۔ پس پاک چیزوں پر قرآن شریف لکھنے کی کیا قباحت ہے۔ البتہ ان کی فقہ الحدیث کے رو سے چمڑا کیا مردار کا گوشت اور گوہ موت بھی پاک ہے۔ روضة الندیہ کے صفحہ ۸، ۹، ۱۰ کو دیکھیے۔

اعتراض نمبر ۹۸:

مسلمان کو کافر کے قصاص میں قتل کرنا جائز نہیں

مسئلہ: مسلمان کو کافر کے قصاص میں قتل کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ حضرت علی سے مروی ہے:

الا یقتل مسلم بکافر صحیح بخاری باب لا یقتل المسلم بالکافر.

(ص۱۰۲۱ ج۲)

مگر فتاویٰ میں ہے: یقتل المسلم بالذمی. (ص۳ ج۶)

ذمی کے قصاص میں مسلمان قتل کیا جائے گا۔ (ص ۳۳۲ ج ۹)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۸۸)

جواب:

حدیث نمبرا:

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان کو ایک ذمی کے بدلے میں قتل کیا اور کہا جو شخص اپنا ذمہ پورا کرے میں اس کا (بدلہ لینے کا) زیادہ حق دار ہوں۔

(سنن الکبریٰ بیہقی ج ۸ ص ۳۰)

حدیث نمبر ۲:

عبدالرحمن بن بیلمانی سے روایت ہے کہ مسلمانوں کے ایک آدمی نے اہل کتاب کے ایک آدمی کو قتل کیا۔ مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی اپنا ذمہ پورا کرے۔ اس کا (بدلہ لینے کا) زیادہ حق رکھتا ہوں پھر آپ ﷺ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ (سنن الکبریٰ بیہقی ج ۸ ص ۳۰)

ان دونوں احادیث سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تائید ہوتی ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کسی ذمی کافر کو قتل کیا تو اس کے بدلے میں مسلمان قتل کیا جائے گا جو روایت مفتی صاحب نے نقل کی ہے۔ اس سے کافر حربی مراد ہے، ذمی نہیں۔

اعتراض نمبر ۹۹:

عدالت سے بھاگنے والے چور پر حد نہیں

اذا اقر بالسرقة ثم هرب لایتبع. (ص ۱۷۳ ج ۲)

اگر چور اعتراف جرم کے بعد عدالت یا سزا کی جگہ سے فرار ہو جائے تو اس کا تعاقب نہیں کیا جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۹۰،۸۹)

جواب:

جو جرم شہادت کے بغیر محض اعتراف جرم کی بنیاد پر ثابت ہوا س سے اگر مجرم رجوع کر لے تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔ پھر چونکہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ فرار بھی رجوع کی دلیل بن سکتا ہے لہٰذا جو شخص سزا کی جگہ سے فرار ہو جائے گا۔ اس کا تعاقب حد قائم کرنے کے لیے ہرگز نہیں کیا جائے گا۔ جس رقم کا اس نے اعتراف کیا ہے وہ ضرور وصول کی جائے گی۔

حدیث:

نعیم بن ہزال سے روایت ہے کہ ماعز بن مالک یتیم تھے۔ میرے باپ کی گود میں انہوں نے محلے کی ایک لڑکی سے زنا کیا تو میرے باپ نے ان سے کہا تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے بیان کرو جو تم نے کیا ہے۔ شاید آپ ﷺ تمہارے واسطے استغفار کریں اس سے ان کی یہ غرض تھی کہ کوئی صورت ان کے واسطے نکلے تو ماعز رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے، آپ مجھ پر اللہ کی کتاب کا حکم قائم فرمایئے تو آپ ﷺ نے اس کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا تو اس نے پھر دوبارہ عرض کیا یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے، آپ مجھ پر اللہ کی کتاب کا حکم فرمایئے۔ یہاں تک کہ اس طرح پر اس نے آپ ﷺ سے چار مرتبہ عرض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا تو چار مرتبہ کہہ چکا کہ میں نے زنا کیا ہے۔ اب یہ کہہ کس کے ساتھ زنا کیا ہے؟ ماعز نے کہا فلاں عورت سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اس کے ساتھ سویا تھا؟ ماعز نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اس سے چمٹا تھا؟ ماعز نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو نے اس سے جماع کیا تھا؟ ماعز نے کہا ہاں۔ جب آپ ﷺ نے حکم کیا اس کے سنگسار کرنے کا تو لوگ ان کو حرہ میں لے گئے (حرہ ایک زمین ہے کالے پتھروں کی مدینے کے قریب) جب ان کو پتھر مارنے لگے تو وہ پتھروں کی اذیت سے گھبرائے اور دوڑ کر بھاگے۔ عبداللہ

بن انیس نے ان کو پایا ان کے ساتھی تھک گئے تھے تو اونٹ کا کھر نکال کر مارا ان کو (یعنی ماعز کو) پھر مار ڈالا ان کو۔ آپ ﷺ کے پاس آن کر یہ قصہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ((هَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ لَعَلَّهُ اَنْ يَّتُوْبَ اللهُ عَلَيْهِ)) ''تم لوگوں نے (جب کہ وہ بھاگ رہا تھا) اسے چھوڑ کیوں نہ دیا ہو سکتا تھا کہ وہ توبہ کر لیتا، اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا۔''

(ابوداؤد، کتاب الحدود، باب فی الرجم)

اعتراض نمبر ۱۰۰:

پیشاب کے ساتھ بھی قرآن لکھنا جائز ہے

وبالبول ایضًا ان العلم فیه شفاء لا بأس به (شامی ص ۱۴۷ ج ۱)

مصری طبع بباب فی التداوی بالمحرم اور فتاویٰ قاضی خاں ص ۴۰۴ ج ۳ حاشیہ عالمگیری اور تیسری سطر۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۸۸)

جواب:

اس کا جواب اعتراض نمبر ۹۶ میں گزر چکا ہے، وہاں پر ملاحظہ فرمائیں اور تفصیل فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات میں دیکھیں۔

تاریخ غیر مقلدیت

مرتب

حضرت مولانا سید مشتاق علی شاہ

شاگرد رشید:

مناظر اسلام ماحی غیر مقلدیت

حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ

ناشر

مکتبہ شیخ الاسلام کوسہ ممبرا ضلع تھانہ (ممبئی)

مولانا عبدالحق بنارسی

بانی فرقہ غیر مقلدین

مولانا عبدالحق بنارسی فرقہ غیر مقلدین کے بانی مبانی ہیں۔ بنارس اور اس کے مضافات میں ترکِ تقلید کا شیوع آپ ہی کی بدولت ہوا۔ آپ کے والد کا اسم گرامی مولانا فضل اللہ عثمانی تھا۔ یہ دراصل ہندوستان کے صوبہ یوپی کے ایک قصبے نیوتن کے باشندے تھے جو ضلع اناؤ میں واقع ہے۔ وہاں کی سکونت ترک کر کے بنارس میں اقامت گزیں ہو گئے تھے۔ مولانا عبدالحق کی ولادت ۱۲۰۶ھ کو نیوتن میں ہوئی۔ اپنے والد گرامی اور چند دیگر علماء سے بعض درسی کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں عازمِ دہلی ہوئے، وہاں حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ، حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید اور مولانا عبدالحیٔ بڈھانوی سے حدیث وفقہ اور دیگر علوم کی تکمیل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد حج کے لیے مکہ مکرمہ کا قصد کیا اور وہاں کے علماء سے بعض فقہی مسائل میں مباحثوں اور مناظروں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ مولانا تقلید کا انکار کرتے تھے اور مکہ مکرمہ کے لوگ کسی نہ کسی امام کی تقلید کرتے تھے اور دیگر متعدد مسائل میں ان سے مختلف رائے رکھتے تھے اس اختلاف نے زیادہ شدت اختیار کر لی تو وہاں کی حکومت نے انہیں گرفتار کر کے جیل میں بند کر دیا۔ پھر کچھ مدت کے بعد رہا ہوئے تو واپس ہندوستان آ گئے۔ دوسری مرتبہ سید احمد شہیدؒ اور مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے قافلہ کے ساتھ حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا۔ یہ قافلہ سات سو ترپن (۷۵۳) افراد پر مشتمل تھا جس میں بہت سے علماء، زعماء شامل تھے بعض خواتین بھی اس قافلے میں شریک تھیں۔ یہ قافلہ ۲۸ شعبان ۱۲۳۷ھ مئی ۱۸۲۲ء کو مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ مولانا عبدالحق بنارسی حج کے بعد جب مدینہ منورہ پہنچے تو اپنی عادت کے

مطابق فقہی نوعیت کے بعض مختلف فیہ مسائل میں وہاں کے علماء سے پھر بحثیں شروع ہوگئیں۔ اس زمانے میں مدینہ منورہ میں شیخ محمد سعید اسلمی مدراسی فروکش تھے۔ یہ مولانا کے ہم وطن تھے انھوں نے وہاں کے قاضی سے ان کی شکایت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا ممدوح مدینہ منورہ سے نکلے اور ایک مقام "جریدہ" جا پہنچے۔ وہاں سے ایک قافلے کے ساتھ "جدہ" گئے اور جدہ سے یمن کا عزم کیا۔ وہاں قاضی محمد بن علی شوکانی سے ملاقات کی! اور ان سے سند و اجازت حاصل کی۔ قاضی شوکانی کے علاوہ سبل السلام شرح بلوغ المرام کے مصنف کے پوتے شیخ عبداللہ یمانی غیر مقلد نے بھی اپنے حلقہ درس میں بیٹھنے کی اجازت دی۔ شیخ عبداللہ یمانی سے صحیح بخاری قرآن مجید کی تفسیر جامع البیان اور بعض دیگر اہم کتابوں کے تبرکاً و تیمناً کچھ حصے پڑھے اور سند عطا ہوئی۔ یہ ۱۲۳۸ھ کا واقعہ ہے بعد ازاں مکہ آئے اور پھر ہندوستان پہنچے۔ (فقہائے پاک و ہند تیرھویں صدی ہجری جلد دوم خلاصہ ص ۵۹ تا ۶۲ مؤلفہ اسحٰق بھٹی غیر مقلد)

عقائد و نظریات

اسحٰق بھٹی صاحب غیر مقلد مولانا عبدالحق کے نظریات کے بارے میں لکھتے ہیں:

مولانا عبدالحق عثمانی بنارسی مسائل فقہ میں درجۂ اجتہاد پر فائز تھے۔ وہ کسی خاص امام کے مقلد نہ تھے بلکہ نصوص کتاب و سنت پر عامل تھے ان کے دور میں برصغیر کے علماء و عوام زیادہ تر تقلید کے حامی تھے اور مولانا ممدوح کا نقطۂ نظر متعدد مسائل میں ان سے مختلف تھا۔ اسی لیے اجتہاد و تقلید کے موضوع پر علمائے احناف اور انکے درمیان مباحثوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ اس ضمن میں انھوں نے کچھ کتابیں بھی تصنیف کیں جن میں "الدر الفرید فی المنع عن التقلید" زیادہ مشہور ہے۔ بنارس میں ان کا اپنا حلقۂ درس بھی قائم تھا۔ (فقہائے پاک و ہند تیرھویں صدی ہجری ص ۶۲)

---

[1] قاضی شوکانی زیدی شیعہ تھے اور ان کے عقائد و نظریات کا اثر مولانا عبدالحق پر ہوا۔

۲۔ میاں نذیر حسین دہلوی کے استاد اور خسر مولانا عبدالخالق دہلوی صاحب فرماتے ہیں:

سو بانی مبانی اس طریقہ نو ایجاد (غیر مقلدیت) کا عبدالحق ہے جو چند روز سے بنارس میں رہتا ہے اور حضرت امیر المومنین (سید احمد شہید) نے ایسے حرکات ناشائستہ کے باعث اپنی جماعت سے اس کو نکال دیا اور علماء حرمین شریفین نے اس کے قتل کا فتوی لکھا مگر کسی طرح بھاگ کر وہاں سے بچ نکلا پھر اس کے شاگرد خاص اور پیرو با اخلاص دوسرے شہروں میں مثل عظیم آباد کلکتہ وغیرہ کے کئی حاکم شرع اور علماء صاحب ورع کا کچھ خوف (کیا) تو یہاں اپنے تئیں خلیفہ امیر المومنین کے مشہور (ہو) کر لوگوں کو اپنے عقائد سے بتدریج مطلع کیا، اور جاہلوں کو گمراہ بنایا جب یہ معاملہ علماء دین اور حضرت کے سچے خلیفوں پر ظاہر ہوا اور اسکے سبب سے بڑا فتنہ و فساد مسلمانوں میں پڑ گیا۔ یہاں تک کہ باپ بیٹے کا اور بھائی بھائی کا اور خاوند جورو (بیوی) اور نوکر آقا کا مخالف بنا اور آپس میں ان کے ایسی پھوٹ ہوئی کہ وہ کام جو دین کا سب پر مقدم تھا اس میں بھی خلل آ گیا۔ لوگ متفرق ہوئے اور ہر ایک ایک کا مخالف بن گیا۔ (تنبیہ الضالین[1] برحاشیہ نظام الاسلام ص۲)

۳۔ قاری عبدالرحمن پانی پتی مرحوم شاگرد حضرت شاہ اسحٰق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

مولوی عبدالحق صاحب بنارسی نے ہزارہا آدمی کو عمل بالحدیث کے پردہ میں قید مذہب سے نکالا اور مولوی صاحب نے ہمارے سامنے کہا کہ عائشہؓ حضرت علیؓ سے لڑ کر مرتد ہوئی اگر بے توبہ مری تو کافر مری۔ (والعیاذ باللہ) اور صحابہؓ کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں ہم کو سب کی سب حدیثیں یاد ہیں، صحابہؓ سے ہمارا علم بڑا ہے صحابہؓ کو علم کم تھا۔ بعد تھوڑے عرصے کے مولوی عبدالحق صاحب مولوی گلشن علی صاحب کے پاس جو دیوان راجہ بنارس کے شیعہ مذہب تھے گئے اور یہ کہا کہ میں شیعہ ہوں اب ظاہر شیعہ ہوتا ہوں اور میں نے عمل بالحدیث کے پردہ میں وہ کام کیا کہ عبداللہ بن سبا سے نہ بنا تھا ہزارہا اہل سنت کو قید مذہب سے نکال دیا۔ اب ان کا شیعہ ہونا بہت آسان ہے۔ چنانچہ

---

[1] یعنی سید احمد شہیدؒ کا مشن [2] یہ اصل میں مختلف فتووں کے مجموعہ کا نام ہے۔

مولوی گلشن علی صاحب نے تیس روپے ماہواری انکی نوکری کروادی۔ (کشف الحجاب[1] ص۲۱)

۴۔ نواب قطب الدین خاں محدث دہلوی صاحب مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شاگرد شاہ اسحٰق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

عرصہ تخمیناً چالیس بیالیس برس کا گزرا کہ بعد تشریف لے جانے حضرت سید احمد صاحبؒ و مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ و مولانا عبد الحیؒ صاحب کی طرف پنجاب کے بعضے مفسدین مزاجوں کے خیال میں کچھ انکار تقلید ائمہ دین متین علیہم الرحمۃ کا آیا تھا اور تخم عناد کا فقہا و فقہ کی طرف سے خصوصاً جناب امام صاحبؒ کی طرف سے ان کے دل میں جما تھا منجملہ ان کے عبد الحق بنارسی نے مدعی خلافت حضرت سید احمدؒ کے بن کر اور اس پردہ میں داد خوب لامذہبی کی دے کر بہت سے مسلمانوں کو بہکایا اور فساد فواحش مذہب کا پھیلایا تھا۔ سو اس عرصہ میں پورب کے دیندار لوگوں اور مریدان خاص اور خلفاء حضرت سید احمدؒ نے فتوی حرمین شریفین سے طلب کیے۔ چنانچہ چاروں وہاں کے مفتیوں نے اور تمام وہاں کے دیگر علماء نے مثل شیخ محمد عابد سندھی مصنف طوالع الانوار حاشیہ در مختار وغیرہ نے بالاتفاق لکھ دیا کہ ایسے لوگ گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہیں۔ (دیکھئے تنبیہ الضالین۔) اور اس فتوی پر مواہیر اپنی ثبت فرمائی بعد اس کے اس فتوی پر تمام علمائے و مدرسین کلکتہ وغیرہ نے خصوصاً خلفاء حضرت سید احمد صاحبؒ نے اپنی مہریں ثبت کیں اور ایسے لوگوں کی گمراہی پر اتفاق ہوا۔

(تحفۃ العرب والعجم ص۲،۳ مطبع حسنی دہلی)

---

[1] کشف الحجاب انشاء اللہ جلد طبع ہو رہی ہے۔

غیر مقلدین کے چند مسائل

بہترین عورت کون سی ہے؟ خَیْرُ النِّسَاءِ الْحَارِقَةُ۔ بہتر عورت وہ ہے جس کی فرج (یعنی پیشاب کی جگہ) تنگ ہو یا جو پُرشہوت ہو۔ شہوت کی وجہ سے اپنے دانت پیس رہی ہو۔
(لغات الحدیث جلد ۱ ص۵۵ کتاب "ح")

شادی کے لیے کیسی عورت ہونی چاہیئے؟ عَلَیْکُمْ مِنَ النِّسَاءِ بِالْحَارِقَةِ۔ تم ایسی عورت کرو جس کی فرج (یعنی پیشاب کی جگہ) تنگ ہو یا جو شہوت کے غلبہ سے دانت کو دانت پر رگڑ رہی ہو۔ (لغات الحدیث جلد ۱ کتاب ح ص۵۵)

مسجد میں تھوکنا اور جوتوں سمیت نماز پڑھنا حنفی نے کہا، اپنے پاؤں کے تلے تھوک یعنی جب مسجد میں نماز نہ پڑھتا ہو، اگر مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو اور تھوک کا غلبہ ہو تو کپڑے میں تھوک لے۔ میں (یعنی وحید الزمان مؤلف لغات الحدیث) کہتا ہوں اس تخصیص پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ (یعنی نماز کی حالت میں بھی پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔ کپڑے والی بات جو حنفی نے نقل کی ہے وہ غلط ہے) اور مسجد کی زمین اگر کچی ہو یا کنکریاں بچھی ہوئی ہوں تو پاؤں کے تلے تھوک لینا اور مٹی پر رگڑ دینا یا کنکریوں میں دبا دینا وہاں بھی ہو سکتا ہے خصوصاً جب جوتوں سمیت نماز پڑھ رہا ہو جیسے سُنّت ہے۔

(لغات الحدیث کتاب ب جلد ا صفحہ ۵۷، ۵۸)

تبصرہ

غیر مقلدین کو اس سنت پر بھی عمل کرنا چاہیئے۔ اور سب کو جوتوں سمیت نماز پڑھنی چاہیئے۔ "ہے ہمت عمل کی"

شراب (خمر) پاک ہے

یعنی شراب (خمر) فی ذاتہ کوئی ناپاک گندی غلیظ چیز نہیں ہے۔ وہ تو انگور یا کھجور یا دوسرے پاکیزہ میووں اور اناجوں وغیرہ کا شیرہ یا عرق ہوتا ہے۔

(لغات الحدیث جلد ۱ کتاب ام)

جو آٹا شراب کے ساتھ گوندھا جائے اسکی روٹی کھانا جائز ہے

جو روٹی شراب ملاکر پکائی جائے اس کا کھانا درست ہوگا۔

(لغات الحدیث جلد ۱ کتاب ام)

سؤر کے بال پاک ہیں

اہلِ حدیث کا راجح مذہب یہ ہے کہ ہر ایک چمڑا دباغت سے پاک ہو جائے گا اور سؤر کا چمڑا علیحدہ نہیں ہو سکتا لیکن سؤر کے بال پاک ہیں۔

(لغات الحدیث جلد ۱ کتاب اہ صفحہ ۸۹)

ناپاک کپڑوں سے نماز

خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ نہ وہ نجاست جو نمازی کے بدن یا کپڑے پر نماز شروع کرنے کے بعد آن پڑے کچھ مضر کرتی ہے۔

(لغات الحدیث جلد ۱ کتاب ت وث صفحہ ۱۱)

کتّا پاک ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں کتے آتے جاتے رہتے۔ (دروازہ نہ تھا) پھر صحابہؓ پانی نہیں چھڑکتے تھے۔ (بلکہ یونہی اس زمین پر نماز پڑھتے تھے۔ ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ وہ کتے

مسجد میں پیشاب بھی کر دیتے تھے۔ اس حدیث سے یہ اخذ ہوا کہ زمین خشک ہو کر پاک ہو جاتی ہے۔ بعضوں نے اس حدیث سے کتے کی طہارت پر دلیل لی ہے محققین اہل حدیث کا یہی قول ہے۔ (لغات الحدیث جلد ۲، کتاب ر صفحہ ۹۰)

حضرت معاویہؓ کی توہین

(حضرت علیؓ نے کہا) میرے بعد تم پر ایک ایسا شخص حاکم ہوگا جس کا پیٹ کشادہ ہے۔ (بڑا کھاؤ، مراد معاویہؓ ہیں)

(لغات الحدیث جلد ۲، کتاب د صفحہ ۱۱)

حضرت معاویہؓ و عمروؓ بن عاص کی توہین

مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ معاویہؓ اور عمروؓ بن عاص دونوں باغی اور سرکش اور شریر تھے۔ (لغات الحدیث ج ۲ کتاب ر صفحہ ۳۶)

گائے، بھینس، بکری، اونٹ، ہرن وغیرہ جانوروں کا گوہ اور پیشاب پاک ہے

جہاں بکریوں کا گوہ، موت پڑا ہو (یعنی زمین پر اس کا گلادہ پڑا ہوا ہو جیسے ان کے رہنے کی جگہ میں ہوتا ہے) وہاں نماز پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں۔ (کیونکہ حلال جانوروں کا گوہ موت پاک ہے)۔ (لغات الحدیث ج ۲ کتاب د صفحہ ۶۹)

حیض کے خون کے علاوہ سب خون پاک ہیں

میں کہتا ہوں کہ خون کی نجاست پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ خصوصاً حلال جانور کے خون کی نجاست پر۔ البتہ حیض کا خون نجس ہے اور اصل اشیاء میں طہارت ہے۔ جیسے ہم نے ہدایۃ المہدی میں بیان کیا ہے۔

(لغات الحدیث جلد ۲ کتاب د صفحہ ۶۸)

تکبیرات عیدین کے متعلق ایک تحقیقی تحریر

سرور العینین فی تکبیرات العیدین



مکتبہ شیخ الاسلام کوسہ ممبرا ضلع تھانہ ۹۳۲۲۴۷۱۰۴۶

سرور العینین

فی

تکبیرات العیدین

مرتب

حضرت مولانا سید [illegible] شاہ

[illegible]

[illegible]

حضرت مولانا محمد امین صفدر

ناشر

[illegible] (حنفی)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۱۔ [illegible]

[illegible]

۲۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

- [illegible]

- [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۸۰ کوڑوں پر اجماع ہو گیا ام الولد کی بیع کے ترک پر اجماع ہو گیا۔ اگر کوئی شخص صحبت کرے تو محض دخول سے غسل فرض ہو جاتا ہے انزال ہو یا نہ ہو اس پر اجماع ہو گیا اور یہ اجماع اس کے مخالف احادیث کے نسخ کی دلیل ہے تو بارہ تکبیروں والی روایات جن میں سے ایک بھی صحیح نہیں اگر کوئی صحیح بھی ہوتی تو یہ اجماع اس کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے۔

(۵) جب ان دونوں طریقوں میں ترجیح امتیوں نے دینی ہے تو صحابہ اور خیر القرون کے تابعی مجتہد امام اعظمؒ نے چھ زائد تکبیروں سے عیدین کی نماز کو راجح قرار دیا ہے ان کے مقابلہ میں بعد والے امتیوں کی ترجیح کا کیا اعتبار۔

(۶) عیدین کی نماز میں ثناء سبحانک اللھم یا اللھم باعد بینی پڑھنے کے لئے صلوٰۃ الرسول ص۱۱۹ پر ابن خزیمہ کا حوالہ دیا ہے حالانکہ ابن خزیمہ میں کوئی ایسی حدیث موجود نہیں ہے۔

(۷) ہر ہر تکبیر پر رفع الیدین کریں کوئی صحیح صریح حدیث موجود نہیں ہے۔ (فتاوی علمائے حدیث ص۱۶۹ ج۴ ثنائیہ ص۵۲۵ ج۱)

(۸) حکیم صادق صاحب لکھتے ہیں "پھر امام اونچی آواز سے اور مقتدی آہستہ الحمد شریف پھر امام اونچی آواز سے قرأت پڑھے اور مقتدی چپ چاپ سنیں (صحیح مسلم) (صلوٰۃ الرسول ص۴۱۰)

یہ تفصیل خاص نماز عیدین کے بارہ میں صحیح مسلم میں ہرگز نہیں ہے۔

(۹) صادق نے لکھا ہے عیدین میں ق۔ والقرآن المجید اور اقتربت الساعۃ وانشق القمر اور سبح اسم اور ھل اتاک کا پڑھنا آیا ہے۔ (صلوٰۃ الرسول ص۴۱۰) کیا دونوں طرح پڑھنا حق ہے اور حق کا وہی معنیٰ ہے جو محمد جوناگڑھی نے سراج محمدی اور طریق محمدی میں اور حکیم صادق نے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

انگریز کو خوش کرنے کے لئے تھا۔

(۲۸) اس دن سے عید جو مسلمانوں کے اجتماع اور خوشی کا دن تھا لڑائی فساد اور بغض و عناد کا دن بن گیا۔

(۲۹) عوام جہال کو براہ راست احادیث کی کتابیں دیکھنے کی دعوت دی انہوں نے جب ہر باب میں مختلف احادیث دیکھیں ان میں تطبیق یا ترجیح کی اہلیت نہ تھی اس لئے وہ منکرِ حدیث بن گئے۔

(۳۰) پھر اس فرقہ کے نزدیک جھوٹ بھی کوئی عیب نہیں بلکہ کمال ہے حرف عیدین کے بارہ میں جھوٹ ملاحظہ ہوں۔

ان کی مشہور کتاب حقیقۃ الفقہ میں لکھا ہے "نماز عید میں بارہ تکبیروں کی حدیث صحیح ہے ہدایہ ص ۶۶۶ ج ۱ شرح وقایہ ص ۱۵۱ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲ ج ۲ ص ۲۰۵ حالانکہ یہ ہدایہ اور شرح وقایہ دونوں پر سفید نہیں سیاہ جھوٹ ہے۔

(۳۱) عیدین میں تکبیر جہر سے کہے یہی سنت ہے۔ درمختار ص ۳۹۵ ج ۱ ہدایہ ص ۶۶۲ ج ۱ شرح وقایہ ص ۱۵۱ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲ ج ۲ یہ فقہ کی ان تینوں مشہور کتابوں پر بالکل جھوٹ ہے لعنت اللہ علی الکاذبین۔

(۳۲) عیدین میں چھ تکبیروں کی بابت ابن مسعود کا قول ہے۔ (ہدایہ ص ۶۶۵ ج ۱ شرح وقایہ ص ۱۵۲ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲ یہ بھی جھوٹ ہے۔

ہدایہ اور شرح وقایہ میں چھ تکبیروں کے ساتھ نماز پڑھنے کو ہی مذہب قرار دیا ہے۔

(۳۳) دونوں رکعتوں میں قبل قرأت تکبیرات کہے قدوری ص ۳۴ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۳ ج ۲ ص ۴۶ یہ بھی بالکل جھوٹ ہے قدوری میں نماز پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جس طرح احناف کا عمل ہے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]



فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ

سو (ان نعمتوں کے شکریہ میں) آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے۔

مسائل قربانی

قرآن وسنت کی روشنی میں

جمع وترتیب

پیرجی سید مشتاق علی شاہ صاحب

دار النعیم

نام کتاب .... مسائل قربانی قرآن وسنت کی روشنی میں

مرتب .... پیر جی سید مشتاق علی

صفحات ۶۴

طبع اوّل .... ستمبر 2015ء

ناشر .... دارالنعیم۔اردو بازار۔لاہور

قیمت ....

ضروری اطلاع

قارئین کرام ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب میں تصحیح کی پوری پوری کوشش کی ہے تاہم اگر پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ہمیں ضرور آگاہ کریں تاکہ وہ درست کردی جائے۔

فہرست مضامین

مسئلہ نمبر 1: قربانی واجب ہے

قربانی کے واجب ہونے کے دلائل ادلہ اربعہ میں بہت سے ہیں۔ جن میں سے چند یہاں پر نقل کئے جاتے ہیں۔

پہلی دلیل:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم کو قربانی دینے کا حکم ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ؕ

سو (ان نعمتوں کے شکریہ میں) آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔

(سورۃ الکوثر پ30 آیت نمبر 2 ترجمہ حضرت تھانوی)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی المتوفی ۱۲۲۵ھ اوراس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

فعلی هذا یثبت به وجوب صلوة العید و التضحية

لہذا اس سے نماز عید اور قربانی کا واجب ہونا ثابت ہوا۔ (تفسیر مظہری ص353 ج10)

تفسیر خازن میں اس آیت کے تحت لکھا ہے۔

فصل لربک و انحر معناه ان فاسا کانوا یصلون بغیر الله تعالیٰ و ینحرون بغیر الله فامر الله نبیه صلی الله علیه وسلم ان یصلی له و ینحر له متقربا الی ربه بذلک

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی نماز پڑھ اور قربانی کر اس کا معنی یہ ہے کہ لوگ غیر اللہ کی نماز پڑھتے تھے اور غیر اللہ کی قربانی کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ تو اپنے رب کی نماز ادا کر اور قربانی کر۔ (تفسیر خازن)

اس آیت سے یہ واضح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قربانی کرنے کا حکم ہوا ہے۔ اور علماء

فرماتے ہیں جس چیز کا حکم اور امر ہو وہ کم از کم واجب ہوا کرتا ہے۔علماء کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ کاسانی حنفی کا حوالہ:

علامہ کاسانی فرماتے ہیں۔

امر مطلق یہ وجوب کا تقاضا کرتا ہے عمل کے حق میں اور وعید واجب کے چھوڑ پر ہے۔

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج 4 ص 194)

علامہ سرخسی کا حوالہ:

شمس الائمہ سرخی حنفی التوفی 483 لکھتے ہیں۔

قربانی کو واجب قرار دینے کے سلسلے میں ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فصل لربک والنحر۔اپنے رب کی نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے،اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس گنجائش ہو اور وہ قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے اور قربانی نہ کرنے پر وعید کا لاحق کرنا اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب قربانی واجب ہو،اور نبی کریم صلی اللہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم وسلم نے فرمایا جس نے عید سے پہلے قربانی کی وہ قربانی کو دہرائے اور جس نے قربانی نہیں کی وہ اللہ کے نام پر ذبح کرے،اس حدیث میں قربانی کا امر کیا ہے اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ضحوا '' قربانی کرو،یہ امر ہے اور آپ نے جو یہ فرمایا کہ یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے تو اس سنت سے مراد دین میں طریقہ ہے۔اور یہ وجوب کی نفی نہیں کرتا۔اور وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم پر قربانی فرض نہیں کی گئی،اس میں مخالفین کی دلیل نہیں ہے۔کیونکہ ہم قربانی کو فرض نہیں کہتے واجب کہتے ہیں۔مکتوب فرض کو کہتے ہیں جس کا انکار کفر ہو۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ پر قربانی فرض تھی۔اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جو ایک سال یا دو سال تک قربانی نہیں کی اس کی وجہ ان کا

افلاس تھا یا ان کا حال سفر میں ہونا، انہوں نے قربانی اس لئے نہیں کی کہ لوگوں کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ افلاس یا سفر میں بھی قربانی واجب ہوتی ہے اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قول کی بھی یہی تاویل ہے۔(المبسوط سرخسی ج 12 ص 8-9)

امام سمرقندی کا حوالہ:

حضرت امام علاء الدین السمرقندی تحفۃ الفقہاء میں فرماتے ہیں

کہ صحیح ہمارا قول (احناف کا قول) ہے کیونکہ ارشاد خداوندی **فصل لربک والنحر** سو نماز پڑھ اپنے رب کے آگے اور قربانی کر حضرات مفسرین رحمۃ اللہ تعالیٰ اجمعین نے فرمایا ہے کہ صلوۃ سے مراد نماز عید ہے اور النحر سے مراد قربانی ہے۔ امر وجوب کے لئے آتا ہے۔

(تحفۃ الفقہاء ج 3۔ص 114)

شارح ابوداؤد حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کا حوالہ:

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپور لکھتے ہیں۔

و مطلق الامر للوجوب فی حق العمل اور مطلق امر کسی بھی عمل کے حق میں وجوب کے لئے ہوتا ہے۔(بذل المجہود شرح ابی داؤد ج 4 ص 68)

مولانا خالد گھرجاکھی غیر مقلد کا حوالہ:

مولانا خالد گھرجاکھی صاحب لکھتے ہیں البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کیا قربانی واجب ہے یا سنت، جنہوں نے اسے واجب کہا ہے ان کے سامنے اوپر والی قرآن کی آیت اور احادیث متفقہ تھیں اور جو لوگ واجب نہیں جانتے وہ دوسری حدیث پیش کرتے ہیں۔

(مسئلہ قربانی اور بیمہ پر مفید بحثیں ماہ نومبر و دسمبر 1984 ادارہ احیاء السنہ گھرجاکھی گوجرانوالہ)

دوسری دلیل:

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ آپ اعلان فرمادیں۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ

آپ کہہ دیجئے بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔ اور میں سب سے پہلے فرمانبرداری کرنے والا ہوں۔ (پارہ نمبر 8 سورۃ انعام 6 آیت نمبر 163-162)

اس آیت کریمہ میں قربانی کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس آیت میں امرت کا لفظ ہے جس کا معنی یہی ہے۔ کہ مجھے نماز اور قربانی کرنے کا امر ہوا۔ اور جس کا حکم اور امر ہو وہ اگر فرض نہ ہو تو واجب ضرور ہوا کرتا ہے۔ لہذا اس سے واضح ہوا کہ قربانی واجب ہے۔

مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالحمید خان سواتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قربانی واجب ہے۔ امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی تائید میں اگلی آیت سے استدلال پیش کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں وبذلک امرت (مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے) میں امر ہے جو کہ وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ چونکہ یہاں پر قربانی کا ذکر بھی ہے لہذا یہ واجب ہے۔ بعض احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کا حکم عام صدقہ کا نہیں بلکہ یہ زیادہ موکد ہے اور اس میں وجوب کا درجہ پایا جاتا ہے۔ سورۃ کوثر میں بھی آیا ہے'' فصل لربک و انحر ''۔ یعنی اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی دیں۔ (تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن جلد 7 سورۃ الانعام ص 532)

امام ابوبکر جصاص رازی حنفی لکھتے ہیں۔

و اما قرن انسک الی الصلوة دل علی ان المراد صلوة العید والا ضحیحة و هذا یدل علی وجوب الاضحیة لقوله تعالیٰ و بذلک امرت والامر یقتضی الوجوب۔

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے نسک کو صلوۃ کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا تو اس سے یہ بات معلوم

ہوئی کہ یہاں صلوۃ سے عید اور قربانی مراد ہے اور اس قربانی کا وجوب بھی ثابت ہوا۔ کیونکہ (و بذالک امرت) موجود ہے اور امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔

احکام القرآن کی اس عبارت سے بھی ثابت ہوا کہ قربانی واجب ہے۔

امام ابن کثیر کا حوالہ:

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ وہ غیر اللہ کی عبادت کرنے اور ان کے نام کی قربانی دینے والے مشرکوں کو بتلا دیں کہ ان کا طریقہ ان مشرکوں سے مختلف ہے ان کی نماز اور قربانی صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کے نام کی ہے اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کے فرمان فصل لربک وانحر ہی کی مانند ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج2 ص222)

تیسری دلیل:

حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں طاقت ہو اور پھر وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔

(سنن ابن ماجہ باب الاضاحی واجبۃ ھی ام لا ص233 مستدرک حاکم ج2 ص232۔ مسند احمد ج3 ص321 نصب الرایہ فی تخریج احادیث ہدایہ ج4 ص207 الترغیب والترہیب ج2 ص155)

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو تنبیہ فرما رہے ہیں جو قربانی کرنے کی طاقت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرے۔ اور اس قسم کی سخت تنبیہ واجب کے چھوڑنے پر ہی ہوا کرتی ہے تو اس حدیث سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ قربانی واجب ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں۔

و مثل ھذا الوعید لا یحلق بترک غیر الواجب۔

اس جیسی وعید لاحق نہیں ہوتی۔ واجب کے علاوہ چھوڑنے کو۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج21 ص215)

حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں۔

و مما یوید الوجوب خبر من و جد سعة

ان میں سے وہ روایت بھی ہے جو قربانی کے واجب ہونے کی تائید کرتی ہے۔

چوتھی دلیل:

حدیث جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ۔

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ بجلی عنہ کہتے ہیں میں عیدالاضحیٰ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا آپ نے فرمایا جس نے نماز سے پہلے ذبح کرلیا ہو وہ اب دوبارہ ذبح کرے اور جس نے نہیں ذبح کیا وہ قربانی کرلے۔ (بخاری جلد 2 ص 834 باب من ذبح قبل الصلوۃ اعادہ)

پانچویں دلیل:

حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا پھر آپ نے یہ حکم دیا کہ جس شخص نے نماز سے پہلے قربانی کی وہ قربانی دوبارہ کرے۔

(مسلم جلد 2 ص 155 کتاب لاضاحی باب وقتھا)

چھٹی دلیل:

حدیث جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت جندب بن عبداللہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس نے ذبح کیا ہو پہلے اس کے کہ نماز پڑھی جائے تو چاہئے کہ دوبارہ ذبح کرے بجائے اس کے اور جس نے ذبح نہ کیا ہو اسے چاہے کہ ذبح کرے۔

(طحاوی شریف باب من نحر یوم النحر قبل ان ینحر الامام کتاب الصید والذبائح والاضاحی)

ساتویں دلیل:

حدیث عویمر بن اشقر

یحییٰ بن سعید نے عباد بن تمیم سے روایت کی ہے کہ عویمرؓ میں اشقر نے قربانی کے دن عیدگاہ جانے سے پہلے قربانی کری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ تو آپ نے حکم دیا کہ پھر دوسری قربانی کرے۔ (موطا امام محمد کتاب الضحایا باب الرجل یذبح اضحیۃ قبل ان یغدو یوم الاضحیٰ)

آٹھویں دلیل:

حدیث ابو بردہ رضی اللہ عنہ بن نیار

حضرت ابو بردہ بن نیار بیان کرتے ہیں ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز ختم کرنے سے پہلے قربانی کرلی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا۔

(سنن دارمی مترجم جلد اول ص 788 باب فی الذبح قبل الامام)

نویں دلیل:

حدیث براء رضی اللہ عنہ۔

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقر عید کے روز کھڑے ہوئے تو آپؐ نے فرمایا جو شخص ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے ہماری نماز کی طرح نماز پڑھتا ہے۔ ہماری قربانی کی طرح قربانی کرتا ہے تو جب تک وہ نماز عید نہ پڑھ لے قربانی نہ کرے یہ سن کر میرے ماموں ابو بردہ بن نیار کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تو عجلت سے قربانی کرلی تا کہ میں اپنے اہل خانہ اور پڑوسیوں کو کھلاؤں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوبارہ قربانی کرو کیونکہ سابقہ قربانی ادا نہیں ہوئی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس بکری کا ایک دوسرا بچہ ہے جو ابھی ایک سال کا نہیں ہوا۔ اور میرے نزدیک وہ دو بکریوں کے گوشت سے بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا اسے ذبح کیجئے یہ تمہاری دو قربانیوں سے بہتر ہے اور تمہارے بعد یا تمہارے سوا بکری کا بچہ (جذعہ) قربانی میں دینا درست نہیں۔

چھٹی دلیل سے لے کر نویں دلیل تک یہ احادیث بتا رہی ہیں کہ آپؐ نے ایسے شخص کو جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی تھی دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا جس سے ثابت ہوا کہ قربانی واجب ہے کیونکہ اگر قربانی واجب نہ ہوتی تو آنحضرتؐ نماز عید سے پہلے قربانی کرنے والے کو کبھی بھی یہ حکم نہ دیتے کہ قربانی دوبارہ کرو۔

دسویں دلیل:

حدیث ابن عمرؓ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل مبارک۔

عن ابن عمر قال اقام رسول الله صلى الله عليه و سلم بالمدينة عشر سنين يضحى۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں دس سال رہے اور ہر سال قربانی کرتے رہے۔

(ترمذی ابواب الاضاحی باب ماجاء ان الشاۃ) (ج 1 ص 182) مسند احمد ج 2 ص 38 مشکوۃ صفحہ 129)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ آپؐ نے کسی سال بھی قربانی نہیں چھوڑی آپؐ کا قربانی کرنے پر مواظبت فرمانا قربانی کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

گیارہویں دلیل:

حدیث انس رضی اللہ عنہ بن مالک۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو مینڈھوں کی قربانی کیا کرتے اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی کرتا ہوں۔ (بخاری کتاب الاضاحی باب اضحیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

بارہویں دلیل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو قربانی کرنے کا حکم دینا۔

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیں ان کو بکریاں کہ بانٹ دیویں اس کو حضرت کے صحابہ میں قربانی کے لئے سو باقی رہ گئی اس میں سے ایک عتود یا ایک جدی سو ذکر کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سو فرمایا آپؐ نے (فقال ضح بہ انت) اس کی تم قربانی کردو۔ (ترمذی ج ۱ ص 181 باب فی الجذع من الضان فی الاضاحی)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپؐ نے قربانی کرنے کے لئے صحابہ کرام میں بکریاں تقسیم کی تاکہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قربان کریں۔ اور حضرت عقبہ بن عامر کو بھی حکم دیا کہ چاہئے تیرے حصہ میں عتود یا جدی آئی ہے تو اس کی قربانی کردے۔ آپؐ کا یہ امر فرمانا وجوب کی دلیل ہے۔

تیرہویں دلیل:

ام بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیڑ کے چھ ماہ کے بچے کی قربانی کرنے کا حکم دیا۔ (مجمع الزوائد ج 4 ص 19)

چودہویں دلیل:

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کرنے کا حکم کیا۔ (بحوالہ قربانی کے چاردن پر ایک تحقیقی تبصرہ)

پندرہویں دلیل:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتیرہ سے منع فرمایا: عتیرہ ایک ذبیحہ تھا جسے لوگ رجب میں ذبح کرتے تھے آپؐ نے اس (عتیرہ) سے منع کیا اور انہیں قربانی کا حکم دیا۔ (مسند بزار بحوالہ مجمع الزوائد)

سولہویں دلیل:

حنش سے روایت کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میں نے دو دنبے قربانی کرتے دیکھا تو میں نے ان سے کہا یہ کیا ہے (یعنی قربانی تو ایک دنبہ کفایت کرتا ہے تم دو کیوں کرتے ہو) تو

انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا تھا کہ میں ان کی طرف سے قربان کروں تو میں انہی کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ (سنن ابوداؤد کتاب الضحایا باب الاضحیۃ عن المیت)

قرآن وسنت کے ان دلائل کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور بعض فقہاء نے قربانی کو واجب کہا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں۔

بہر حال قربانی امام ابوحنیفہ امام محمد امام زفر امام حسن کے نزدیک واجب ہے اور ایک روایت حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی مروی ہے اور امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قربانی واجب ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج21 ص 115-214)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس دہلوی قریشی غیر مقلد لکھتے ہیں:

علماء کا اختلاف ہے کہ قربانی واجب ہے یا سنت موکدہ بہت سے علماء قربانی کو واجب بتاتے ہیں اور اس کے وجوب پر آیہ فصل لربک والنحر سے استدلال کرتے ہیں لیکن اکثر علماء سنت موکدہ ہونے کے قائل ہیں۔ جانبین کی دلیلوں پر غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ جو لوگ وجوب کے قائل ہیں ان کے دلائل مستحکم اور مضبوط ہیں۔ بدور الاہلہ میں طرفین کے دلائل کی خوب تحقیق کی گئی ہے۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ جسے قربانی کا اس قدر مقدور ہو کہ ایک بکرا یا مینڈھا یا بھیڑ خواہ نر یا مادہ خرید سکتا ہو تو اسے قربانی کرنا واجب ہے۔

(دستور المتقی فی احکام النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص 176) (مطبوعہ اسلامک پبلشنگ ہاؤس شیش محل روڈ لاہور)

تابعی کبیر امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا قربانی حاجیوں کے علاوہ شہر میں رہنے والے سب لوگوں پر واجب ہے۔ امام محمد نے فرمایا ہم اس کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار مترجم 576 باب الاضحیۃ واخصاء الفحل)

مسئلہ نمبر 2: قربانی کرنے والا ذوالحجہ کے چاند کے بعد اپنے بالوں اور ناخنوں کو نہ کاٹے۔ یہ مستحب ہے

حدیث:

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھو اور تم میں سے کوئی قربانی کرنا چاہے تو اپنے بال اور ناخن یونہی رہنے دے۔ (مسلم کتاب الاضاحی باب نہی من دخل علیہ عشر ذی الحجہ)

حدیث:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قربانی کرنا چاہئے وہ دس ذوالحجہ تک اپنے ناخن اور بال نہ کٹائے۔ پھر دسویں تاریخ کو قربانی کے بعد حجامت بنوائے۔ (نسائی کتاب الضحایا)

حنفی مسلک میں بال اور ناخن نہ کاٹنا مستحب ہے فرض واجب نہیں۔ علامہ ابن عابدین حنفی فرماتے ہیں۔ فھذا محمول علی الندب دون الوجوب بالاجماع یعنی عشرہ ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد سے لے کر اپنے جانور کی قربانی کرنے تک بال اور ناخن نہ کاٹنا یہ فعل مستحب ہے کوئی واجب نہیں اس پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔ (فتاوی شامی ج 3 ص 66)

حدیث:

امام نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر نے ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں قربانی کی تو مجھے حکم دیا کہ ان کے لئے ایک سینگ والا بکرا خریدوں۔ پھر ان کی طرف سے قربانی کے دن عیدگاہ میں ذبح کروں۔ میں نے ایسے ہی کیا۔ پھر قربانی کا جانور ان کے پاس لے جایا گیا تو

جب ان کا بکرا ذبح کیا گیا تو انہوں نے اپنا سر منڈایا وہ بیمار تھے لوگوں کے ساتھ عید گاہ نہ جاسکتے تھے۔ امام نافع نے یہ بھی روایت کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ قربانی دینے والے پر سر منڈانا واجب نہیں جب کہ اس نے حج نہیں کیا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں ہی سر منڈایا۔

امام محمد فرماتے ہیں۔

اور سر منڈوانے کے سلسلہ میں ہم وہی کہتے ہیں جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ جس نے حج نہیں کیا اس پر قربانی کے دن سر منڈانا واجب نہیں۔ یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ہمارے تمام فقہاء کا قول ہے۔

(موطا امام محمد مترجم ص 327 تا 329 کتاب الضحایا یا موطا امام مالک مترجم ص 368 کتاب الضحایا باب ما یستحب من الضحایا)

جو شخص قربانی کی حیثیت نہیں رکھتا وہ بھی اپنے بال نہ کاٹے

حدیث:

عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ اضحیٰ کے دن (دسویں ذی الحجہ) کو عید کرنے کا جس کو اللہ جل جلالہ نے اس امت کے لئے عید قرار دیا ہے۔ ایک شخص بولا یا رسول اللہ اگر میں نہ پاؤں مگر ایک اونٹنی یا بکری جو پرائی ہو اور دودھ پینے یا مال لینے کے واسطے بطور عاریت کے مجھ کو ملی ہو کیا میں اس کی قربانی کروں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ تو (عید کے روز) اپنے بال کترا اور ناخون اتار اور مونچھ کترا اور زیر ناف کے بال لے۔ بس یہی تیری قربانی ہے اللہ جل جلالہ کے نزدیک۔

(سنن ابوداؤد کتاب الضحایا باب ما جاء فی ایجاب الاضاحی)(نسائی کتاب الضحایا باب من لم یجد الاضحیۃ)

اس حدیث سے ثابت ہوا جو شخص قربانی کی طاقت نہیں رکھتا اور قربانی کا اجر وثواب حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اس مذکورہ طریقے پر عمل کر کے قربانی کا ثواب حاصل کرسکتا ہے۔ وہ بھی ذوالحجہ کا

چاند نظر آنے کی صورت میں بال اور ناخن نہ کاٹے۔ نماز عید کے بعد کاٹے اسے قربانی کا ثواب ان شاء اللہ ملے گا۔

مسئلہ نمبر 3: مسافر پر قربانی واجب تو نہیں اگر کرلے تو جائز ہے

قرآن وسنت اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعلیمات کی روشنی میں اہل سنت والجماعت احناف کا یہ مسلک ہے کہ مسافر پر قربانی واجب۔ یعنی ایسی ضروری نہیں کہ اگر وہ نہ کرے گا تو گناہ گا رہو اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنے۔ اگر مسافر قربانی کرلے تو جائز ہے فقہ حنفی میں منع بھی نہیں۔ جن دلائل سے مسافر پر بعض لوگ قربانی کو ضروری سمجھتے ہیں ہمارے ہاں ان سے وجوب ثابت نہیں ہوتا صرف جواز ثابت ہوتا ہے اور مسافر پر قربانی کے جواز کے احناف بھی قائل ہیں۔ اس تطبیق سے احناف کا مسلک کسی حدیث کے خلاف نہیں بلکہ قرآن وسنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین وتبع تابعین، سلف وصالحین اور آئمہ مجتہدین کے مطابق ہے۔

احناف کے دلائل:

یہ مسئلہ قرآن وسنت کے ان اصولوں کے مطابق ہے جن میں مقیم اور مسافر کے احکام کا فرق بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً

1- مقیم اور مسافر کی نماز کے اندر بہت سے احکام میں فرق ہے۔
2- مقیم اور مسافر کے احکام میں فرق ہے۔
3- مقیم اور مسافر موزوں پر مسح کے احکام میں فرق ہے۔
4- مقیم اور مسافر کے درمیان زکوۃ وصول کرنے میں فرق ہے۔
5- مسافر پر جمعہ فرض نہیں ہوتا وغیرہ۔

اس طرح اور بھی بہت سے مسائل ہیں جن میں مسافر کے لئے آسانی پیدا کی گئی ہے۔ اسی آسانی کے اصول کے پیش نظر مسافر پر قربانی کو واجب قرار نہیں دیا گیا کیوں کہ قربانی کرنے کے لئے قربانی کرنے والے آدمی کو بہت سے خاص انتظامات کرنے پڑھتے ہیں جو وہ سفر کی حالت میں نہیں کرسکتا۔ اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سفر میں قربانی کو واجب نہیں سمجھتے تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ وغیرہ کتب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کا سفر میں قربانی نہ کرنے کا عمل موجود ہے۔ جن میں سے بعض صحابہ کا عمل ہم یہاں پر نقل کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

خلیفہ دوم امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل:

محدث کبیر امام عبدالرزاق صنعانی المتوفی 21ھ نقل کرتے ہیں۔

ان عمر بن الخطاب كان يحج فلا يضحى

کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کرتے اور قربانی نہ کرتے۔

(مصنف عبدالرزاق ج4 ص382)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ مسافر پر قربانی واجب نہیں ہے۔

خلیفہ چہارم: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب کی روایت:

صاحب جوہرۃ النیرہ نقل فرماتے ہیں۔

اما الفقير فظاهر و اما المسافر فلما روى عن على رضى الله عنه قال ليس على المسافر جمعة و الا ضحية۔

بہر حال غریب کے حق میں تو ظاہر ہے (یعنی اس کے پاس مال ہی نہیں قربانی کیا واجب ہو گی) اور بہر حال مسافر تو اس کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مسافر پر جمعہ واجب نہیں اور نہ ہی اس پر قربانی واجب ہے۔

(الجوہرۃ النیرہ ج2 ص283 بحوالہ تحفہ عید الاضحی اور قربانی ص240)

مولانا محمد فاروق غیر مقلد اپنی کتاب قربانی اور عقیقہ کے مسائل صفحہ 56 میں لکھتے ہیں۔

ابراہیم نخعی اور ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ مسافر پر قربانی نہیں ہے اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی قول منقول ہے۔

تابعی کبیر حضرت امام ابراہیم نخعی کا حوالہ:

عن ابراهيم قال رخص للحاج والمسافر فى ان لا يضحى (تحفه عيدالاضحیٰ اور قربانی ص)

کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حاجیوں اور مسافر لوگوں کو رخصت دی گئی ہے کہ چاہے قربانی نہ بھی کریں۔

امام محمد نے بھی کتاب الآثار باب الاضحیہ واخصاء الفحل میں امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

محمد قال اخبرنا ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم قال الاضحية واجبة على اهل الامصار ما خلا الحاج۔ قال محمد : وبه ناخذ وهو قول ابى حنيفة رحمة الله تعالىٰ۔

حضرت ابراہیم نے فرمایا قربانی حاجیوں کے علاوہ شہر میں رہنے والے سب لوگوں پر واجب ہے۔

امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار مترجم ص576)

مولانا حبیب اللہ مختار اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

(ش) قربانی ہر آزاد ایسے مسلمان پر واجب ہے جو مقیم ہو صاحب استطاعت ہو مسافر اور فقیر پر قربانی نہیں اس لئے کہ عبادت قادر پر واجب ہوتی ہے اور وہ مال دار ہے نہ کہ فقیر، مسافر پر اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مسافر پر جمعہ اور قربانی واجب نہیں ہے

حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب مسافر ہوتے تھے تو قربانی نہیں کرتے تھے حاجی بھی
مسافر ہوتا ہے اس لئے اس پر بھی قربانی نہیں، البتہ اگر اہل مکہ حج کریں تو ان پر قربانی واجب ہو
گی اس لئے کہ وہ مسافر نہیں ہوتے۔

(الختار شرح کتاب الآ ثار ص 576 مصنف ڈاکٹر حبیب اللہ مختار دار التصنیف جامعہ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر 5)

مسئلہ نمبر 4: قربانی میں میت کو شریک کرنا

قربانی مالی عبادت ہے اور اس کے ذریعہ سے بھی ایصال ثواب کرنا درست ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس اپنی امت کی طرف سے قربانی فرمائی ہے۔ احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ایک مینڈھا سینگ دار لانے کا۔ جو چلتا ہو سیاہی میں اور بیٹھتا ہو سیاہی میں اور دیکھتا ہو سیاہی میں (یعنی پاؤں اور پیٹ اور آنکھوں کے گرد سے سیاہ ہو) پھر لا گیا گیا ایک ایسا مینڈھا قربانی کے لئے آپ نے فرمایا اے عائشہؓ چھری لا پھر فرمایا تیز کر لے اس کو پتھر سے میں نے تیز کر دی پھر آپؐ نے چھری لی اور مینڈھے کو پکڑا اس کو لٹایا پھر اس کو ذبح کیا پھر فرمایا بسم اللہ یا اللہ قبول کر محمد کی طرف سے اور محمد کی آل کی طرف سے اور محمد کی طرف سے پھر قربانی کی اس کی۔

(مسلم مترجم ج 5 ص 219-218 ترجمہ علامہ وحید الزماں غیر مقلد کتاب الاضاحی باب استحباب الضحیۃ)

ابوداؤد کتاب الضحایا باب ما یستحب من الضحایا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایصال ثواب زندہ اور مردہ دونوں قسم کے مومن بندوں کو کیا جا سکتا ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری امت کی طرف سے قربانی فرمائی اور آپ کی امت کے بعض افراد اس وقت فوت ہو چکے تھے اور بہت سے زندہ تھے اور بہت سے ابھی

تک پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

حدیث نمبر 2:

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح کرنا چاہا قربانی کے دن دو دنبے سینگ دار ابلق خصی کو پھر جب ان کو روبقبلہ کیا تو کہا مقرر میں اپنا منہ متوجہ کرتا ہوں اس کے لئے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور میں ابراہیم کے دین پر ہوں اور توحید کرنے والا ہوں اور مشرکوں میں سے نہیں ہوں تحقیق نماز میری اور اور تمام عبادتیں میری اور زندگانی میری اور مرنا میرا خالص واسطے اللہ پروردگار عالموں کے لئے ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور میں اسی کا حکم کیا گیا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں یا اللہ یہ قربانی تیری ہی عطا ہے اور خالص تیری ہی رضا کے لئے ہے محمد سے اسے قبول کر اور اس کی امت سے اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ بہت بڑا ہے پھر اس کو ذبح کیا۔

(ابوداؤد مترجم ج 2 ص 409-408 کتاب الضحایا باب ما یستحب من الضحایا، ابن ماجہ ابواب الاضاحی ص 225)

حدیث نمبر 3:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قربانی کا ارادہ کرتے تو دو مینڈھے خریدتے جو موٹے تازے چتکبرے اور خصی ہوتے ایک اپنی امت کے ہر اس شخص کی طرف سے ذبح کرتے جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ کی رسالت کی شہادت دیتا ہو اور دوسرا مینڈھا محمد اور آل محمد کی طرف سے ذبح کرتے۔

(ابن ماجہ ابواب الاضاحی باب اضاحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص 226-225)

مسئلہ نمبر 5: میت کے ایصال ثواب کے لئے مستقل قربانی کرنا

حدیث:

حضرت حنش سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میں نے دو دنبے قربانی کرتے دیکھا تو میں نے ان سے کہا یہ کیا ہے (یعنی قربانی میں تو ایک دنبہ کفایت کرتا ہے تم دو کیوں کرتے ہو) تو انہوں نے (یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا کہ میں ان کی طرف سے قربانی کروں تو میں انہی کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔

(ابو داؤد مترجم ج 2 ص 407، کتاب الضحایا باب الاضحیہ عن المیت مردے کی طرف سے قربانی کرنے کا بیان ترجمہ علامہ وحید الزماں غیر مقلد) مشکوۃ مترجم جلد 1 ص 311 رحمانیہ لاہور)

حدیث:

روایت ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ وہ ہمیشہ قربانی کرتے تھے دو مینڈھوں کی ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور ایک اپنی طرف سے سو لوگوں نے ان سے کہا کہ کیوں ایسا کرتے ہیں آپ۔ تو جواب دیا انہوں نے کہ حکم کیا مجھ کو یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کا پس نہ چھوڑوں گا میں اسے کبھی۔

(ترمذی مترجم علامہ بدیع الزماں غیر مقلد ج 1 ص 563 ابواب الاضاحی باب فی الاضحیہ بکبشین)

مسئلہ نمبر 6: قربانی کے جانوروں کی عمریں چیک

قربانی کے جانوروں کی عمر کے متعلق قرآن وسنت میں خاص عمر کی قید کے ساتھ کوئی حکم موجود نہیں ہے۔ مختلف احادیث میں بعض ایسے الفاظ موجود ہیں جن کے معنی مختلف بنتے ہیں۔ کسی لغت والے نے کچھ معنی لکھے ہیں اور کسی نے کچھ۔ ہم نے ایسے موقع پر وہ معنی مراد لیتے ہیں جو

سلف صالحین (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تابعین رحمۃ اللہ علیہ تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہ اور آئمہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہ) نے لئے ہیں۔ہم پہلے وہ حدیث نقل کرتے ہیں پھران الفاظ کے معنی بیان کریں گے۔

حدیث:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تذبحوا الا مسنة الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعة من الضان)

مت ذبح کرو قربانی میں مگر مسنہ (جو ایک برس کا ہوکر دوسرے میں لگا ہو) البتہ جب تم کو ایسا جانور نہ ملے تو دنبہ کا جذعہ کرو (جو چھ مہینہ کا ہوکر ساتویں میں لگا ہو)

(مسلم مترجم علام وحید الزماں غیر مقلد ج5 ص216)

حدیث نمبر2:

عن عاصم بن کلیب عن ابیه قال کنا مع رجل من اصحاب النبی صلی الله علیه و سلم یقال له مجاشع من بنی سلیم فعزت الغنم فامر منادیا فنادی ان رسول الله صلی الله علیه کان یقول ان الجذع یوفی مما یوفی منه الثنی

عاصم بن کلیب نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کے ساتھ ہم تھے۔ان کو مجاشع کہتے ہیں وہ بنی سلیم سے تھے ایک بار بکریاں بہت گراں ہو گئیں انہوں نے منادی کو حکم دیا پکارے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔مقرر جذعہ یعنی دنبہ بھیڑ جو چھ مہینے سے زیادہ ہو) کفایت کرتا ہے اس چیز سے کہ ثنی اس سے کفایت کرے.

(ابوداؤ مترجم علامہ وحید الزمان غیر مقلد ج2 ص10

اس حدیث کی شرح میں علامہ وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ف:

یعنی جذع کی قربانی کرنا جائز ہے اس بکری کی قربانی کے مانند جو برس دن سے زیادہ ہو بکریوں میں ثنی وہ ہے جو برس دن پورا کر کے دوسرے میں لگے اور بیل گائے میں وہ ہے کہ دو برس پورا کر کے تیسرے میں لگے اور اونٹ میں وہ ہے جو پانچ برس پورا کر کے چھٹے میں لگے، بعضوں کے نزدیک بکری ثنی وہ ہے جو دو برس کی ہو کر تیسری میں لگے اس سے پہلے جذع ہے۔

(ابوداؤد مترجم علامہ وحید الزماں جلد دوم ص410)

ان دونوں حدیثوں میں تین لفظ استعمال ہوئے ہیں جن سے فقہاء کرام نے قربانی کے جانوروں کی عمر پر استدلال فرمایا ہے۔

نمبر1: مسنۃ نمبر2: ثنی نمبر3: جذعۃ

اوپر علامہ وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ان الفاظ کی کچھ تشریح تو گزر چکی ہے مگر ہم یہاں عوام کے لئے اس مسئلہ کی مزید وضاحت فقہائے کرام سے نقل کرتے ہیں تاکہ یہ مسئلہ اچھی طرح واضح ہو جائے۔

(مشکوۃ شریف کے مشہور شارح حضرت مولانا علامہ نواب قطب الدین محدث دہلوی (المتوفی 1279) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں

مسنہ یا جذعہ کسی خاص جانور کا نام نہیں بلکہ یہ ایک اصطلاح ہے جو قربانی کے جانور کی عمر کے سلسلہ میں مستعمل ہوتی ہے چنانچہ حنفی مسلک کے مطابق اس کی تفصیل یہ ہے کہ اونٹوں میں وہ اونٹ مسنہ کہلاتا ہے جو پورے پانچ سال کی عمر کا ہو اور چھٹے سال میں داخل ہو چکا ہو۔ گائے بھینس اور بیل میں مسنہ اسے کہتے ہیں جو پورے دو سال کی عمر کا ہو تیسرے سال میں داخل ہو چکا ہو۔ بکری بھیڑ اور دنبہ میں مسنہ وہ ہے جو اپنی عمر کا پورا ایک سال گزار کر دوسرے سال میں داخل ہو چکا ہو۔ لہذا ان جانوروں میں قربانی کے لئے جانور کا مسنہ ہونا ضروری ہے۔ ہاں دنبہ اور بھیڑ کا اگر جذعہ بھی ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ جذعہ بھیڑ یا دنبہ کا وہ بچہ کہلاتا ہے جس کی عمر ایک

برس سے کم تو ہو مگر چھ ماہ سے زیادہ ہو۔

(مظاہر حق شرح مشکوۃ جدید ج 1 ص 948-947 دار الاشاعت کراچی)

فتاوی قاضی خاں کا حوالہ:

امام قاضی خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اور گائے میں سے ثنی وہ ہے جس کے دو سال گزر چکے ہوں اور تیسرے میں داخل ہو چکا ہو اور بکرا بکری میں سے ثنی وہ ہے جس کی عمر کا ایک سال مکمل ہو چکا ہو دوسرے میں لگ چکے ہوں)

(فتاوی قاضی خاں ج 4 ص 331) بحوالہ تحفہ عید الاضحیٰ ص 389)

مغنی ابن قدامہ کا حوالہ:

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال و کیع الجذع الضان یکون ابن سبعة او ستة اشهر ۔

حضرت امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بھیڑ، دنبہ سات یا چھ مہینوں کا ہونا چاہئے۔

(المغنی ابن قدامہ ج 13 ص 369 بحوالہ تحفہ عید الاضحیٰ) (ترمذی ص 216)

ناظرین ہم نے فقہائے کرام کے حوالہ سے تینوں لفظوں کے صحیح مطالب بیان کردیئے ہیں فقہائے کرام نے ان الفاظ سے جانور کی عمر پر استدلال فرمایا ہے کسی نے بھی مسنہ کا مطلب دوندا نہیں لیا۔ بعض لوگ فقہائے کرام کے صحیح مطالب کے خلاف صرف اپنا مطلب نکالنے کے لئے بعض کتب لغت سے کھینچا تانی کر کے مسنہ کا معنی دوندا کرتے ہیں اور اس بات پر بہت ضرور دیتے ہیں جو درست نہیں ہے اہل لغت نے بھی مسنہ کے معنی بیان کئے ہیں مگر وہ صرف اپنے مطلب کا معنی ہی عوام کو بتاتے ہیں۔ جب کہ دین میں فقہاء کی بات کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ صرف اہل لغت کا اگر لغت پر ہی کسی مسئلہ کی بنیاد رکھ دی جائے تو پھر بہت سی خرابیاں جنم لیں گی۔

اگر کسی مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہو جائے تو پھر جس طرف فقہائے کرام ہوں گے اس کو ترجیح دی جائے گی۔

علماء کے درمیان یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ فقہاء کرام ہی احادیث کے معانی خوب جانتے ہیں۔

امام ترمذی کا حوالہ:

1- امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں و کذالک قال الفقہاء و ھم اعلم بمعانی الحدیث امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اسی طرح فقہاء کرام نے کہا ہے اور وہ ہی حدیث کو خوب جانتے ہیں۔ (ترمذی ج ا ص 118)

اس امام حاکم نیشاپوری کا حوالہ:

وحدیث یتداوله الفقهاء خیر من ان یتداوله الشیوخ

وہ حدیث جس کو فقہاء کرام روایت کرتے ہیں اس سے زیادہ بہتر ہے جس کو صرف شیوخ بیان کرتے ہیں۔

(معرفۃ علوم الحدیث بحوالہ قربانی کے چار دن پر ایک تحقیقی تبصرہ از مولانا حکیم رحمت اللہ ربانی)

3- علامہ ابو بکر محمد بن موسیٰ الہمدانی الشافی کا حوالہ:

علامہ صاحب فرماتے ہیں۔

و ان یکون رواۃ احدثین مع تساو یھم فی الحفظ و الا تقان فقھاء عارفین باجتنا والاحکام من ثمرات الفاظ فالا ستراواح الی حدیث الفقھاء اولی۔ الخ

دو حدیثوں میں سے ایک حدیث کے راوی دوسری حدیث کے راویوں کے ساتھ حفظ واتقان میں مساوی ہونے کے علاوہ فقہاء ہوں اور الفاظ کے میوؤں سے احکام چننے اور حاصل کرنے کے عارف ہوں تو ان کی حدیث کی طرف رجوع کرنا اولی ہے۔

(کتاب الاعتبار ص 15 بحوالہ قربانی کے چار دن پر ایک تحقیقی تبصرہ)

علامہ ابن جوزی حنبلی کا حوالہ:

علامہ عبدالرحمن بن الجوزی الحنبلی فرماتے ہیں۔

اعلم ان فی الحدیث دقائق و افات لا یعرفها الا لعلماء الفقهاء تارۃ فی نقلها و تارۃ فی کشف معناها

تو جان لے کہ حدیث میں بڑی باریکیاں اور پیچیدگیاں ہوتی ہیں جن کو صرف وہ علماء پہچان سکتے ہیں جو فقہاء ہوں کبھی تو ان کی روایت نقل میں اور کبھی ان کے معانی کے کشف میں یہ دقائق وافات ہوتی ہیں۔ (دفع شبہ التشبیہ ص26 بحوالہ قربانی کے چار دن پر ایک تحقیقی تبصرہ)

5- طبقات سبکی کا حوالہ:

علامہ سبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام ابوالحسن منصور رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں۔

امام ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ منصور بن اسماعیل جو احد ائمۃ المذہب تھے فرماتے ہیں۔

عاب التفقة قوم المقول لهم	و ما علیه اذا عابوه من ضرر
ما ضر شمس الضحیٰ و هی طالعة	ان لا یری ضوءها من لیس ذا بصر

یعنی فقہ حاصل کرنے کو ان لوگوں نے معیوب قرار دیا جو عقل سے محروم ہیں اور ایسے لوگوں کے علم فقہ پر عیب لگانے سے کوئی ضرر نہیں اگر کوئی نابینا آفتاب کو جو آب وتاب سے طلوع ہو چکا ہو نہیں دیکھتا تو اس سے آفتاب کی روشنی کو کیا نقصان ہوتا ہے۔

(طبقات سبکی ج2 ص317 بحوالہ قربانی کے چار دن پر ایک تحقیقی تبصرہ)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ فقہاء کی بات کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ بعض اہل لغت کا اور فقہاء مسنہ کا معنی جانور کی عمر سے کرتے ہیں نہ کے دوندا سے۔

لغت کے اعتبار سے ثنی ومسئلہ کا صحیح معنی:

جیسے کہ ہم نے شروع میں یہ بات کہی تھی کہ اہل لغت میں بھی اختلاف ہے بعض نے کچھ اور

بعض نے کچھ معنی لکھے ہیں۔ ہم یہاں پر بعض اہل لغت سے ثنی اور مسنہ کا معنی نقل کرتے ہیں۔

لغت کی مشہور کتاب لسان العرب کا حوالہ۔

لسان العرب کے مصنف ''مسنہ'' کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

الثنی من الابل الذی یلقی ثنیته

اونٹ کا مسنہ وہ ہوتا ہے جو دودھ کے دانت گرادے۔

وقیل کل ماسقطت ثنیتہ من غیر انسان ثنی اور کہا گیا ہے کہ ہر وہ جانور جو دودھ کے دانت گرا دے وہ ثنی ہے سوا انسان کے۔

و علی مذہب احمد بن حنبل ما دخل من المعزفی الثانیۃ من البقرفی الثالثۃ۔

امام احمد بن حنبل کے مذہب میں مسنہ بکری کا وہ ہوتا ہے جو ایک سال کامل کا ہو کر دوسرے سال میں داخل ہو جائے اور گائے کا مسنہ دو سال مکمل کر کے تیسرے سال میں داخل ہو جائے۔ (لسان العرب)

لسان العرب جو لغت کی مشہور کتاب ہے اس میں جو مسنہ کی تعریف کی گئی ہے ان میں سے ایک عبارت میں بھی مسنہ کا معنی دوندا نہیں کیا۔ (بحوالہ قربانی کے چار دن پر ایک تحقیقی تبصرہ)

بعض غیر مقلد علماء نے بھی مسنہ اور جذعہ سے جانوروں کی عمر ہی مراد لی ہے۔

مولانا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ امرتسری کا حوالہ:

مولانا ثناء اللہ ایک سوال کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے اس میں لکھتے ہیں۔

اور سن بکری کا ایک سال۔ یعنی ایک سال پورا، اور دوسرا شروع اور گائے اور بھینس کا دو سال یعنی دو سال پورے اور تیسرا شروع اور اونٹ کا پانچ سال اور چھٹا شروع ہونا چاہئے۔ اور بھیڑ ایک سال سے کم کا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ خوب موٹا اور تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ سال سے کم کی قربانی نہ کرو اور ضرورت کے وقت بھیڑ کا جذعہ کرلو۔

عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یاجوز الامسنة الا ان یعسر علیکم فتذ بحوا جذعة من الصنان رواه الجماعة الا البخاری کذا فی منتقی الاخبار۔

مسنہ ہر جانور میں سے ثنی کو کہتے ہیں اور ثنی کہتے ہیں بکری میں سے جوایک سال کا ہواور دوسرا شروع اور گاؤ بھینس میں جو دو سال کا ہواور تیسرا شروع اور اونٹ کا جو پانچ سال کا ہو چھٹا شروع ہو۔ (فتاوی ثنائیہ جلد اول ص 803 باب پنجم کتاب الحج مطبوعہ مکتبہ اصحاب الحدیث اردو بازار لاہور)

مسئلہ نمبر 7: خصی جانور کی قربانی کرنا جائز ہے

حدیث:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے اور سینگوں والے موٹے تازے خصی جانوروں کی قربانی کی۔

(سنن الکبریٰ بیہقی ص 268 جلد 9 ابوداؤد باب ما یستحب من الضحایا)

مسئلہ نمبر 8: قربانی صرف تین دن تک کرنی جائز ہے

حدیث:

نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا قربانی دو دن تک درست ہے بعد عیدالاضحیٰ کے۔ (سنن الکبریٰ ج 9 ص 297) (موطاء امام مالک مترجم علامہ وحید الزماں ص 370 وص 371 کتاب الضحاء) (مشکوۃ مترجم ج 1 ص 313 باب فی الاضحیہ تیسری فصل)

حدیث:

حضرت زر بن حبیش اور عبادۃ بن عبداللہ اسدی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے قربانی کے دن تین ہیں ان میں پہلا دن سب میں سے افضل ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج 21 ص 148-147) تفسیر ابن کثیر مترجم (سنن الکبری ج 9 ص 297

حدیث:

حضرت معاویہ بن صالح سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ مجھے حضرت ابو مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سناوہ کہتے تھے کہ قربانی تین دن ہے۔ (محلی ابن حزم ج 7 ص 377)

حدیث:

وکیع نے شعبہ سے نقل کیا ہے انہوں نے قتادہ سے انہوں نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قربانی دس گیارہ اور بارہ تاریخ تک ہے۔ (محی ابن حزم ج 7 ص 377) (سنن الکبری ج 2 ص 297)

حدیث:

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قربانی تین دن ہے۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج 21 ص 147 المحلی ابن حزم)

قرآن کریم کی روشنی میں اس مسئلہ کی کچھ وضاحت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ۔

اور ذکر کریں اللہ تعالیٰ کے نام کا مقررہ دنوں میں ان بے زبانوں چوپائیوں پر (ذبح کے وقت) جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائے ہیں۔ پس خود بھی کھاؤ ان سے اور کھلاؤ مصیبت زدہ محتاج کو۔ (سورۃ الحج آیت نمبر 28)

اس آیت میں ایام معلومات کا ذکر آیا ہے ہم مفسرین سے معلوم کرتے ہیں کہ ان سے کون کون سے دن مراد ہیں۔

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ معلومات سے مراد قربانی کے ایام ہیں اور قربانی پہلے دن جو کہ عید کا دن ہے۔ دوسرے دن اور تیسرے دن ہو سکتی ہے چوتھے دن قربانی نہیں ہوتی۔ اس پر ہمارے علماء کا اجماع ہے پس چوتھا دن رب کریم کے ارشاد گرامی ''معلومات'' میں شامل ہی نہیں اس لئے کہ اس میں قربانی نہیں کی جاتی۔ چونکہ چوتھے دن (تیرہوں ذی الحجہ کو) رمی جمار کیا جاتا ہے۔ اس لئے وہ رمی کے سبب صرف یوم معدود ہے اور نحر (قربانی) نہ ہونے کی وجہ سے وہ یوم معلوم نہیں۔ (تفسیر قرطبی ج2 ص3) (احکام القرآن جصاص ج1 ص316)

امام ابوبکر جصاص رازی لکھتے ہیں۔

جب یہ ثابت ہوا کہ قربانی ان اوقات میں جائز ہے جن پر لفظ ایام کا اطلاق کیا گیا اور کم از کم تعداد جس کو لفظ ایام شامل ہے وہ تین دن ہے تو تین قطعی طور پر ثابت ہو گئے اور تین سے زائد کسی دن پر کوئی دلیل قائم نہیں ہوئی چنانچہ تین سے زائد کسی دن قربانی کرنا ثابت نہ ہوا۔

(احکام القرآن ج3 ص235 مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

مسئلہ نمبر 9: جہاں پر عید کی نماز ہوتی ہے وہاں پر قربانی عید کی نماز کے بعد کرنی چاہیے

حدیث:

سیدنا جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں عید الاضحیٰ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپؐ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے قربانی کا گوشت دیکھا (جو نماز سے قبل

ذبح کی گئی تھی) تب آپؐ نے فرمایا جس نے نماز سے پہلے قربانی (ذبح) کی ہے وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے۔ (بخاری ج2 ص834 کتاب الاضاحی باب من ذبح قبل الصلوۃ اعادہ)

مسئلہ نمبر 10: قربانی دن رات کرنی جائز ہے

حدیث:

حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قربانی عیدالاضحیٰ کے دن کے بعد دو دن ہے۔ (موطاامام مالک 497)

حدیث:

حضرت زر بن حبیش اور عبادہ بن عبداللہ اسدی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے قربانی کے دن تین ہیں ان میں سے پہلا دن سب سے افضل ہے۔ (محلی ابن حزم ج6 ص40)

ان روایات کے علاوہ اور بھی بہت سی ایسی روایات ہیں جن میں تین دن قربانی کا ذکر ہے کچھ مسئلہ نمبر ۸ کے تحت گزر چکی ہے۔ محدثین اور فقہائے کرام نے ایسی تمام روایات سے دن اور رات دونوں مراد لئے ہیں)

قرآن کی روشنی میں بھی رات اور دن دونوں کو ہی شمار کیا جاتا ہے۔ سورۃ آل عمران پارہ نمبر 3 آیت نمبر 41 میں ہے۔

قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ

اللہ نے فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ نہیں تو کلام کر سکے گا لوگوں سے تین دن مگر اشارے سے۔

دوسری آیت:

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْۤ اٰیَةً ؕ قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ

سَوِیًّا۔ (پارہ نمبر 6 سورۃ مریم آیت نمبر 10)

ذکریا نے کہا اے میرے رب تو ٹھہرا دے میرے لئے کوئی نشانی اللہ نے فرمایا تیری نشان ہے یہ کہ نہیں تو بات کر سکے گا لوگوں سے تین راتیں تندرستی کے باوجود۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رات کو بھی دن ہی میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اوپر والی آیت میں ثلٰثۃ ایام آیا ہے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

مسئلہ: قربانی رات کو بھی جائز ہے مگر بہتر نہیں (شامی) (احکام وتاریخ قربانی ص 42)

مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی لکھتے ہیں۔

مسئلہ: دسویں سے بارہویں تک جب جی چاہے۔ قربانی کرے، چاہے دن میں چاہے رات، لیکن رات کو ذبح کرنا بہتر نہیں کہ شاید کوئی رگ نہ کٹے اور قربانی نہ ہو اور اگر خوب زیادہ روشنی ہو جیسا کہ شہروں میں بجلی ہوتی ہے تو رات کو قربانی کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(عالمگیری بتصرف) (بحوالہ فضائل ومسائل قربانی ص 30)

مفتی بشیر احمد صاحب پسروری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

مسئلہ نمبر 38: دس ذی الحجہ سے نماز عید کے بعد بارہ ذی الحجہ غروب آفتاب تک قربانی دینے کا وقت ہے چاہے رات کو ذبح کرے چاہے دن کو۔ (مسائل قربانی ص 14)

مسئلہ نمبر 11: قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا

حدیث:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چت کبرے مینڈھے سینگ دار قربانی کئے اپنے ہاتھ سے دونوں کو ذبح کیا بسم اللہ اللہ اکبر تکبیر پڑھی اور

پاؤں ان کے پہلوؤں پر رکھا۔ (بخاری کتاب الاضاحی باب التکبیر عند الذبح ج 2 ص 835)

مسئلہ نمبر 12: کیا سب گھر والوں کی طرف سے صرف ایک قربانی کافی ہے

اہل سنت والجماعت کے نزدیک ہر صاحب نصاب عاقل، بالغ پر قربانی کرنا واجب ہے اگر ایک گھر میں کئی صاحب نصاب موجود ہوں تو سب پر الگ الگ قربانی کرنا واجب ہوگا اگر ایک ہی ایسا شخص موجود ہے جو صاحب نصاب ہو تو پھر وہ ایک ہی قربانی کرے گا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایک گھر کی طرف سے صرف ایک قربانی کافی ہوتی ہے چاہے کتنے ہی صاحب نصاب اس گھر میں رہتے ہوں۔ وہ لوگ یہ روایت پیش کرتے ہیں۔

روایت ہے عطاء بن یسار سے کہ کہتے تھے پوچھا میں نے ابوایوب سے کیونکر ہوتی تھیں قربانیاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو کہا انہوں نے ایک آدمی قربانی کرتا تھا ایک بکری اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے سو آپ بھی کھاتے تھے اور لوگوں کو بھی کھلاتے تھے یہاں تک کہ فخر کرنے لگے سو ہو گئی جیسے تو دیکھتا ہے یعنی بہت جانور قربانی کرنے لگے۔ (ترمذی مترجم علامہ بدیع الزماں ج 1 ص 566) امام ترمذی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

اور بعض علماء نے کہا یہ کہ نہیں کافی ہے ایک بکری مگر ایک آدمی کو اور یہی قول ہے عبداللہ بن مبارک اور سوان کے اور علماء کا۔

امام ترمذی کی اس بات سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے جو علماء یہ کہتے ہیں کہ قربانی ہر مسلمان، عاقل، بالغ، مقیم پر واجب ہوتی ہے جس کی ملکیت ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت کا مال ہو یعنی صاحب نصاب ہو ان کی بات زیادہ وزنی معلوم ہوتی ہے ان

کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

کیا سب گھر والوں کی طرف سے ایک قربانی کافی ہے؟

قربانی ایک اہم عبادت ہے اور شعائر اسلام میں سے ہے سورۃ انا اعطیناک میں اللہ تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا۔ فصل لربک وانحر تو آپ نماز پڑھیں اپنے رب کے لئے اور قربانی کریں۔

اسی طرح دوسری آیت میں آتا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ۔

کہہ دیجئے یقیناً میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔نہیں کوئی شریک اس کا اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ (پارہ نمبر 8 سورۃ الانعام آیت نمبر 163-162)

ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قربانی کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت دس سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا۔ اور آپ ہر سال برابر قربانی کرتے تھے۔ (ملاحظہ ہو جامع ترمذی ابواب الاضاحی باب ماجآء ان الشاۃ الواحدۃ) اور مسلمانوں کو اس کی تاکید بھی فرماتے تھے جیسا کہ احادیث میں آتا ہے۔

روایت ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ وہ ہمیشہ قربانی کرتے تھے دو (2) مینڈھوں کی ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور ایک اپنی طرف سے سو لوگوں نے ان سے کہا کہ کیوں ایسا کرتے ہیں آپ، تو جواب دیا انہوں نے کہ حکم کیا مجھ کو یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کا پس نہ چھوڑوں گا میں اسے کبھی۔

(ترمذی مترجم جلد اول ص 563 علامہ بدیع الزماں غیر مقلد ابواب الاضاحی باب فی الاضحیۃ بکبشین)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ صحابہ کو قربانی کرنے کا حکم دیتے تھے۔

امام بخاری کتاب الاضاحی باب اضحیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکبشین اقرنین ویذکر سمینۂ
نقل کرتے ہیں۔

یحیٰی بن سعید انصاری کہتے ہیں میں نے ابوامامہ بن سہل سے سنا وہ کہتے تھے ہم مدینے
بانی کے جانوروں کو خوب کھلا پلا کر موٹا کیا کرتے، دوسرے مسلمان بھی ایسا ہی کرتے۔

یث:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما
شخص میں طاقت ہو اور پھر وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔

(مسند احمد جلد 2 ص 321

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر اس شخص پر قربانی واجب ہے جو طاقت رکھتا ہو۔

یث:

حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ
م نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قربانی کیا شئے ہے آپؐ نے فرمایا یہ تمہارے
ابراہیم کی سنت ہے (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے) صحابہ نے عرض کیا تو اس
نی سے ہمیں کیا ثواب ملے گا آپؐ نے فرمایا ہر بال کے عوض ایک نیکی صحابہ نے عرض کیا یا
ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مینڈھا ہو آپؐ نے فرمایا تب بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی ملے گی۔

(سنن ابن ماجہ ص 26 ابواب الاضاحی باب ثواب الاضحیہ)

یث:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قربانی
ن اللہ کو خون بہانے سے زیادہ بندے کا کوئی عمل محبوب نہیں اور وہ جانور قیامت کے دن

اپنے سینگ اور کھروں سمیت آئے گا خون زمین پر گرنے سے پہلے یہ اللہ کے ہاں ایک بلند درجہ حاصل کر لیتا ہے تو تم اس قربانی سے دلی خوشی محسوس کرو۔

(ترمذی ابواب الاضاحی باب ماجاء فی فضل الاضحیہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک:

احادیث میں آتا ہے کہ آپؐ نے دو چتکبرے دنبے ذبح کیے۔

(بخاری کتاب الاضاحی باب تکبیر)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں آتا ہے کہ آپؐ نے سات اونٹ نحر کیے (بخاری کتاب الحج باب من نحر ہدیہ بیدہ) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ آپؐ نے اپنے ہاتھ سے تریسٹھ اونٹ نحر کیے۔

(مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے ذبح کی۔ (بخاری ج ۱ ص 231 مسلم ج ۱ ص 424)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہے جس میں آتا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی والے دن ایک گائے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے ذبح فرمائی۔ (مسلم ج ۱ ص 424 ومشکوۃ ص 231)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں اس طرح آتا ہے کہ آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنی آل کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔ (ابوداؤد ج ۱ ص 424)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سو اونٹوں کی قربانی کرنے کا ذکر ہے۔ (بخاری ج ۱ ص 232، مجمع الزوائد ج 4 ص 22-21) میں روایت آتی ہے جس میں آتا ہے کہ آپؐ نے قربانی کرنے کے بعد فرمایا اے اللہ یہ محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کی طرف سے ہے۔ آپ کا یہ عمل ہر مسلمان کے لئے ہے اگر اللہ نے طاقت دی ہے تو ضرور عمل کرے۔

ان دلائل کے ہوتے ہوئے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ پورے گھر کی طرف سے صرف ایک بکری ذبح کرنا کافی ہے۔ چاہئے اس گھر کے تمام افراد صاحب نصاب ہوں۔ درست معلوم نہیں ہوتا۔ روایت میں یہ جو آیا ہے کہ پورے گھر کی طرف سے ایک قربانی کی گئی اس کا مطلب یہ ہے کہ سب گھر والوں کو اس کے ثواب میں شریک کیا گیا۔

مسئلہ نمبر 13: اونٹ اور گائے میں صرف سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں

حدیث نمبر 1:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا تلبیہ کہتے ہوئے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سات سات آدمی شریک ہو جائیں۔ (مسلم باب جواز الاشتراک فی الہدی)

حدیث نمبر 2:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر اونٹ بھی سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کئے اور گائے بھی سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کی۔ (ترمذی ج1 ص180)

اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے اور اس پر عمل ہے علمائے صحابہ وغیرہم کا اور یہی قول ہے سفیان ثوری اور ابن مبارک اور شافعی اور احمد (کا)۔

(ترمذی مترجم علامہ بدیع الزماں ج ا ص 565)

حدیث نمبر 3:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا۔ سات آدمیوں کی طرف سے اونٹ نحر کیا اور سات آدمیوں کی طرف سے ہی گائے کی قربانی کی۔ (مسلم باب جواز الاشتراک فی الهدی)

حدیث نمبر 4:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حج اور عمرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور سات سات آدمی ایک قربانی میں شرکت ہو گئے تھے۔ ایک شخص نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ جس طرح قربانی کے اونٹ میں شریک ہو سکتے ہیں کیا اسی طرح بعد کے خریدے ہوئے اونٹ میں بھی شریک جائز ہے انہوں نے کہا پہلے سے اور بعد میں خریدے ہوئے دونوں اونٹوں کا حکم ایک ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیبیہ میں موجود تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہم نے ستر (70) اونٹ ذبح کئے اور ہر اونٹ میں سات شریک تھے۔ (مسلم اشتراک فی الهدی)

مسئلہ نمبر 14: کیا اونٹ کی قربانی میں دس افراد کا شریک ہونا سنت ہے

بعض حضرات اس مسئلہ پر کافی زور دیتے ہیں کہ اونٹ کی قربانی میں دس افراد کا شریک ہونا سنت ہے۔ وہ اپنی اس بات کو ثابت کرنے کے لئے جو حدیث پیش کرتے ہیں ہم اس کو یہاں پر نقل کر کے اس کا جواب عرض کرتے ہیں ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

حدثنا هدية بن عبدالوهاب انبا الفضل بن موسیٰ انبا الحسين بن واقد عن علياء بن احمر عن عكرمه عن ابن عباس قال كنا مع رسول الله ﷺ فى سفر فحضر الاضحى فاشتركنا فى الجزور عن عشر:

والبقرة عن سبعته۔

ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے کہ عید الاضحیٰ کا دن آ گیا تو ہم نے اونٹ میں دس حصے اور گائے میں سات حصے کیے۔

(سنن ابن ماجہ، باب: عن کم تجزی البدنة والبقرة، حدیث: ۹۱۷)

اس حدیث کے کئی جوابات ہیں:

جواب نمبر ۱:

اس حدیث کی سند میں ایک راوی فضل بن موسیٰ ہے جو کہ ٹھیک نہیں ہے۔ علامہ ذہبی (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۶۰) میں نقل کرتے ہیں:۔

یروی عن صغار التابعین ما علمت فیه لیناً الاماروی عبدالله بن علی المدینی. سمعت ابی وسئل بن ابی تمیلة والسینانی فقدم ابا تمیلة وقال روی الفضل احادیث مناکیر۔

وہ چھوٹے تابعین سے روایت کرتے ہیں میں اس کے بارے میں نہیں جانتا مگر وہ جو عبداللہ بن علی المدینی روایت کرے، میں نے اپنے والد سے سنا کہ ان سے ابو تمیلہ اور سینانی کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے ابو تمیلہ کو مقدم گردانا اور کہا کے فضل نے منکر احادیث روایت کی ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نقل کرتے ہیں:

قال عبدالله بن علی بن المدینی سالت ابی عن حدیث الفضل بن موسیٰ عن معمر عن ابن طائوس عن ابیه عن ابن الزبیر قال قال رسول الله ﷺ من شهر سیفه فرمه هدء فقال منکر ضعیف وقال عبدالله ایضا سالت ابی عن الفضل وابی تمیلة فقدم ابا تمیلة وقال روی الفضل مناکیر۔ (تهذیب التهذیب ج ۸ ص ۵۹۷)

عبداللہ بن علی بن المدینی نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے فضل بن موسیٰ عن معمر والی حدیث کے بارے میں پوچھا۔ تو اس نے کہا کہ منکر اور ضعیف اور عبداللہ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اپنے والد سے فضل اور ابوتمیلہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ابوتمیلہ کو مقدم گردانا اور فرمایا کے فضل نے منکر احادیث روایت کی ہیں۔

جواب نمبر ۲:

اس حدیث کی سند میں دوسرا راوی حسین بن واقد ہے جو ضعیف بھی ہے اور مدلس بھی اور غیر مقلدین کے نزدیک مدلس کا عن سے روایت کرنا قابل قبول نہیں۔

۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں ثقة له اوہام۔

ثقہ ہے مگر وہمی ہے (تقریب ۱۳۵۸)

۲۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں: ''استنکر احمد بعض حدیثه''

امام احمد نے اس کی بعض احادیث کو منکر قرار دیا ہے۔ (المغنی فی الضعفاء ج ۱ ص ۲۶۹)

۳۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

قال عبدالله بن احمد عن ابیه ماانکر حدیث حسین بن واقد عن ابی المنیب وقال العقیلی انکر احمد بن حنبل حدیثه۔

عبداللہ بن احمد اپنے والد (امام احمد بن حنبل) سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حسین بن واقد کی حدیث کا انکار کیا ہے

اور عقیلی نے فرمایا ہے کہ احمد بن حنبل نے اس کی حدیث کا انکار فرمایا ہے۔

(تہذیب ج ۲ ص ۳۷۴)

۴۔ امام ابن احبان فرماتے ہیں:

ربما اخطاء فی الروایات۔ بسا اوقات وہ روایات میں خطا کر جاتا ہے۔

(تہذیب ج ۲ ص ۳۷۴)

۵۔ قال الاثرم قال احمد فی احادیث زیادة مادری ای شیئی ھو ونقض یدہ۔ (تھذیب ج۲ ص ۳۷۴)

''امام اثرم نے کہا ہے۔امام احمد نے فرمایا کہ اس کی احادیث میں زیادتی ہوتی ہے۔میں نہیں جانتا وہ کون سی چیز ہے۔اور امام احمد نے اپنے ہاتھ کو مارا۔''

۶۔ قالا الساجی فیه نظر وھو صدوق بعم۔(تھذیب ج۲ ص ۳۷۴)

امام ساجی فرماتے ہیں اس میں نظر ہے اور وہ سچے ہیں البتہ اس پر تہمت ہے۔

۷۔ ایک روایت میں ہے کہ حدثنا احمد بن احرمه بن خزیمه قال سمعت احمد بن حنبل وقیل له فی حدیث ایوب عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ فی الملبقته فانکرہ ابو عبداللہ وقال من ردی ھذ قیل له الحسین بن واقد فقال بیدہ وحرک داسه کانه لم یرضه۔ (کتاب الضعفاء الکبیر ج۱ ص ۲۵۱)

احمد بن احرمہ بن خزیمہ نے فرمایا میں نے احمد بن حنبل سے سنا کہ ان سے پوچھا گیا ایوب عن نافع عن ابن عمر کی حدیث میں تو ابوعبداللہ نے انکار کیا اور پوچھا کے اس کو کس نے روایت کیا ہے تو کہا گیا ''حسین بن واقد'' نے تو اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے اپنے سر کو ہلا گویا کے انہوں نے عدم رضامندی کا اظہار کیا۔

۸۔اور ایک روایت میں ہے کہ حدثنی الخضر بن دائود قال حدثنا احمد بن محمد قال ذکر ابو عبداللہ حسین بن واقد فقال: واحادیث حسین ما اری ای شی ء ہی و نقض یدہ۔ (کتاب الضعفاء الکبیر ج۱ ص ۲۰۱)

خضر بن داؤد نے مجھے کہا کہ ہمیں احمد بن محمد نے بتایا کہ ابوعبداللہ حسین بن واقد کا ذکر اور کہا کے حسین کی احادیث میں مَیں خیال نہیں کرتا کے وہ کیا ہے اور اپنے ہاتھ کو مارا۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدوں کا اس روایت سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔

جواب نمبر ۳:

صحیح مسلم میں ایک قولی حدیث ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

حدثنا یحیی بن یحیٰی اخبرنا ابو خیثمة عن ابی الزبیر عن جابرح و حدثنا احمد بن یونس حدثنا زہیر حدثنا ابو الزبیر عن جابر رضی اللہ عنہ قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مهللین بالحج فامرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نشترک فی الابل والبقر کل سبعة منا فی بدنة۔

''حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا تلبیہ کہتے ہوئے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سات سات آدمی شریک ہوں جائیں۔''مسلم باب جواز الاشتراک فی الهدی۔

اب یہاں پر قول اور فعل کے درمیان تعارض آ گیا اور اصولیین کے نزدیک جب قولی اور فعلی حدیث کے درمیان تعارض آ جائے تو ترجیح قول کو ہوتی ہے جیسا کہ علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ

'' تعارض القول والفعل والصحیح حنیئذ عند الاصولیین ترجیح القول''۔ (نووی شرح مسلم ج ا ص ۴۵۳)

جب قول اور فعل کا تعارض ہو تو اصولیین کے ہاں صحیح بات یہ ہے کہ ترجیح ''قول'' کو دی جاتی ہے۔

جواب نمبر ۴:

تعجب ہے غیر مقلدوں پر کہ ان کے نزدیک صحابہ کرامؓ کے اقوال اور افعال حجت نہیں لیکن پھر بھی وہ عبداللہ ابن عباسؓ کا یہ ضعیف اثر دلیل بناتے ہیں۔

اور اس سے بڑھ کر تعجب اس بات پر ہے کہ جب حج کے دوران کسی پر دم لازم آ جائے اور وہ اونٹ کی قربانی کرے تو سات حصے مانتے ہیں اور قربانی کے اونٹ کے دس حصے مانتے ہیں۔

جواب نمبر ۵:

یہ حدیث منسوخ ہے اور اس کے ناسخ وہ احادیث ہیں جس میں سات آدمیوں کی صراحت ہے مثلاً حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نحر نا مع رسول الله ﷺ بالحديبية البدنة عن سبعة والبقرة عن سبعة۔ (ترمذی ص ۱۸۰ ج ۱)

یعنی ہم نے حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر اونٹ بھی سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کئے اور گائے بھی سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کی۔

امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے اور اسی پر عمل ہے علمائے صحابہ وغیرہم کا اور یہی قول ہے سفیان ثوری اور ابن مبارک کا اور شافعی اور احمد (کا)۔

(ترمذی مترجم علامہ بدیع الزماں ج ۱ ص ۵۶۵)

حدیث نمبر ۲: حدثنی محمد بن حاتم حدثنا وکیع حدثنا عزرة بن ثابت عن ابی الزبیر عن جابر بن عبدالله قال حججنا مع رسول الله ﷺ فنحرنا البعير عن سبعة والبصرة عن سبعة۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا، سات آدمیوں کی طرف سے اونٹ کو نحر کیا اور سات آدمیوں کی طرف سے ہی گائے کی قربانی کی۔ (مسلم شریف، باب: جواز الاشتراک فی الهدی)

حدیث نمبر ۳: حدثنی محمد بن حاتم حدثنا یحیی بن سعید عن ابن جریج قال اخبرنی ابو الزبیر عن جابر بن عبدالله رضی اللہ عنہ قال اشترکنا مع النبی ﷺ فی الحج والعمرة کل سبعة فی بدنة فقال رجل الجابر رضی اللہ عنہ ایشترک فی البدنة مایشترک فی الجزور قال ماهی الا من البدن وحضر جابر حدیبیة قال نحرنا یومئذ سبعین بدنة اشترکنا کل سبعة فی بدنة۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم حج اور عمرہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور سات سات آدمی ایک قربانی میں شریک ہو گئے تھے۔ ایک شخص نے حضرت جابر سے دریافت کیا کہ جس طرح قربانی کے اونٹ میں شریک ہو سکتے ہیں کیا اسی طرح بعد کے خریدے ہوئے اونٹ میں بھی شرکت جائز ہے۔ انہوں نے کہا پہلے سے اور بعد میں خریدے ہوئے دونوں اونٹوں کا حکم ایک ہے، حضرت جابر حدیبیہ میں موجود تھے، حضرت جابر نے کہا کہ ہم نے ستر اونٹ ذبح کیے اور ہر اونٹ میں سات آدمی شریک تھے۔

(مسلم شریف باب اشتراک فی الھدی)

فتاویٰ علمائے حدیث کا حوالہ

(فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۵۰، ج ۱۳ میں ہے صحیح بخاری ومسلم وسنن ابی داؤد میں حضرت جابر عبداللہؓ سے روایت ہے امرنا رسول الله ﷺ ان نشترک فی الابل والبقرۃ منافی بدنۃ۔ ''ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اونٹ اور گائے ہر بدنۃ میں سات سات آدمی شریک ہو جائیں۔

جواب نمبر ۶:

اگر بالفرض ہم مان بھی لیں کہ یہ روایت ثابت ہے تو اس سے صرف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ بعض صحابہ نے ایسا کیا۔ یہ صحابہ کرامؓ نے اپنی رائے اور اجتہاد سے کیا جیسے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ غنیمت کی تقسیم میں ایک اونٹ کے برابر دس بکریاں کو شمار کیا تو انہوں نے ایک اونٹ کو قربانی میں دس بکریوں کے قائم مقام بنایا۔ لہٰذا یہ ان کا اجتہاد تھا۔ اس کے مقابل میں ہمارے پاس مرفوع حدیث ہے۔ اس لئے اس کے مقابلہ میں موقوف اجتہاد قبول نہیں ہوسکتا۔

جواب نمبر ۷:

امام ترمذیؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں اور حدیث ابن عباسؓ کی حسن ہے غریب ہے۔نہیں پہچانتے ہم اس کو مگر فضل بن موسیٰ کی روایت سے۔
(ترمذی مترجم علامہ بدیع الزماں غیر مقلد ج ا ص ۵٦۵)

جواب نمبر ۸:

یہ سفر کا واقعہ ہے اور مسافر پر قربانی واجب نہیں ہے اگر وہ کچھ بھی نہ کرتے تو ان پر کچھ گناہ نہ تھا اسی طرح اگر وہ دس میں شریک ہوں تو بھی ان پر کچھ الزام نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر 15: قربانی کو اچھے انداز سے ذبح کرنا چاہئے

حدیث نمبر 1:

شداد بن اوس سے روایت ہے (وہ فرماتے ہیں) دو باتیں میں نے یاد رکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر کام میں بھلائی فرض کی ہے جب تم قتل کرو تو اچھی طرح سے قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو اچھی طرح سے ذبح کرو اور چاہئے کہ تم سے جو کوئی ذبح کرنا چاہے وہ چھری کو تیز کر لے اور اپنے جانور کو آرام دے (اور یہی مستحب ہے کہ چھری جانور کے سامنے تیز نہ کرے اور نہ ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرے اور نہ ذبح کرنے کے لئے کھینچ کر لے جائے)۔(مسلم شریف مترجم جلد نمبر 5 ص 209 ترجمہ علامہ وحید الزماں غیر مقلد کتاب الصید والذبائح باب الامر باحسان الذبح والقتل وتحدید الشفرۃ)

حدیث نمبر 2:

ذبح کرنے سے پہلے چھری کو تیز کرنا چاہئے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ایک مینڈھا سینگ دار لانے کا جو چلتا ہو سیاہی میں اور بیٹھتا ہو سیاہی میں۔اور دیکھتا ہو سیاہی

میں (یعنی پاؤں اور پیٹ اور آنکھوں کے گرد سے سیاہ ہو) پھر لایا گیا ایک مینڈھا قربانی کے لئے آپؐ نے فرمایا اے عائشہ چھری لا پھر فرمایا تیز کر لے اس کو پتھر سے تیز کر دی پھر آپؐ نے چھری لی اور مینڈھے کو پکڑا اس کو لٹایا پھر اس کو ذبح کیا پھر فرمایا بسم اللہ یا اللہ قبول کر محمد ﷺ کی طرف سے اور محمد ﷺ کی آل کی طرف سے اور محمد ﷺ کی امت کی طرف سے پھر قربانی کی اس کی۔

حدیث نمبر 3:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو اپنا پاؤں بکری کے سینے پر رکھ کر چھری تیز کر رہا تھا اور بکری اس کو دیکھ رہی تھی ۔آپؐ نے فرمایا تو نے پہلے ہی چھری کو تیز کیوں نہ کیا، تو اس کو دو بار مارنا چاہتا ہے۔

(ترغیب وترھیب مترجم جلد ا کا دوسرا حصہ ص 903 باب الترھیب من المثلۃ بالحیوان)

جانور کو گھسیٹنا اور تکلیف پہنچانا

حدیث نمبر 4:

حضرت ابن سرین سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ بکری کا پیر پکڑ کر ذبح کرنے کے واسطے اس کو گھسیٹ کر لے جا رہا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تجھ کو خرابی ہو موت کی طرف اس کو اچھی طرح سے ہانک۔

(ترغیب وترھیب ج اول کا حصہ دوسرا ص 905 ترجمہ مولانا عبد القہار مطبوعہ محمدی مسجد کراچی)

مسئلہ نمبر 16: تکبیر پڑھ کر ذبح کرنا

حدیث:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کی دو مینڈھور

کی جو سفید تھے یا سفید اور سیاہ سینگ دار آپ نے ذبح کئے ان دونوں کو اپنے ہاتھ سے اور بسم اللہ کہی اور تکبیر کہی اور پاؤں رکھا ان کی گردن پر کاٹتے وقت تاکہ جانور اپنا سر نہ ہلا سکے اور تکلیف نہ پائے۔ (مسلم مترجم علامہ وحید الزماں ج5 ص216-217، کتاب الاضاحی باب استحباب الضحیۃ وذبحھا مباشرۃ بلا توکیل والسمیۃ والتکبیر)

مسئلہ نمبر 17: جس کی طرف سے قربانی کی جائے ذبح کے وقت اس کا ذکر کرنا

حدیث:

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ موجود تھا بقر عید میں عیدگاہ میں، جب آپؐ خطبہ پڑھ چکے تو منبر پر سے اترے اور ایک مینڈھا آیا آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اسے ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ اللہ اکبر یہ میری طرف سے اور میری امت میں سے اس شخص کی طرف سے جس نے قربانی نہیں کی۔

(ابوداؤد اور مترجم علامہ وحید الزماں ج دوم ص413 کتاب الضحایا باب فی الشاۃ یضحی بھا عن جماعۃ

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ثواب میں دوسرے آدمی کو شریک کیا جا سکتا ہے بلکہ کئی آدمیوں کو ثواب پہنچایا جا سکتا ہے۔ دوسرے ایسا کہنا ضروری نہیں یعنی فرض واجب یا سنت موکدہ وغیرہ نہیں ہے صرف مستحب عمل ہے۔ (دیکھئے نووی شرح مسلم)

مسئلہ: اسی مسئلہ سے ملتا جلتا ایک مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی قربانی خود نہیں کر سکتا کیا اس قربانی کرتے وقت اپنی قربانی کے پاس کھڑا ہونا ضروری ہے۔

اس بارے میں احادیث دونوں قسم کی ہیں جس کی وجہ سے فقہاء نے یہ رائے قائم کی۔ کہ اگر ایسا شخص اپنی قربانی کے سامنے ہو تو بہتر ہے۔ ضروری نہیں۔

قربانی کے پاس حاضر ہونے کی حدیث:

امام مندری شافعی نقل کرتے ہیں ابو القاسم اصبہانی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے جس کے لفظ یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا کھڑی ہو جاؤ اور اپنی قربانی کے پاس موجود رہو کیونکہ اس کے خون کے پہلے قطرہ کے گرتے ہی تمہارے سارے گناہ بخشے جائیں گے اور یہ قربانی خون اور گوشت سمیت ستر مرتبہ بڑھا کر لائی جائے گی اور تمہارے میزان میں رکھی جائے گی۔ ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ صرف آل محمد ﷺ کے واسطے ہی خاص ہے کیونکہ وہ خاص خوبیوں کے لائق ہیں جن کے ساتھ وہ مخصوص کئے گئے ہیں یا یہ فضیلت آل محمد ﷺ اور سب مسلمانوں کے لئے ہے؟ فرمایا آل محمد ﷺ کے لئے خصوصاً اور سب مسلمانوں کے لئے عموماً یہی ثواب ہے۔

ہمارے بعض مشائخ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ واللہ اعلم (ترغیب وترہیب مترجم مولانا عبد القہار جلد اول کا دوسرا حصہ ص 900 وص 901)

اس حدیث سے قربانی کے پاس حاضر ہونے کا جواز نکلتا ہے۔ جو فقہاء ضروری نہیں سمجھتے وہ ان روایات سے استدلال کرتے ہیں جن میں آپ کا اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کرنے کا ذکر ہے۔ کیونکہ آپؐ کی ازواج مطہرات وہاں پر موجود نہیں تھیں بلکہ انہیں قربانی کا گوشت ملنے پر اس قربانی کی اطلاع ہوتی۔ (دیکھئے بخاری شریف)

مسئلہ نمبر 18: اونٹ کو نحر کرنے کا طریقہ

حدیث:

عبد الرحمن بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب اونٹ کا بایاں پاؤں باندھ کر کھڑا کر کے اس کو نحر کرتے تھے۔

(ابوداؤد مترجم علامہ وحید الزماں ج دوم ص 31 کتاب الضحایا باب کیف نحر البدا

مسئلہ نمبر 19: قربانی کے جانور میں سے اگر بچہ نکل آئے تو اس کا حکم

اس مسئلہ کی دو شقیں ہیں۔

پہلی شق: اگر بچہ زندہ نکل آئے تو اس کا کیا حکم ہے۔

دوسری شق: اگر بچہ مردہ نکل آئے تو اس کا حکم کیا ہے۔

پہلی شق کے متعلق فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ اس کو بھی ماں کی طرح ذبح کر دیا جائے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ذبح کرنے کا حکم فرماتے ہیں دیکھئے فقہ حنبلی کی مشہور کتاب غنی ابن قدامہ ج13 ص310 جمہور فقہاء بھی یہی فرماتے ہیں اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی مسلک ہے۔امام ابو حنیفہ کے متعلق علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 620ھ فرماتے ہیں عن ابی یفۃ لا یذبحہ و یدفعہ الی المساکین حیا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کو ذبح نہ کرے ہ وہ زندہ ہی مساکین کو دے دے۔(المغنی ج13 ص375)

امام صاحب کے اس قول سے ذبح کرنے کی نفی نہیں ہوتی آپ کے نزدیک ذبح کرنا بھی ہے۔

دوسری شق کے متعلق فقہائے کرام کے دو قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ وہ مردہ بچہ جو بکری، ئے، بھینس، بھیڑ اور اونٹنی وغیرہ کے پیٹ سے نکلا ہے اس کا کھانا جائز ہے ماں کے حلال کرنے ہ مردہ بچہ بھی حلال ہی سمجھا جائے گا جو فقہاء کھانے کے قائل ہیں ان میں بھی یہ اختلاف ، کہ وہ بچہ مکمل ہو اور اس پر بال آ گئے ہوں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ بات درست نہیں مطلقاً کھانا ز ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا کھانا مکروہ ہے۔ موطا امام محمد میں ہے۔

ابو حنیفة كان يكره اكله حتى يخرج حيا فيذكى

لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے کھانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ سوائے اس کے وہ زندہ نکل آئے تو ذبح کیا جائے۔ (موطا امام محمد مترجم ص 339)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہائے کرام جو اس مردہ بچے کو جو ماں کے پیٹ سے نکلا ہے کھانے سے منع کرتے ہیں ان کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی دلیل:

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ

تم پر حرام کئے ہیں مردار جانور۔ (پارہ نمبر 2 سورۃ بقرہ آیت نمبر 173)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردار کھانے سے منع فرمایا اور یہ بھی مردار ہے اس لئے یہ بھی منع ہے۔ مردار وہ جانور ہے جس کا ذبح کرنا فرض ہو، اور وہ بغیر ذبح کے مر جائے۔

دوسری دلیل:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ

تم پر حرام ہے مردار جانور۔ (پارہ نمبر 6 سورۃ المائدہ آیت نمبر 3)

تیسری دلیل:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً

میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کھانا حرام مگر یہ کہ مردار ہو۔ (پارہ نمبر 8 سورۃ انعام آیت نمبر 145)

چوتھی دلیل:

انما حرم علیکم المیتہ

تم پر حرام کئے ہیں مردار جانور۔ (پارہ نمبر 14 سورۃ النحل آیت نمبر 115)

پانچویں دلیل:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ ا
بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا
ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ۔

تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس چیز پر خدا کے سوا کسی اور کا نام پکا
جائے اور جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مرا ہوا اور جو گر کر مرا اور جسے کسی جانو
نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کرلو اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا۔

(المائدہ آیت نمبر 3

امام صاحب فرماتے ہیں جو بچہ ماں کے پیٹ میں مرا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ پہلے والا ہ
مگر جب اس کی ماں کو ذبح کیا گیا وہ ماں کا گھوٹنے سے مرا ہو۔ اس لئے احتیاط کا پہلو یہ کہ اسے کہا۔

چھٹی دلیل:

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ

(سورۃ الانعام آیت نمبر 121)

اور اس (جانور) میں سے مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو بے شک یہ کھانا گناہ ہے۔
اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ اس مردہ بچے کا کھانا منع ہے کیونکہ اس پر ذبح کے وقت
اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔

ساتویں دلیل:

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ۔

سوتم کھاؤ اس جانور میں سے جس پر نام لیا گیا ہو اللہ کا اگر تم کو اس کے حکموں پر ایمان ہے۔ (سورۃ انعام آیت نمبر 119)

قرآن حکیم میں اس قسم کی بہت سے آیات ہیں جن میں مردار جانور کو کھانے سے منع کیا گیا ہے۔

آٹھویں دلیل:

حدیث:

حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکار کے متعلق دریافت کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا جب تو اللہ کا نام لے کر تیر مارے اور پھر وہ جانور اگر تجھے مرا ہوا ملے تو تو اس کو کھا لے ہاں مگر جب یہ جانور پانی میں گر پڑے اور معلوم نہ ہو کہ یہ پانی میں گرنے یا تیر کے صدمہ سے مرا تو تو اسے مت کھا۔

(سنن نسائی کتاب الصید والذبائح باب فی الذی یرمی الصید فیقع فی الماء)

پس آپ نے زہوق حیات کے سبب میں شک واقع ہونے کے وقت اکل صید کو حرام قرار دیا ہے اور بالکل یہی بات جنین میں موجود ہے کہ کچھ پتہ نہیں کہ وہ ذبح ام کی وجہ سے مرا ہے یا سانس گھٹ جانے کی وجہ سے مرا ہے۔

نویں دلیل:

حدیث:

عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

احلت لنا میتتان و دمان فاما المیتتان فالحوت والجدا دوام الدمان فالکبد والطحال

میرے لئے دو مردار اور دو خون حلال کئے گئے ہیں دو مردار سے مراد تو مچھلی اور ٹڈی

ہے اور دو خون سے مراد کلیجی اور تلی ہیں۔ (ابن ماجہ ابواب الاطعمۃ باب الکبد والطحال)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے بایں طور کہ حدیث میں صرف دو مرداروں کی حلت آئی ہے اور یہ تیسرا مردہ ہے جس کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

دسویں دلیل:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے حضرت ابراہیم نخعی کا اثر بھی حجت ہے جس کو امام محمد نے موطا میں اور کتاب الآثار میں روایت کیا ہے۔

عن ابراهيم انه قال لا تكون زكوة نفس زكوة نفسين

ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ فرمایا انہوں نے ایک جان کا ذبح کرنا دو جانوں کے قائم مقام نہیں ہوتا۔ (موطا امام محمد مترجم ص339۔ کتاب الآثار مترجم ص585)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں شبہ سے بچنے کا حکم موجود ہے۔ مثلاً

حدیث:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی 46ھ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی۔ ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں ان کو بہت سے لوگ نہیں جانتے سو جو شخص ان مشتبہات سے بچا تو اس نے اپنا دین اور عزت بچالی اور جو مشتبہات میں جا پڑا تو (گویا) وہ حرام میں جا پڑا جیسے چراگاہ کے اردگرد جانوروں کو چرانے والا قریب ہے کہ چراگاہ میں جا پڑے۔

(بخاری ج ا ص 13، ابن ماجہ ص296 ابواب الفتن باب الوقوف عند الشبہات)

حدیث:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی 50ھ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ چیز چھوڑ دے جو تجھے تردد اور اشتباہ میں ڈالے اور ایسی چیز اختیار کر جو تیرے لئے باعث تردد نہ ہو کیونکہ خیر باعث اطمینان اور شر باعث شک ہے۔

(مستدرک حاکم ج2 ص12)

ان روایات سے بھی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس مردہ بچے میں شک پڑ گیا ہے کہ حلال ہے یا حرام۔ تو شک سے بچنا ہی بہتر ہے۔ اور قرآن کے مطابق ہے۔ اس لئے جینین کا کھانا منع ہے۔

مسئلہ نمبر 20: قربانی کے گوشت کو تقسیم کرنے کا طریقہ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآىِٕسَ الْفَقِيْرَ۔

اور یاد کریں وہ اللہ کے نام کو معلوم دنوں میں اس چیز پر جو اللہ نے ان کو روزی دی ہے مویشیوں میں سے پس کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ مصیبت زدہ محتاج کو۔

(پارہ نمبر 17 سورۃ الحج آیت نمبر 28)

اس آیت سے گوشت کے متعلق دو باتیں ثابت ہوئیں نمبر 1 قربانی کرنے والا خود بھی کھائے۔ نمبر 2 فقیروں (محتاجوں، غریبوں) کو بھی کھلائے۔

دوسری آیت:

فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ؕ

پس کھاؤ ان میں سے اور کھلاؤ قناعت کرنے والے اور بے قرار شخص کو۔

(سورۃ الحج آیت نمبر 36)

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم خود بھی کھاؤ اور محتاجوں کو بھی کھلاؤ۔ البتہ

محتاجوں کی دو قسم اس آیت میں بیان ہوئی ہیں۔

حاشیہ ترجمہ قرآن مولانا فتح محمد جالندھری ص 324 میں ہے فائدہ: محتاج دو بتائے پہلا جو مانگتا نہیں اور دوسرا وہ جو مانگتا ہے۔

حدیث:

عبداللہ بن واقد سے روایت ہے منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانیوں کا گوشت کھانے سے تین دن کے بعد عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کہ میں نے یہ عمرہ سے بیان کیا انہوں نے کہا سچ کہا عبداللہ نے میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا وہ کہتی تھیں چند لوگ دیہات کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آئے عیدالاضحیٰ میں شریک ہونے کو (اور وہ لوگ محتاج تھے) تو آپؐ نے فرمایا قربانی کا گوشت تین دن کے موافق رکھ لو باقی خیرات کر دو۔ (تا کہ یہ محتاج بھوکے نہ رہیں اور ان کو بھی کھانے کو گوشت ملے) اس کے بعد لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگ اپنی قربانیوں سے مشکیں بناتے تھے۔ (ان کی کھالوں کی) اور ان کی چربی کو پگھلاتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اب کیا ہوا لوگوں نے عرض کیا کہ آپؐ نے منع فرمایا قربانیوں کا گوشت تین دن کے بعد کھانے سے (اور اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ قربانی کا کوئی جز تین دن سے زیادہ رکھنا نہ چاہئے) آپؐ نے فرمایا میں نے تم کو منع کیا تھا ان محتاجوں کی وجہ سے جو اس وقت آ گئے تھے۔ اب کھاؤ اور رکھ چھوڑو۔ اور صدقہ دو۔ (صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب النہی عن اکل لحوم الاضاحی)

حدیث:

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مدینہ کے لوگوں مت کھاؤ قربانیوں کا گوشت تین دن سے زیادہ لوگوں نے شکایت کی آپ سے کہ ہمارے بال بچے۔ نوکر چاکر ہیں (اس لئے ضرورت پڑھتی ہے گوشت رکھ چھوڑنے کی)

آپؐ نے فرمایا کھاؤ اور کھلاؤ اور رکھ لو یا رکھ چھوڑو۔

(صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب النہی عن الکل لحوم الاضاحی)

حدیث:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قربانی کرے تو تیسرے دن کی صبح کو اس کے گھر میں اس گوشت میں سے کچھ نہ رہے (کھا لے اور تقسیم کردے دوسرے سال لوگوں نے دریافت کیا یارسول اللہ کیا اب بھی ہم سال گذشتہ کی طرح کریں؟ آپؐ نے فرمایا (نہیں) کھاؤ۔ کھلاؤ۔ جمع بھی رکھو اس سال چونکہ لوگ بھوک (قحط) میں مبتلا تھے اس لئے میرا خیال تھا کہ اس طرح ان لوگوں کی مدد ہو جائے۔

(صحیح بخاری کتاب الاضاحی باب مایوکل من للحوم الاضاحی)

قرآن وحدیث سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ تین حصے کرنا بہتر ہے۔ یعنی ایک اپنے لئے۔ جس سے کھاؤ والا حکم پورا ہوتا ہے۔ رشتہ داروں، عزیزوں، ہمسایوں کے لئے میں کھلاؤ والا دوسرا حکم پورا ہوتا ہے محتاجوں کے لیے صدقہ کرنے سے تیسرا حکم پورا ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر 21: قربانی کے گوشت کو ذخیرہ کرنا جائز ہے

حدیث:

امام مالک نے ہمیں خبر دی کہ ہم سے روایت کیا ابوزبیر نے انہوں نے روایت کیا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے کہا کہ روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع کیا۔ اس کے بعد فرمایا کھاؤ۔ توشہ بناؤ۔ اور جمع رکھو۔

اس روایت کے بعد امام محمد بن حسن شیانی رحمۃ اللہ علیہ التوفی 189ھ نے فرمایا اسی پر ہمارا عمل ہے کہ تین دن سے زیادہ گوشت جمع کرنے اور توشہ بنانے میں کوئی حرج نہیں۔ ممانعت

فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دے دی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری ارشاد پہلے قول کو منسوخ کرتا ہے سو اس کو ذخیرہ کرنے اور توشہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے اکثر فقہاء کا قول ہے۔

(موطا امام محمد ص 281 کتاب الضحایا باب لحوم الاضاحی)

نوٹ: موطا امام مالک اور موطا امام محمد یہ دونوں حدیث کی مشہور اور اولین کتب میں شمار ہوتی ہیں۔ امام مالک سے روایت کرنے والے آپ کے بہت سے شاگرد ہیں مگر ان میں سے دو سب سے زیادہ مشہور ہوئے ہیں۔

امام محمد کی خصوصیت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ پہلے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی رہے ہیں۔ یہ حدیث کی دونوں کتابیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح بخاری سے بہت پہلے کی ہیں۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری کے تقریباً دادا استاد بنتے ہیں۔

مسئلہ 22: قربانی کرنے والے (قصائی) کو اجرت کے طور پر قربانی میں سے کچھ نہ دیا جائے

حدیث عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنے قربانی کے اونٹوں کی دیکھ بھال کا حکم دیا اور ان کی سب چیزوں کو تقسیم کرنے کا گوشت، کھال، جھول نیز یہ کہ قصاب کی مزدوری میں قربانی کی کوئی چیز نہ دیں۔ (بخاری کتاب الحج باب یتصدق بجلود الھدی)

حدیث:

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں قربانی کے اونٹوں کا بندوبست کروں اور ان میں سے کوئی قصاب کی مزدوری

میں نہ دوں۔(بخاری کتاب الحج لایعطے الجزاء من الہدی شیأ۔ترجمہ:باب قصاب کو ذبح کرنے کی مزدوری میں قربانی کی کوئی چیز نہ دی جائے)

حدیث:

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں آپ کے قربانی کے اونٹوں پر کھڑا ہوں اور اُن کا گوشت اور کھالیں اور جھولے خیرات کر دوں اور قصاب کی مزدوری اس میں سے نہ دوں اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مزدوری قصاب کی ہم اپنے پاس سے دیں گے۔(صحیح مسلم کتاب الحج باب فی الصدقۃ بلحوم الہدایا)

مسئلہ نمبر 23: کون کون سے جانور کی قربانی درست نہیں

حدیث:

عبید بن فروز سے روایت ہے کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کون سا جانور قربانی میں درست ہے تو براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے میں کھڑے ہوئے میری انگلیاں آپؐ کی انگلیوں سے چھوٹی اور حقیر ہیں اور میری پوریں آپؐ کی پوروں سے چھوٹی اور حقیر ہیں آپؐ نے چار انگلیوں سے اشارہ کیا اور فرمایا چار طرح کا جانور قربانی کے لائق نہیں ہے ایک تو وہ جس کا کانا پن بظاہر معلوم ہوتا ہو اور وہ بیمار جس کی بیماری بظاہر معلوم ہوتی ہے اور وہ لنگڑا جس کا لنگڑا نا بظاہر معلوم ہو اور وہ دلا جس کی ہڈی میں مغز نہ ہو میں نے کہا (یعنی اس حدیث کے راوی عبید بن فروز جو حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد ہیں) مجھے قربانی کے لئے وہ جانور بھی برا معلوم ہوتا ہے جس کا سن (دانت) کم ہو آپ نے (یعنی حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) فرمایا جو تجھے برا لگے اس کو چھوڑ دے لیکن اور کو منع نہ کر۔(سنن ابی داؤد مترجم علامہ وحید الزماں جلد نمبر 2 ص 411 کتاب الضحایا باب ما یکرہ من الضحایا)

اس حدیث میں جانور کے چار عیبوں کا ذکر ہے۔

1- کانا 2- بیمار

3- لنگڑا

4- بہت ہی کمزور مریل یعنی ایسا دُبلا جانور جس کی ہڈیوں میں گوشت نہ ہو۔

حدیث:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا کہ قربانی کے (جانور کی) آنکھ اور کان کو ہم خوب دیکھیں (کہ اس میں ایسا نقص نہ ہو جس کے سبب سے قربانی درست نہ ہو) اور ہم ''مقابلہ'' اور ''مدابرہ'' حرقا'' اور شرقا'' کی قربانی نہ کریں (راوی کہتے ہیں) مقابلہ اس جانور کو کہتے ہیں جس کے کان کا اگلا حصہ کٹا ہوا ہو۔ مدابرہ اس جانور کو کہتے ہیں جس کے کان کا پچھلا حصہ کٹا ہوا ہو۔ ''خرقا'' اس جانور کو کہتے ہیں جس کا کان چھیدا گیا ہو (یعنی کان میں گول سوراخ ہو) اور شرقا اس جانور کو کہتے ہیں جس کا کان پھٹا ہوا ہو۔

(سنن دارمی کتاب الاضاحی باب مالا یجوز فی الاضاحی)

اس حدیث میں بھی جانور کے چار عیوب کا ذکر ہے۔ اور یہ چار عیوب ایسے ہیں جن کا ذکر پہلی حدیث میں نہیں ہے۔ اس طرح کل آٹھ عیوب ہو گئے۔

حدیث:

جری بن کلیب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا عضباء کی قربانی سے یعنی سینگ ٹوٹے یا کان کٹے جانور کی قربانی کرنے سے۔ (سنن ابوداؤد مترجم جلد 2 ص 412 کتاب الضحایا باب ما یکرہ من الضحایا)

اس حدیث میں ایک اور عیب کا ذکر ہوا ہے جو پہلی دونوں حدیثوں میں نہیں ہے وہ ہے سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی کرنا بھی منع ہے۔ اس طرح نو (9) عیب ہو گئے۔ اس حدیث میں

آپؐ نے جو لفظ استعمال فرمایا ہے وہ ہے عضباء۔ عضباء کس جانور کو کہتے ہیں وہ ہم مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں۔

قتادہ سے روایت ہے کہ میں نے سعید ابن المسیب سے پوچھا عضب (یا عضباء) کس جانور کو کہیں گے انہوں نے کہا جس کا کان آدھے سے زیادہ کٹا ہو۔

(ابوداؤد مترجم علامہ وحید الزماں جلد 2 ص 412)

حدیث:

جری بن کلیب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جانور کی قربانی سے منع فرمایا جس کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو۔ پھر میں نے اس کا تذکرہ حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے کیا تو انہوں نے فرمایا ہاں جب سینگ آدھا یا آدھے سے زیادہ ٹوٹ گیا ہو تو اس کی قربانی کرنا درست نہیں۔ اور اگر اس سے کم ٹوٹا ہو تو درست اور جائز ہے۔ (نسائی کتاب الضحایا باب العضباء)

حدیث:

عتبہ بن عبد سلمی کی ایک روایت میں آتا ہے آپؐ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں منع کیا کسی جانور کی قربانی سے مگر "مصفرہ" اور "مستاصلہ" اور بخقاء اور مشیعہ اور کسرا سے۔ مصفرہ وہ ہے جس کا کان کٹا ہوا اتنا کہ سوراخ کان کا کھل گیا ہو، مستاصلہ وہ ہے جس کا سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو۔ بخقاء وہ ہے جس کی آنکھ کی بینائی جاتی رہی ہو اور آنکھ قائم ہو۔ مشیعہ وہ جو لاغری اور ضعف کی وجہ سے بکریوں کے ساتھ نہیں رہ سکتی بلکہ پیچھے رہ جاتی ہے۔ کسراء وہ جس کا ہاتھ یا پاؤں ٹوٹ گیا ہو۔ (ابوداؤد کتاب الضحایا باب ما یکرہ من الضحایا)

دم کٹے جانور کا حکم

حدیث:

اس مسئلہ میں حدیثیں دونوں قسم کی ہیں ایک میں اجازت ہے دوسری میں منع ہم یہاں پر پہلے دونوں نقل کرتے ہیں پھر فقہاء نے جو ان میں تطبیق دی ہے وہ ذکر کریں گے۔

اجازت والی احادیث:

پہلی حدیث:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے قربانی کے لئے ایک مینڈھا خریدا اتفاق سے ایک بھیڑیا آیا اور اس کی دم (چکی) کا حصہ نوچ کر کھا گیا میں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے پوچھا (کہ اس کی قربانی ہوسکتی ہے یا نہیں) نبی علیہ السلام نے فرمایا تم اسی کی قربانی کرلو۔ (مسند احمد مترجم جلد نمبر 5 ص 237)

دوسری حدیث:

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ بھیڑیے نے میری بکری کی دم کاٹ لی ہے۔ کیا میں اس کی قربانی کرسکتا ہوں آپؐ نے اسے اجازت دے دی۔

(سنن الکبری ج 9 ص 289

منع والی حدیث:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم (قربانی کے جانور کی) آنکھیں اور کان اچھی طرح دیکھیں اور ہم ایسا جانور جس کا کان آگے سے کٹ کر لٹکا ہو، پیچھے سے کان کٹ کر لٹکا ہو دم کٹے اور ایسا جانور جس کے کان میں گول سوراخ ہو قربانی نہ کریں۔ (سنن نسائی کتاب الضحایا المقابلۃ وھو ما قطع طرف اذنھا)

فقہائے کرام نے ان دونوں قسم کی روایات میں یوں تطبیق دی ہے کہ اگر جانور کی تہائی 1/3 سے کم کٹی ہو تو قربانی صحیح ہوگی اور اگر زیادہ حصہ کٹ گیا ہے تو پھر قربانی جائز نہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مسئلہ:

جس جانور کا تہائی سے زیادہ کان یا دم وغیرہ کٹی ہوئی ہو اس کی قربانی جائز نہیں (شامی)

(احکام وتاریخ قربانی ص43)

حضرت مولانا محمد حنیف گنگوہی ہدایہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

جامع صغیر میں امام صاحب سے روایت ہے کہ اگر دم یا کان یا آنکھ یا دنبہ کی چکی (جو سرین پر ہوتی ہے) میں سے تہائی یا اس سے کم مقطوع ہو تو قربانی جائز ہوگی اور اگر تہائی سے زائد کٹی ہو تو جائز نہ ہوگی پس تہائی تک قلیل ہے اور تہائی سے زائد کثیر ہے۔

دلیل یہ ہے کہ میت کے تہائی مال میں ورثہ کی رضامندی کے بغیر وصیت نافذ کر دی جاتی ہے۔ پس تہائی کو قلیل شمار کیا گیا۔ اور اس سے زیادہ میں ورثہ کی رضامندی کے بغیر وصیت نافذ نہیں کی جاتی تو تہائی سے زائد کو کثیر شمار کیا گیا۔ امام محمد سے ہشام کی روایت یہی ہے۔ اور صدر شہید نے کہا ہے کہ یہی اصح ہے کیونکہ ظاہر الروایت ہے۔ اور اس کے مطابق پوری تہائی تک حد قلت میں داخل ہے۔ (طلوع النیرین شرح ہدایہ آخرین ج5 ص333)

مولانا محمد عبداللہ روپڑی صاحب غیر مقلد کا حوالہ:

اس مسئلہ میں آپ سے سوال ہوا آپ نے جواب میں اہل سنت کے مذہب کے مطابق فتوی دیا۔ یہاں پر سوال اور جواب لکھا جاتا ہے۔

سوال: حدیث میں ہے قربانی کے جانور کے کان اور سینگ صحیح سالم ہو لیکن بعض علماء کہتے ہیں کان آدھے سے کم کٹا ہو یا سینگ آدھے سے کم ٹوٹا ہو تو قربانی میں کوئی حرج نہیں کیا

یہ کہنا صحیح ہے۔(شیخ محمد یعقوب فیوکلاتھ مارکیٹ لائلپور)

الجواب: ہاں صحیح ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعضب القرن والاذن جانور قربانی کرنے سے منع فرمایا۔حضرت قتادہ فرماتے ہیں میں نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا اعضب سے مراد نصف یا اس سے زائد کان کٹا یا سینگ ٹوٹا ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس جانور کا آدھا یا آدھے سے زائد سینگ ٹوٹا یا کان کٹا ہو وہ قربانی کرنا منع ہے آدھے سے کم ہو تو پھر گنجائش ہے۔

(فتاوی علماء حدیث ج2 ص231)

امام خطابی کا حوالہ:

امام خطابی ابوداؤد کی شرح معالم السنن میں حضرت براء بن عازب کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قربانی کے جانوروں میں معمولی (یعنی 1/3) عیب کی معافی ہے کیا تم دیکھتے نہیں کہ آپؐ نے فرمایا اس کا یک چشم ہونا صاف طور پر معلوم ہو رہا ہو۔اس کی بیماری واضح ہو۔اس کا لنگڑا پن نمایاں ہو اور جو عیب معمولی ہوگا وہ واضح طور پر نمایاں نہ ہوگا اور اس کی معافی ہوگی۔(معالم السنن ج2 ص230)



دار النعیم
عمر ٹاور ● حق سٹریٹ اردو بازار ● لاہور
042-37360660 - 0301-4441805

ہماری مطبوعات

1 ... امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراضات کے جوابات	225
2 ..... فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات	225
3 ..... حقائق الفقہ بجواب حقیقۃ الفقہ	250
4 ... آفتاب محمدی بجواب شمع محمدی	150
5 ..... سرور العینین فی تکبیرات العیدین	30
6 ..... جرابوں پر مسح غیر مقلد علماء کی نظر میں	30
7 مسائل اربعہ غیر مقلد علماء کی نظر میں	30
8 ... ننگے سر نماز غیر مقلد علماء کی نظر میں	30
9 علمائے اہل سنت کی تصنیفی خدمات	150
10 ترجمان احناف	225
11 تعارف فقہ	250
12 ..... رکعات تراویح	90
13 ..... نظام الاسلام یعنی ۲۵ مسائل	120
14 ..... مجموعہ رسائل مولانا محمد امین اوکاڑوی ۳ جلدیں	600
15 مجموعہ رسائل مولانا رشید احمد گنگوہی	120
16 ... منزل	5
17 مجموعہ وظائف	100
18 ... خاص خاص سورتیں اور ان کے فضائل	12
19 ... امام مرغینانی	30
20 ... شجرہ طریقت مع کتب تصوف کا تعارف	30

ملنے کا پتہ

پیر جی کتب خانہ محلہ گوبند گڑھ گلی نمبر ۹ مکان نمبر 36/C کالج روڈ گوجرانوالہ

فون نمبر: 055-4445401

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ننگے سر نماز
غیر مقلد علماء کی نظر میں

مولانا محمد اسمٰعیل سلفی کا فتویٰ

مولانا سیّد محمد داؤد غزنوی کا فتویٰ

پیر سیّد محب اللہ شاہ راشدی کی تحقیق

مولانا محمد اسحٰق بھٹی کی ایک فکر انگیز تحریر

جمع و ترتیب :

پیر جی سیّد مشتاق علی شاہ

ناشر
مکتبہ فاروقیہ ۸ گوبند گڑھ گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ننگے سر نماز
غیر مقلد علماء کی نظر میں

مولانا محمد اسمٰعیل سلفی کا فتویٰ

مولانا سیّد محمد داؤد غزنوی کا فتویٰ

پیر سیّد محب اللہ شاہ راشدی کی تحقیق

مولانا محمد اسحٰق بھٹی کی ایک فکر انگیز تحریر

جمع و ترتیب :-

پیر جی سیّد مشتاق علی شاہ

ناشر

مکتبہ فاروقیہ ۸ گوبند گڑھ گوجرانوالہ

مولانا محمد اسمٰعیل سلفی غیر مقلد کا فتویٰ

سوال : بدن پر کپڑے ہوتے ہوئے سر پر سے ٹوپی یا پگڑی اتار کر رکھ دینی اور کوئی عذر بھی نہ ہو اور ہمیشہ اس طرح نماز پڑھنا، اگرچہ فرض نماز باجماعت مسجد میں ہو اس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے ؟ کیا اس طرح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یا صحابہؓ سے ثبوت ملتا ہے ؟ اگر ملتا ہے تو عبارت مع صفحہ تحریر فرمادیں ۔

۲۔ ننگے سر نماز پڑھنی افضل ہے یا سر ڈھانک کر، اگر سر ڈھانک کر نماز پڑھنی افضل ہے تو اسکی دلیل پیش فرمائیے گا ؟

(عبداللہ خطیب جامع مسجد اہل حدیث ڈیرہ غازیخاں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الجواب : وباللہ التوفیق : مندرجہ صدر سوال پر تین وجوہ سے غور کیا جاسکتا ہے ۔ ۱۔ مطلق جواز اور اباحت کے لحاظ سے ، ۲۔ افضلیت یعنی آنحضرتؐ اور صحابہؓ کے عام عمل کے لحاظ سے ، ۳۔ حرمت اور عدم جواز کے لحاظ سے ۔

نماز میں ستر مغلظ (شرمگاہ) کا ڈھانپنا بالاتفاق ضروری ہے ان میں سے اگر کوئی حصہ ننگا ہو تو نماز نہیں ہوگی اور ان اعضاء کا ننگا رکھنا شرعاً حرام ہے ۔ بہز بن حکیم سے مروی ہے : اِحْفَظْ عَوْرَتَكَ اِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ اَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ (رواہ الخمسۃ الا النسائی) بیوی اور مملوکہ کے سوا اعضاء ستر دیکھنے کا کسی کو موقع نہ دے ۔

شوکانی فرماتے ہیں: والحق وجوب ستر العورۃ فی جمیع الاوقات الا وقت قضاء الحاجۃ وافضاء الرجل الی اہلہ۔ اھ (نیل الاوطار ص۶۴ ج۲)

حد ستر میں اہلِ علم مختلف ہیں۔ جمہور ناف سے گھٹنے تک ڈھکنا ضروری سمجھتے ہیں۔ بعض صرف ران ڈھانپنا واجب سمجھتے ہیں۔ امام احمد اور امام مالک سے ایک روایت میں آیا ہے: العورۃ القبل والدبر۔ (نیل الاوطار ص۶۴ ج۲) غرض ستر کی جو حد بھی اہلِ علم کے نزدیک ہے اگر اسے ننگا رکھا جائے تو نماز نہیں ہو گی۔ اعضاءِ ستر کو ویسے بھی ننگا رکھنا درست نہیں۔ نماز میں تو قطعاً حرام اور ناجائز ہو گا۔ سر چونکہ بالاتفاق اعضاء ستر میں نہیں اس لیے اگر کسی وقت ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز بالاتفاق جائز ہو گی اس کے لیے نہ بحث کی ضرورت ہے نہ احادیث کی ٹٹول کی ضرورت، جس طرح کوئی پنڈلی، پیٹ، پشت وغیرہ اعضاء ننگے ہوں تو نماز جائز ہے سر ننگے بھی درست ہے لیکن اسے عادت نہیں بنانا چاہیے۔

امام اگر نماز کے بعد پاؤں آسمان کی طرف کرے یا مقتدی کوئی ایسی حرکت کریں حدیث میں اس سے رکاوٹ ثابت نہیں ہو گی لیکن عقلمند ایسا کرنے سے پرہیز کرے گا۔ ننگے سر کی عادت بھی قریباً اسی نوعیت کی ہے۔ جواز کے باوجود ایسی عادات عقل و فہم کے خلاف ہیں۔ عقلمند اور متدین آدمی کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

آنحضرت صحابہ کرام اور اہلِ علم کا طریق وہی ہے جو اب تک مساجد میں متوارث اور معمول بہا ہے۔ کوئی مرفوع حدیث صحیح میری نظر سے نہیں گزری جس سے اس عادت کا جواز ثابت ہو خصوصاً باجماعت فرائض میں بلکہ عادت مبارک یہی تھی کہ پورے لباس سے نماز ادا فرماتے تھے۔

امام بخاری فرماتے ہیں: باب وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب وقول اللہ تعالیٰ:

خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ ومن صلّی ملتحفا فی ثوب واحد و یذکر عن سلمة بن الاکوع ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بزلہ ولو بشوکة. فی اسنادہ نظر. الخ۔ (صحیح بخاری مع فتح مطبوعہ مصر ص۳۱۶ ج۱) امام بخاری کا مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ زینت کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ اعضاء ستر ڈھانپنے کے علاوہ اچھے کپڑوں میں ادا کی جائے۔ عام ذہن کے لوگوں کو اس قسم کی احادیث سے غلطی لگی ہے کہ ایک کپڑے میں نماز ادا کی جائے تو سر ننگا رہے گا۔ حالانکہ ایک کپڑے کو اگر پوری طرح لپیٹا جائے تو سر ڈھکا جا سکتا ہے۔

اس مضمون کی احادیث اُمِّ ہانی، ابوہریرہ، جابر بن عبداللہ، سلمہ بن اکوع، عمر بن ابی سلمہ طلق بن علی وغیرہ سے صحیح بخاری، سنن ابی داؤد وغیرہ دواوین سنّت میں موجود ہیں لیکن کسی میں سر ننگا رکھنے کا ذکر نہیں خصوصاً جس میں عادت اور کثرتِ عمل ثابت ہو، پھر احادیث میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صورت یا تو صرف اظہارِ جواز کے لیے ہے، یا کپڑوں کی کم یابی کی وجہ سے۔ ان حالات سے جواز یا اباحت تو ثابت ہو سکتی ہے سنّت یا استحباب ظاہر نہیں ہوتا۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت یوں ہے: اولکلکم ثوبان۔ (ابوداؤد ص۲۱۸) طلق کی روایت میں ہے او کلکم یجد ثوبین۔ (ابوداؤد مع عون ص۲۴۲ ج۱) کیا سب کو دو کپڑے میسّر آ سکتے ہیں؟

حضرت عمرؓ کے اثر میں مزید تفصیل ملتی ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں قام رجل الی النبی صلّی اللہ علیہ وسلم فسئالہ عن الصّلوٰة فی الثوب الواحد فقال اوکلکم یجد ثوبین. ثم سئل رجل عمر فقال اذا وسع اللہ فاوسعوا جمع رجل علیہ ثیابہ صلّی رجل فی ازارٍ ورداءٍ فی ازارٍ وقمیص فی ازارٍ وقباءٍ فی سراویل ورداءٍ فی سراویل وقمیص فی سراویل وقباء فی تبانٍ وقباءٍ فی تبان و قمیص قال واحسبہ فی تبان ورداءٍ۔ (صحیح بخاری ص۲۶۳) حضرت عمرؓ سے ایک آدمی نے ایک کپڑے میں نماز کے متعلق دریافت کیا حضرت عمرؓ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ وسعت

دے تو نماز میں بھی وسعت سے کام لینا چاہیے۔ اسکے بعد حضرت عمرؓ نے حسب استطاعت نماز میں لباس کی مختلف قسموں کا ذکر فرمایا۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد حکم ہو یا صرف خبر اس میں کپڑوں کی قلت اور عدم استطاعت صراحۃً سمجھ میں آتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر پورے کپڑے میسر ہو سکیں اور کوئی مانع نہ ہو تو تکلف سے مسکنت کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ ابن منیر فرماتے ہیں: الصحیح انہ کلام فی معنی الشرط کانہ قال ان جمع رجل علیہ ثیابہ فحسن۔ اھ۔ (فتح ۳۲۲/۱) اگر ایک سے زائد کپڑے نماز میں استعمال کرے تو بہتر ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وفی ھذا الحدیث دلیل علی وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب لما فیہ من ان الاقتصار علی الثوب الواحد کان لضیق الحال وفیہ ان الصلوٰۃ فی الثوبین افضل من الثوب الواحد وصرح القاضی عیاض بنفی الخلاف فی ذالک۔ اھ۔ (فتح الباری ۳۲۲/۱) اس حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ مستطیع کے لیے زیادہ کپڑوں میں نماز پڑھنا واجب ہے کیونکہ ایک کپڑے کی اجازت صرف ضیق کی وجہ سے تھی اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نماز میں دو کپڑے استعمال کرنا افضل ہے غرض کسی حدیث سے بھی بلا عذر ننگے سر نماز کو عادت اختیار کرنا ثابت نہیں محض بے عملی یا بد عملی یا کسل کی وجہ سے یہ رواج بڑھ رہا ہے بلکہ جہلاء تو اسے سنت سمجھنے لگے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

اسکی تائید دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ ابن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر فرماتے ہیں۔ اذا صلی احدکم فلیاتزر ولیرتد۔ اھ (سنن الکبری ۲۳۵/۲) نافع فرماتے ہیں عبداللہ بن عمرؓ مرفوعاً فرماتے ہیں: اذا صلی احدکم فلیلبس ثوبیہ فان اللہ عز وجل احق ان یزین لہ ... الخ (سنن الکبری) نافع فرماتے ہیں عبداللہ بن عمرؓ نے مرفوعاً فرمایا نماز دو کپڑوں میں پڑھو۔ اللہ کی بارگاہ میں زینت سے حاضر ہونا زیادہ مناسب ہے۔ نافع فرماتے ہیں میں ایک دن اونٹوں کی گھاس کے سلسلہ میں نماز سے پیچھے رہ گیا، عبداللہ بن عمرؓ آئے تو میں ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھ رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کیا تمہارے پاس دو کپڑے نہیں؟ میں نے عرض کیا دو ہی موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا: ارءیت لو بعثتک الی بعض اھل المدینۃ اکنت تذھب فی ثوب واحد؟ قلت لا۔ قال واللہ احق ان یتجمل لہ؟ الخ۔ (بیہقی سنن ۲۳۶/۱) اگر میں مدینہ میں کسی کے پاس

تمھیں بھیجا تو تم ایک کپڑے میں جاتے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا اللہ کی بارگاہ میں زینت سے حاضر ہونا زیادہ مناسب ہے۔ ان احادیث میں سر ڈھانپنے کی صراحت نہیں، لیکن دو کپڑوں سے سر ڈھانپنے کا زیادہ امکان ہو جاتا ہے۔ کپڑا موجود ہو تو سر ننگے نماز ادا کرنا یا ضد سے ہوگا یا قلتِ عقل سے۔ نیز یہ ثابت ہوتا ہے کہ اچھے کپڑوں کے ساتھ تجمل سے نماز پڑھنا مستحب اور مسنون ہے۔ آیت خُذُوا زِيْنَتَكُمْ کے مضمون سے بھی اسی سے وضاحت ہو جاتی ہے۔

ابو داؤد میں ایک اثر ہے جس سے شاید کوئی کم سواد آدمی استدلال کرے حدثنا عبد اللہ بن محمد الزہری ثنا سفیان بن عیینۃ قال رأیت شریکاً صلّی بنا فی جنازۃ العصر فوضع قلنسوتہ بین یدیہ یعنی فی فریضۃ۔ (ابو داؤد ص۲۵۹ ج۱ عون)
یعنی شریک نے فرضوں کی نماز بوقت عصر ٹوپی اتار کر پڑھی اور ٹوپی اپنے سامنے رکھی۔ اھ۔ اوّل تو یہ نہ مرفوع حدیث ہے نہ کسی صحابی کا اثر۔ دوم معلوم نہیں یہ شریک کون بزرگ ہیں۔ شریک بن عبد اللہ نخعی تبع تابعی ہیں یا شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر تابعی۔ ان دونوں میں کم و بیش ضعف ہے لیکن یہ ان کا عمل ہے جو کسی طرح بھی قابلِ حجت نہیں۔ سوم امام ابو داؤد نے اسے باب لخط اذا لم یجد عصاً میں ذکر فرمایا ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہاں ضرورتاً سر ننگا رکھا گیا ہے کیونکہ جب انھیں سترہ کے لیے کوئی چیز نہ ملی تو انھوں نے سُترہ کا کام ٹوپی سے لے لیا۔ ضرورت اور عذر سے سر ننگا رکھا جائے تو اس میں بحث نہیں۔ بحث اس میں ہے کہ فیشن اور عادت کے طور پر نماز میں سر ننگا رکھنا کہاں تک درست ہے؟ حافظ عینی نے شرح بخاری میں مختلف مذاہب کے ذکر میں تفصیل سے کام لیا ہے۔ ان کی بحث کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ ایک کپڑے میں درست ہے لیکن جب وسعت ہو کپڑے میسر آسکیں تو پھر ایک پر اقتصار مستحسن نہیں۔ حافظ ابن قدامہ مقدسی فرماتے ہیں: الفصل الثانی فی فضیلۃ وھو ان یصلی فی ثوبین او اکثر فانہ ابلغ فی الستر مروی عن عمرؓ انہ قال اذا وسع اللہ فاوسعوا۔ اھ (ص۶۲۱) مغنی ابن قدامہ مع الشرح یعنی فضیلت اس میں ہے کہ دو یا دو سے زیادہ کپڑوں میں نماز ادا کرے کیونکہ اس میں ستر اور پردہ زیادہ ہے۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے جب اللہ تعالیٰ مال

میں وسعت فرمائیں، تو تم بھی کو وسعت سے کام لینا چاہیے اس کے بعد تمیمی کا قول ذکر فرمایا ہے۔ الثوب الواحد یجزی والثوبان احسن والاربع اکمل قمیص و سراویل وعمامۃ وازار۔ اھ (ابن قدامہ ص۶۲۱) ایک کپڑا جواز نماز کے لیے کافی ہے دو کپڑے بہتر ہیں چار ہوں تو نماز اور کامل ہو گی قمیص، پاجامہ، پگڑی اور ازار۔

ان تمام گزارشات سے مقصد یہ ہے کہ سر ننگا رکھنے کی عادت اور بلا وجہ ایسا کرنا اچھا فعل نہیں یہ عمل فیشن کے طور پر روز بروز بڑھ رہا ہے۔ یہ اور بھی نامناسب ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پگڑی کے متعلق تحنیک کا رواج تھا، یعنی پگڑی کا ایک لپیٹ گردن کے نیچے سے باندھتے تھے آج کی عربی پگڑیاں اور ہماری پگڑیاں اس وقت کی پگڑیوں سے وضع میں مختلف ہیں ایسی پگڑی کا اتارنا اور بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔ وللتفصیل وقت اخر۔

ویسے یہ مسئلہ کتابوں سے زیادہ عقل و فراست سے متعلق ہے اگر اس جنس لطیف سے طبیعت محروم نہ ہو تو ننگے سر نماز ویسے ہی مکروہ معلوم ہوتی ہے۔ ضرورت اور اضطرار کا باب اس سے الگ ہے۔

والسلام

(فتاوی علمائے حدیث ص۲۸۶ ج۴ تا ص۲۸۹ ج۴)

مولانا محمد داؤد غزنوی کا فتویٰ

یہی استفتاء مولانا سید داؤد غزنوی سے بھی کیا گیا تھا مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کے جواب موصول ہونے کے بعد انھوں نے مختصر جواب جو لکھا ہے وہ بھی ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث بحوالہ الاعتصام)

اقول وباللہ التوفیق: ننگے سر نماز پڑھنے کے متعلق میں نے طالب علمی کے زمانہ میں اپنے والد بزرگوار (حضرۃ الامام مولانا عبدالجبار الغزنوی نور اللہ مرقدہ) سے کہا تھا، انھوں نے اس کا مختصر مگر بڑا جامع جواب ارشاد فرمایا وہ عرض کیے دیتا ہوں۔ فرمایا کہ سر اعضاء ستر میں سے تو نہیں لیکن نماز میں سر ننگا رکھنے کے مسئلہ کو اس لحاظ سے نہیں بلکہ آداب نماز کے لحاظ سے دیکھنا چاہیے۔ اس کے بعد فرمایا کہ مرد کے کندھے بھی اعضاء ستر میں سے نہیں لیکن صحیح بخاری میں ہے: لا یصلی احدکم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقہ شئ یعنی ایک کپڑے میں کوئی نماز نہ پڑھے جب تک اس کے کندھے پر کوئی کپڑا نہ ہو۔ اس کے بعد فرمایا کہ مؤطا اور فتح الباری دیکھو۔ مؤطا میں امام مالک فرماتے ہیں: قال مالك احب الی ان یجعل الذی یصلی فی القمیص الواحد علی عاتقیہ ثوبا او عمامۃ قال الزرقانی لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یصلی احدکم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقہ شئ کہ میرے نزدیک پسندیدہ چیز یہ ہے کہ جو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھے وہ اپنے دونوں کندھوں پر کپڑا ڈال لے یا اپنے سر پہ عمامہ باندھے اس کی شرح میں زرقانی فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کا یہ فتویٰ اس حدیث کی بنا پر ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے جب تک اس کے کندھے پر کپڑا نہ ہو گا۔

مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پڑھنے پڑھانے والے امام مالکؒ کی اس اصطلاح سے واقف ہیں جب کسی مسئلہ کے متعلق وہ فرماتے ہیں "احب الیّ" (میرے نزدیک پسندیدہ بات یہ ہے) اس سے مراد وجوب ہوتا ہے جس کی تصریح حافظ ابنِ عبد البر اور دیگر شارحین مؤطا نے کی ہے۔ حافظ ابنِ حجرؒ اس حدیث: لیس علی عاتقہ شیٔ کے ذیل میں فرماتے ہیں: لیحصل الستر لجزءٍ من اعالی البدن وان کان لیس بعورۃ۔ یعنی کندھوں کو کپڑے سے ڈھانکنے کا حکم اس لیے آپؐ نے دیا تاکہ بدن کا اعلیٰ حصّہ بھی نماز میں ڈھکا رہے اگرچہ وہ عورت یعنی اعضاء ستر میں سے نہیں ہے۔ زرقانی نے امام مالک کا ایک اور قول بھی نقل کیا ہے جو سائل کے سوال کے جواب کے لیے کافی واضح ہے۔ فرماتے ہیں: قال مالك فی المبسوط لیس من امر الناس ان یلبس الرجل الثوب الواحد فی الجماعت فکیف بالمسجد وقال تعالیٰ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔ (ص ۲۸۸/۱) "یعنی امام مالکؒ نے مبسوط میں فرمایا ہے کہ لوگوں کو اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ ایک کپڑے میں نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں، چہ جائیکہ ان کو مسجد میں اجازت دی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تم ہر نماز کے وقت لباس پہنا کرو۔"

شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ اختیارات میں فرماتے ہیں: واللہ تعالیٰ امر بقدر زائد علی ستر العورۃ فی الصّلوٰۃ وھو اخذ الزینتہ فقال خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔ (ص ۴۲) "یعنی اللہ تعالیٰ نے نماز کے لیے ستر عورۃ (اعضاء ستر کے ڈھانکنے) کے علاوہ ایک زائد حکم بھی دیا ہے اور وہ ہے اچھا لباس پہننا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔"

اس کی مزید تاکید حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جسے صاحبِ مغنی نے حافظ عبد البر سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے نافع کو دیکھا کہ

کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ فرمایا تم دو کپڑے نہیں پہن سکتے ہو؟ نافع نے عرض کیا جی ہاں پہن سکتا ہوں۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تمہیں محلے میں کسی کے پاس بھیجا جائے تو تم ایک کپڑے میں جاؤ گے؟ نافع نے عرض کیا۔ ایسا تو نہیں کروں گا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: فاللہ احق ان یزین لہ او الناس؟ قلت بل اللہ۔ (ص ۱۲۱ / ۱ج) پس اللہ عزوجل اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ اس کی حاضری کے لیے زینت کا لباس پہنا جائے یا لوگ اس کے مستحق ہیں؟ نافع نے عرض کیا نہیں حضور! اللہ ہی اس کے مستحق ہیں۔

ابتداء عہد اسلام کو چھوڑ کر جب کہ کپڑوں کی قلت تھی، اس کے بعد اس عاجز کی نظر سے کوئی ایسی روایات نہیں گزری جس میں بہ صراحت یہ مذکور ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہ کرام نے مسجد میں اور وہ بھی نماز باجماعت میں ننگے سر نماز پڑھی ہو۔ چہ جائیکہ معمول بنا لیا ہو۔ اس لیے اس بد رسم کو جو پھیل رہی ہے بند کرنا چاہیے اگر فیشن کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہوگی۔ اگر تعبد یا خشوع و خضوع اور عاجزی کے خیال سے پڑھی جائے تو یہ نصاریٰ کے ساتھ تشبیہ ہوگا اسلام میں ننگے سر رہنا سوائے احرام کے، تعبد یا خشوع و خضوع کی علامت نہیں اور اگر کسل اور سستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقوں کی ایک خلقت سے تشابہ ہوگا۔ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى (نماز کو آتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر) غرض ہر لحاظ سے یہ ناپسندیدہ عمل ہے۔ فقط العبد المذنب الراجی لرحمۃ ربہ الودود سید محمد داؤد الغزنوی۔ ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۹ھ

(الاعتصام جلد ۱۱ ش ۱۸)

(فتاویٰ علماء حدیث جلد ۴ ص ۲۸۶ تا ص ۲۹۱)

نماز میں سر ڈھانپنے کا مسئلہ

"الاعتصام" مجریہ ۲۲ دسمبر ۱۹۸۹ء میں ننگے سر نماز ہو جانے کے متعلق ہمارے محترم دوست مولانا حافظ نعیم الحق نعیم حفظہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ شائع ہوا ہے۔

جہاں تک ننگے سر نماز ہو جانے کی حد تک بات ہے تو اس میں دو رائیں ہو ہی نہیں سکتیں۔

یہ کہنا کہ سر ڈھانپنے پر پسندیدہ ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اس سے راقم الحروف کو اختلاف ہے۔

احادیث کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر وبیشتر اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سر پر یا تو عمامہ باندھتے رہتے یا سر پر ٹوپیاں ہوتی تھیں اور راقم الحروف کے علم کی حد تک سوائے حج وعمرہ کوئی ایسی صحیح حدیث دیکھنے میں نہیں آئی جس میں یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ننگے سر گھومتے پھرتے تھے یا کبھی سر مبارک پر عمامہ وغیرہ تھا لیکن مسجد میں آکر عمامہ وغیرہ اُتار کر رکھ لیا اور ننگے سر نماز پڑھنی شروع کی کسی محترم دوست کی نظر میں ایسی کوئی حدیث ہو تو ہمیں ضرور مستفید کیا جائے۔

ذیل میں چند احادیث لکھتا ہوں ملاحظہ فرمائیں :

ا ـــــ حضرت عمرو بن امیۃ الضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے :

رأیت النّبی صلّی اللہ علیہ وسلم یمسح علیٰ عمامتہ وخفیتہ۔

صحیح البخاری میں فتح الباری تحقیق شیخ ابن باز طبع لاہور پاکستان صفحہ ۳۰۸ ج ۱

"میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے عمامہ اور موزوں پر مسح کرتے تھے"۔

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرور اسی عمامہ سے ہی نماز پڑھی ہوگی کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ عمامہ پر مسح کیا تو ہو لیکن جس پر مسح کیا اس کو اتار کر نماز پڑھی ہو۔ یہ حدیث حضر و سفر دونوں کو شامل ہے۔

۲۔۔۔۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر سے پیشتر قضاء حاجت کے لیے نکلے قضاء حاجت کی پھر لوٹے۔ پھر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے پانی ڈالا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء کیا پھر اس میں یہ الفاظ ہیں :

ثم مسح بناصيته وعلى العمامة .... الخ۔

المشكوٰة بتعليق العلامة الالبانی۔ بحوالہ صحیح مسلم صفحہ ۱۶ ج ۱

"پھر اپنی پیشانی مبارک اور عمامہ پر مسح کیا"۔

۳۔۔۔۔ حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

كأني انظر الى رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليه عمامة سوداء قد ارخى طرفها بين كتفيه۔ (فتح الباری بحوالہ صحیح مسلم صفحہ ۳ ج ۱۰)

"گویا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں۔ ان کے سر پر کالی پگڑی تھی جس کا ایک ٹکڑا پیچھے دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑ دیا تھا"۔

۴۔۔۔۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم :

دخل يوم فتح مكة وعليه عمامة سوداء بغير احرام۔

"فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اس حال میں کہ ان پر کالی پگڑی تھی بغیر احرام کے"۔

بعض علماء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری کی اس حدیث سے معارض ہے جو حضرت انس بن مالک رضی تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور جس میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے سر مبارک پر مغفر (خود) تھا۔

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس میں یہ احتمال ہے کہ پہلے پہلے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو سر پر خود تھا پھر اس کو اتار لیا (جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے) اس کے بعد عمامہ پہن لیا۔ اس طرح ہر کسی نے جو دیکھا وہ بیان کر دیا اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو صحیح مسلم میں حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

انہ خطب الناس وعلیہ عمامۃ سوداء۔

"آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اس حال میں کہ آپ کے سر مبارک پر کالا عمامہ تھا"

اور یہ خطبہ کعبہ کے دروازہ کے نزدیک ہوا تھا اور یہ دخول کے تمام ہونے کے بعد ہوا۔ بعض نے ان دونوں روایتوں کو اس طرح بھی جمع کیا ہے کہ یہ کالا عمامہ کے اوپر یا خود کے نیچے بندھا ہوا تھا تاکہ خود کے لوہے سے سر مبارک کو محفوظ رکھیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۱-۶۲)

۵ — حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

کان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا اعتمّ سدل عمامتہ بین کتفیہ۔ المشکوٰۃ بحوالہ ترمذی۔

اور ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۷۵)

ترجمہ: "آنحضرت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب بھی عمامہ باندھتے تو پیچھے دونوں کندھوں کے درمیان اس کا ٹکڑا چھوڑ دیتے"

۶۔۔۔۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

عمّنی رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فسدلہا بین یدی ومن خلفی۔ (المشکوٰۃ بحوالہ ابی داؤد ج ۲ ص۲۷۵)

ترجمہ: "آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پگڑی باندھی اور میرے سامنے اور میرے پیچھے اس کا تھوڑا سا ٹکڑا چھوڑ دیا۔"

۷۔۔۔۔حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :

سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول الشہداء اربعۃ رجل مؤمن جید الایمان اتی العدو فصدق اللّٰہ حتی قتل فذٰلک الذی یرفع الناس اعینہم الیہ یوم القیمۃ ھٰکذا ورفع رأسہ حتی وقعت قلنسوۃ فلا ادری قلنسوۃ عمر اراد ام قلنسوۃ النبی صلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم۔ الحدیث۔

یہ روایت جامع ترمذی میں ہے اور امام ترمذیؒ نے اس کی تحسین کی ہے۔

ترجمہ: "میں نے رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ شہداء چار ہیں ایک ان میں سے وہ آدمی ہے جو عمدہ ایمان والا مومن ہے وہ دشمن کی طرف آیا تو اس نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ (کے اجر وثواب) کی تصدیق کی (لڑتا رہا) حتیٰ کہ وہ قتل ہوگیا تو یہ وہ شخص ہے جس کی طرف سے لوگ اپنی آنکھیں اٹھائیں گے قیامت کے دن اس طرح اور اپنا سر اٹھایا، حتیٰ کہ ٹوپی گر گئی۔ (راوی کہتا ہے) مجھے معلوم نہیں اس ٹوپی سے مراد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی کا ارادہ کیا یا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ٹوپی کا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس وقت ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔

۸ ــــــ ابوالشیخ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ:

انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یلبس فی السفر ذوات الاذان وفی الحضر المضمر یعنی الشامیۃ۔

لوامع العقول میں لکھا ہے:

قال العراقی وھو اجود الاسناد فی القلانس۔

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سفر میں کانوں والی ٹوپیاں پہنتے تھے اور حضر میں مضمر یعنی شامی ٹوپیاں پہنتے تھے۔

علامہ عراقی فرماتے ہیں:

ٹوپیوں کے بارے میں یہ حدیث بہت عمدہ اسناد والی ہے۔

۹ ــــــ مصنف ابن ابی شیبۃ میں اور مصنف عبدالرزاق میں اسکے مانند امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ:

ان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانوا یسجدون وایدیھم فی ثیابھم ویسجد الرجل منھم علی قلنسوتہ وعمامتہ۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری)

ترجمہ: "آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں سجدہ کرتے اس حال میں کہ ان کے ہاتھ کپڑوں میں ہوتے اور ان میں سے کوئی آدمی اپنی ٹوپی اور پگڑی پر سجدہ کرتا تھا۔"

اس اثر سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز میں ٹوپیاں یا پگڑیاں پہنے ہوتے تھے۔

۱۰۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح کے کتاب اللباس میں باب البرانس کے تحت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث لائے ہیں :

ان رجلا قال یارسول اللہ مایلبس المحرم من الثیاب؟ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، لاتلبسو القمص ولا العمائم ولا السراویلات ولا البرانس ولا الخفاف الحدیث ۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۷۱-۲۷۲)

ترجمہ :" ایک آدمی نے پوچھا اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، احرام والا کون سے کپڑے پہن سکتا ہے ؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا نہ قمیصیں پہنے اور نہ پگڑیاں اور نہ شلواریں اور نہ برانس اور نہ ہی موزے ۔"

برانس ، برنس کی جمع ہے یہ ایک قسم کی ٹوپی ہے پھر آگے ص۳۱۳ ج ۱۰ پر باب العمائم منعقد فرماکر اس کے تحت بھی یہی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی لائے ہیں ۔

اس صحیح حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں لوگ ٹوپیاں اور عمامے اکثر وبیشتر پہنے رہتے تھے ۔ ورنہ اگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ اکثر وبیشتر چلتے پھرتے یا نماز ادا کرتے ہوئے ننگے سر رہنا ہی ان کا عمل ہوتا تو خاص طور پر ان چیزوں کی ممانعت (احرام کی حالت میں) بیان نہ کی جاتی ۔ جیسا کہ عورتیں اجانب (غیروں) کے سامنے نقاب اوڑھے ہی رہتی ہیں اس لیے احرام کی حالت میں ان کو امر ہوا کہ وہ منہ پر نقاب نہ ڈالیں اِلّا یہ کہ کوئی اجنبی سامنے آگیا تو چادر کا پلّو منہ پر ڈال لیا اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ محدثین نے جو کتاب اللباس وغیرہ ذکر کرکے اسکے تحت

یہ احادیث لائے ہیں تو اس سے مقصد ان باتوں میں اقتداء و اتباع تھا، ورنہ ان باتوں کے ذکر سے کیا فائدہ، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ - الآیۃ (پ۲۱، احزاب ع۳)

"تمہارے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ میں بہترین نمونہ ہے۔"

اور یہ ارشاد عبادات وغیرہا سب کو شامل ہے۔

ہو سکتا ہے ہمارے محترم مولانا نعیم الحق نعیم صاحب طعام و شراب اور لباس کے متعلق یہ رائے رکھتے ہوں کہ ان میں سے جن اشیاء یا امور کے متعلق کوئی امر یا رغبت دلانے والا صیغہ وارد نہیں ہوا وہ مندوب و مستحب نہیں۔

لیکن راقم الحروف ان سے اتفاق نہیں کر سکتا اس لیے کہ اگر یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسندیدہ معمول نہ ہوتا تو جس طرح سر پر عمامہ یا ٹوپی کا ثبوت مل رہا ہے اس طرح ننگے سر چلتے پھرتے رہتے یا ننگے سر نماز پڑھنے کے متعلق بھی روایات ضرور مل جاتیں لیکن اس قسم کی ایک روایت بھی میرے علم میں نہیں آئی۔ جب یہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پسندیدہ معمول ہوا تو یہ عمل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پسند ہوگا لہٰذا استحباب یا مذہبیت کا انکار مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تو یہ حال تھا کہ لباس و طعام میں سے جو چیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پسند ہوتی وہی پسند کرتے تھے۔ صحیح البخاری کتاب اللباس میں "باب النعال السبتیۃ وغیرھا" کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ عبید بن جبیر رضی سے روایت لائے ہیں کہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: چار باتیں ایسی ہیں کہ میں تم ہی کو وہ کرتے دیکھتا ہوں۔ تمہارے دوسرے اصحاب ان پر عمل نہیں کرتے۔ ان میں سے ایک چیز یہ ذکر کی کہ تم سبتیہ نعال

(بغیر بالوں کی جوتیاں) ہی پہنتے ہو۔ تو انھوں نے یہ جواب دیا:

"اما النعال السبتیۃ فانی رأیت رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یلبس النعال التی لیس فیہا شعر ویتوضاء فیہا فانا احب ان البسہا" (فتح الباری ج۱۰ ص۳۰)

"نعال، جوتی سبتیۃ کے بارے میں تونے پوچھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ وہ جوتیاں وہی پہنتے تھے جن میں بال نہ ہوتے اور ان ہی میں وضو بھی کرتے۔ لہٰذا میں بھی پسند کرتا ہوں کہ ایسی جوتیاں پہنا کروں"

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سنّت کے اتباع میں جو مقام ہے وہ کسی اہلِ علم سے مخفی نہیں۔

اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح کے کتاب الاطعمۃ میں "باب الدباء" کے تحت حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث لائے۔

ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم اتی مولی لہ خیاطا فاتی بدباء فجعل یاکلہ فلم ازل احبہ منذ رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (فتح الباری ج۹ ص۵۵۹)

"بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے ایک غلام جو کپڑا سینے والا تھا، کے پاس آئے پھر وہ آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے لیے کدّو لے آیا، پھر آپؐ اس کو کھانے لگے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کدو کھاتے دیکھا، تب سے میں اسے پسند کر رہا ہوں"

کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا آنحضرت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مرغوب اشیاء کو پسند کرنا باعثِ اجر و ثواب نہ تھا؟

اگر تھا تو یہی ندب واستحباب کی علامت ہے اس لیے سر ڈھانپ کر چلتے پھرتے یا نماز وغیرہ پڑھنے کو پسندیدہ قرار نہ دینا صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہم نے بڑے بڑے علماء و فضلاء کو دیکھا کہ وہ اکثر و بیشتر سر ڈھانپ کر چلتے پھرتے اور نماز پڑھتے۔ یہ آج کل جو نئی نسل خصوصًا اہل حدیث جماعت کے افراد نے یہ معمول بنا رکھا ہے۔ اسے چلتے ہوئے فیشن کا اتباع تو کہا جا سکتا ہے مسنون نہیں۔ یا کسی چیز کے جائز ہونے کا یہ مطلب ہے کہ مندوبات و مستحبات کو بالکل ترک کر دیا جائے؟

جواز کے اظہار کے لیے کبھی کبھی اتفاقًا بھی ننگے سر رہنے پر عمل کیا جا سکتا ہے لیکن آج کل کے معمول سے تو یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ کتبِ احادیث میں جو جو مندوبات و مستحبات، سنن و نوافل کے ابواب موجود ہیں یہ سراسر فضول ہیں اور ہمیں صرف جواز اور رخص پر ہی عمل کرنا ہے یہ کوئی اچھی بات نہیں۔ ہمارے محترم مولانا نعیم الحق نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ ہمارے بعض پُرجوش اہلِ حدیث کی طرف سے بعض متشدّد حنفیوں کی باتوں کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنے کے جواز کا اس طرح جواب دیا جاتا رہا ہے لیکن یہ بات افہام و تفہیم سے ہی ہو سکتی ہے۔ انھیں معقول دلائل پیش کیے جائیں پھر بھی وہ اسی پر جمے رہیں اور حق کی طرف نہیں آتے تو ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ان کے لیے ہم مستحبات کا خاتمہ ہی کر دیں اور ننگے سر نماز پڑھنے کو دائمی معمول بنا لیں۔ پھر اگر یہی مقصود تھا تو گھر سے ہی ننگے سر آتے اور نماز پڑھ لیتے۔ لیکن یہ عجیب طرفہ تماشا ہے کہ گھر سے تو سر پر ٹوپی وغیرہ رکھ کر آتے ہیں لیکن مسجد میں داخل ہو کر سر سے ٹوپی وغیرہ اُتار کر ایک طرف رکھا

دیتے ہیں اور نماز شروع کر دیتے ہیں۔ اس سے مولانا نعیم الحق کی تحریر کے مطابق ننگے سر نماز پڑھنے کا جواز تو ضرور معلوم ہو جاتا ہے لیکن اس سے جو بڑی غلط فہمی عوام میں پھیل جاتی ہے اور واقعتاً پھیل رہی ہے اس کی جانب بھی توجہ کو مبذول فرمایا جاتا۔ یعنی اب عوام میں یہ غلط فہمی پھیلتی جاتی ہے کہ گھر سے تو ٹوپی وغیرہ سر پہ رکھ کر آنا چاہیے لیکن مسجد میں آکر اس کو اتار دینا چاہیے اور ننگے سر ہی نماز پڑھنی چاہیے کیونکہ یہی سنت الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس لیے کہ اہل حدیث جماعت کے بہت سے افراد کا اس پر عمل ہے۔ اب آپ ہی سوچیں کہ یہ کتنی بڑی غلطی ہے؟ اور یہ محض ہم اہل حدیثوں کے طرز عمل سے ہی پیدا ہو رہی ہے حالانکہ صحیح تو کجا مجھے تو ایسی ضعیف حدیث بھی نہیں ملی جس میں یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم گھر سے تو اس حال میں نکلے کہ سر پر عمامہ وغیرہ تھا لیکن مسجد میں آتے ہی اس کو اُتار لیا اور ننگے سر نماز پڑھی پھر اس طرح اس کو دائمی و مستمر معمولات میں سے بنانے کی وجہ سے لوگوں کو کیا یہ خیال نہ گزرتا ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی سنّت ہے تو اس غلط فہمی کے دُور کرنے کے لیے بھی کیا یہ اہم و پسندیدہ بات نہیں کہ اکثر و بیشتر سر کو ڈھانپ دیا جائے خواہ نماز میں خواہ اس سے باہر تاکہ یہ غلطی رفع ہو جائے۔

بعض حضرات اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں جس میں یہ وارد ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی وراس میں ٹوپی وغیرہ بھی داخل ہے بغیر سر ڈھانپے نماز پڑھی۔

اوّلاً تو یہ اس وقت کی بات ہے جب کپڑوں کی تنگی تھی اور اتنی فراوانی نہ ہوئی تھی جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک کپڑے میں نماز پڑھنے پر اعتراض کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک

ہیں ہم میں سے ہر ایک کے پاس دو تین کپڑے تو نہ تھے ۔ اس طرح صحیح حدیث مرفوع میں بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا تو فرمایا کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں ؟ اس سے جو بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے وہ اہلِ علم سے مخفی نہیں ۔

ثانیاً: میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے جواز کے ثبوت سے اس کا نزلہ یہ حضرات صرف اس بیچاری ٹوپی وغیرہ پر ہی کیوں گراتے پر مُصر ہیں ۔ اگر ننگے سر نماز پڑھنے کے مسنون ہونے کا مدار آپ حضرات ایک کپڑے میں نماز پڑھنے والی حدیث پر ہی رکھتے ہیں تو بسم اللہ آپ گھر سے ہی ایک کپڑے کے سوائے سب کپڑے اُتار کر پھر مسجد میں آیا کریں اور اس طرح نماز بھی پڑھیں ۔ یہ اچھی ستم ظریفی ہے کہ گھر سے تو قمیص شلوار، کوٹ وغیرہا پہن کر آتے ہیں اور مسجد میں دخول کے بعد صرف پگڑی یا ٹوپی اُتار کر نماز پڑھنی شروع کر دی ۔ یا للعجب ۔

کیا آپ حضرات کے نزدیک اس کا معنیٰ و مطلب یہ ہے کہ اور تو سب کپڑے پہنے ہونے چاہئیں ۔ صرف ٹوپی وغیرہ کو اتار دیا جائے ۔ لیکن یہ مطلب سراسر غلط ہے شاید کچھ لوگ کہنے لگیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حکم ہے کہ مسجد میں زینت پکڑو ۔ یعنی لباس پہنو اور جب آج کپڑوں کی فراوانی ہے تو ہم یہ سارا لباس زیب تن کرتے ہیں لیکن ان لوگوں کی خدمت میں باادب عرض ہے کہ اگر دوسرے کپڑے زینت میں داخل ہیں تو ٹوپی وغیرہ کو آپ کس دلیل سے اس زمرہ میں سے نکال باہر کر رہے ہیں ۔ اُوپر صفحات میں ہم ثابت کر آئے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا اکثر و بیشتر معمول سر کو ڈھانپنا تھا لہٰذا ٹوپی وغیرہ سے سر ڈھانپنے کے زینت ہونے پر یہیں اور کیا مضبوط ثبوت پیش

کرسکتا ہوں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پسندیدہ معمول اعلیٰ درجہ کی زینت بھی ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں پسندیدہ بھی۔

بہرحال ان وجوہات کی بنا پر مجھے تو سر ڈھانپنا ہر حال میں بہتر واولیٰ اور مستحب ومندوب نظر آتا ہے۔ اگر کسی اہلِ علم نے اس پر تعاقب فرما کر میری اس کاوش کو غیر صحیح ثابت کر دیا اور بات سمجھ میں آگئی تو ان شاء اللہ تعالیٰ رجوع بھی کروں گا۔

الحق یعلو لا یعلی علیہ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل فالحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصّالحات وصلی اللہ علی سیّدنا محمّد رحمۃ للعالمین ونبی الرحمۃ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلّم تسلیمًا کثیرًا۔

مولانا محمد اسحٰق بھٹی کا خط

اکتوبر ۱۹۹۳ء کے "الرشید" میں آپ نے ہفت روزہ "الاعتصام" کے حوالے سے ممتاز و مشہور اہل حدیث عالم مولانا سید محب اللہ راشدی کا ایک خصوصی مضمون شائع کیا ہے جس کا عنوان ہے "نماز میں سر ڈھانپنے کا مسئلہ" اس میں فاضل مضمون نگار نے "الاعتصام" میں شائع شدہ ایک مضمون پر تعاقب فرمایا ہے۔ سید محب اللہ صاحب نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ نماز میں سر ڈھانپنا چاہیے۔ کسی حدیث میں اس قسم کے الفاظ نہیں ہیں کہ نماز پڑھنے سے پہلے عمامہ یا ٹوپی سر سے اتار دو اور سر ننگا کر کے نماز پڑھو۔۔۔۔ بلا شبہ یہ بہت اچھا مضمون ہے میں نے دو دفعہ پڑھا۔ حالانکہ اس سے قبل "الاعتصام" میں بھی پڑھ چکا تھا۔ اس ضمن میں چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میری گزارشات کا تعلق نفسِ مسئلے سے نہیں ہے۔ اس کی وضاحت تو محب اللہ صاحب نے کر دی ہے میں صرف یہ عرض کروں گا کہ اس سلسلے میں مشاہیر علمائے اہلِ حدیث کا نقطہ نظر کیا ہے۔۔۔۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو "الرشید" میں شائع فرما دیں۔

مولانا سید محمد داؤد غزنوی ننگے سر نماز پڑھنے کے سخت مخالف تھے بعض

لوگ گرمیوں میں محض بنیان پہن کر نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کی بھی وہ شدید مخالفت کرتے تھے۔ عام طور پر اہلِ حدیث حضرات نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا نہیں مانگتے اس سے بھی مولانا اختلاف کرتے تھے وہ ہر نماز کے بعد قبلہ رُخ بیٹھے ہوئے لمبا وظیفہ پڑھتے تھے اور پھر ہاتھ اُٹھا کر خشوع وخضوع سے دُعا مانگتے تھے۔

دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے وہ مہتمم تھے اور وہیں باجماعت نماز ادا فرماتے تھے۔ جماعت وہ خود نہیں کراتے تھے، دارالعلوم کے کسی مدرس کو امام مقرر کر لیتے تھے طلباء کو باقاعدہ ہدایت تھی کہ باجماعت نماز پڑھیں، نماز میں سر ننگا نہ رکھیں اور نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگیں۔

ایک دن مولانا نے چینیاں والی مسجد میں عصر کی نماز پڑھی، نماز کے بعد دُعا مانگ کر بیٹھے تھے کہ ان کے ایک عقیدت مند اہلِ حدیث جو اسی محلے میں رہتے تھے، نماز پڑھنے کے لیے آئے ان کا نام ملک محمد رفیق تھا انھوں نے ننگے سر نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو مولانا نے ان سے فرمایا:

"ملک صاحب! اگر آپ اجازت دیں تو ایک بات عرض کروں۔"

لفظ "عرض" اور "اجازت" سُن کر وہ پریشان ہوئے اور بولے:

"حضرت فرمایئے! کیا ارشاد ہے۔"

فرمایا: "ننگے سر نماز نہ پڑھا کریں۔"

اس سلسلے کا ایک لطیفہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب (گوجرانوالہ) کا ہے۔ اللہ تعالٰی نے ان کو بڑے علم وفضل سے نوازا تھا۔ تحریر وتقریر کا انھیں خاص ملکہ حاصل تھا۔ یہ فقیر ۱۹۴۱ء اور ۱۹۴۲ء میں دو سال مولانا ممدوح کے حلقہ درس میں شامل رہا۔ پھر "الاعتصام" کے اجراء کے بعد فروری ۱۹۵۰ء سے ۱۹۵۲ء

کے آخر تک ان کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا۔ وہ کثیرالعلم اور وسیع المطالعہ بزرگ تھے۔ میں انشاء اللہ ان کے متعلق ایک مستقل مضمون لکھوں گا۔ بہت لوگوں کے بارے میں لکھا اور بہت لوگوں کے بارے میں لکھنے کو جی چاہتا ہے استاذِ مکرم مولانا اسماعیل صاحب مرحوم و مغفور بھی اسی فہرست میں شامل ہیں جنکے متعلق اپنے انداز سے کچھ گزارشات پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

یہاں ننگے سر نماز پڑھنے کے متعلق مولانا ممدوح کا ایک لطیفہ بیان کرنا چاہتا ہوں، جو واقعہ بھی ہے ایک دن ایک اہلِ حدیث مولوی صاحب انکی مسجد میں تشریف لائے جو بڑے جھگڑالو تھے اور بات بات پر بحث و جدل پر اُتر آتے تھے انھوں نے گلے پر پگڑی باندھی ہوئی تھی۔ پگڑی سر سے اتاری اور نماز پڑھنا شروع کردی وہ نماز پڑھ چکے تو مولانا نے فرمایا "یہ آپ نے کیا حرکت کی پگڑی اتار کر نماز پڑھنا کہاں کا مسئلہ ہے؟" مولوی صاحب نے جواب دیا "میں نے ٹھیک کیا ہے میرے ساتھ اس مسئلے پر بحث کرلیں" مولانا نے فرمایا "مجھے آپکے ساتھ بحث کی ضرورت نہیں میں نے تو ایک شریفانہ بات کی تھی کہ پگڑی اتار کر نماز پڑھنا مناسب نہیں" (گفتگو پنجابی میں ہو رہی تھی)، اگلی بات جو مولانا اسمٰعیل صاحب نے فرمائی میں وہ پنجابی میں ہی بیان کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا "ایہ تاں اِک پگ دی گل سی، میرے وَلّوں لک دی دی لاہ لے"

مولانا حافظ عنایت اللہ اثری گجراتی معروف اہلِ حدیث عالم تھے عربی اور اردو میں انھوں نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ سیاسی اعتبار سے اکابر علمائے اہلِ حدیث کی طرح نیشنلسٹ تھے اور انگریزی حکومت کے سخت مخالف۔ طویل عرصے تک چمرقند کی جماعت مجاہدین کے مرکز میں

رہے اور کئی سال جیلوں میں گزارے۔ انگریزوں نے ان پر اتنی سختی کی تھی کہ ان کے مردانہ اعضا بالکل بے کار کر دیے گئے تھے اور ان کے کوئی اولاد نہ تھی۔ لیکن وہ بڑے خوش مزاج اور نہایت صابر وشاکر تھے مولانا محمد اسمٰعیل مرحوم کے وہ گہرے دوست تھے اور ان کی ملاقات کے لیے اکثر گوجرانوالہ آیا کرتے تھے۔ میں نے ان کو پہلی مرتبہ ۱۹۵۰ء کے آخر میں دیکھا تھا، اور ان کی باتیں سنی تھیں۔

ایک دفعہ وہ گوجرانوالے تشریف لائے مولانا اسمٰعیل صاحب اور مولانا محمد حنیف ندوی صاحب سے "الاعتصام" کے دفتر میں ملے میں بھی حاضر تھا۔ یہ غالباً ۱۹۵۲ء کے جنوری یا فروری کی بات ہے، اس وقت "الاعتصام" گوجرانوالے سے ہی نکلتا تھا لاہور منتقل نہیں ہوا تھا۔ ایک صاحب وہاں آئے جو حافظ عنایت اللہ اثری مرحوم کے جاننے والے تھے انھوں نے حافظ صاحب سے سوال کیا کہ "ننگے سر نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟"

حافظ صاحب نے جواب دیا: "نماز ہو تو جاتی ہے، لیکن اس سے بچنا چاہیے، پگڑی یا ٹوپی پہن کر نماز پڑھنی چاہیے۔"

سائل نے پوچھا: "یہ کہاں لکھا ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنے سے بچنا چاہیے؟"

حافظ صاحب نے اس سوال کا نہایت عمدہ جواب دیا، فرمایا "جہاں جی چاہے لکھ لو، بات وہی ہے جو میں نے بتا دی۔"

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اکابر مشاہیر علمائے اہل حدیث ننگے سر نماز پڑھنے کو معیوب قرار دیتے تھے اور نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اللہ کے حضور عجز و عاجزی سے دعا مانگا کرتے تھے۔ لیکن نئے دور کے اہلِ حدیث علماء

ننگے سر نماز پڑھنے کے حق میں دلائل فراہم کرتے ہیں اور نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر اللہ سے کچھ مانگنے کو حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قرار دیتے ہیں۔

اہلِ حدیث حضرات میں ایک عجیب وغریب بات یہ دیکھنے میں آئی ہے کہ نماز شروع کرتے ہی ان کے جسم پر کھجلی ہونے لگتی ہے۔ ادھر نماز کی نیت باندھی اور ادھر کھجلانا شروع کر دیا، کبھی سر میں ہاتھ پھیرا، کبھی داڑھی میں، کبھی بغلوں میں، کبھی کان میں، کبھی ناک میں، کبھی کہیں "یہ کھُرک فی الصّلوٰۃ" کا مسئلہ معلوم نہیں ان کو حدیث کی کس کتاب سے مِلا ہے؟

نمازیں جمع کرنے کے بھی اہلِ حدیث حضرات بہت شائق ہیں۔ انکی کسی میٹنگ میں جاکر دیکھیے، ظہر کی نماز پڑھی اور ساتھ ہی عصر لپیٹ دی۔

بہرحال مولانا سیّد محب اللہ شاہ راشدی کو اللہ تعالیٰ خوش رکھے، وہ بہت بڑے عالم ہیں اور ان کے معلومات کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ نماز میں سر ڈھانپنے کے متعلق انھوں نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ لائق مطالعہ ہے اس پر عمل کرنا چاہیے۔ آپ نے یہ مضمون چھاپ کر اسے زیادہ سے زیادہ لوگوں کے علم میں لانے کی مخلصانہ کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر سے نوازے۔

جرابوں پر مسح کرنا

موجودہ دور کے غیر مقلدین کا عمل اور فتویٰ یہ ہے کہ ہر قسم کی جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ حالانکہ یہ بات نہ قرآن سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی صحیح، صریح، مرفوع حدیث سے۔ بلکہ خود مولانا سید نذیر حسین دہلوی غیر مقلد کا فتویٰ بھی موجودہ غیر مقلدین کے خلاف ہے۔ ہم یہاں پر فتاویٰ نذیریہ سے وہ فتویٰ نقل کرتے ہیں۔ یہ فتویٰ اصل عربی زبان میں ہے اور فتوی کے نیچے اس کا اردو ترجمہ بھی کیا ہوا ہے یہاں پر صرف اردو ترجمہ پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اونی یا سوتی جرابوں پر مسح جائز ہے یا نہیں؟ یہ تو معلوم ہے کہ جرابوں پر مسح کرنے کی حدیث ضعیف ہے اور امام ترمذی نے جو اس کو صحیح کہا ہے محدثین نے اسے قبول نہیں کیا اور اگر موزوں کے مسح پر اس کو علتِ مشترکہ کی بناء پر قیاس کیا جائے تو اس سے فرض غسل جو قرآن سے ثابت ہے ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟ اور ائمہ نے جو جراب کے لیے موٹا ہونے اور پانی کے نفوذ نہ کرنے کی قید لگائی ہے، تو کیا اس سے زیادہ کسی اور علت کا بھی اضافہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ پاؤں کا دھونا فرض ہے اور موزے پر مسح رخصت ہے۔ کیا رخصتِ شرعیہ شارع کے بیان پر موقوف ہے یا نہیں؟ جواب مفصل عنایت فرمائیں۔

الجواب: مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے اور مجوزین نے جن چیزوں سے استدلال کیا ہے اس میں خدشات ہیں۔ استدلال تین چیزوں سے کیا گیا ہے۔ حدیث مرفوع، فعلِ صحابہؓ اور قیاس۔

حدیث مرفوع تو وہ ہے جس کو ترمذی نے مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جراب اور جوتے پر مسح کیا۔ ترمذی نے اس
حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ اس پر اعتراض یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس سے
استدلال صحیح نہیں ہے۔ عبدالرحمن بن مہدی یہ حدیث روایت نہیں کیا کرتے تھے
کیونکہ مغیرہ سے مشہور روایت موزے پر مسح کرنے کی ہے۔ ابو موسیٰ اشعری نے
بھی جراب پر مسح کرنے کی روایت نقل کی ہے لیکن اس کی سند متصل نہیں۔ امام مسلمؒ
نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ مغیرہ بن شعبہ سے جتنے لوگوں نے اس حدیث
کو روایت کیا ہے انھوں نے موزے پر مسح بیان کیا ہے۔ صرف قیس اودی اور
ہذیل بن شرحبیل نے جراب کا لفظ بیان کیا ہے لیکن یہ دوسرے راویوں کا مقابلہ
نہیں کر سکتے۔ عبدالرحمن بن مہدی نے سفیان ثوری سے کہا کہ اگر آپ مجھے ابو قیس
عن ہذیل کی حدیث سنائیں تو میں اس کو آپ سے قبول نہیں کروں گا۔ سفیان نے
نے کہا وہ حدیث واقعی ضعیف ہے۔ علی بن مدینیؒ نے کہا۔ حضرت مغیرہؓ کی حدیث کو
مدینہ، کوفہ اور بصرہ والوں نے روایت کیا ہے، سب موزہ کا ذکر کرتے ہیں صرف
ابو قیس جراب کا تذکرہ کرتے ہیں۔ بیہقی نے کہا یہ حدیث منکر ہے اس کو سفیان ثوری
اور عبدالرحمن بن مہدی، احمد بن حنبل، یحیی بن معین، علی بن مدینی، امام مسلمؒ نے ضعیف
کہا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابن دقیق العید نے اس کی تصحیح پر اعتماد کیا ہے اور
کہا ہے کہ ابو قیس کی روایت دوسروں کے مخالف نہیں ہے کیونکہ وہ تو ایک
امر زائد بیان کر رہے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس روایت کے یہ الفاظ ہوتے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم موزوں پر اور جرابوں اور جوتی پر مسح کیا تو ایک امر زائد تھا۔ لیکن اس نے

تو موزے کے بجائے جراب اور جوتی کا ذکر کیا ہے تو یہ امر زائد نہیں ہے بلکہ ثقات کی مخالفت ہے۔ باقی رہا ترمذی کا اس کو حسن صحیح کہنا تو امام نووی نے کہا کہ جن لوگوں نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے ان میں سے ہر ایک امام ترمذی سے مقدم ہے اور پھر یہ اصول بھی ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ لفظ جراب مختلف المفہوم ہے۔ موزے کے اوپر جو لفافہ پہنا جاتا ہے اس کو جرموق کہتے ہیں اور جرموق پر جو پہنا جاتا ہے اس کو جراب کہتے ہیں تو ممکن ہے جراب سے چمڑے کا وہ لفافہ مراد ہو جو جرموق پر پہنا جاتا ہے، تو میں کہتا ہوں کہ یہ دلیل تو ہماری ہوگی نہ کہ تمہاری اور پھر یہ بھی خیال کرنا چاہیے کہ جراب پر مسح کرنے والوں کا مقصد تو یہ ہے کہ صرف جراب پر مسح کرنا جائز ہے حالانکہ اس حدیث میں جراب اور جوتی پر مسح کا ذکر ہے یعنی جراب کے اوپر جوتی پہنے ہوئے آپ نے مسح کیا، صرف جراب پر مسح نہیں کیا۔

یہاں ایک اور خدشہ بھی ہے کہ جراب سُوتی بھی ہوتی ہے اور اُونی بھی، موٹی بھی اور باریک بھی اور وہ بھی جس کے نیچے چمڑا لگا ہوتا ہے تو جب تک کسی خاص لفظ سے پتہ نہ چلے کہ وہ جراب جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا وہ چمڑے والی نہ تھی تب تک مقصود مجوزین ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ چمڑے والی جراب تو موزہ ہی کے حکم میں ہے اگر کہا جائے کہ دوسری جراب کا بھی احتمال تو ہے تو میں کہتا ہوں کہ اس میں جب صراحت نہیں ہے تو نفس مطمئن نہیں ہو سکتا اور حضورؐ نے فرمایا ہے "شک والی چیز کو ترک کردو"

باقی رہا صحابہ کرامؓ کا عمل تو ان سے مسح جراب ثابت ہے اور تیرہ صحابہ کرامؓ کے نام صراحتہً معلوم ہیں کہ وہ جراب پر مسح کیا کرتے تھے یعنی حضرت علیؓ، عمارؓ، ابومسعود انصاریؓ، انسؓ، ابن عمرؓ، براء بن عازب، حضرت بلالؓ، عبداللہ بن

ابی اوفیٰؓ، سہل بن سعدؓ، ابوامامہؓ، عمرو بن حریثؓ، عمرو بن حباسؓ اگر حدیث مرفوع کے بجائے انکے عمل سے استدلال کیا جائے تو یہ اس سے بہتر ہے لیکن ان کے عمل میں ایک اور شبہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ یہ فعل ایک ایسا کام ہے جس میں اجتہاد کو دخل ہے اور جس میں اجتہاد کو دخل ہو صحابی کا وہ فعل مرفوع حکمی نہیں کہلا سکتا۔

باقی رہا قیاس کا مسئلہ کہ جب موزہ پر مسح جائز ہے تو قیاساً جراب پر بھی جائز ہونا چاہیے کیونکہ ان دونوں میں کوئی فرق مؤثر نہیں ہے۔ اس پر شبہ یہ ہے کہ اگر مسح موزہ کی کوئی علّت منصوص ہوتی۔ تو اس علت کی بنار پر جراب کے مسح کو اس پر قیاس کر لیا جاتا لیکن یہاں کوئی علت منصوص نہیں ہے ممکن ہے ہم کوئی اور علّت سمجھیں اور حقیقت میں کوئی اور ہو۔ اگر سوال کیا جائے کہ صحابہؓ کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کریں تو آخر کسی دلیل کی بنار پر ہی صحابہؓ نے جراب پر مسح کیا ہوگا، اگرچہ وہ ہم کو معلوم نہیں تو ہم بھی اسی وجہ سے مسح کر لیں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر صحابہؓ سے کوئی نقلی دلیل ہے تو وہ کہاں ہے کیسی ہے؟ جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو جائے ہم قرآن اور متواتر حدیث کے مضمون کو کیوں چھوڑیں اور اگر صحابہؓ کے فعل سے استدلال کیا جائے تو اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے کہ اس میں اجتہاد کو دخل ہے اور پھر یہ بھی تو معلوم نہیں کہ صحابہؓ کون سی جراب پر مسح کیا کرتے تھے؟ جب تک ان تمام باتوں کی وضاحت نہ ہو جائے ہم کتاب اللہ کے مضمون کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ واللہ اعلم

فتاویٰ نذیریہ ص ۳۲۶ تا ۳۳۲ ج ۱

سید محمد نذیر حسین

فقہ حنفی کی اردو زبان میں لکھی جانے والی کتاب "بہشتی زیور"

پر اعتراضات کا ایک سرسری جائزہ

بہشتی زیور

پر اعتراضات کے جوابات

مرتب

حضرت مولانا سید مشتاق علی شاہ

مکتبہ شیخ الاسلام

کوسہ ممبرا ضلع تھانہ

۹۳۲۲۴۷۱۰۴۶

بہشتی زیور
پر اعتراضات کے جوابات

مرتب

حضرت مولانا سید مشتاق علی شاہ

شاگرد رشید:

مناظر اسلام ماحیٔ غیر مقلدیت

حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ

ناشر

مکتبہ شیخ الاسلام کوسہ ممبرا ضلع تھانہ (ممبئی)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعتراض نمبر ا:

بہشتی زیور میں لکھا ہے اگر کوئی الٹا وضو کرلے کہ پاؤں پہلے دھولے پھر مسح کرے پھر دونوں ہاتھ دھوڈالے یا کسی اور طرح الٹ پلٹ کر وضو کرے تو بھی وضو ہو جاتا ہے۔
(بهشتی زیور حصه اوّل ص٤٦ مسئله نمبر١٨)

جواب:

معترض نے یہاں پر کئی خیانتیں کی ہیں۔

پہلی خیانت:

بہشتی زیور حصہ اول ص ۴۵ پر عنوان ہے وضو کا بیان۔ اس میں بالترتیب مکمل وضو کا طریقہ لکھا ہے اور شروع ہی یہاں سے کیا ہے کہ وضو کرنے والے کو چاہیے...... یہ وضو کرنے کا طریقہ ہے...... اس طریقہ پر ہی سب حنفیوں کا عمل ہے لیکن معترض نے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ یہ حق پوشی اور خیانت کن کا شیوہ ہے۔

دوسری خیانت:

بہشتی زیور حصہ اول ص ۴٦، ج ا، مسئلہ نمبر ۱۸: سنت یہی ہے کہ اس طرح وضو کرے جس طرح ہم نے اوپر بیان کیا۔ اور اگر کوئی الٹا وضو کرلے تو پہلے پاؤں دھوڈالے پھر سر کا مسح کرے۔ پھر دونوں ہاتھ دھوئے پھر منہ دھوڈالے اور کسی طرح الٹ پلٹ کر وضو کرے تو بھی وضو ہو جاتا ہے۔ لیکن سنت کے موافق وضو نہیں ہوتا اور گناہ کا خوف ہے۔ دیکھو اردو عبارت نقل کرنے میں اول اور آخر سے خط کشیدہ عبارت نہیں لکھی۔

تیسری خیانت:

اسی صفحہ پر مسئلہ ۱۶ میں بھی وضو کی ترتیب کو سنت لکھا ہے اور اس سے پہلے یہ بھی لکھا ہے وضو میں بعض باتیں ایسی ہیں کہ ان کے چھوٹ جانے سے وضو تو ہو جاتا ہے۔ لیکن ان کے کرنے سے ثواب ملتا ہے اور شریعت میں ان کے کرنے کی تاکید بھی آئی ہے۔ اگر کوئی اکثر چھوڑ دیا کرے تو گناہ ہوتا ہے ایسی چیزوں کو سنت کہتے ہیں۔(ص ۴۶ ج ۱)

دیکھو ایک مسئلہ کے بیان میں تین خیانتیں وہ بھی اردو کتاب میں نہ تو فقہ پر اعتراض کرتے وقت ان کو اللہ کا فرمان یاد رہتا ہے۔

﴿وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ۝﴾ (یوسف: ۵۲) ”اور یہ کہ اللہ نہیں چلاتا فریب دغابازوں کا“

اور نہ فرمان رسول ﷺ یاد رہتا ہے کہ خیانت منافق کی عادت ہے۔

سنت دشمنی:

فقہ دشمنی نے ان کو سنت دشمنی تک پہنچا دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تاکید افرمایا ہے عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِىْ میری سنت کو لازم پکڑو۔ بہشتی زیور میں سنت کے مطابق بالترتیب وضو کا مکمل طریقہ لکھا ہے اور اسی کی تاکید ہے کہ سنت کے مطابق وضو کرو اور سب سنی بہشتی زیور میں مذکورہ طریقہ کے مطابق سنت طریقہ سے وضو کرتے ہیں مگر یہ خود ساختہ اہل حدیث سنت پر عمل کرنے والوں کو دعوت عمل دے رہا ہے کہ تم خلاف سنت وضو کیا کرو جس کو بہشتی زیور میں خلاف سنت بھی کہا۔ یہ بھی کہا کہ خلاف سنت پر ثواب نہیں ملتا۔ اور یہ بھی لکھا کہ گناہ ہوتا ہے۔

حدیث دشمنی:

۲۲ صحابہ کرام ﷺ نے روایت فرمایا جیسا کہ نصب الرایہ اور کشف الغطاب کے مطالعہ سے ظاہر ہے اور یہ وضوامت میں عملاً بھی متواتر ہے۔ لیکن بعض اوقات بیان جواز کے لیے عادت مبارک کے خلاف بھی کوئی بات حدیث میں مذکور ہوتی ہے۔ مثلاً اسی مسئلہ میں مسند احمد، ابوداؤد اور مختارہ ضیاء میں حضرت مقدام بن معدیکرب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا پہلے دونوں ہتھیلیاں تین بار دھوئیں اور تین بار چہرہ دھویا۔ پھر دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر سر اور کانوں کا مسح کیا۔

(احیاء السنن ص ۳٦ ج ۱)

اور دارقطنی میں حضرت عثمان ؓ نے رسول اللہ ﷺ کے وضو کا طریقہ بیان فرمایا کہ کلی فرمائی ناک میں پانی ڈالا، چہرہ مبارک تین مرتبہ دھویا اور تین مرتبہ ہاتھ دھوئے اور تین مرتبہ پاؤں دھوئے پھر سر کا مسح فرمایا۔ (نصب الرایہ ص ۳۵ ج ۱)

اب دیکھیے امام احمد (م ۲۴۱ھ) میں، امام ابوداؤد (م ۲۷۵ھ) میں، امام دارقطنی (م ۳۸۵ھ) میں، امام ضیاء (م ٦۴۳ھ) میں گزرے ان چاروں حدیث کی کتابوں میں بے ترتیب وضو کا ذکر ہے۔ ان پر تو اعتراض نہیں کیا، اور نہ ہی معاذ اللہ حضور ﷺ پر اور اعتراض ہوا تو حضرت تھانوی ؒ کی کتاب پر جو چودھویں صدی میں لکھی گئی۔

خلیفہ راشد سے دشمنی:

حدیث کی کتاب مصنف ابوبکر ابن ابی شیبہ ہے۔ یہ ابوبکر بن ابی شیبہ امام بخاری، امام داؤد اور ابن ماجہ کے استاد ہیں۔ ان کی وفات ۲۳۵ھ میں ہے۔ اس کتاب کے سب راوی خیر القرون کے ہیں۔ اس میں ص ۵۵ ج ۱، پر پورا باب ہے اس آدمی کے وضو کا بیان جو ہاتھ دھونے سے پہلے دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر حضرت علی ؓ کا فرمان نقل فرمایا ہے کہ مجھے پرواہ نہیں، جس طرح بھی وضو کروں اور جس عضو سے چاہوں شروع کروں اور دوسرا فرمان نقل فرمایا ہے۔ کوئی بات نہیں کہ میں دائیں عضو سے پہلے بایاں دھولوں۔ سیدنا علی

کرم اللہ وجہہ پر اس مسئلہ میں اعتراض نہ کرنا اور بہشتی زیور جو ۱۳۴۲ھ میں لکھی گئی۔ اس کے خلاف زبان درازی کرنا یہ بات عقل سے بالاتر ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم دشمنی:

امام ابوبکر بن ابی شیبہ ۲۳۵ھ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ م ۳۲ھ سے نقل فرماتے ہیں کوئی بات نہیں کہ تو وضو میں دونوں پاؤں دونوں ہاتھوں سے پہلے دھو لے۔ (ص ۵۵ ج ۱) اس کے راوی مدینہ کے مشہور تابع امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اس کے برعکس نہ کسی حدیث نبوی میں، نہ کسی خلیفہ راشد سے، نہ کسی اور صحابی سے، نہ کسی تابعی یا تبع تابعی سے ثابت ہے کہ سنت کے رہ جانے سے وضو ہوتا ہی نہیں۔ بلکہ یہ لوگ محدثین دشمنی میں بھی آگے آگے ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۹ھ) نے ترمذی شریف ص ۱۴، ج ۱ پر صراحت فرمائی ہے کہ سنت کے رہ جانے سے وضو ہو جاتا ہے لیکن اعتراض کرنے والا اتنا اندھا ہے اسے پتہ نہیں کہ وہ کس کس پر حملہ کر رہا ہے۔ یہ بات پھر یاد رکھیں کہ حدیث کی کتابوں میں دونوں طرح کی روایات ہیں باترتیب وضو کی بھی اور بے ترتیب وضو کی بھی۔ لیکن فقہ نے صاف صاف سمجھا دیا کہ سنت تو باترتیب وضو کرنا ہی ہے لیکن اگر کبھی کسی وجہ سے بے ترتیب ہو جائے تو اس وضو سے نماز ہو جائے گی اگر چہ ایک سنت کے ثواب سے محروم رہا اور اگر زیادہ دفعہ ایسا کرے گا تو گناہ بھی ہوگا۔ دیکھو ایک آدمی وضو کر کے مسجد میں آ گیا۔ دوسرے شخص نے دیکھ کر بتا دیا کہ کہنی کے قریب تھوڑی سی جگہ خشک رہ گئی ہے۔ اب اس نے صرف کہنی پر پانی بہا لیا۔ اب کہنی پاؤں کے بعد دھلی۔ وضو کی ترتیب ٹوٹ گئی۔ کیا کسی حدیث میں ہے کہ اس وضو سے اس کی نماز ادا نہیں ہوئی آہ! یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے کہ فقہ قرآن اور حدیث کے خلاف ہے۔

اعتراض نمبر ۲:

چھوٹی لڑکی سے اگر کسی مرد نے صحبت کی، جو ابھی جوان نہیں ہوئی تو اس پر غسل

واجب نہیں۔(بہشتی زیور حصہ اول ص ۷۵ مسئلہ نمبر ۵)

جواب:

جھوٹ اور خیانت کے بغیر غیر مقلدین کی کوئی بات نہیں ہوتی، بہشتی زیور میں آگے یہ بھی لکھا ہے لیکن عادت ڈالنے کے لیے اس سے غسل کرانا چاہیے۔(ص ۷۵ ج ۱)

یہ بتایا جائے کہ یہ مسئلہ کس آیت یا کس حدیث کے خلاف ہے۔

غیر مقلد نہ کوئی آیت پیش کر سکا اور نہ کوئی حدیث جس سے معلوم ہوگیا کہ اس کی یہ بات کہ "فقہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے" یہ قرآن پر بھی جھوٹ ہے، حدیث پر بھی جھوٹ ہے اور فقہ پر بھی جھوٹ ہے۔

رسول ﷺ دشمنی:

جناب رسول اقدس ﷺ کا فرمان تو یہ ہے کہ بچہ جب تک بالغ نہ ہو وہ مرفوع القلم ہے یعنی اس پر کچھ بھی فرض ہے نہ واجب۔ لیکن یہ غیر مقلد فقہ دشمنی میں رسول ﷺ دشمنی تک جا پہنچا۔ رسول پاک ﷺ نابالغ پر کچھ واجب نہیں کرتے مگر یہ غیر مقلد غیر واجب کو واجب کر رہے ہیں، چھوٹی لڑکی کو انزال ہی نہیں ہوتا۔ غیر مقلد کو بہشتی زیور کے اس مسئلہ پر تو اعتراض ہے جب کہ امام بخاری ﷫ ۲۵۶ھ ائمہ اربعہ کے خلاف اس بات کے قائل ہیں کہ جوان عورت کو بھی انزال نہ ہو تو غسل کرلے تو زیادہ احتیاط ہے لیکن وضو بھی کافی ہے۔ (بخاری مع تیسیر الباری ص ۱۸۴ ج ۱) یہاں اعتراض کیوں نہ کیا۔

اعتراض نمبر ۳ (الف):

کتا، بلی، بندر، شیر وغیرہ کی کھال بنانے سے پاک ہو جاتی ہے۔

(بہشتی زیور ص ۶۱)

اعتراض نمبر ۳ (ب):

بسم اللہ کہہ کر ذبح کرنے سے بھی کھال پاک ہو جاتی ہے۔

(بہشتی زیور حصہ اول ص ٦١ مسئلہ ۲۳)

جواب:

دونوں اعتراض کا جواب اکٹھا ملاحظہ فرمائیں۔

خیانت کے بغیر حوالہ دینا شاید غیر مقلدین کے ہاں بہت بڑا گناہ ہے۔ بہشتی زیور میں آگے لکھا ہے بنائی ہو یا بے بنائی البتہ ذبح کرنے سے ان کا گوشت پاک نہیں ہوتا ۔ اور ان کا کھانا درست نہیں۔ (بہشتی زیور ص ٦١ ج ۱)

اچھا اب وہ آیت یا حدیث دکھائیں جو اس مسئلہ کے خلاف ہو ورنہ اعتراف کرو کہ ہم فقہ دشمنی میں اتنے آگے ہیں کہ قرآن وحدیث پر بھی جھوٹ بولتے ہیں۔ آپ کی فقہ نمبری کی کتاب نزل الابرار من فقہ النبی المختار حصہ اول رجب ۱۳۲۸ ھ میں شائع ہوئی۔ اس میں بھی یہی مسئلہ لکھا ہے: وما يطهر بالدباغة يطهر بالزكوة وهل يشترط لطهارة جلده كون الزكاة شرعية فيه قولان. (ص ۳۰ ج ۱) جو دباغت سے پاک ہو جاتی ہے وہ ذبح سے بھی پاک ہو جاتی ہے اور کھال کے پاک ہونے میں شرعی ذبح کی شرط ہونے میں دو قول ہیں۔ یعنی ایک قول غیر شرعی ذبح یعنی جھٹکا سے بھی کھال پاک ہو جاتی ہے۔ جب یہ مسئلہ ۱۳۲۸ ھ میں نبی پاک ﷺ کے سر ڈال کر شائع کر دیا گیا تو آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہوا۔ لیکن بہشتی زیور پر فوراً اعتراض کر دیا۔ کیا قرآن پاک نے ذبح کو زکوۃ فرمایا ہے یا نہیں۔ بہشتی زیور کے پہلے حصہ میں ۴۹ عقائد اور ۲۳۶ فقہی مسائل تھے۔ جن میں سے صرف تین مسائل پر غیر مقلد نے اعتراض کیے ان میں سے بھی کسی ایک کو بھی نہ قرآن کے خلاف ثابت کر سکا نہ حدیث کے۔ فللہ الحمد

اعتراض نمبر۴:

بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ نجاست غلیظہ میں سے اگر پتلی بہنے والی چیز کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو اگر پھیلاؤ میں روپے کے برابر یا اس سے کم ہو تو معاف ہے بغیر ہٹائے اگر نماز پڑھے تو ہو جائے گی اگر نجاست غلیظہ میں گاڑھی چیز لگ جائے۔ جیسے پاخانہ اور مرغی کی بیٹ وغیرہ۔ تو اگر وزن میں ساڑھے چار ماشہ یا اس سے کم ہو تو بے دھوئے ہوئے نماز درست ہے۔(بہشتی زیور ص۱۰۲ حصہ دوم مسئلہ نمبر ۶ نجاست کے پاک کرنے کا بیان)

جواب:

خیانت اور فریب میں واقعی آپ لوگ اپنی مثال آپ ہیں، شیطان تو ایک سچ بول گیا تھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو آیت الکرسی بتا گیا تھا جہاں پڑھی جائے یہ نہیں آتا۔ لیکن آپ کی قسمت میں زندگی میں شاید ایک بھی سچ نہیں۔ دیکھو آگے صاف لکھا ہے کہ لیکن نہ دھونا اور نماز پڑھتے رہنا مکروہ اور برا ہے۔ (ص۳، ج۴) اور در مختار و شامی میں صراحت ہے کہ مکروہ تحریمی ہے۔ اب آپ وہ آیت یا حدیث لکھوائیں جس میں اس مسئلہ کا صاف صاف غلط ہونا مذکور ہے۔ مگر قرآن و حدیث کا لفظ تو وہ صرف جھوٹ بولنے کے لیے بولتے ہیں۔ اب آیئے پہلے یہ پتہ کریں کہ نجاست غلیظہ کن کن کو کہتے ہیں۔

مسئلہ۲:

خون اور آدمی کا پاخانہ، پیشاب اور منی اور شراب اور کتے بلی کا پاخانہ اور پیشاب اور سور کا گوشت اور اس کے بال ہڈی وغیرہ اس کی ساری چیزیں اور گھوڑے، گدھے اور خچر کی لید اور گائے بیل بھینس وغیرہ کا گوبر اور بکری بھیڑ کی مینگنی غرضیکہ سب جانوروں کا پاخانہ اور مرغی اور بطخ اور مرغابی کی بیٹ اور گدھے اور سب حرام جانوروں کا پیشاب یہ سب چیزیں نجاست غلیظہ ہیں۔(بہشتی زیور ص۲ حصہ ۲)

اب ذرا آپ اپنی خودساختہ فقہ محمدی پڑھیں اس میں لکھا ہے، منی پاک ہے خشک ہو یا تر، گاڑھی ہو یا پتلی، حیض کے خون کے سوا سب خون پاک ہیں۔ شرمگاہ کی رطوبت بھی پاک ہے، شراب پاک ہے، ہر حلال اور حرام جانور کا پیشاب پاک ہے حتی کہ کتے کے پیشاب پاخانے کے ناپاک ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ خنزیر اور کتے کا لعاب پاک ہے۔ (نزل الابرار ص ۴۹ ج ۱)

خنزیر پاک ہے اگرچہ اس کا کھانا حرام ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۱۶)

حلال اور حرام جانوروں کا دودھ پاک ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۱۸)

اب غور کریں کہ فقہ حنفی میں خون، منی، شراب، ہر جانور کا پیشاب، خنزیر، گائے، بیل، بھینس کا گوبر، بکری بھیڑ کی مینگنی، مرغی بطخ اور مرغابی کی بیٹ، گدھے خچر اور سب حرام جانوروں کا پیشاب ایک درہم کے برابر لگا ہو تو نماز مکروہ ہوگی اور نمازی گناہ گار ہوگا۔ آپ کے ہاں یہ سب کی سب چیزیں پاک ہیں جب یہ پاک ہوئیں تو پھر پورا جسم بھی ان سے لت پت ہو، کپڑے بھی اور جانماز بھی تو آپ کے نزدیک بھی نماز ہو جائے گی۔

ہمارے ہاں انسان کا پیشاب پاخانہ اور حیض کا خون ناپاک ہیں۔ آپ کے ہاں یہ مسئلہ کہ "ہر کہ جامہ ناپاک نماز گزارد نمازش صحیح ست" (عرف الجادی ص ۲۲)

یعنی نمازی کے کپڑے نجس ہوں (پیشاب پاخانہ خون حیض میں لت پت ہوں) تو بھی نماز صحیح ہے۔

کیوں کہ شرمگاہ چھپانا تو آپ کے ہاں ضروری نہیں جیسا کہ نواب نورالحسن بن نواب صدیق حسن نے لکھا ہے ہر کہ در نہیں نماز عورتش نمایاں شد نمازش صحیح ست۔

(عرف الجادی ص ۲۲)

کہ نماز میں شرمگاہ ننگی رہے تو نماز صحیح ہے۔

استنجا کا بیان:

ام المومنین سیدہ عائشہ ؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی تین پتھروں سے استنجاء کرے تو وہ کافی ہے۔

(مسند احمد ص۱۰۸ ج۶، ص ۱۳۳ ج۶۔ دارمی ص ۹۱۔ ابوداؤد ص۶ ج۱۔ نسائی ص۱۸ ج۱)

اور حضرت ابوایوب انصاری ؓ بھی روایت کرتے ہیں کہ تین پتھروں سے استنجاء کافی ہے۔(مجمع الزوائد ص ۲۱۱ ج۱ بحوالہ طبرانی)

اور حضرت عروہ کی مرسل حدیث میں ہے ثلاثة احجار تكفی فی الاستجاء.

(مطالب العالیہ ص۱۸ ج۱)

امام ترمذی ؒ فرماتے ہیں کہ اکثر صحابہ کرام ؓ کا قول یہی ہے کہ پتھروں سے استنجاء کافی ہے اگرچہ پانی سے پاخانہ کا مقام نہ دھوئے۔ امام سفیان ثوری، عبداللہ بن المبارک، شافعی، احمد اور اسحاق یہی فرماتے ہیں۔(ص ۱۰ ج۱)

اور پھر پانی استنجاء کے باب میں امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اہل علم حضرات اگرچہ پتھروں سے استنجاء کافی سمجھتے ہیں۔ لیکن پانی سے استنجاء کو بہتر سمجھتے ہیں۔ یہاں بھی ان ہی پانچ اماموں کے نام لکھے ہیں۔(ترمذی ص۱۱ ج۱)

اس بات میں شک نہیں کہ ڈھیلے سے نجاست بالکل ختم نہیں ہوتی خشک ہو جاتی ہے تو جب بالاتفاق پانی سے استنجاء کیے بغیر نماز جائز ہے تو اتنی مقدار قابل برداشت ہوئی۔ فقہاء اس مقام کا نام نہیں لیتے کیوں کہ احیاء ایمان کا شعبہ ہے مقام استنجاء کی تعبیر درہم سے کر دیتے ہیں۔ اور یہ تعبیر بھی صاحب بہشتی زیور نے نئی نہیں کی بلکہ امام ابوبکر بن ابی شیبہ (م۲۳۵ھ) نے درہم کا لفظ سعید المسیب (م۹۰ھ)، حکیم بن عتبہ (م۱۱۳ھ)، حماد بن ابی سلیمان (م۱۲۰ھ) زہری، ابراہیم نخعی (م۹۵ھ) سے نقل کی ہے۔(ص ۴۲۹ ج۱)

امام محمد ؒ فرماتے ہیں کہ اگر نجاست ایک درہم یا اس سے کم ہوگی تو نماز ہوگئی مگر اس نے برا کام کیا۔(المبسوط ص ٦٣ ج١)

اگر ایک درہم ہوگی تو اجماع ہے کہ نماز مکروہ ہوگی۔(البحر الرائق ص ٢٢٨ ج١)

اگر نجاست ایک درہم سے کم ہو تو دھونا مستحب ہے۔ایک درہم کے برابر ہو تو دھونا واجب ہے اور ایک درہم سے زائد ہو تو دھونا فرض ہے۔(منحة الخالق ص ٢٢٨ ج١)

اس سے بڑھ کر سنئے !امام ترمذی ؒ احادیث کے ساتھ ساتھ فقہاء کے مذاہب بھی نقل کرتے ہیں وہ باب غسل دم الحائض میں فرماتے ہیں ''بعض اہل علم تابعین کا کہنا ہے کہ اگر (خون حیض) ایک درہم کے برابر لگا ہوا اور بے دھوئے نماز پڑھ لی تو نماز دہرانا ہوگی (مگر ان کا نام امام ترمذی نے ذکر نہیں کیا) اور ان تابعین میں سے بعض نے کہا کہ اگر درہم سے زیادہ لگا ہو اور نماز پڑھ لی تو نماز دہرانا ہوگی (ایک درہم پر دہرانا نہیں) اور یہی قول سفیان ثوری اور ابن المبارک کا ہے۔اور بعض اہل تابعین تو کہتے ہیں کہ درہم سے زیادہ بھی لگا ہو تو نماز دہرانا ضروری نہیں یہی قول امام احمد اور اسحاق کا ہے۔اور امام شافعی کا قول ہے کہ اگر ایک درہم سے کم ہو تو بھی نماز دہرائی جائے اور انہوں نے اس قول میں تشدد کیا ہے۔(ص ٣٥ ج١)

امام ترمذی ؒ نے کسی تابعی وغیرہ کا حوالہ امام شافعی ؒ کے قول کے ساتھ نہیں دیا اور ان کے قول کو اعتدال سے ہٹا ہوا اور سخت بھی فرما دیا ہے۔چنانچہ آج تک شوافع اس قول کی سختی کو محسوس کر کے چھوڑ بھی دیتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ لکھتے ہیں: ''میرے استاد علامہ ابو طاہر شافعی نے اپنے شیخ الحسن العجیمی حنفی سے نقل کیا کہ وہ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم نجاست قلیلہ میں زیادہ تنگی اور عورتوں پر زیادہ تشدد نہ کیا کریں۔اور اس بارے میں ہم امام ابو حنیفہ ؒ کا مذہب اختیار کریں کہ درہم سے کم مقدار معاف ہے۔'' ہمارے شیخ ابو طاہر (شافعی) اسی

قول کو پسند فرماتے تھے اور اسی پر عامل تھے۔(عقد الجید ص ۱۵۲)

اب ان اعتراض کرنے والے غیر مقلدین کا نہ کتب احادیث پر اعتراض نہ تابعین پر نہ امام ترمذی پر اور نزلہ بر عضو ضعیف ہے ریز کہ سارا غصہ بہشتی زیور پر۔ بلکہ ترمذی شریف سے تو معلوم ہوا کہ امام احمد ایک درہم سے زائد نجاست لگی ہو اور نماز پڑھ لی جائے تو بھی لوٹانا ضرور نہیں فرماتے۔

غیر مقلدو اتم صرف حنفیوں کو دعوت عمل دیتے ہو۔ سعودیہ کے حنابلہ کو دعوت عمل کیوں نہیں دیتے۔

اعتراض نمبر۵:

اگر نجاست خفیفہ کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو جس حصہ میں لگی ہے اگر اس کے چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے۔

(بہشتی زیور حصہ دوم ص ۱۰۳ مسئلہ نمبر ۷ نجاست کے پاک کرنے کا بیان)

جواب:

غیر مقلدین کی خیانت: اس عبارت سے آگے ہے کہ "اگر چوتھائی یا اس سے زیادہ ہو تو معاف نہیں، یعنی اگر آستین میں لگی ہے تو آستین کی چوتھائی سے کم ہو۔ اگر کلی میں لگی ہے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو۔ اگر دوپٹہ میں لگی ہے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تب معاف ہے۔ اسی طرح اگر نجاست خفیفہ ہاتھ میں لگی ہے تو ہاتھ کی چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے۔ اسی طرح اگر ٹانگ میں لگ جائے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تب معاف ہے۔ غرضیکہ جس عضو میں لگے اس کی چوتھائی سے کم ہو اور اگر پوری چوتھائی ہو تو معاف نہیں، اس کا دھونا واجب ہے۔ یعنی بے دھوئے ہوئے نماز درست نہیں۔" (ص ۳ ج ۲)

اور معاف ہونے کا مطلب بھی پچھلے مسئلہ میں آ گیا کہ نماز دہرانا ضروری نہیں۔

البتہ اتنی نجاست سے نماز پڑھنا مکروہ اور برا ہے۔ یہ بات بھی معترض نے بیان نہیں کی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نجاست خفیفہ کس کو کہتے ہیں؟

بہشتی زیور مسئلہ ۴: حرام پرندوں کی بیٹ اور حلال جانوروں کا پیشاب جیسے بکری، گائے، بھینس وغیرہ اور گھوڑے کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے۔(ص ۲ ج ۲)

یاد رہے جو چیزیں ہمارے ہاں نجاست خفیفہ ہیں، جیسے حلال جانوروں کا پیشاب، وہ غیر مقلدوں کے ہاں نجاست نہیں بلکہ پاک ہے۔ بلکہ صرف پاک ہی نہیں بوقت ضرورت ان کا کھانا پینا بھی جائز ہے۔(فتاوی ثنائیہ ص ۲۷ ج ۲۔ فتاوی ستاریہ ص ۶۳ ج ۱)

آپ کب تک قرآن وحدیث کا نام لے کر جھوٹ بولتے رہیں گے۔ ایک دفعہ تو جھوٹ بولنے کی قسم توڑ دی اور اس مکمل حنفی مسئلہ کے خلاف ایک آیت یا ایک حدیث لکھوا دیں اور اپنے اس مکمل مسئلہ کے موافق ایک آیت یا ایک حدیث لکھوا دیں۔

اعتراض نمبر ۶:

ہاتھ میں کوئی نجس چیز لگی تھی۔ اس کو کسی نے زبان سے تین دفعہ چاٹ لیا تو بھی پاک ہو جائے گا۔(بہشتی زیور حصہ دوم ص ۱۰۵ مسئلہ نمبر ۲۶ نجاست کے پاک کرنے کا بیان)

جواب:

غیر مقلدین کی خیانت: کہتے ہیں پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل سکتا ہے لیکن جبلت (عادت) سے انسان نہیں ہٹ سکتا۔ یہاں بھی اگلی عبارت چھوڑ دی۔ آگے لکھا ہے: ''مگر چاٹنا منع ہے۔ یا چھاتی پر بچے کی قے کا دودھ لگ گیا۔ پھر بچے نے تین دفعہ چوس کر پی لیا تو پاک ہو گیا۔''(ص ۵ ج ۲ مسئلہ نمبر ۲۶)

اس مسئلہ میں دو باتیں ہیں: ① نجاست چاٹنا منع ہے۔ اس کے خلاف آپ ایک آیت یا ایک حدیث لکھوا دیں کہ نجاست چاٹنا جائز ہے۔ ہم مان لیں گے کہ یہ مسئلہ قرآن یا

حدیث کے خلاف ہے۔ ② یہ بتانا مقصود ہے کہ جس طرح پانی پاک بھی ہے اور پاک کرنے والا بھی ہے اسی طرح انسان کا تھوک پاک بھی ہے اور پاک کرنے والا بھی ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ ﷞ فرماتی ہیں: ''اگر ہمارے پاس ایک ہی کپڑا ہوتا اور اس کو حیض کا کچھ خون لگ جاتا تو اس پر تھوک کر ناخن سے صاف کر لیتیں۔'' (بخاری: ۳۱۲)

اور حضرت سعید بن جبیر ﷫ روایت کرتے ہیں کہ تمام امہات المومنین ﷢ ایسا ہی کرتی تھیں۔

اور حضرت امام حسن بن علی، عبداللہ بن عمر اور میمون بن مہران ﷢ بھی تھوک سے خون کو صاف کر لیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۲۵ ج۱)

آپ میں ہمت ہے تو ایک آیت یا ایک حدیث دکھا دیں کہ انسانی تھوک نہ پاک ہے، نہ پاک کنندہ۔ عام طور پر ہر گھر میں یہ مسئلہ پیش آتا ہے کہ لڑکیاں جب گھر میں سوئی سلائی کا کام کرتی ہیں تو انگلی میں سوئی چبھ جاتی ہے اور خون نکل آتا ہے تو وہ دو تین مرتبہ اس کو چوس (چاٹ) کر تھوک دیتی ہیں۔ اس سے خون بھی بند ہو جاتا ہے اور انگلی بھی صاف ہو جاتی ہے تو ان کو سمجھانے کے لیے اگر لکھ دیا کہ یہ انگلی تو پاک ہو گئی مگر چاٹنا منع ہے تو یہ کس آیت یا حدیث کے خلاف ہے؟

اعتراض نمبر۷:

کتے کا لعاب نجس ہے اور خود کتا نجس نہیں۔ سو اگر کتا کسی کے کپڑے یا بدن سے چھو جائے تو نجس نہیں ہوتا۔ چاہے کتے کا بدن سوکھا ہو یا گیلا۔

(بہشتی زیور ص٦ ج٢ مسئلہ نمبر ٤١)

جواب:

غیر مقلدین کی خیانت: اگلی عبارت چھوڑ دی ہے۔ ''ہاں اگر کتے کے بدن پر کوئی

نجاست لگی ہو تو اور بات ہے۔" آپ کوئی آیت یا حدیث پیش فرمائیں جس سے اس مسئلہ کے دونوں حصے غلط ہو جائیں۔ یعنی فقہ میں ہے کہ کتے کا لعاب نجس ہے۔ آپ کے ہاں کتے کا لعاب بلکہ پیشاب اور پاخانہ بھی پاک ہے۔ آپ آیت یا حدیث پیش کریں کہ کتے کا لعاب، پیشاب اور پاخانہ پاک ہے۔ اور دوسرا حصہ یہ ہے کہ کتا خود نجس نہیں۔ آپ کے ہاں بھی یہی مسئلہ ہے اگر کتا خنزیر کی طرح نجس العین ہوتا تو اس سے شکار کرنے کی اجازت قرآن میں کیوں ہوتی؟ اور کھیت و مویشی کی رکھوالی کے لیے کتا رکھنے کی اجازت کیوں ہوتی؟ اور سنیے امام بخاری باب ۳۳ میں لکھتے ہیں کہ امام زہری اور امام سفیان کے نزدیک کتے کے جھوٹے پانی سے وضو جائز ہے۔

اور تیسیر الباری میں علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں: "اس حدیث سے امام بخاری نے کتے کے پاک ہونے پر دلیل دی ہے۔" (ص ۱۸۱ ج ۱)

اعتراض نمبر ۸:

بہشتی زیور کا ایک اور مسئلہ بھی قرآن و حدیث کے خلاف ہے "کسی کے لڑکا پیدا ہو رہا ہے، لیکن ابھی سب نہیں نکلا، کچھ باہر نکلا اور کچھ نہیں نکلا۔ ایسے وقت بھی اگر ہوش و حواس باقی ہیں تو نماز پڑھنا فرض ہے۔"

(بهشتی زیور ص ۱٦۲ حصه دوم مسئله نمبر ۳ نفاس کا بیان)

جواب:

غیر مقلدین کی خیانت: پہلے پورا مسئلہ پڑھیں پھر اس کے خلاف آیت یا حدیث پیش کریں۔

مسئلہ نمبر ۱:

ایسے وقت بھی اگر ہوش وحواس باقی ہیں تو نماز پڑھنا فرض ہے۔ قضا کردینا درست نہیں۔ البتہ اگر نماز پڑھنے سے بچہ کی جان کا خوف ہو تو نماز قضا کردینا درست ہے۔ اسی طرح دائی جنائی کو اگر یہ خوف ہو کہ اگر میں نماز پڑھنے لگوں گی تو بچہ کو صدمہ پہنچے گا، تو ایسے وقت میں دائی کو بھی نماز قضا کردینا درست ہے۔ لیکن ان سب کو پھر جلدی قضا پڑھ لینا چاہیے (یعنی دائی کو ضروری کاموں سے فارغ ہونے کے بعد اور جننے والی کو پاک ہونے کے بعد جلدی کرنی چاہیے۔)(ص ٦٤ ج٢)

یہ ہے مکمل مسئلہ۔ اب وہ کون سی آیت ہے جس سے بقائی ہوش وحواس اور خون نفاس آنے کے بغیر اسے آپ فرض نماز معاف کرتے ہیں۔

کون سا قاعدہ آپ نے لیا ہے جس سے خدا کا فرض اس کو معاف کرر ہے ہیں)۔ فقہ اور قرآن وحدیث پر جھوٹ نہ بولیں۔ اگر آپ کے پاس اس کے خلاف قرآن وحدیث میں کوئی دلیل ہو تو پیش کریں۔

اعتراض نمبر۹:

بہشتی زیور کا یہ مسئلہ بھی قرآن وحدیث کے خلاف ہے "نماز کے اول میں سبحانك اللهم پڑھنا بھول گئی یا رکوع میں سبحان ربی العظیم نہیں پڑھا یا سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ نہیں کہا۔ یا رکوع سے اٹھ کر سمع الله لمن حمده کہنا یاد نہیں رہا یا نیت باندھتے وقت کندھے تک ہاتھ نہیں اٹھائے یا اخیر تشہد میں درود شریف یا دعا نہیں پڑھی، یونہی سلام پھیر دیا تو ان سب صورتوں میں سجدہ سہو واجب نہیں ہے۔"

(بہشتی زیور ص ١٤١ حصہ دوم مسئلہ نمبر ٣٦ سجدہ سہو کا بیان)

جواب:

غیر مقلدین کی خیانت: یہ جتنے کام اس مسئلہ میں گنے ہیں یہ سنت ہیں۔ دیکھو بہشتی

زیور ص ۱۹، ج ۲۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی جان بوجھ کر چھوڑے گی تو نماز خلاف سنت ہو گی۔ (دیکھو ص ۱۹ مسئلہ ۹، ص ۲۰، مسئلہ ۱۰) اور سنت بھول کر رہ جائے تو سجدہ سہو نہیں ہوتا۔ سجدہ سہو واجب کے چھوڑنے پر ہوتا ہے۔ (دیکھو ص ۱۸ مسئلہ ۵) اب اگر آپ کے پاس کوئی آیت یا حدیث ہے کہ سنت کے بھول کر رہ جانے پر بھی سجدہ سہو واجب ہے تو لائیے ورنہ بات بات پر قرآن و حدیث پر جھوٹ بولنے سے توبہ کیجیے۔

امام نسائی اپنی سنن میں باب باندھتے ہیں: کم از کم کتنی نماز جائز ہے اور ایک بدری صحابی کی حدیث دو سندوں سے نقل کی ہے کہ خود رسول اقدس ﷺ نے ایک آدمی کو نماز کا طریقہ سکھایا کہ قبلہ رو ہو کر ① اللہ اکبر کہہ (ہاتھ اٹھانے اور پھر ہاتھ باندھنے کا ذکر نہ فرمایا) ② پھر قرآن پڑھ (آمین کا کوئی ذکر نہ فرمایا) ③ اور رکوع کر (نہ رکوع کی تکبیر نہ تسبیح نہ سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا لک الحمد) ④ پھر سیدھا کھڑا ہو ⑤ پھر سجدہ کر (نہ سجدہ کی تکبیرات کا ذکر نہ تسبیحات کا) ⑥ پھر سیدھا بیٹھ ⑦ پھر سجدہ کر (نہ تکبیرات کا ذکر نہ تسبیحات کا، پھر نہ التحیات کا ذکر نہ درود کا نہ دعا کا نہ سلام کا)...... مگر اس کے بعد فرمایا جب تو نے یہ کام پورے کر لیے تو تیری نماز پوری ہے اور اگر ان میں سے کوئی کام چھوڑا تو تیری نماز ناقص ہے۔ رقم: ۱۳۱۵

اب بتایئے اگر اس حدیث پر آپ کو اعتراض نہیں تو بہشتی زیور پر کیوں اعتراض ہے اور سب سے اہم بات اس حدیث میں یہ ہے کہ جن مسائل پر غیر مقلدین ہر مسجد میں فساد اور ہر گھر میں فتنہ ڈالتے ہیں ان میں سے ایک مسئلہ بھی اس حدیث میں نہیں، نہ ٹانگیں اتنی چوڑی کرنا کہ جسم کارٹون بن جائے نہ سینے پر ہاتھ رکھنا۔ نہ فاتحہ نہ آمین، نہ رفع یدین۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ حدیث تقریباً صحاح ستہ کی ہر کتاب میں ہے۔

اعتراض نمبر ۱۰:

بہشتی زیور کا ایک اور مسئلہ بھی قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ فرض کی پچھلی دو

رکعتوں میں یا ایک رکعت میں الحمد پڑھنی بھول گئی۔ چپکے کھڑی رہ (تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار کھڑی رہ، ورنہ نماز پھر سے لوٹادے) کہ رکوع میں چلی گئی تو بھی سجدہ سہو واجب نہیں۔(بہشتی زیور حصہ دوم ص ۱۴۱ مسئلہ نمبر ۲۷)

جواب:

غیر مقلدین کی خیانت: اس سے پہلے بہشتی زیور ص ۲۰، ج ۲ مسئلہ نمبر ۱۷ میں ہے:
"اگر پچھلی دو رکعتوں میں الحمد للہ نہ پڑھے، بلکہ تین دفعہ سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ کہہ لے تو بھی درست ہوگی۔ لیکن الحمد پڑھ لینا بہتر ہے۔ اور اگر کچھ نہ پڑھے تو (تین تسبیح کی مقدار) چپکی کھڑی رہے تو بھی حرج نہیں، نماز درست ہے۔" جب فرض کی تیسری چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنی واجب ہی نہیں، نہ قرآن میں اس کے وجوب کی دلیل ہے نہ حدیث میں۔ تو اس کا چھوڑنا ترک واجب نہ ہوا تو سجدہ سہو کیسے واجب ہوگا۔ وہ تو ترک واجب پر واجب ہوتا ہے۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ ۲۳۵ھ نے اپنی حدیث کی کتاب میں باقاعدہ باب باندھا ہے کہ جو تیسری چوتھی رکعت میں قرأت نہیں کرتے تھے، سبحان اللہ کہتے تھے۔ پھر اس باب کے تحت حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، ابراہیم نخعی اور اسود نخعی رحمہم اللہ کا یہی طریقہ نقل کیا ہے۔ اور ان رکعتوں میں فاتحہ کے واجب ہونے کا کوئی باب نہیں باندھا۔ اب غیر مقلد کو نہ اعتراض حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ہے نہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر، نہ تابعین پر نہ ابن ابی شیبہ پر اس کو اعتراض ہے۔ صرف اور صرف بہشتی زیور پر اعتراض ہے۔

بہشتی زیور حصہ دوم میں تقریباً ساڑھے چار سو مسائل ہیں۔ ان میں سے صرف سات مسائل کے بارہ میں غیر مقلد نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ مسائل قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔ لیکن وہ ایک کو بھی قرآن وحدیث کے خلاف ثابت نہ کر سکا۔ یہ اس پر قرض ہے کہ ان مسائل کو قرآن وحدیث کے خلاف اور باقی تقریباً چار سو پینتیس (۴۳۵) مسائل کو قرآن و

حدیث کے موافق ثابت کرے۔

اعتراض نمبر۱۱:

ایک اور مسئلہ بہشتی زیور کا قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔"اگر کوئی دیہات میں رہتی ہو تو وہاں طلوع فجر کے بعد بھی قربانی دینا درست ہے۔"

(بھشتی زیور ص ۲۳۱ حصہ سوم مسئلہ نمبر ٤ قربانی کا بیان)

جواب:

غیر مقلدین کی خیانت: ص ۲۷، ج ۳ مسئلہ ۴، بقر عید کی نماز ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں۔ جب لوگ نماز پڑھ چکیں تب کرے۔ البتہ اگر کوئی کسی دیہات میں اور گاؤں میں رہتی ہو تو وہاں طلوع صبح صادق کے بعد بھی قربانی کر دینا درست ہے۔ شہر کے اور قصبہ کے رہنے والے نماز کے بعد ادا کریں۔ بتائیے یہ مسئلہ کس آیت یا حدیث کے خلاف ہے۔ بات واضح ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں اور دن طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے۔ تو قربانی جائز ہو گی لیکن جہاں شہر اور قصبہ میں نماز عید پڑھی جاتی ہے وہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز عید کے بعد قربانی کریں۔ لیکن جس بستی میں عید کی نماز نہ پڑھی جاتی ہو۔ ان کے لیے تو کوئی آیت وحدیث نہیں کہ وہ قربانی کے لیے شہر کی عید کا انتظار کریں۔ غیر مقلد صاحب نے بہشتی زیور پر تو اعتراض جڑ دیا مگر یہ مسئلہ تو حدیث کی کتاب ترمذی میں بھی ہے۔ امام ترمذی ترمذی شریف میں باب باندھتے ہیں: "نماز کے بعد قربانی کرنے کا بیان" پھر حدیث پاک نقل فرماتے ہیں کہ نماز عید سے قبل قربانی ذبح نہ کرو۔

اس کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم اس کے قائل ہیں کہ شہر میں جب تک امام نماز عید نہ پڑھا لے قربانی نہ کرے اور ایک قوم نے اہل علم میں سے گاؤں والوں کو رخصت دی ہے کہ وہ طلوع فجر کے بعد قربانی کر لیں اور یہی قول

امام عبداللہ بن المبارک کا ہے۔ (زیر رقم: ۱۵۰۸)

یاد رہے بہشتی زیور حصہ سوم میں کل مسائل ۳۶۷ ہیں۔ ان میں سے صرف ایک مسئلہ کے بارہ میں غیر مقلد نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ لیکن وہ ایک مسئلے کو بھی قرآن و حدیث کے خلاف ثابت نہ کر سکا۔ یہ بھی اس پر قرض ہے اور باقی ۳۶۶ مسائل میں سے ہر مسئلہ کے موافق آیت یا حدیث پیش کرنا بھی اس پر قرض ہے۔ لیکن یہ قرض چکانا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۱۲:

نکاح ہو گیا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ بچہ پیدا ہو گیا تو وہ بچہ شوہر ہی سے ہوگا۔ اس کو حرامی کہنا درست نہیں۔ اگر شوہر کا نہ ہو تو وہ انکار کرے اور انکار کرنے پر لعان کا حکم ہو گا۔ (بہشتی زیور حصہ چہارم ص ۳۶ مسئلہ نمبر ۹ لڑکے کے حلالی ہونے کا بیان)

جواب:

غیر مقلد کی خیانت: بہشتی زیور کی مکمل عبارت: ''نکاح ہو گیا لیکن ابھی (رواج کے موافق) رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ بچہ پیدا ہو گیا (اور شوہر انکار نہیں کرتا کہ میرا بچہ نہیں ہے) تو وہ بچہ شوہر ہی سے (کہا جائے گا) حرامی نہیں (کہا جائے گا) اور (دوسروں کو) اس کا حرامی کہنا درست نہیں۔ اگر شوہر کا نہ ہو تو وہ انکار کرے اور انکار کے بعد لعان کا حکم ہوگا۔''

(ص ۳۶، ج ۴، مسئلہ ۹)

اعتراض نمبر ۱۳:

میاں پردیس میں ہے اور مدت ہو گئی۔ برسیں گزر گئیں کہ گھر نہیں آیا اور یہاں لڑکا پیدا ہو گیا (اور شوہر اس کو اپنا ہی بتاتا ہے) تب بھی وہ (از روئے قانون شرع) حرامی

نہیں۔اسی شوہر کا ہے۔البتہ اگر شوہر خبر پا کر انکار کرے گا تو لعان کا حکم ہوگا۔

(ص ٦٤، ج ٤، مسئلہ ١٠) (بہشتی زیور مکمل مدلل ص ٣٤٢)

جواب:

دونوں اعتراضوں کا جواب اکٹھا ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت تھانوی کی وضاحت:

٢٧ شعبان ١٣٢٨ھ کو یعنی آج سے ٩٢ سال قبل حضرت نے خود ان دونوں مسئلوں کی وضاحت فرمائی کہ بہشتی زیور کے ان مسئلوں کا یہ مطلب نہیں کہ بدوں صحبت کے حمل رہ جاتا ہے اور وہ حمل اسی شوہر کا ہو جاتا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان صورتوں میں اوپر دیکھنے والوں کو خود اسی کا یقین کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں کہ ان میں صحبت نہیں ہوئی۔ پس ان کو شرعاً یہ اجازت نہیں کہ محض ظاہری دوری کو زن وشوہر میں دیکھ کر یہ کہہ دیں کہ جب ہمارے علم میں ان کے درمیان صحبت واقع نہیں ہوئی تو واقع میں بھی صحبت نہیں ہوئی اور یہ حمل حرام کا ہے اور یہ عورت حرام کار ہے اور یہ بچہ ولدالحرام ہے پس دیکھنے والوں کو یہ حکم لگانے کا حق نہیں۔ کیوں کہ کسی کو حرام کار یا حرام زادہ کہنا بہت بڑی تہمت ہے اور گناہ عظیم ہے۔ اس کا منہ سے نکالنا بدوں قطعی دلیل کے جائز نہیں۔ بلکہ جب بعید سے بعید احتمال بھی وقوع صحبت کا رہے گا یوں سمجھیں گے کہ شاید یہی بعید صورت صحبت کی واقع ہوئی ہو اور دوسروں کو اس کی اطلاع نہ ہوئی ہو۔ اور وہ بعید احتمال یہاں دو ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کسی بزرگ کی کرامت سے زن وشوہر ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں اور ان میں صحبت واقع ہوئی ہو۔

دوسرے یہ کہ کسی جن نے دونوں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہو اور صحبت ہو گئی ہو اور حمل رہ گیا ہو اور بزرگوں کی کرامت اور جن کا تصرف اہل سنت والجماعت کے نزدیک شرعاً، عقلاً اور وقوعاً ثابت ہے۔ اور گو اس کا احتمال بعید ہی ہو لیکن ہم مسلمان عورت کو تہمت سے بچا ز

کے لیے اور بچہ کو عار سے بچانے کے لیے اس احتمال کو ممکن مانیں گے۔ اور یوں کہیں گے کہ شاید ایسی ہی صورت ہوئی ہو۔ اور بعض صورتوں میں ممکن ہے کہ شوہر اسی طرح خفیہ آیا ہو جیسے بعض اشتہاری مجرم رات کو اپنے گھر آ جاتا ہے اور رات ہی کو چلا جاتا ہے۔ اس لیے اس حمل کو اس شوہر کی طرف منسوب سمجھیں گے اور نسب کو ثابت مانیں گے۔ البتہ خود شوہر کو اس کا علم قطعی ہو سکتا ہے کہ میں نے صحبت کی ہے یا نہیں۔ سو اس کو شرعاً مجبور نہیں کیا گیا کہ خواہ مخواہ تو اس بچہ کو اپنا ہی مان، بلکہ اس کو اختیار دیا گیا ہے۔ اگر تو نے صحبت نہیں کی ہے تو اس نسب کو نفی کر سکتا ہے۔ مگر چونکہ حاکم شرع کو کسی دلیل قطعی سے خود شوہر کا راست گو ہونا یقینی طور پر معلوم نہیں ہو سکتا، بلکہ احتمال ہے کہ کسی اور رنج و غصہ سے عورت کو بدنام کرتا ہو۔ اس لیے اس کے نفی کرنے پر حاکم شرع سکوت نہ کرے گا۔ بلکہ مقدمہ قائم کر کے لعان کا قانون نافذ کرے گا۔ پھر لعان کے بعد دوسروں کو بھی شرعاً اجازت ہو گی کہ اس بچہ کو اس شوہر کا نہ کہیں گے۔ کیوں کہ اب قانون شرعی سے اس بچہ کا نسب کٹ چکا ہے۔ یعنی شرعاً جبر نہیں کہ اب بھی اسی کا مانو، بلکہ قانوناً اس سے منقطع سمجھیں گے اور واقعہ کے اعتبار سے پھر یوں کہیں گے کہ غیب کا علم خدا تعالیٰ کو ہے۔ اسی طرح عورت کی نسبت کہیں گے کہ خدا کو خبر ہے کہ مرد سچا ہے یا عورت۔ (تکمیلہ بہشتی زیور ص ۷۳، ۴، حصہ چہارم)

کسی بچہ کے نسب کی نفی کرنا اس کو قتل کر دینے سے بھی سخت ہے کہ اب اس کا کوئی والی وارث نہیں۔ اور اس کی والدہ بلکہ پورے خاندان کی عزت کا برباد کرنا ہے۔ اگر نسب کا مدار دوسروں پر رکھا جائے تو میاں بیوی کے اکٹھے رہتے ہوئے بھی ایسی صورتیں سامنے آتی ہیں کہ میاں بیوی لعان کر رہے ہیں۔ اس لیے نسب اس سے ثابت ہو گا جس کے نکاح میں ہے۔ یہ حدیث بخاری ۲۰۵۳، مسلم ۱۴۵۷، ابوداؤد ۲۲۷۳، ترمذی ۱۱۵۷، نسائی ۳۵۱۲، ابن ماجہ ۲۰۰۴ پر ہے۔ صرف مسند احمد میں ۲۵ جگہ ہے۔ اس لیے اس اٹل قانون کو توڑنے کا کسی

غیر کوئی حق نہیں۔ ہاں خاوند کو یہ حق ہے کہ اگر اسے یقین ہے کہ بچہ اس کا نہیں تو وہ انکار کر دے لیکن اس کے صرف انکار سے بھی یہ قانون نہیں ٹوٹے گا۔ باقاعدہ عدالت میں مقدمہ دائر کر کے عدالت لعان کے بعد بچہ کے نسب کی نفی کرے گی۔ جب خود خاوند بھی صاف انکار سے اس قانون کو نہیں توڑ سکتا، صرف عدالت لعان کے بعد فیصلہ دے گی تو "ماوشما" (ہم اور آپ) کو انکار نسب کا کوئی قانونی حق نہیں۔ بہشتی زیور حصہ چہارم میں تقریباً پونے تین سو مسائل ہیں، جن میں سے صرف دو مسئلوں کے بارہ میں غیر مقلد نے یہ جھوٹا دعویٰ کیا کہ یہ قرآن و حدیث کے خلاف ہیں۔ مگر ایک کو بھی قرآن و حدیث کے خلاف ثابت نہ کر سکا۔ ان بے چاروں کو نہ فقہ کا علم ہے نہ قرآن کا نہ حدیث کا۔ اگر یہ غیر مقلد ان دو مسئلوں کے خلاف اور باقی مسائل کے موافق آیات و احادیث لکھ دے تو ہم برملا اعتراف کریں گے کہ خودساختہ اہل حدیثوں میں بھی ایک شخص واقعتاً قرآن و حدیث کا علم رکھتا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۴:

"ناپاک تیل یا چربی کا صابن بنا لیا جائے تو پاک ہو جائے گا۔"

(بہشتی گوہر ص ۱۱٦ مسئلہ ۲۷ پاکی ناپاکی کے بعض مسائل)

جواب:

غیر مقلد نے حصہ چہارم کے بعد بہشتی زیور کے بقایا چھ حصوں پر کوئی اعتراض نہیں کیا اب یہ اعتراض گیارھویں حصہ پر کیا ہے جو بہشتی گوہر کے نام سے مشہور ہے۔

اس مسئلہ کے خلاف نہ کوئی آیت قرآنی پیش کر سکا اور نہ کوئی صحیح صریح غیر معارض حدیث۔ اس مسئلہ کا تعلق تبدیلی ماہیت سے ہے۔ اس کا بیان خود بہشتی زیور میں موجود ہے۔ تبدیلی ماہیت سے بھی احکام بدل جاتے ہیں۔ مثلاً انگور کا پانی پاک ہے۔ لیکن جب کہ وہ ایک دوسری چیز شراب بن گیا تو وہ نجس ہو گیا۔ اور شراب جب پھر دوسری چیز بن گئی یعنی سرکہ ہو گئی تو پاک ہو گئی۔ تبدیل ماہیت کے یہ معنی ہیں کہ ایک چیز ایسی دوسری چیز بن

جائے جس کا حکم شے اول کے بالکل خلاف ہے۔ مثلاً ناپاک چیز ایک ایسی چیز کی طرف مستحیل ہوگئی کہ وہ چیز پاک ہے تو وہ ناپاک چیز پاک ہوگئی۔ جیسے کھاد (گوبر، گوں وغیرہ) ناپاک ہے مگر جب مٹی ہوگئی تو مٹی ایک پاک چیز ہے۔ اب وہ پاک ہوگئی۔ یا انڈا پاک ہے، مگر جب خون بن گیا تو خون ایک ناپاک چیز ہے تو انڈا ناپاک ہوگیا اور جب وہ خون گوشت کا لوتھڑا بن گیا تو گوشت ناپاک چیز ہے۔ پھر پاک ہوگیا۔ (بہشتی زیور ص ۱۰۸ ج ۹)

اور آپ کی فقہ میں بھی یہی لکھا ہے کہ ماہیت بدلنے سے چیز پاک ہو جاتی ہے۔ جیسے گدھا نمک کی کان میں گرا اور وہ نمک بن گیا تو پاک بھی ہے حلال بھی۔ اسی طرح خنزیر نمک کی کان میں گر کر نمک بن گیا تو پاک بھی ہوگیا اور حلال بھی۔ (نزل الابرار ص ۵۰ ج ۱)

اعتراض نمبر ۱۵:

ایک مسئلہ بہشتی گوہر کا یہ بھی قرآن و حدیث کے خلاف ہے " کہ وضو کے بعد اگر کسی عضو کے نہ دھونے کا شبہ ہو، لیکن وہ عضو متعین نہ ہو تو ایسی صورت میں شک رفع کرنے کے لیے بائیں پاؤں کو دھو ڈالے۔" (بہشتی گوہر ص ۲۲۱ مسئلہ نمبر ۶ حدث اصغر کا بیان)

جواب:

غیر مقلدین کی خیانت: پورا مسئلہ یوں ہے: "وضو کے بعد اگر کسی عضو کی نسبت نہ دھونے کا شبہ ہو، لیکن وہ عضو متعین نہ ہو ایسی صورت میں شک رفع کرنے کے لیے بائیں پیر کو دھوئے۔ اسی طرح اگر وضو کے درمیان کسی عضو کی نسبت یہ شبہ ہو تو ایسی صورت میں اخیر عضو کو دھوئے۔ مثلاً کہنیوں تک ہاتھ دھونے کے بعد شبہ ہوا تو منہ دھو ڈالے اور اگر پیر دھوتے وقت یہ شبہ ہوا تو کہنیوں تک ہاتھ دھو ڈالے۔ یہ اس وقت ہے اگر کبھی کبھی شبہ ہوتا ہو۔ اگر کسی کو اکثر اس قسم کا شبہ ہوتا ہو تو اس کو چاہیے کہ اس شبہ کی طرف خیال نہ کرے اور اپنے وضو کو کامل سمجھے۔ (بہشتی گوہر ص ۱۵)

یہ ہے پورا مسئلہ، اب اس کے خلاف کوئی آیت یا حدیث پیش کریں۔ ا ر ایک آیت یا حدیث اس پر پیش کریں کہ اگر کسی کو یہ مسئلہ پیش آ جائے تو قرآن و حدیث میں اس کے لیے کیا حکم ہے۔

فقہ حنفی کا یہ مسئلہ تو عین اس حدیث کے موافق ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دع ما یریبك الی ما لا یریبك رواہ الترمذی وابن حبان۔

''جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اس سے نکل کر جو شک سے بچائے اسے اختیار کرو۔''

افسوس کہ فقہ دشمنی نے ان لوگوں کو حدیث دشمنی تک پہنچا دیا ہے۔

اعتراض نمبر۱۶:

کپڑا لپیٹ کر جماع کرنے سے غسل فرض نہ ہوگا۔

(بہشتی گوہر، باب جن صورتوں میں غسل فرض نہیں ہوتا ص ۴۲۳)

جواب:

غیر مقلدین کی خیانت: یہ مسئلہ بھی خیانت کر کے کانٹ چھانٹ کر کے نقل کیا ہے بہشتی گوہر میں ہے: ''اگر کوئی مرد اپنے خاص حصے میں کپڑا لپیٹ کر جماع کرے تو غسل فرض نہ ہوگا۔ بشرطیکہ کپڑا اس قدر موٹا ہو کہ جسم کی حرارت اور جماع کی لذت اس کی وجہ سے محسوس نہ ہو۔ مگر احوط یہ ہے کہ غیبت حشفہ سے غسل واجب ہو جائے گا۔''

(بہشتی گوہر ص ۷ مسئلہ نمبر ۳)

اب بتایا جائے کہ وہ کون سی آیت یا حدیث ہے جس کے خلاف یہ مسئلہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان تو یہ ہے کہ جب دونوں ختنوں کا موقع آپس میں مل جائیں تو غسل لازم ہے۔ انزال ہو یا نہ ہو۔ (مسلم) اور یہاں کپڑے کے اتنا موٹا ہونے کی وجہ سے التقاء ختانین نہیں ہوا تو غسل کیسے فرض ہوگا۔ مگر پھر بھی حضرت تھانوی نے فرمایا ہے کہ

احتیاطاً غسل کرے۔

اور امام بخاری ﷺ تو فرماتے ہیں کہ بغیر کپڑے کے بھی التقاء ختانین ہو جائے تو غسل فرض نہیں صرف احوط ہے اور آپ کی کتاب نزل الابرار میں لکھا ہے کہ

ولو لف الحشفة بخرقة ثم اولجها فان وجد لذة الجماع اغتسل والا لا. (ص ۲٤ ج۱)

"اگر حشفہ پر کپڑا لپیٹ لے پھر اس کو داخل کرے، اگر جماع کی لذت پائے تو غسل فرض ہے ورنہ نہیں۔" یہاں تو احتیاط کا نام و نشان تک نہیں۔"

اعتراض نمبر ۱۷:

اگر کوئی مرد اپنا خاص حصہ کسی مرد یا عورت کی ناف میں داخل کرے اور منی نہ نکلے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔ (بہشتی گوہر، باب جن صورتوں میں غسل فرض نہیں ہوتا ص ۱۸ مسئلہ نمبر ۱۰)

جواب:

بتایئے یہ مسئلہ کس آیت یا حدیث کے خلاف ہے۔ امام بخاری ﷺ تو صاف فرماتے ہیں کہ مخصوص جگہ میں داخل کرنے سے بھی غسل فرض نہیں ہوتا، حالانکہ یہ بات حدیث کے صاف الفاظ کے خلاف ہے۔ (مسلم)

اور ائمہ اربعہ کے بھی خلاف ہے اور بہشتی گوہر کا مسئلہ نہ کسی آیت کے خلاف، نہ کسی حدیث کے خلاف، نہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کے خلاف، مگر فقہ سے دلی بغض ان کو ایسے بے ہودہ اعتراضات پر مجبور کرتا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۸:

بہشتی گوہر میں ہے: "اگر کوئی چادر اس قدر بڑی ہو کہ اس کا نجس حصہ (اوڑھ کر نماز پڑھتے ہوئے) نماز پڑھنے والے کے اٹھنے بیٹھنے سے جنبش نہ کرے تو کچھ حرج نہیں اور اسی

ہو۔ بشرطیکہ وہ بچہ
جس کو نماز پڑھنے والا اٹھائے ہوئے ہو اور اس
طرح اس چیز کو بھی پاک ہونا چاہیے۔ مثلاً نماز پڑھنے والا کسی بچے کو اٹھائے ہوئے ہو اور اس
خود اپنی قوت سے رکی ہوئی نہ ہو۔ اور وہ بچہ خود اپنی طاقت سے رکا ہوا نہ ہو تب تو اس کا پاک ہونا نماز
بچہ کا جسم یا کپڑا نجس ہو۔ اور جب اس بچہ کا بدن کپڑا اس قدر نجس ہو جو مانع نماز ہے تو
کی صحت کے لیے شرط ہے۔ اور خود اپنی طاقت سے رکا ہوا بیٹھا ہے تو
اس صورت میں اس شخص کی نماز درست نہ ہوگی۔ پس یہ نجاست اس کی
کچھ حرج نہیں۔ اس لیے کہ وہ اپنی قوت اور سہارے سے بیٹھا ہے۔ اس طرح
طرف منسوب ہوگی۔ اور نماز پڑھنے والے سے کچھ اس کا تعلق نہ سمجھا جائے گا۔ اور خارج
اگر نماز پڑھنے والے کے جسم پر کوئی ایسی نجس چیز ہو جو اپنی جائے پیدائش میں ہو، اور
میں اس کا کچھ اثر موجود نہ ہو تو کچھ حرج نہیں۔ مثلاً نماز پڑھنے والے کے جسم پر کوئی کتا بیٹھ
جائے اور اس کے منہ سے لعاب نہ نکلا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اس لیے کہ اس کا لعاب اس
کے اندر ہے اور وہی اس کے پیدا ہونے کی جگہ ہے۔ پس مثل اس نجاست کے ہوگا جو
انسان کے پیٹ میں رہتی ہے۔ جس سے طہارت شرط نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی ایسا انڈا
جس کی زردی خون ہوگئی ہو نماز پڑھنے والے کے پاس ہو، تب بھی کچھ حرج نہیں۔ اس لیے
کہ اس کا خون اسی جگہ ہے جہاں پیدا ہوا ہے، خارج میں اس کا کچھ اثر نہیں۔ بخلاف اس
کے کہ اگر شیشی میں پیشاب بھرا ہو۔ اور وہ نماز پڑھنے والے کے پاس ہو اگرچہ منہ اس کا بند
ہو۔ اس لیے کہ یہ پیشاب ایسی جگہ نہیں ہے جہاں پیشاب پیدا ہوتا ہے۔

(بہشتی گوہر، نماز کی شرطوں کا بیان، مسئلہ نمبر ا ص ۲۹)

جواب:

اس مسئلہ کے خلاف کوئی آیت یا حدیث ہو تو اس کو لکھ کر ترجمہ بھی لکھیں اور اگر نہ لکھ
سکو تو قرآن حدیث کا نام لے کر جھوٹ بولنے سے توبہ کرو۔ اور [illegible]

ہاں بدور الاہلہ میں نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ سر پر گندگی اٹھا کر نماز پڑھے تو نماز صحیح ہے۔(بدور الاھلہ ص ۳۹)

اور نجس کپڑوں میں قصداً بلا عذر نماز پڑھے تو نماز صحیح ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے کپڑوں کا پاک ہونا شرط نہیں۔(بدور الاھلہ ص ۳۹)

ذرا کوئی آیت یا حدیث صحیح صریح غیر معارض باترجمہ لکھیں۔جن سے آپ کے یہ دونوں مسئلے ثابت ہوں۔ ہاں ذرا اپنے مذہب کے ان مسائل کے موافق بھی ایک ایک آیت یا ایک ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض لکھیں۔

علامہ وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں:''کتا اور اس کا لعاب ہمارے محققین اہل حدیث کے ہاں پاک ہے۔''(نزل الابرار ص ۳۰ ج ۱)

علامہ وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں:''کتے کی کھال کا ڈول اور مصلی بنانا جائز ہے۔''

(نزل الابرار ص ۳۰ ج ۱)

علامہ وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں:''کتے کو اٹھا کر نماز پڑھے تو نماز جائز ہے۔''

(نزل الابرار ص ۳۰ ج ۱)

علامہ وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں:''کتے نے کپڑے یا بدن کو کاٹا، اگر چہ لعاب لگ گیا ہو تو بھی کپڑا اور جسم پاک ہے۔''(نزل الابرار ص ۳۰ ج ۱)

دیکھیے آپ کے ہاں یہ مسائل نبی ﷺ کی فقہ کے ہیں، کسی امتی امام کی فقہ کے نہیں ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۹:

اگر نماز پڑھنے کی حالت میں نماز پڑھنے والے کا کپڑا کسی (سوکھے) نجس مقام پر پڑتا ہو تو کچھ حرج نہیں۔(بہشتی گوہر، باب نماز کی شرطوں کا بیان ص ۳۰ مسئلہ نمبر ۶)

جواب:

بتائیے یہ مسئلہ کس آیت یا حدیث صحیح صریح غیر معارض کے خلاف ہے۔ نماز کے لیے طہارت مکان نماز شرط ہے نہ کہ گردونواح بھی اور طہارت بدن اور طہارت لباس شرط ہے جب کہ آپ کے ہاں نہ مکان نماز کا پاک ہونا شرط ہے نہ بدن نمازی کا پاک ہونا شرط ہے۔ اور نہ ہی نماز کے کپڑوں کا پاک ہونا شرط ہے نہ ہی نمازی کی اٹھائی ہوئی چیزوں کا پاک ہونا شرط ہے۔ اور آپ کے نزدیک انسان میں سے صرف اس کا پیشاب، پاخانہ، اور خون حیض نجس ہے۔

خاتمہ:

بہشتی زیور کے ہزاروں مسائل میں سے انیس مسائل کو غیر مقلدین نے خلاف قرآن وحدیث قرار دیا تھا۔ مگر ایک مسئلہ کو بھی نہ قرآن کے خلاف ثابت کر سکا نہ احادیث کے۔ گویا قرآن حدیث کا نام لے کر جھوٹ ہی بولا، جو بہت بڑا گناہ ہے۔

آخر میں گزارش یہی ہے کہ آج کل دین بے زاری کا دور ہے۔ اور دین بے زاری غیر مقلدین کی ہی حرکتوں کا نتیجہ ہے۔ اس وقت ملک کے کونے کونے سے اطلاعات آ رہی ہیں کہ بیسیوں غیر مقلد ہر شہر میں منکر حدیث ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ لیکن خود ساختہ اہل حدیث ان کو راہ راست پر لانے کے لیے (نہ تحریرا نہ تقریرا) کوئی کوشش نہیں کر رہے۔ آپ کے اس قسم کے پمفلٹ امت کو دین بے زاری کے سوا کچھ نہیں دے رہے۔ اس گناہ کو چھوڑ کر توبہ کریں، ورنہ اب آپ اپنے لائے ہوئے سیلاب انکار حدیث کو روکنے سے عاجز ہو چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ دین حق پر استقامت نصیب فرمائیں اور غیر مقلدین کے وساوس سے محفوظ فرمائیں۔ (آمین)

فتنۂ فرق باطلہ کو سمجھنے اور سمجھانے کیلئے مکتبہ شیخ الاسلام و مکتبہ صفدریہ کی اہم مطبوعات

- جی ہاں! فقہ حنفی قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے
- فرقہ اہل حدیث پاک وہند کا تحقیقی جائزہ
- فرقہ بریلویت پاک وہند کا تحقیقی جائزہ
- صراط مستقیم (برائے خواتین)
- نماز اہل السنۃ والجماعۃ
- تراویح کا مسئلہ متنازع نہ بنایا جائے
- عقائد اہل السنۃ والجماعۃ
- رسائل گھمن (چار رسائل کا مجموعہ) ''ہندی''
- فضائل ومسائل قربانی
- حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ
- ۲۰ رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے
- کیا اہل عرب غیر مقلد ہیں؟
- کیا مقلد کی نماز غیر مقلد کے پیچھے جائز ہے؟
- تحفۃ الایضاح فی شرح مقدمہ ابن صلاح
- سوال گندم جواب چنا
- تبلیغی جماعت اور مشائخ عرب
- غیر مقلد مناظر کا غیر مقلدیت سے توبہ
- سلفی کون حنفی یا غیر مقلد
- حقائق الفقہ بجواب حقیقۃ الفقہ (اول)
- ہم اہل سنت والجماعت کیوں ہیں؟
- بہشتی زیور پر اعتراضات کے جوابات
- ننگے سر نماز غیر مقلد علماء کی نظر میں
- المہند اور اعتراضات کا علمی جائزہ
- فرقہ جماعت المسلمین کا تحقیقی جائزہ
- کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ
- صراط مستقیم کورس (برائے مرد)
- نماز اہل السنۃ والجماعۃ ''ہندی''
- اصول مناظرہ
- فضائل اعمال اور اعتراضات کا علمی جائزہ
- فرقہ اہل حدیث کا مقصد احیاء سنت یا افتراق امت
- ہدایہ علماء کی عدالت میں
- خطبات گھمن (اول، دوم، سوم)
- شادی کی پہلی دس راتیں
- عورتوں اور مردوں کی نماز میں فرق
- چالیس مسئلوں کی چالیس حدیث
- غیر مقلدین کی غیر مستند نماز
- ہوالکذاب
- ڈاکٹر ذاکر نائیک خیالات ونظریات
- رسائل رد غیر
- غیر مقلدین کا اصلی چہرہ
- فتاویٰ عالمگیری پر اعتراضات کے جوابات
- دلائل احناف
- مسائل اربعہ غیر مقلد علماء کی نظر میں
- جرابوں پر مسح غیر مقلد علماء کی نظر میں



MAKTABA SAFDARIYA DEOBAND
Mob:09808452070/8881030588/09322471046
Email:msislam829@gmail.com